وذکّر فان الذکریٰ تنفع المؤمنین

سلسلہ مواعظ ۱

جواہر علمیہ

(المعروف بہ "ضرب کلیم")

(جلد اول)

از

افادات

حضرت مولانا مفتی محمد کلیم صاحب لوہاروی مدظلہ العالی

(استاذ الحدیث والافتاء دار العلوم اشرفیہ راندیر)

ناشر

مکتبہ عزیزیہ آئی پی ۱۱ اشرفیہ راندیر سورت گجرات (انڈیا)

انتساب

اپنی اس حقیری کاوش کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نیز حضرات صحابہ مہاجرین وانصارؓ کی طرف منسوب کرتا ہوں جن کے طفیل میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ودین کی دولت سے نوازا۔

نیز اپنے مشائخ واساتذہ کے نام خصوصاً سیدی ومولائی مرشد اوّل حضرت فقیہ الامت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ، سیدی ومولائی شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد رضا اجمیریؒ (سابق شیخ الحدیث دارالعلوم اشرفیہ راندیر)، حضرت مولانا احمد اشرف صاحب راندیریؒ (سابق مہتمم دارالعلوم اشرفیہ راندیر)، محبوبی ومخدومی حضرت اقدس مفتی سید عبدالرحیم لاجپوریؒ وحضرت مفتی عبدالغنی کاویؒ وحضرت مولانا حکیم ابوالشفاء صاحب بلیاویؒ (اساتذہ حدیث دارالعلوم اشرفیہ)

نیز والدین ماجدین کے نام جن کی بے پناہ شفقتوں، دعاؤں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے دینی خدمت کے لئے قبول فرمایا۔

انتباہ

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ خلیفۂ اجل حضرت حکیم الامتؒ کے منظوم کلام کو احقر طالب علمی کے زمانے میں بھی پڑھتا تھا جس کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا گیا، اس لئے کہ اس میں کلمات ذکر بھی ہیں اور مناجات بھی۔ اس لئے بہت سی مرتبہ کسی دینی مجلس کے موقعہ پر بھی اس کو پڑھا گیا۔ خصوصاً خانقاہ محمودیہ جامعہ ڈابھیل میں ہر عشرہ میں ختم قرآن کے بعد اور انتیسویں کو اخیری ختم کے موقعہ پر مرشدی حضرت مفتی احمد خانپوری صاحب دامت برکاتہم العالیہ بڑے اہتمام سے حکم فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ صاحب کے اشعار پڑھ کر دلوں کو گرمادو۔

اس لئے ہر ایک دو بیان کے بعد حضرت خواجہ صاحبؒ کے منظوم کلام (۱) در تضمین ذکر نفی واثبات (۲) در تضمین ذکر مجرد واثبات (۳) در تضمین ذکر دو ضربی (۴) در تضمین ذکر یک ضربی اسم ذات، آپ کے رسالہ "نفیر غیب" سے لے کر تحریر کئے گئے ہیں تاکہ ناظرین محظوظ ہوں۔

(مؤلف۔ محمد کلیم لوہاروی)

اجمالی فہرست

تفصیلی فہرست

تقریظ وکلمات تبرک

از حضرت الاستاذ مولانا مفتی یعقوب اشرف صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(خلیفہ ومجاز حضرت محی السنہ شاہ ابرار الحق ہردوئی ؒ ومہتمم دار العلوم اشرفیہ راندیر وشیخ الحدیث مدرسہ صوفی باغ، سورت)

باسمہ تعالیٰ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، امابعد

عزیزم مولوی مفتی محمد کلیم دوباروی ۱۹۸۰ء میں بچپن کی عمر میں دار العلوم اشرفیہ میں پڑھنے کے لئے آئے خوب محنت سے پڑھے اور ماشاء اللہ ہر درجے میں اچھے نمبرات سے کامیاب ہوکر فارغ ہوئے۔ پھر دار العلوم ڈابھیل سے افتاء کرکے یہاں دار العلوم اشرفیہ میں پہلے ابتدائی اور متوسط کتابیں بڑی محنت سے پڑھائیں۔ اب حیاۃ کی اور احادیث کی کتابیں بھی۔ ماشاء اللہ حسن وخوبی پڑھا رہے ہیں۔ اور جب سے پڑھانے بیٹھے ہیں فتوی نویسی میں بھی مشغول ہیں مختلف ابواب کے اردو، گجراتی میں بڑے چھوٹے کافی فتاوی لکھ چکے ہیں اور ابھی بھی لکھ رہے ہیں۔ طلبہ میں بھی ان کے لئے بڑی محبت اور چاہت ہے۔

درس وتدریسی مشغلہ کے ساتھ قرب وجوار کی مساجد ومدارس میں اور دور دراز کے اسفار میں بھی بسلسلہ وعظ وارشاد واصلاح امت کے اہم کام میں لگے ہوئے ہیں۔

دراصل وعظ وارشاد کا یہ سلسلہ قدیم سے ہے۔ ہمارے بزرگوں سے چلا آرہا ہے ہمارے بزرگوں نے تو اس سے بڑے اہم اہم کام لئے ہیں۔ ہماری گجراتی میں جو مولوی وعظ کہتا ہو اس کو کہتے ہیں کہ આ બોલ્તી બુગો છે (یہ مولوی لگتا ہے)

اور ان مواعظ کا سلسلہ بزرگوں سے چلا آرہا ہے۔ اس دور میں اس طرح کے مواعظ کی

اشاعت کا سلسلہ زیادہ ہو گیا ہے۔ اسی سلسلہ کی ایک شاندار کڑی عزیزم مولوی مفتی محمد کلیم لوہاروی کے مواعظ ہیں جو "ضرب کلیم" کے نام سے شائع ہو رہے ہیں۔

دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان مواعظ کو عزیزم کے لئے تمام قارئین وساری امت کے لئے نافع بنائے اور عزیزم اور اسکی ترتیب میں مدد کرنے والوں کے لئے ذریعۂ نجات بنائے ۔ آمین۔ فقط والسلام

خاکپائے بزرگاں

یعقوب اشرف راندیری

(خادم اشرفیہ راندیر سورت۔ ۵)

۲ رشعبان المعظم ۱۴۳۲ھ

۵ رجولائی ۲۰۱۱ء بروز منگل

❀ ❀ ❀

تقریظ

مشفق ومحسن حضرت الاستاذ مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی دامت برکاتہم العالیہ

(خلیفہ ومجاز حضرت شیخ زکریاؒ وشیخ الحدیث وصدر مفتی جامعہ حسینیہ راندیر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علی رسولہ الکریم، أمّا بعد!

حضور اقدس ﷺ کی تشریف بری کے بعد اب قیامت تک دوسرا کوئی رسول اور نبی آنے والا نہیں ہے۔ حضور اقدس ﷺ خاتم النبیین ہیں، اس لئے اب حضور اقدس ﷺ کا کام العلماء ورثة الأنبياء کے تحت علماء ربانیین کے ذمے ہے اور علماء یہ کام اپنی حیثیت کے مطابق کر رہے ہیں۔

دین کی نشر واشاعت، تعلیم، تبلیغ، تحریر، تصنیف اور تقریر سے بھی ہو رہی ہے۔ جن سے اللہ تعالیٰ یہ کام لینا چاہتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ خصوصی ملکہ بھی عطا فرماتے ہیں۔ ہمارے مفتی کلیم صاحب بھی میرے خیال سے انہیں خوش نصیبوں میں ہیں کہ تدریس اور تقریری دونوں میدان کو فتح کرتے جا رہے ہیں۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نظر بد سے بچا کر کامل اخلاص کے ساتھ خوب ترقی کی سعادت نصیب فرمائے اور ان کے فیض سے لوگوں کو خوب مستفیض فرمائے۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

فقط والسلام

العبد اسماعیل کچھولوی غفرلہ

۲۸ ج ۲، ۱۴۳۳ھ

تقریظ وکلمات دعائیہ

از شیخ زادۂ محترم مخدومی واستاذی

حضرت مولانا قاری رشید احمد اجمیری مدظلہم العالی

(شیخ الحدیث دارالعلوم اشرفیہ راندیر)

اللہ اللہ اللہ

حامداً ومصلیاً ومسلماً، وبعد!

مشائخ وبزرگانِ دین کے مواعظ کا جامع اصلاحی مجموعہ ایک قیمتی خزانہ ہے اس کی برکت سے نہ معلوم کتنے ہی لوگوں کی دل کی دنیا بدلی اور کتنوں کو ہدایت کی روشنی نے راہ یاب کیا ہے۔

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر

اسی سلسلۃ الذہب کا ایک شاندار ورق حضرت مولانا مفتی محمد حکیم صاحب مدظلہ العالی کے بیانات کا یہ مجموعہ بھی ہے۔

مختلف عنوانات پر چند بیانات دیکھنے سے ہی اس کے مفید ہونے کا یقین ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو بارآور فرمائے اور ہم سب کو استفادے کی سعادت عطا فرمائے اور اس کو دونوں جہان میں قبولیت سے سرفراز فرمائے، آمین۔

از

احقر رشید احمد اجمیری

راندیر اشرفیہ

تقریظ

حضرت مولانا عبدالحق صاحب اعظمی دامت برکاتہم العالیہ
(شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم، امّا بعد!

حضرت مولانا محمد کلیم صاحب زید مجدہٗ کے مواعظ کا مجموعہ ''ضرب کلیم'' اپنی بینائی کی کمزوری کی وجہ سے دیکھنے کی سعادت سے محروم رہا۔ بعض احباب سے عناوین پڑھوا کر سنا، مجموعہ تعالیٰ مضامین بہت اچھے ہیں اور ہر خاص و عام کے لئے مفید ہیں۔ مولانا موصوف ایک منجھے ہوئے مؤلف اور بہتر مدرس ہیں۔ ان کی تحریر و مواعظ آیات و احادیث سے مزین ہے۔ ہر بات کو آیات و احادیث کی روشنی میں پیش کرتے ہیں۔ رد بدعت اور اصلاح معاشرہ پر بطور خاص توجہ دی گئی ہے۔

ناکارہ دعا گو ہے کہ اللہ جل شانہ اس مجموعہ کو شرف قبولیت سے نوازے اور اس سے ہر خاص و عام کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہونچاتا رہے اور حضرت مؤلف کو اللہ جل شانہ تالیف و تصنیف اور تدریس اور دیگر امور دینیہ کی خدمات کے لئے مواقع عنایت فرماتا رہے، آمین۔

ناکارہ عبدالحق غفرلہ

خادم دارالعلوم دیوبند

۱۱ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ

تقریظ

بحر العلوم حضرت مولانا نعمت اللہ اعظمی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(محدث دار العلوم دیوبند)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم، امّا بعد!

اصلاحی واخلاقی مواعظ کا سلسلہ ہمیشہ سے چلا آرہا ہے، علماء وصلحاء اس کے ذریعہ لوگوں کی اصلاح کرتے تھے۔ اس میں سے بہت سے بزرگوں کے مواعظ وخطبات شائع بھی ہوچکے ہیں۔ موجودہ دور میں اس طرح کے مواعظ وخطبات کی اشاعت کا سلسلہ زیادہ ہوگیا ہے۔

اسی سلسلہ کی ایک کڑی جناب مولانا مفتی محمد کلیم صاحب اوباروی کے مرتب کردہ مواعظ ہے۔ مختلف طرح کے عنوانات اور اس کے تحت مندرج مضامین سے دل متاثر ہوتا ہے۔ دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کی اصلاح کا ذریعہ بنائے اور لکھنے والے کے لئے ذخیرۂ آخرت ہو، آمین۔

نعمت اللہ غفرلہ

تقریظ

حضرت مولانا قاری ابوالحسن صاحب اعظمی دامت برکاتہم العالیہ

(صدر القراء دار العلوم دیوبند)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم، امّا بعد!

انسان کی طبیعتوں کو سدھارنے اور اخلاق میں ترقی کے لئے مواعظ ہمیشہ سے اکسیر کا کام کرتے رہے۔یہی وجہ ہے کہ اکابر کی جانب سے مواعظ اور خطبات کی اشاعت کا سلسلہ رہا۔

ہمارے کرم فرما جناب مولانا مفتی محمد کلیم صاحب لوہاروی مدظلہ کے مرتب کردہ مواعظ میں نے دیکھے۔موضوعات اور عنوانات کے تنوع، گونا گونی اور بوقلمونی اور ان کے تحت مندرجات سے دل بیحد متأثر ہوا، استفادہ کیا۔

انشاء اللہ یہ مجموعہ مواعظ ''ضرب کلیم'' خاصے کی چیز ہوگی۔اللہ تعالیٰ اسے دلوں پر ''ضرب کلیم'' کا مصداق بنادے، بیش از بیش استفادہ کا موقع عطا فرمائے، آمین۔

ابوالحسن اعظمی

۱۰ر جمادی الثانیہ ۱۴۳۴ھ

تقریظ

حضرت مولانا اسرار الحق صاحب قاسمی (ایم پی)

صدر آل انڈیا تعلیمی وملی فاؤنڈیشن نئی دہلی

(خلیفہ ومجاز فقیہ الامت حضرت شاہ مفتی مظفر حسین سہارنپوری علیہ الرحمۃ وعارف باللہ حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم العالیہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باری تعالیٰ نے بے شمار مخلوقات کو پیدا کیا ہے جن میں سے ایک مخلوق انسان ہے۔اگرچہ اللہ رب العزت کے احسانات سبھی مخلوقات پر ہیں تاہم انسانوں پر اللہ رب العزت نے خاص فضل واحسان فرمایا، اس کی بہترین انداز میں تخلیق کی، اسے بے شمار

نعمتوں سے نوازا اور اشرف المخلوقات کا درجہ دے دیا۔ ساتھ ہی انسانوں کی رہنمائی کے لئے انبیاء علیہم السلام کو ہر دور میں نازل کیا، جنہوں نے بھٹکے ہوئے لوگوں کو حق کا راستہ دکھایا۔ آخر میں پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد مصطفی ﷺ کو مبعوث فرمایا گیا اور آپ ﷺ پر نبیوں و رسولوں کے سلسلہ کو ختم کر دیا گیا۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی و رسول آنے والا نہیں ہے۔ آپ ﷺ پر قرآن مجید کا نزول ہوا اور دین مکمل ہو گیا۔ اب قیامت تک آنے والے انسانوں کو دین اسلام کے مطابق زندگی گزارنی ہے۔ جو شخص کما حقہ اسلام کی پیروی کریگا کامیابی اس کے قدم چومے گی۔

اگرچہ انسان کو بہت سی صلاحیتیں ودیعت کی گئی ہیں تاہم اس کی عقل کو محدود بنایا گیا اور اس میں نسیان بھی رکھ دیا گیا جس کی وجہ سے انسان ایسے کام کر بیٹھتا ہے جو اس کے مقام و منصب کے منافی ہوتے ہیں۔ ایسے میں انسان پر یہ کرم فرمایا گیا کہ اس کے لئے ایک مکمل شریعت بھیجی گئی تا کہ وہ اس کے مطابق اپنی زندگی گزار سکے۔ کیا بہتر ہے، کیا غلط ہے، کیسے بات کرنی چاہئے، کیسے کھانا پینا چاہئے، کیسے کپڑے پہننے چاہئیں، کیسے کاروبار کرنا چاہئے، کیسے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تکمیل کرنی چاہئے؟ ان تمام سوالوں کے جواب شریعت میں موجود ہیں، اسے خود سے اپنے طریقے بنانے کی ضرورت نہیں، نہ اسے ان چیزوں پر اپنا دماغ لگانا ہے بلکہ اسے صرف شریعت کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کرنا ہے۔ اپنے طریقے بنانے اور اپنی عقل کے مطابق کرنے میں انسان کے بھٹکنے کے امکانات موجود ہیں، چنانچہ آج انسانوں کے تیار کردہ بہت سے نظریات و فلسفۂ حیات موجود ہیں مگر وہ اغلاط سے خالی نہیں ہیں۔ بہت سے تو انسانیت کے حق میں انتہائی خطرناک ہیں۔ لیکن المیہ یہ ہے کہ جو دستور حیات انسانوں کے لئے بھیجا گیا آج انسان اس سے دور ہو گیا ہے۔

بہت سے مسلمان بھی اسلامی تعلیمات سے دور ہوتے جارہے ہیں، کتنے مسلمان ایسے ہیں جو دین کی بنیادی باتوں تک سے واقف نہیں اور کتنے ایسے ہیں جو واقف ہونے کے باوجود عمل پیرا نہیں۔ ایسے میں ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی تعلیمات کو دور دور تک پہنچایا جائے اور مسلمانوں کو دین کی باتوں پر عمل کرنے کی طرف متوجہ کیا جائے۔

الحمد للہ وقت کی اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے حضرت مولانا مفتی محمد کلیم لوہاروی دامت برکاتہم استاذ حدیث دار العلوم اشرفیہ راندیر، گجرات، عرصۂ دراز سے اسلامی تعلیمات کو عام کرنے کی جدوجہد کررہے ہیں۔ دین کی باتوں کو مؤثر انداز میں لوگوں کے سامنے پیش کرنے کا ایک بہترین ذریعہ تقریر ہے۔ مولانا موصوف تدریسی خدمات کے ساتھ تقریر کے ذریعہ تبلیغ واشاعت کے اہم کام میں مصروف ہیں۔ زیادہ سے زیادہ لوگ ان کی تقاریر سے استفادہ کرسکیں اس کے لئے ان کی تقاریر کا پیش نظر مجموعہ "ضرب کلیم" زیور طبع سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آرہا ہے۔ ان تقاریر میں مولانا موصوف نے بڑے سلیقے سے عوام الناس کو مخاطب کیا اور ان کے سامنے دینی تعلیمات کو پیش کیا ہے۔ دونوں جہان کی کامیابی کے لئے اللہ کی محبت دلوں میں اترنی بہت ضروری ہے، اس کیلئے صاحب کتاب نے نعمت باری تعالی پر تفصیل سے بحث کی ہے تاکہ لوگ اللہ کی نعمتوں پر غور کرکے اس کی طرف متوجہ ہوں۔ مسلمان پستی کے شکار کیوں ہیں؟ اس سلسلے میں اس کتاب "ضرب کلیم" میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور اسباب وتدارک کو مؤثر انداز سے پیش کیا گیا ہے۔

بدعت ایمان والوں کے لئے بہت مہلک چیز ہے، اس لئے حضرت مولانا نے بدعت کی قباحت پر مدلل گفتگو کی ہے۔ مولانا نے شیطان کے مکروفریب اور حملوں سے بھی ہوشیار کیا ہے اور اس کے حملوں سے چوکنا رہنے کی ترغیب دی ہے۔ عقیدہ مومن کے لئے

بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور عقیدہ کی خرابی کی وجہ سے ایمان خطرے میں پڑ جاتا ہے، اس لئے کتاب میں عقیدہ پر بھی بحث کی گئی ہے۔ حقوق اللہ کی تکمیل کے ساتھ صاحب کتاب نے حقوق العباد کی تکمیل پر بھی بہت زور دیا ہے۔ دراصل اسلام میں حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کی بڑی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ آج بہت سے برادران اسلام معاملات میں بہت کوتاہی سے کام لیتے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ حضرت مولانا نے حقوق العباد اور معاملات کے تعلق سے تفصیلی بات کر کے مسلمانوں کو اس طرف متوجہ کر کے معاملات دین کے مطابق بنانے کی ترغیب دی ہے۔ پیش نظر کتاب میں "تبلیغی ۶ نمبر اور اکرام مسلم" عنوان کے تحت اکرام مسلم کو بیان کیا گیا ہے۔ اکرام مسلم کی اہمیت کیا ہے؟ اس کے فوائد وتقاضے کیا ہیں؟ دلائل کی روشنی میں بتایا گیا ہے۔ علاوہ ازیں حضرات صحابہؓ اور اکابر علماء کے واقعات بھی جگہ جگہ پیش کیے گئے ہیں جو پند ونصائح سے لبریز ہیں۔

اللہ رب العزت حضرت مولانا موصوف کو اجر عظیم سے نوازے، ان کی کاوشوں کو دور دور تک پھیلائے، کتاب کو قبولیت عام سے نوازے اور عامۃ المسلمین کو اس سے استفادے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

مخلص

محمد اسرار الحق قاسمی

بتاریخ: ۱۷ رمئی ۲۰۱۱ء

تقریظ

حضرت مولانا محمد راشد صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(مبلغ دارالعلوم دیوبند)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بحمد اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مفتی محمد کلیم نوہروی صاحب خلیفہ حضرت اقدس مفتی جونپوری صاحب کی تقاریر کا مجموعہ "ضرب کلیم" نظر سے گذرا، اپنی مصروفیت کی بنا پر مکمل طور سے نہ پڑھ پایا تاہم اس کے مضامین وعناوین سے اس کی اہمیت اجاگر ہورہی ہے۔ اشاعت اسلام کا ایک بہترین ذریعہ خطابت بھی ہے، اللہ کرے زور بیان اور زیادہ ہو۔ بالخصوص اس میں مکاتب قرآنیہ کی اہمیت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے جس کی اس دور میں بے حد ضرورت ہے اور دور فتن کی تمام پریشانیوں کا حل بھی ہے۔ اس لئے اس وعظ کو بار بار پڑھیں اور اپنے قلوب کو منور فرمائیں۔ آخر میں دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرمائے اور عوام وخواص کے لئے نافع بنائے، آمین۔

والسلام

سید محمد راشد

مبلغ دارالعلوم دیوبند

تقریظ

حضرت مولانا سید محمود صاحب مدنی دامت برکاتہم العالیہ

(ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند)

اشاعتِ اسلام کا ایک مؤثر ذریعہ تقریر وخطابت بھی ہے۔ ہر زمانہ میں ہمارے اکابر نے امت کی اصلاح کے لئے اس شعبہ کو ذریعہ بنایا ہے اور ان کے بیانات سے تقریر سے بڑے فوائد سامنے آئے ہیں۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی حضرت مولانا مفتی محمد کلیم اوبارہوی صاحب استاذ حدیث دار العلوم اشرفیہ راندیر کی تقاریر کا مجموعہ "ضرب کلیم" ہے۔ دراصل وقت کی تنگی اور پیش سفر کی بنا پر پورے مجموعے کے مطالعہ سے مستفیض نہیں ہوسکا، تاہم اس کے عناوین ومضامین سے واضح ہوتا ہے کہ ایمانیات، عبادات اور بدعات کے ساتھ ساتھ اصلاحِ معاشرہ پر خوب زور دیا گیا ہے۔

دل سے دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اسے قبول فرمائے اور یہ مجموعہ ضرب کلیم واقعی اسم بامسمیٰ ثابت ہو، امت اس سے خوب فائدہ اٹھائے۔ آمین۔

سید محمود مدنی

۱۸/ جمادی الآخر ۱۴۳۲ھ

۲۲/ مئی ۲۰۱۱ء

عرض مؤلف

الحمد لأهله والصلوة والسلام على أهلها. أما بعد!

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا احسان وکرم ہے کہ اس نے ہمیں وجود بخشا، ایمان کی دولت سے مالا مال فرمایا، سید الکونین محمد رسول اللہ ﷺ کے ادنیٰ غلاموں میں شامل فرمایا اور اپنے دین متین کی خدمت ارزانی میں مشغول فرمایا۔

احقر دار العلوم اشرفیہ راندیر میں ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۹۸۰ء کو گیارہ بارہ سال کی عمر میں بغرض تعلیم درجۂ فارسی دوم میں حاضر ہوا۔ ۸ سال مکمل کر کے اشرفیہ ہی سے فراغت ہوئی۔ اس کے بعد ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۹ء میں جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل میں تکمیل افتاء کیا۔ اس کے فوراً بعد ہی سے دار العلوم اشرفیہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے دینی خدمت کے لئے توفیق عطا فرمائی۔ درس وتدریس کے ساتھ مختلف مقامات پر دینی نسبت سے کچھ کہنے سننے کا سلسلہ رہا۔ احقر کے مربی واستاذ حضرت مولانا ابو الحسنؒ سابق مدرس جامعہ حسینیہ راندیر، سابق مہتمم دار العلوم حسینیہ آکولہ مہاراشٹر بعض مدارس کے جلسوں میں تشریف لاتے رہے، احقر کو ان جلسوں میں کچھ دینی باتیں کہنے کا مکلف بنایا گیا تو حضرت نے بڑی حوصلہ افزائی فرمائی اور فرمایا کہ ان تقاریر کو قلمبند کر کے شائع کروائیں، اس سے بہت نفع ہوگا۔ اور بعض اکابرین کے رسائل بھی مجھے عنایت فرمائے کہ یہ رسائل اسی طرح مختلف تقاریر کا مجموعہ ہے۔ احقر کو حقیقت میں بڑی شرمندگی ہوئی کہ ان تقاریر کی کیا حقیقت ہے کہ شائع کیا جائے، اس لئے کبھی بھی اس طرف التفات نہیں کیا۔ لیکن چند سالوں سے بہت سے احباب نے از راہ ذرہ نوازی مجھے اصرار کیا، خصوصاً عزیز گرامی مولوی ارشد میر زید مجدہم نے بہت ہی اہتمام سے ٹیپ اور کیسٹ کا انتظام فرمایا کہ جو بھی تقریر ہو اس کو ٹیپ کرالیا

جائے۔ لیکن اس کے باوجود کبھی ہمت نہ ہوئی۔ بہرحال بہت سے بیانات کیسٹوں اور سیڈیوں میں محفوظ تھے، اس لئے اولاً اپنے ہی نفع کے لئے اور ناظرین کے نفع کے لئے کچھ قدم اٹھایا، کچھ بیانات مولانا ارشد میر کے زیرِ نگرانی ان کے ادارہ فیضِ سبحانی کے اساتذہ نے تحریر فرمائے، کچھ مولوی عبدالستار گودھروی نے اور کچھ دیگر احباب نے تحریر فرمائے۔

ان بیانات میں جو احادیث آئی ہیں ان کی تخریج اور جن شخصیات کا تذکرہ آیا ہے ان کے مختصر حالاتِ زندگی اور عناوین کی ترتیب عزیزم مولوی مفتی عبدالعزیز ہمت نگری متعلم افتاء سالِ دوم نے اپنے خارجی اوقات میں بڑی تندہی اور ذوق وشوق سے فرمائی، خصوصاً عصر سے مغرب کا وقت روزانہ احقر کے یہاں گذارتے رہے۔ جنہوں نے اس کام میں احقر کا کسی بھی طرح کا تعاون فرمایا ہو اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو دارین میں بہترین بدلہ عطاء فرمائیں۔

نیز حضرات اکابرین ومشائخ کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے ان مواعظ پر نظر فرماکر تقاریظ تحریر فرمائی اور احقر کی ہمت افزائی فرمائی۔

اخیر میں اس کتاب کے متعلق ایک بات عرض کی جاتی ہے جو حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے اصلاحی خطبات کے پیش لفظ میں فرمائی ہے ''اس کتاب کے مطالعے کے وقت یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ یہ کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں ہے بلکہ تقریروں کی تلخیص ہے جو کیسٹوں کی مدد سے تیار کی گئی ہے، لہٰذا اس کا اسلوب تحریری نہیں بلکہ خطابی ہے۔ اگر کسی مسلمان کو ان باتوں سے فائدہ پہنچے تو یہ محض اللہ تعالیٰ کا کرم ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ اور اگر کوئی بات غیر محتاط یا غیر مفید ہے تو یقیناً احقر کی کسی غلطی یا کوتاہی کی وجہ سے ہے۔ لیکن الحمدللہ ان بیانات کا مقصد تقریر برائے تقریر نہیں بلکہ سب سے پہلے اپنے آپ کو پھر سامعین کو اپنی اصلاح کی طرف متوجہ کرنا ہے۔

نہ بحرف ساختہ سرخوشم نہ بنقش بستہ بشوشم
نفسے بیاد تو می زنم چہ عبارت وچہ معانیم

اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے ان خطبات کو خود کی اور ناظرین کی اصلاح کا ذریعہ بنائیں اور احقر، اس کے والدین واساتذۂ کرام کی نجات کا ذریعہ وصدقۂ جاریہ بنائیں، آمین۔

ایں دعاء از من واز جملہ جہاں آمین باد
محمد کلیم لوہاروی
(خادم الحدیث والافتاء دارالعلوم اشرفیہ، راندیر)

تقدیم

از حضرت مولانا ارشد احمد میر صاحب
(مہتمم مدرسہ فیض سبحانی، رامپورہ، سورت)

الحمد للّٰہ خلق الانسان، وعلمہ البیان، والصلوۃ والسلام علی أفضل الرسل سید ولد عدنان، وعلی الہ وأصحابہ نجوم الھدایۃ والایمان، أما بعد!

حق تعالیٰ شانہ نے عالم انسانیت کو پیغام حق پہنچانے کے لئے انبیاء ورسل مبعوث فرمائے، جنہوں نے کفر وضلالت کی ولدل میں گرفتار انسانیت اور ذلت وپستی کی خندق میں گری ہوئی آدمیت کو نجات دلا کر رشد وہدایت کی بلندیوں سے ہمکنار کیا۔ قرآن کا ارشاد ہے: وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۔

وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ۝

اس انقلابی رسول کو امت بھی ایسی ملی کہ جہاں اور جب حق وصداقت کی جدوجہد نے ایثار وقربانی چاہی تو وہ اپنی جانیں ہتھیلیوں پر لئے میدان میں اترے اور اسلام کی فتح و نصرت کے لئے اپنا سب کچھ نثار کر دیا۔ تاریخ کے صفحات گواہ ہیں کہ اس امت کی تاریخ میں کوئی صدی ایسے جانبازوں اور غیور حق پرستوں سے خالی نہیں گزری۔ ہندوستان میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے قافلہ میں آپ ہر فرد کو سربکف مجاہد پائیں گے، جن کی جلالت کردار نے انگریزی اقتدار کا جنازہ نکالا، اور جو اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے ان کی زندگی کا ہر لمحہ ایثار وقربانی میں گذرا۔ برادران اسلام کی شیرازہ بندی، امت مسلمہ کو احکام خداوندی پر کاربند کرنا ان کا وطیرۂ خاص رہا ہے۔

ہندوستان کا صوبۂ گجرات وہ قابل افتخار خطہ ہے جس کو یہ سعادت حاصل ہے کہ شمع رسالت کے پروانے صحابہ کرام کی ایک مقدس جماعت کا سب سے پہلے اسی سرزمین میں قدوم میمنت لزوم ہوا اور ان کے زمزمہ ریز صدائے ایمانی اور نغمۂ توحید سے دبستان گجرات کے غنچہ ہائے قسمت کھلے۔ ان مقدس اساطین اسلام کی آمد سے یہاں کی رزمگاہ کفر وشرک میں ہدایت وراست روی کے چراغ روشن ہوئے۔

اس خطۂ گجرات کی ایک نہایت قدیم وتاریخی آبادی "راندیر" جس کی آغوش مہر تاب میں یوں بے شمار یگانۂ روزگار حیرت انگیز شخصیات پیدا ہوئیں، جنہوں نے نہ صرف گجرات کو اپنی علمی تابانیوں اور فضل وکمال کی کرنوں سے ضو بار کیا بلکہ پورے عالم میں اپنے روشن علمی کارناموں کا ڈنکا بجایا۔ اس سرزمین سے جہاں علم حدیث کے بلند پایہ عالم حضرت مولانا شمس الدین صاحب افغانیؒ اور بخاری زماں شیخ محمد رضا صاحب اجمیریؒ اٹھے

واقف علم و فقہ کے دقیقہ رس و نکتہ سنج مفتی حضرت مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری اور جناب
قاضی رحمت اللہ صاحب راندیری بھی تھے جنہوں نے امت مسلمہ کو احکام الٰہی سے روشناس
کرایا۔ ایک طرف راندیر نے دنیا کے اہتمام وانتظام اور میدان تعلیم وتربیت کی انقلاب
آفریں، مردم شناس، جلیل القدر مہتمم ومربی حضرت مولانا محمد سعید صاحب راندیریؒ اور
نہایت باوقار ودور اندیش شخصیت حضرت مولانا مفتی احمد اشرف صاحب راندیریؒ کو پیش کیا
تو دوسری طرف تقویٰ وطہارت اور خلوص وللّٰہیت کے بلند مینارے پر حضرت مولانا اسمٰعیل
صاحب موٹا (ملا) اور جناب حضرت مفتی عارف حسن عثمانیؒ جیسی جلیل القدر اور قابل
رشک شخصیتیں عطا کیں۔ خطابت وموعظت کے رمز آگاہ اور اصلاح معاشرہ کے بارے
میں ہمیشہ فکر مند حضرت مولانا شیخ احمد اللہ صاحبؒ بھی اسی سرزمین سے تعلق رکھتے تھے۔

الغرض پروردگار عالم نے اس سرزمین میں ہمیشہ ایسے لوگوں کو وجود بخشا ہے
جنہوں نے مختلف طریقے سے خدمت دین کا فریضہ انجام دیا۔ مگر اشاعت اسلام، تبلیغ دین
اور اصلاح معاشرہ کا ایک اہم ترین شعبہ وعظ ونصیحت اور بیان وخطابت بھی ہے، جس کی ہر
دور میں افادیت واہمیت رہی۔ عوام تو عوام خواص بھی اس سے فیضیاب ہوتے رہتے ہیں۔
سرزمین راندیر اس شعبہ سے متعلق بھی بڑے بڑے اولوا العزم اور صاحب طرز علماء کرام
سے بھی معمور رہی ہے۔ جنہوں نے ایک طرف مسند تدریس پر جلوہ فگن ہو کر قال اللہ اور
قال الرسول کی نغمہ سرائی سے تو نہالان امت کی علمی پیاس بجھائی تو دوسری طرف وعظ و
نصیحت کے منبر سے فرزندان ملت کو حق وصداقت کا پیغام سنایا۔ اس کفرستان میں چھپنے
والے اصنام کے بادہ نوشوں کے لئے ایک صالح دینی معاشرہ تشکیل دیتے رہے اور اپنی
زمزمہ ریز صدائے ایمانی سے ہزاروں، لاکھوں قلوب کو صیقل کیا۔

ان خدامت اور برگزیدہ علماے راندیر میں سے ایک جلیل القدر عالم باعمل استاذ محترم جناب مولانا مفتی محمد کلیم صاحب لوہاروی (میمبارا شٹر) بھی ہیں جو نہ صرف دارالعلوم اشرفیہ راندیر میں مسند تدریس اور منصب افتاء پر جلوہ آرا ہیں بلکہ تصوف وسلوک میں آپ کا تعلق جامع الشریعت والطریقت فقیہ الامت حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ سے رہا اور حضرت کے وصال کے بعد مرجع العلماء مفتی اعظم گجرات حضرت اقدس مفتی احمد خانپوری دامت برکاتہم العالیہ کے ساتھ ہے اور حضرت مفتی صاحب کے بڑے منظور نظر ہیں۔ نیز حضرت الاستاذ اپنے زمانۂ طالب علمی میں بھی اور فی الحال بھی اپنے تمام اساتذہ و اکابر کے منظور نظر رہے ہیں۔ بالخصوص حضرت اقدس مولانا محمد رضا اجمیری قدس سرہٗ، مفتی اعظم حضرت سید مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری نور اللہ مرقدہٗ، حضرت مفتی عبدالغنی صاحبؒ کاوی، حضرت حکیم ابو الشفاءؒ، حضرت مولانا مفتی محمد آچھودی صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور حضرت مولانا ابو اویس یعقوب قاسمی بھڑکودروی دامت برکاتہم العالیہ (سابق استاذ حدیث دارالعلوم اشرفیہ و شیخ الحدیث دارالعلوم زکریا پارک، ساؤتھ افریقہ)۔ آخر الذکر حضرت مولانا نے حضرت الاستاذ کو سلسلۂ نقشبندیہ میں خلعتِ خلافت سے بھی نوازا ہے۔ ساتھ ساتھ وعظ ونصیحت اور بیان وخطابت میں بھی آپ کی انوکھی شان ہے، آپ کی تقریر ایسی مؤثر اور دل پذیر ہوتی ہے جس میں موضوع کی انفرادیت اور دیگر خوبیوں کے ساتھ علمی انداز، تحقیقی اسلوب، قرآن واحادیث صحیحہ سے ٹھوس استدلالات، اس کے ساتھ زبان کی شیرینی، فصاحت وبلاغت، ادبی علمی نکات اور شیریں انداز تلاوت آیات اور ترنم ریز اشعار ہوتے ہیں جو سامعین کو ہمہ تن گوش بنا لیتے ہیں۔ کیوں نہیں جبکہ واعظ کا باطن خلوص وللٰہیت سے اور تقویٰ وطہارت سے معمور اور زندگی سنت نبوی کی آئینہ

دار اور شیخ کامل کی باطنی توجہات سے جس کا دل منور ہو اور اصلاح معاشرہ کی تڑپ بے چین کی ہوئی ہو تو اس کی موعظت و نصیحت یقیناً اثر انداز اور دل کو چھو لینے والی ہوتی ہے۔

بقول شاعر مشرق:

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

''از دل خیزد بر دل ریزد''

حضرت استاذ محترم بڑی ہی صاف ستھری، دل آویز آواز سے تقریر پیش فرماتے ہیں جس میں اتنی کرختگی اور بلندی نہیں ہوتی کہ سامعین اسے چیخ و پکار سے تعبیر کریں، اور اتنی پستی اور نرمی نہیں کہ سننے والوں کی طبیعت اُچاٹ ہو جائے۔ بلکہ اعتدال کے ساتھ ملاست و معنویت کے دریا بہتے ہیں۔

یوں تو آپ ایک طویل عرصے سے اپنی سحر انگیز موعظت و نصیحت سے مختلف خطوں میں بسے ہوئے اسلام کے نام لیواؤں کو فیضیاب کر رہے تھے، جو سننے والوں کے دلوں کو منور کرنے کے علاوہ محفوظ نہ ہو سکی۔ چنانچہ کئی سال پہلے آپ کے استاذ محترم جناب حضرت مولانا ابوالحسن صاحبؒ (سابق مدرس جامعہ حسینیہ راندیر و سابق مہتمم دارالعلوم حسینیہ آکولہ مہاراشٹر) نے آپ کے مواعظ کی ہمہ گیر افادیت کے لئے بااصرار کہا تھا کہ آپ اپنے جملہ مواعظ کو صفحۂ قرطاس پر لا کر منظر عام پر پھیلا دیجئے تاکہ وہ زندہ و جاوید ہو جائے۔ اور بطور نمونہ چند رسائل بھی عطا فرمائے کہ اس طرح چھوٹے چھوٹے رسائل شائع کریں جس سے ہمہ و نسل کو فائدہ پہونچے۔ مگر دن گزرتے گئے اور استاذ محترم کی تحریک سعید اور گراں قدر فرمائش کو عملی جامہ پہنانے کی نوبت نہ آسکی۔ تاہم راقم السطور نے اپنے زمانۂ علم طلبی میں

استاذ محترم سے عرض کیا تھا کہ آپ کی گراں قدر تقاریر کتابی شکل میں معرض وجود میں آنی چاہئے، چنانچہ نئے ٹیپ ریکارڈر اور کیسٹ کا بھی نظم کیا تھا لیکن بڑے متواضعانہ انداز میں فرمایا کہ ”ہمارے خدار سیدہ اکابر موجود ہیں ان کے مواعظ ونصائح قلمبند ہو کر منظر عام پر آتے رہتے ہیں جو افادۂ عام کے لئے کافی ہیں۔“ اب جب چاروں طرف سے عوام و خواص کا اصرار ہی اصرار ہوتا گیا تو اب سالہا سال بعد حضرت الاستاذ نے مجھ سے فرمایا کہ ”آپ اور حضرت الاستاذ کی فرمائش پر عمل پیرا ہونا ناگزیر ہے، لہٰذا آپ ان تقاریر کا مجموعہ کیسٹ کے ذریعہ قلمبند کرنے کا اہتمام کیجئے۔“

بہر چند کچھ عرصہ میں کیسٹ اور سیڈیز کی مدد سے آپ کی تقاریر ومواعظ کا ایک بڑا گراں قدر وانمول ذخیرہ موسوم بہ ”ضرب کلیم“ تیار ہوگیا، جس کے تیار کرنے میں سب سے زیادہ محنت اور توجہ مولانا مفتی عبدالعزیز ہمت نگری کی رہی ہے جنہوں نے مضامین کے دوران بیان کردہ احادیث کی تخریج اور واقعات کو باحوالہ کرنے کا اہتمام کیا اور زیر تذکرہ شخصیات کا حاشیہ میں مختصر تعارف کیا۔ اسی طرح سے تمام مضامین کو عناوین سے آراستہ کرنے اور مکررات کو حذف کرنے کا دیر طلب اہم کام بھی سرانجام دیا۔ موصوف بیحد قابل مبارک باد ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائیں اور علم وعمل میں خوب ترقی عطا فرمائیں، استاذ محترم کے اس گلدستۂ مواعظ کو بیحد قبول فرمائیں اور خلق خدا کو ان کے بیانات سے زیادہ سے زیادہ مستفیض کریں۔

ارشد احمد میر

خادم مدرسہ فیض سبحانی، رامپورہ، سورت

﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ﴾

[سورۂ بنی اسرائیل]

قرآن کریم کی اہمیت

بموقع تکمیل حفظ قرآن

مدرسہ فیضِ سبحانی، رامپورہ، سورت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ، الحمد للہ وکفی وسلامٌ علی عبادہ الذین اصطفی امّا بعد، فأعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم. ﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا﴾. وقال اللہ تعالی: ﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ﴾. وقال النبی ﷺ: خیرکم من تعلّم القرآن وعلّمه.[1] صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذالک لمن الشاهدین والشاکرین والحمد للہ رب العالمین.

خدا در انتظار حمد ما نیست	محمد چشم برراہ ثنا نیست
محمد حامد حمد خدا بس	خدا مدح آفرین مصطفی بس

گرامی قدر حضرات مشائخ عظام، مہمانان کرام اور عزیز طلباء!

میں نے بہت معذرت کی کہ ان بزرگوں کے سامنے لب کشائی کی جائے، ہمارے عزیز القدر مولوی ارشد صاحب اتنے مصر ہوئے کہ انکار کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہی، اور کوئی لمبی چوڑی تقریر بھی کرنی نہیں ہے، دو چار باتیں فقط عرض کرنی ہیں۔

نعمت باری تعالیٰ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں، اتنی نعمتیں کہ کوئی ایک انسان تو کیا ساری دنیا مل کر بھی اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہے تو نہیں کر سکتے۔ اسی لئے قرآن پاک میں آیا ہے: ﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا﴾. عربی گرامر کے

[1] مشکوۃ شریف، ص ۱۸۳، فضائل القرآن، الفصل الاول. بخاری شریف، ج ۲، ص ۷۵۲، باب خیرکم من تعلم القرآن وعلمه، کتاب فضائل القرآن، رقم الحدیث ۴۸۳۶

اعتبار سے نِعْمَةَ نکرہ ہے "چھوٹی سی نعمت" کبھی تنوین تصغیر یعنی کسی چیز کے چھوٹے پن کو بھی بتانے کے لئے آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی چھوٹی سی نعمت کو بھی تم سب مل کر شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں لیکن پھر بھی ہم سمجھنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو دو قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

نعمتیں دو طرح کی ہیں، ظاہری وروحانی

مجموعی طور پر اللہ تعالیٰ کی دو نعمتیں ہیں، ظاہری اور روحانی نعمتیں، ہر چیز میں اللہ تعالیٰ نے دو چیزیں رکھی ہیں ایک اس کا ظاہر ہوتا ہے ایک اس کا جسم ہوتا ہے اور دوسرے اس کی روح اور اس کا باطن۔ اللہ تعالیٰ نے ظاہری نعمتوں میں بھی بے شمار نعمتیں ہمارے لئے پیدا فرمائیں تاکہ ظاہری نعمتوں سے فائدہ اٹھا کر انسان روحانی اور باطنی نعمتوں میں ترقی کرتا رہے۔ حضرت شیخ سعدیؒ[1] نے اللہ تعالیٰ کی ظاہری نعمتوں کو ذکر کیا ہے، ہمارے طلبا گلستان بوستان کریما پڑھتے ہیں مگر ان سے پوچھا جاتا ہے کہ یہ شعر کہاں ہے تو طلبا ادھر ادھر دیکھتے، پتہ ہی نہیں چلتا کہ کہاں ہے، کیونکہ اصل میں بے چاری فارسی آج کل مرحوم ہو چکی اور پھر اس کی طرف کوئی خاص توجہ بھی نہیں ہے۔ اور پھر اس کا دیباچہ اور مقدمہ تو کوئی پڑھتا بھی نہیں اور پڑھایا بھی نہیں جاتا، تو حضرت شیخ سعدیؒ نے دیباچہ میں دنیا کی بڑی بڑی نعمتوں کو شمار کرتے ہوئے کہا ہے:

---

(1) شیخ سعدیؒ: بڑے نیک درویش صفت عالم، سیاح، مصلح اور شاعر تھے۔ نام شرف الدین لقب مصلح اور شاعرانہ تخلص سعدی تھا۔ ولادت اپنے وطن شیراز جو ایران کا پایۂ تخت تھا وہاں ۵۸۹ھ مطابق ۱۲۳۳ء میں ہوئی۔ نظام الملک طوسی کے قائم کردہ مدرسہ نظامیہ بغداد میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ اصلاح خلق اور سیاحت کو اپنا مشغلہ بنایا۔ ہندوستان اور گجرات بھی آئے ہیں۔ آپ کے تصنیفی کارناموں میں گلستان و بوستان و کریما ہیں جو آج تک درس نظامی میں داخل ہیں۔ وفات ۶۹۱ھ میں ہوئی اس طرح ۱۰۰ سال سے زائد عمر پائی۔

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار اند
تا تو نانے بکف آری و بغفلت نہ خوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار
شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نبری

فرماتے ہیں کہ یہ بادل اور چاند، سورج، آسمان، اے انسان! سب تیری خدمت میں حیران و سرگرداں ہیں تا کہ تو اپنے منہ میں روٹی کا ایک ٹکڑا ڈالے تو غفلت سے نہ کھائے اللہ کو یاد کر کے کھائے۔ فرماتے ہیں: بڑی ناانصافی کی بات ہے کہ اے انسان! ساری مخلوق تیری خدمت میں لگی ہے اور تو اپنے رب کو بھولا ہوا ہے، اس کا نافرمان بنا ہوا ہے۔

اے انسان! دنیا تیرے لئے اور تو خدا کے لئے

تو یہ زمین، آسمان اور اس کی ساری چیزیں اللہ نے انسان کے لئے پیدا کی تا کہ وہ چند لقمے کھا کر قوت اور طاقت حاصل کرے، اپنا ایمان بنائے اور اپنی روحانی غذاؤں کو حاصل کر کے اللہ تعالیٰ کا مقرب بندہ بن جائے۔ انسان کے بدن میں طاقت ہوگی، قوت ہوگی تو اللہ کو مانے گا، اس کی عبادت میں لگے گا، اس کے احکام پر عمل کرے گا۔ معلوم ہوا کہ یہ ظاہری نعمتیں ہیں۔ اور جس سے انسان کی روح اور دل کو تقویت اور غذا ملتی ہے وہ ہے دولت ایمان۔

جہنم کا ایک لمحہ

ایمان اللہ کی کتنی بڑی دولت ہے، فرمایا کہ ایک شخص جس نے دنیا میں طویل زندگی گذاری اور کبھی بھی اس نے کوئی دکھ نہیں اٹھایا، اس کے پیر میں کبھی کانٹا بھی نہیں چبھا، اس کے سر میں کبھی درد بھی نہیں ہوا، عیش و عشرت کے ساتھ زندگی گزارتا رہا لیکن نعوذ

بالفرض وہ بغیر ایمان کے دنیا سے گیا تو جب جہنم کے اندر قدم رکھے گا تو پیچھے کی وہ سب عیش،
دولت، وہ عیش، دنیا کی عیش و عشرت اور یہاں کے مزے اور لطف سب کچھ بھول جائے گا،
اس کو پتہ بھی نہیں چلے گا کہ دنیا میں میں نے کوئی مزہ اڑایا تھا۔

جنت کا ایک لمحہ

لیکن ایک شخص جس نے دنیا کے اندر طویل زندگی بسر کی اور پیدائش سے مرتے دم تک کوئی عیش و آرام نہیں کیا، راحت نام کی چیز بھی اس کو نصیب نہیں ہوئی، ہمیشہ تکالیف میں، مشقتوں، پریشانیوں میں، امراض میں، حادثات میں گھرا رہا لیکن ایمان کے ساتھ دنیا سے گیا، فرمایا جنت میں قدم رکھتے ہی وہ ساری تکالیف کے بڑے بڑے پہاڑ جو اس پر ٹوٹے تھے وہ اس وقت بھول جائے گا اور اسے خیال بھی نہیں آئے گا کہ میں نے دنیا میں کوئی تکلیف بھی اٹھائی تھی۔[1] تو ایمان کی یہ برکت ہے۔ بہرحال یہ سب سے بڑی نعمت ہے۔

دو بڑی نعمتیں، رسول اللہ ﷺ اور قرآن

دوسرے نمبر پر جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کہ ان کی امت میں اللہ نے ہمیں پیدا کیا، آپ ﷺ کے امتی ہونے کا ہمیں شرف عطا فرمایا اور آپ ﷺ ہی کی برکت اور طفیل سے یہ قرآن پاک کی نعمت اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کی۔ یہ قرآن کیا ہے، حدیث پاک

---

(۱) عن انس بن مالک قال قال رسول الله ﷺ يؤتى بانعم اهل الدنيا من اهل النار يوم القيامة فيصبغ في النار صبغة ثم يقال يا ابن آدم هل رأيت خيرا قط هل مر بك نعيم قط فيقول: لا والله يا رب ويؤتى باشد الناس بؤسا في الدنيا من اهل الجنة فيصبغ صبغة في الجنة فيقال له يا ابن آدم هل رأيت بؤسا قط هل مر بك شدة قط فيقول: لا والله يا رب ما مر بي بؤس قط ولا رأيت شدة قط. مسلم شريف، كتاب صفات المنافقين، باب في الكفار، جلد دوم، ص ۳۷۳

میں قرآن پاک کی اور اللہ کے رسول ﷺ نے جو ہدایت پیش کی ہے اس ہدایت کی مثال چکی سے دی گئی ہے، فرمایا: میں جو دین اور ہدایت لے کر آیا ہوں وہ چکی کی طرح ہے۔ [1]

دین کو چکی سے تشبیہ دینے کی وجہ

ہم نے دیکھا پرانے زمانے کی جو گھروں میں چکیاں ہوتی ہیں عورتیں ہاتھوں سے اس کو پیستی رہتی ہیں تو چاروں طرف اس کا آٹا گرتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ جیسے چکی کا آٹا چاروں طرف گرتا ہے اسی طرح یہ قرآن یہ ہدایت جو اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں پیش کی ہے زندگی کے ہر شعبے میں اس سے انسان کو ہدایت ملتی ہے اور نفع پہنچتا ہے اور اس کے بغیر انسان کامیاب نہیں ہو سکتا، جیسے چکی کا آٹا چاروں طرف گرتا ہے ایسے ہی قرآن پاک کی ہدایت اور اللہ کے رسول ﷺ کے لائے ہوئے دین کی ہدایتوں سے ہمیں زندگی کے ہر شعبے میں فائدہ اٹھانا ہے، اس کے بغیر انسان ناقص ہے، اس کے بغیر انسان اپنی روح کو صحیح طریقے پر زندہ نہیں رکھ سکتا۔

جس نے اپنے آپ کو قرآن سے وابستہ کر دیا وہ محفوظ ہو گیا

اور فرمایا: چکی جب عورتیں پیستی ہیں تم نے دیکھا ہوگا پرانے زمانہ میں گھروں میں جو چکی ہوتی ہے جب کافی آٹا پس چکا ہوتا ہے تو پھر عورتیں اس چکی کے پاٹ کو اٹھاتی ہیں تو بیچ میں جو کیل ہوتی ہے اس کے چاروں طرف بہت سارے دانے جمع ہو جاتے ہیں تو پھر وہ اس کو پھیلا دیتی ہیں، کافی آٹا کافی دانے تو پس چکے لیکن کچھ دانے بالکل صحیح سالم اس کی کیل کے درمیان اردگرد بچے رہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ان دانوں نے اپنے آپ کو اس کیل سے متصل کر دیا، اس سے اپنا تعلق جوڑ لیا تو اوپر نیچے کے بڑے بڑے وزنی پاٹ کے بیچ میں آنے کے باوجود ان کی حفاظت ہو گئی۔ قرآن پاک اللہ کی طرف سے اتاری

---

[1] یہ حاشیہ صفحہ نمبر ۳۱۵ پر ہے

ہوئی مضبوط کیں ہے، جس نے دنیا میں اس سے اپنا تعلق جوڑ لیا، اپنے دل میں اس کو بسالیا، زندگی میں اس کے احکام کو اپنا لیا، دنیا اور آخرت کے بڑے بڑے پانوں سے اللہ اس کی حفاظت فرمائیں گے۔ تو یہ قرآن پاک ایسی اہم چیز ہے، اسی لئے شاعر نے کہا:

گر تو می خواہی مسلمان زیستن　　　نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن

''اگر تو دنیا میں مسلمان ہو کر زندگی گزارنا چاہتا ہے تو قرآن پاک کے بغیر اسلامی زندگی نہیں گزار سکتا۔''

بہر حال قرآن پاک میں سب کچھ اللہ نے رکھ دیا ہے۔

قرآن کی ابتداء 'ب' اور انتہاء 'س' سے ہونے کی ایک حکمت

اسی لئے قرآن پاک کی ابتداء ابھی ہمارے بچوں نے پڑھا بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کیا والناس پر ختم کیا، بسم اللہ میں پہلے 'با' ہے اور والناس کے اخیر میں 'سین' ہے، با اور سین کو ملاتے ہیں تو کیا ہو جاتا ہے 'بس'۔ یعنی قرآن یہ ایک دولت ہے کہ بس اور اس کو الٹ دو تو سب ہو جائے گا، با کو سین سے پہلے لے آویں۔ معلوم ہوا قرآن میں سب ہے تو جب اس میں سب ہے تو بس یہی ہدایت ہے اور اس کے علاوہ کسی چیز کی ضرورت نہیں۔

بسم اللہ سے ابتداء کرنے میں حکمت

اس لئے فرمایا قرآن پاک میں حروف تہجی جو ہے الف ب ت اس میں تو پہلا حرف الف ہے لیکن قرآن پاک کی ابتدا 'با' سے ہے اس میں کیا حکمت ہے؟ حالانکہ قیاس یہ چاہتا ہے عقل یہ چاہتی ہے حروف تہجی میں پہلے الف ہے تو قرآن کی ابتدا بھی الف سے ہونی چاہئے تھی، فرمایا کہ قرآن پاک میں 'ب' سے ابتداء، بسم اللہ میں 'ب' سے ابتدا کی جا رہی ہے اس میں یہ بھی حکمت ہو سکتی ہے کہ انسان جب اس 'ب' کے اوپر نظر کرے تو 'ب'

سے اندر تواضع 'ب' کے اندر پستی اور تابعداری کرنے کی شکل اس کی بنائی گئی ہے، جیسے کہ انسان عاجز ہو، تابع ہو، کسی کے سامنے جھکتا ہو یہ 'ب' کی شکل میں ہوتا ہے، الف تو کھڑا ہوتا ہے اور الف کھڑا زیر وہ الف بھی کھڑا اس پر زبر بھی کھڑا ہوتا ہے اس میں مقابلے کی شان ہوتی ہے تو ہوسکتا ہے الف کو دیکھ کر کسی انسان کے دل میں قرآن سے مقابلے کی شان پیدا ہو جاتی اس لئے الف سے ابتدا نہیں کی گئی 'ب' سے ابتدا کی گئی کہ جیسے 'ب' عاجز ہے تواضع والی ہے ایسے قرآن کے سامنے اپنے آپ کو جھکا دو تو تمہیں سب کچھ مل جائے گا۔ اللہ نے قرآن میں سب کچھ رکھا ہے۔ بہر حال یہ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اور دوسری وجہ یہ بیان کی کہ 'ب' سے ابتداء کرنے میں عہد اَلَسْت کی طرف اشارہ ہے، یعنی عالم ارواح میں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اس کے بعد آدم علیہ السلام کی کوکھ سے تمام انسانوں کی روح کو نکالا اُس وقت اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں سے پوچھا کہ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ "کیا میں تمہارا پالنے والا نہیں ہوں؟" تو سب نے یک زبان ہو کر کہا تھا: بَلٰى "کیوں نہیں، بے شک آپ ہی ہمارے رب ہیں اور آپ ہی ہمارے پالنے والے ہیں۔" اب اللہ تعالیٰ نے قرآن کی ابتداء 'ب' سے کی تاکہ پہلا حرف 'ب' دیکھ کر انسان کو عہد اَلَسْت یاد آجائے اور وہ اپنے رب کو مان کر ہدایت یافتہ ہو جائے۔

علماء و مدارس کی قدر پہچانیں

اور میرے بھائیو! یہ قرآن پاک کی نعمت مدارس اور مکاتب سے ہمیں حاصل ہو رہی ہے، ہمیں اس کی یہاں قدر نہیں ہے، جہاں پر مدارس نہیں، جہاں مکاتب نہیں ہیں، جہاں علماء نہیں ہیں وہاں جا کر پوچھیں کہ علماء کیا ہیں؟ مدرسے کیا ہیں؟ مکاتب کیا ہیں؟ الحمد للہ! ہمارے گجرات میں مساجد بھی آباد، مدارس بھی آباد، مکاتب بھی آباد۔

روس کا انقلاب اور بڑھیا کا عشقِ قرآن

ہمارے حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب مدظلہ العالی [1] جو دارالعلوم اشرفیہ کے پرانے فضلاء میں سے ہیں مرکز کے بڑے عالموں میں سے ہیں فرمارہے تھے کہ جب روس کے حالات خراب ہوئے اور وہاں انقلاب آیا تو برسہا برس ایسے گذرے کہ قرآن کا پڑھنا وہاں جرم سمجھا جاتا تھا، اسلام کا نام لینا وہاں جرم تھا، کہا: ایک طویل عرصہ گذرا کہ لوگوں نے اذان نہیں سنی، نماز نہیں پڑھی، لیکن پھر حالات اللہ نے بدلے، اب وہاں پھر سے اللہ نے راستہ کھول دیا تو اس وقت یہ حالات تھے کہ مسلمان کبھی کبھی آتے جاتے تھے۔ ایک شہر کے اندر ایک بوڑھی عورت بیچاری گھر کے دروازے پر کھڑی تھی، کچھ عرب نوجوان اس کے قریب سے گذرے تو اس نے پہچان لیا کہ یہ تو مسلمان معلوم ہوتے ہیں، ان کو بلایا، سلام کیا، معلوم کیا تو کہا ہم مسلمان ہیں، ان سے کہا کہ بیٹا تم کہاں سے آئے ہو؟ کہا: ابھی ہم لوگ سعودی سے آئے ہیں، یہاں ایسے ہی تفریح کے لئے اور دورے کے لئے آئے ہیں، کہا کہ دوبارہ پھر تم آؤگے؟ کہا: ہاں ہاں دوبارہ بھی آسکتے ہیں، کہا: دوبارہ پھر تم آؤگے تو پھر میری ایک گذارش ہے کہ قرآن پاک ذرا کسی طرح چپکے سے لے کر آنا۔ اور دوسری مرتبہ پھر

---

[1] حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب: مبلغ ملت حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب مدظلہ کی ولادت ۱۹۳۲ء میں ضلع بھروچ، گجرات کے ایک گاؤں کاوی میں ہوئی۔ ۱۹۵۵ء میں مدرسہ دارالعلوم اشرفیہ راندیر میں تعلیم کی غرض سے داخلہ لیا، چار سال عالمیت عربی دوم تک پڑھ کر اپنے استاذ کے مشورے سے ندوۃ العلماء لکھنؤ چلے گئے اور وہاں سے فراغت حاصل کر کے دارالعلوم دیوبند میں اکابرین سے کسب فیض کیا۔ ۱۹۶۵ء یا ۱۹۶۶ء کو کاوی اجتماع سے بیرون ملک تبلیغی سفر پر تشریف لے گئے اور پھر خلق خدا کو سیراب کرنے کے لئے مستقل طور پر مرکز نظام الدین دہلی میں قیام اختیار کر لیا اور آج تک وہیں قیام فرما ہیں۔ حضرت مولانا اکابرین دعوت و تبلیغ میں سے ہیں اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے مجاز و خلیفہ ہیں۔ محدث کبیر حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہ نے آپ کو "لسان التبلیغ" کا خطاب دیا ہے۔ متعنا اللہ بطول بقاءہ مع العافیۃ.

ان کا دورہ ہوا ان کو یاد آیا کہ پہلی مرتبہ میں ایک بوڑھی اماں نے اس شہر میں قرآن ان سے کو کہا ہے چلو لے کر جاویں، انہوں نے کسی طرح قرآن پاک اپنے ساتھ لے لیا اور اس بوڑھی کے گھر کے قریب پہنچے تو آواز دی دستک دی اور گھر میں گئے، اس نے بڑی خاطر تواضع کی تو ایک آدمی نے کہا: یہ قرآن پاک آپ کے لئے لایا ہوں، جیسے ہی اس نے قرآن پاک کو دیکھا اپنے سینے سے لگایا اور خوب رونے لگی گڑگڑا کر رونے لگی اور ان نوجوانوں سے کہا کہ ستر سال ہو چکے قرآن کی زیارت نہیں کی تھی، میں نے اللہ سے دعا کی تھی کہ اللہ اس وقت تک موت مت دینا جب تک تیرے کلام پاک کی مجھے زیارت نصیب نہ ہو جائے۔ تمہاری برکت سے مجھے دیکھنے ملا، اس کو اطمینان ہوا سکون ہوا، تھوڑی دیر سے اپنے گھر میں گئی اور ایک بڑا صندوق اٹھا کر لائی اور ان کو ہدیہ میں پیش کیا، انہوں نے کہا: ہم کو نہیں چاہئے، کہا کہ نہیں یہ آپ کو لینا ہی پڑے گا، میں نے نذر مانی تھی اللہ سے کہ جو لوگ مجھے قرآن کی زیارت کرادیں گے میں انہیں یہ پیٹی ہدیہ کے اندر دوں گی۔ اس کو کھولا گیا تو سونے چاندی سے وہ پیٹی بھری ہوئی تھی۔ فرماتے ہیں: جہاں قرآن نہیں وہاں دیکھو لوگ ترستے ہیں قرآن کی زیارت کے لئے اور ہماری گلی گلی میں اللہ نے حفاظ، علماء، مشائخ پیدا کئے لیکن ہمیں اس کی قدر نہیں۔ اس لئے میرے بھائیو! اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے یہ قرآن پاک کی دولت جو ہمیں اللہ تعالیٰ نے عطا کی اور یہ مدارس، مکاتب بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی اہم نعمت ہے۔

پستی کا واحد علاج، قیام مکاتب قرآن

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ [1] جب مالٹا کی جیل سے رہا ہو کر آئے تو ایک

---

[1] شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ: آپ دار العلوم دیوبند کے سب سے پہلے طالب علم، جید علماء کے مربی واستاذ، دار العلوم دیوبند کے صدر المدرسین وشیخ الحدیث اور تحریک ریشمی رومال کے۔

بڑے مجمع میں آپ نے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہم نے جیلوں کی سلاخوں کے پیچھے تین سال تک اس بات پر غور کیا کہ مسلمانوں کی پستی اور ذلت کا کیا راز ہے تو ہم اس نتیجے پر پہونچے کہ مسلمانوں نے قرآن پاک کو چھوڑ دیا، اس لئے ذلیل وخوار ہیں اور آپس میں نااتفاقیاں ہیں۔ فرمایا: اگر آج مسلمان عزت چاہتے ہیں تو قرآن پاک کو مضبوطی سے پکڑیں اور میں نے ٹھان لی ہے کہ جب تک زندہ رہوں گا قرآن پاک کے مکاتب کو اور اس کی تعلیمات کو عام کروں گا اور لوگوں میں اتحاد واتفاق پیدا کرنے کی کوشش کروں گا۔ بہرحال ان بزرگوں کی محنتوں سے الحمدللہ ہمارے یہاں یہ مدارس مکاتب زندہ ہیں، اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اور ایک بات یاد آئی ان شاء اللہ اس کے بعد بات ختم کردوں گا۔

ہندوستان کے مدارس کی روح

ایک بزرگ ہیں ہمارے حضرت مولانا ابراہیم دیولوی صاحب [1]، وہ بھی مرکز کے بڑے علماء میں سے ہیں اور وہ بھی دارالعلوم اشرفیہ کے قدیم فضلاء میں سے ہیں۔ میں نے اپنے کانوں سے سنا فرمارہے تھے کہ ایک دفعہ ہم جماعت لے کر عربوں کے علاقے

... بانی اور جنگ آزادی کے علمبردار تھے۔ نام محمود الحسن تھا۔ ۱۲۶۸ھ مطابق ۱۸۵۱ء میں بریلی میں ولادت ہوئی۔ آپ کے تلامذہ میں علامہ انورشاہ کشمیریؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور مفتی اعظم حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ جیسے اساطین امت شامل ہیں۔ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ مطابق ۳۰ نومبر ۱۹۲۰ء کو دہلی میں وفات ہوئی اور مزار قاسمی دیوبند میں حضرت مولانا قاسم صاحبؒ کے برابر میں مدفون ہیں۔

(1) حضرت مولانا ابراہیم صاحب دیولوی: مولانا کی ولادت ضلع بھروچ، گجرات کے ایک چھوٹے سے گاؤں دیولہ میں ۲۵ اپریل ۱۹۳۳ء مطابق ۱۳۵۲ھ کو ہوئی۔ ۱۹۵۰ء میں دارالعلوم اشرفیہ راندیر سے فراغت حاصل کرکے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ ۱۹۵۵ء کو دارالعلوم سے فارغ ہوکر ۱۹۵۷ء تک اپنے وطن دیولہ میں خدمات انجام دیں۔ ۱۹۵۷ء سے دعوت وتبلیغ سے وابستگی ہے۔ ۱۹۶۷ء سے دعوت وتبلیغ کو اوڑھنا بچھونا بناکر مع اہل خانہ مرکز نظام الدین دہلی میں مقیم ہیں۔ نیز مدرسہ کاشف العلوم نظام الدین دہلی میں ۳۴ سال سے تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اطال اللہ بقاءہ مع العافیۃ.

میں پہونچے، مشورے کے اندر بیٹھے ہوئے کچھ عرب لوگوں کو خطوط لکھ رہا تھا، ایک عرب نے کہا کہ آپ عربی آدمی ہیں؟ میں نے کہا: نہیں میں ہندوستانی آدمی ہوں، کہا: آپ کے ماں باپ عربی ہوں گے؟ کہا: نہیں نہیں وہ بھی ہندوستانی ہیں۔ پوچھا: تو پھر اتنا اچھا خط آپ عربی میں کیسے لکھ رہے ہیں جبکہ آپ ہندوستان کے ہیں؟ تو میں نے ان کو بتلایا: ہمارے ہندوستان کے اندر بڑے بڑے مدارس ہیں مکاتب ہیں، وہاں قرآن پاک کی، صحاح ستہ کی، فقہ و تفسیر کی تعلیم ہوتی ہے اور وہیں ہم نے یہ عربی سیکھی ہے۔ پوچھا: کیسے چلتے ہیں اتنے بڑے بڑے مدرسے؟ کہا: بزرگوں نے جب سے مدارس قائم فرمائے سیاست سے دور رہ کر، حکومت کے تعاون سے ہٹ کر کے مدارس کو عام کیا، مسلمانوں کے چندے پر قائم کیا اور مسلمان ہی اس کو چلاتے ہیں۔ تو وہ عرب نوجوان جوش میں آگئے اور کہنے لگے: ہمارے مشائخ اور بزرگوں نے سیاست اور حکومت سے ہٹ کر یہ کام نہیں کیا بلکہ یہ بہت بڑی سیاست کھیلی کہ مدارس کو حکومت و سیاست سے دور رکھ کر عام مسلمانوں کے چندوں پر چلایا، کہا: جب تک اس طریقے سے مدرسے چلتے رہیں گے ہندوستان سے قرآن اور دین نہیں مٹ سکتا۔ عرب نے بڑے جوش میں یہ بات بیان فرمائی۔ بہرحال ہمارے ان بزرگوں کی قبروں کو اللہ تعالیٰ نور سے بھر دے جنہوں نے ان مدارس اور مکاتب کا جال بچھایا۔ بزرگوں کی موجودگی میں لب کشائی کی واقعی گستاخی ہوئی۔

زبان میری ہے بات ان کی

لیکن آپ نے پڑھا ہوگا اور سبھی اہل علم حضرات جانتے ہیں کہ ہمارے نبی رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جو معجزات عطا کئے ان معجزات میں ایک معجزہ مہر نبوت بھی ہے۔ مہر نبوت سے آپ پیچھے بھی دیکھ لیتے تھے، نمازوں میں خلل ہوتا کوئی کوتاہی ہوتی، طہارت کی

کوتاہی آپ دیکھ کر فرمادیتے کہ آج وضو میں کمی ہوگئی، آج نماز میں فلاں نے فلاں کوتاہی کی، تو یہ چیز آپ کا معجزہ تھا۔

بہرحال آپ کا فیض آگے سے بھی پہنچتا تھا پیچھے سے بھی پہنچتا تھا۔ یہ ہمارے مشائخ عظام میرے پیچھے میری طرح بیٹھے ہیں، حقیقت میں انہی کا فیض تھا اور بات میری تھی، اللہ اس کو قبول فرمائے، آمین۔

وآخرُ دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

صفحہ نمبر ۴۲ کا حاشیہ: ۱؎ عن معاذ بن جبلؓ قال سمعت رسول الله ﷺ يقول خذو العطاء مادام فاذا صار رشوة على الدين فلاتاخذوه ولستم بتاركيه يمنعكم الفقر والحاجة، الا ان رحى الاسلام دائرة فدوروا مع الكتاب حيث دار الخ (رواه الطبراني في الكبير. المجمع الزوائد. ص ۲۲۸. ج ۵. اليواقيت الغالية. ج ۱ ص ۲۸۴)

﴿مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ
وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾
[الحشر: ۷]

مقامِ بیان: مسجدِ ابراہیم، رامپورہ، سورت

تاریخ: ۶/محرم الحرام ۱۴۳۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ، الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد، فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ﴿وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا﴾ [الحشر: ۷] وقال النبی ﷺ: علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین۔ صدق اللہ العظیم الخ۔

اہل سنت والجماعت کی تعریف

گرامی قدر حضرات علمائے کرام، بزرگان محترم اور عزیز طلباء!

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بہت بڑا احسان اور کرم ہے کہ اس نے ہمیں ایمان کی اہم دولت عطا فرمائی، اسی کے ساتھ ساتھ ہمیں جناب رسول اللہ ﷺ کی امت میں پیدا فرمایا۔ اللہ کے رسول ﷺ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو کمال مقدس عطا فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہمارا اس سے تعلق قائم فرما دیا اور آپ ﷺ کی برکت سے آپ کی سنت اور آپ کے طریقوں سے بھی ہمیں وابستہ فرمایا، اسی بنا پر ہم سب اپنے آپ کو الحمد للہ ثم الحمد للہ "اہل سنت والجماعت" کہتے ہیں۔ یعنی اللہ کے رسول ﷺ کی سنت اور طریقوں کو اپنانے والے اور حضرات صحابہ کی جماعت کو مقتدا اپنا امام اور رہبر ماننے والے۔

دو مضبوط رسیاں

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ترکت فیکم امرین "تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں" ان تمسکتم بہما "اگر ان دو چیزوں کو تم مضبوطی سے پکڑے

رہو گے لن تضلوا بعدی [1] میرے بعد کبھی بھی گمراہ نہیں ہو گے (۱) کتاب اللہ (۲) میری سنت۔ یہ دو ایسی مضبوط رسیاں ہیں کہ جس شخص نے کتاب اللہ کو اور سنت رسول اللہ ﷺ کو اپنی زندگی میں اپنا لیا وہ کبھی بھی گمراہ نہیں ہو سکتا۔

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین

اور دوسری حدیث جو میں نے ابھی پڑھی اللہ کے رسول ﷺ نے امت پر لازم فرمایا علیکم بسنتی میری سنت اور میرے طریقے کو لازم پکڑو تم پر لازم ہے اس کو اختیار کرنا وَسُنَّۃِ الخلفاء الراشدین المھدیین [2] اور وہ خلفاء جو راشدین اور مہدیین ہیں ان کی سنت کو بھی لازم پکڑ لو۔ اور ان کی دو صفتیں آگے بتلائی ہیں (۱) راشدین پہلی صفت اور (۲) مہدیین دوسری صفت بتلائی ہے۔

ایک سوال کا جواب

ایک سوال ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے خلفاء کے طریقوں کو اور سنت کو مضبوطی سے پکڑنے کا حکم کیوں دیا؟ اس کا جواب ان دو لفظوں میں بتلایا کہ میرے خلفاء کی سنت کو لازم پکڑنا اس لئے ضروری ہے کہ وہ حضرات راشدین ہیں اور یہ جو سیدھے راستے پر

---

[1] عن مالک بن انس مرسلا قال قال رسول اللہ ﷺ ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ وسنۃ رسولہ رواہ فی الموطا. (مشکوۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ص ۳۰)

[2] عن العرباض بن ساریۃ یقول قام فینا رسول اللہ ﷺ ذات یوم فوعظنا موعظۃ بلیغۃ وجلت منھا القلوب وذرفت منھا العیون فقیل یا رسول اللہ وعظت موعظۃ مودع فاعھد الینا بعھد فقال علیکم بتقوی اللہ والسمع والطاعۃ وان عبدا حبشیا وسترون من بعدی اختلافا شدیدا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین عضوا علیھا بالنواجذ الخ (سنن ابن ماجۃ، باب اتباع سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین، ج ۱، ص ۵)

چل رہے ہیں یہ راستہ انہوں نے خود اپنے طور پر تجویز نہیں کیا اور اپنے طور پر اختیار نہیں کیا بلکہ اللہ کی طرف سے ان کو اس راستے پر چلنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ یہ اتنا اونچا مقام ہے میرے صحابہؓ کی شان یہ ہے کہ وہ خود بھی سیدھے راستے پر چلنے والے ہیں اور یہ سیدھا راستہ خود انہوں نے نہیں اپنایا بلکہ اللہ نے ان کی رہنمائی فرمائی اس کے مطابق چلتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ تین چیزیں ہمارے سامنے آگئیں، کتاب اللہ کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا، حضور ﷺ کی سنتوں کو اپنانا اور خلفائے راشدین کی سنت اور طریقوں کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا۔

میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں

یہی نہیں بلکہ مشکوٰۃ شریف میں رزینؒ [1] کے حوالے سے ایک روایت بیان کی ہے اصحابی کالنجوم میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں، ستاروں کے ذریعے اندھیری راتوں میں لوگ روشنی حاصل کرتے ہیں اور راستوں پر چلتے ہیں اسی طرح جب فتنے اور گمراہیاں ہوں گی اور قسم قسم کے حالات پیدا ہوں گے اس وقت میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں، جیسے ستاروں کی روشنی میں راستہ مل جاتا ہے اسی طرح میرے صحابہ کی زندگیوں میں اور ان کے طریقوں میں اور ان کے حالات میں تمہیں گمراہی سے بچنے کا سیدھا راستہ مل جاتا ہے۔ اسی لئے فرمایا: اصحابی کالنجوم میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں بایھم اقتدیتم اھتدیتم [۲] ان میں سے جن کی بھی اقتدا اور اتباع کرو گے

(۱) حضرت امام رزینؒ: حضرت امام ابوالحسن رزین بن معاویہ العبدری حدیث کے بہت بڑے امام گزرے ہیں۔ صاحب مشکوٰۃ نے بھی ان کے حوالے سے روایت کی ہیں۔ حافظ حدیث تھے۔ فن حدیث میں آپ کی کتاب "کتاب التجرید الجمع بین الصحاح" عظیم شاہکار ہے۔ ۵۲۰ھ کے بعد وفات ہوئی۔

(۲) عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللہ ﷺ: اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم رواہ رزین، باب مناقب الصحابۃ الفصل الثالث مشکوۃ المصابیح، ص ۵۵۴)

راہیاب ہو جاؤ گے۔ اللہ کی کتاب اور آپ ﷺ اور خلفائے راشدین کی سنت اور طریقوں کو زندگی میں اپنانے والوں کو "اہل سنت والجماعت" کہتے ہیں۔

بدعت کی قباحت

اور جو شخص کتاب اللہ کے راستے سے ہٹ کر، سنت رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر، حضرات صحابہ کے طریقے، خلفائے راشدین کے طریقوں کے خلاف کوئی چیز یا طریقہ اپنائے وہ اہل سنت والجماعت میں داخل نہیں، وہ اہل بدعت میں سے ہے۔ اور اہل بدعت میں تو بعض بدعتیں وہ ہیں کہ جو انسان کو کفر تک پہونچا دیتی ہیں۔ بعض بدعتیں وہ ہیں جن کی وجہ سے انسان سخت گمراہی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس کے لئے بڑے سخت عذابات اور وعیدیں بیان فرمائی ہیں۔ مشہور حدیث ہے، ابھی جو میں نے عرض کی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: انّ أحسن الکلام کلام اللہ "بہترین کلام اللہ کا کلام ہے۔" وخیر الھدی ھدی محمد رسول اللہ ﷺ "اور بہترین طریقہ اور راستہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے"۔ وکلّ بدعۃ ضلالہ وکلّ ضلالۃ فی النار[1] "اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہ شخص جہنم کے اندر جائے گا۔"

تو کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، خلفائے راشدین اور صحابہؓ کی زندگی میں جس کا کوئی ثبوت نہ ہو اس کو بدعت کہتے ہیں۔ ایسی بدعت کے بارے میں کتنی بڑی سخت وعیدیں ہیں کہ وہ شخص گمراہ ہے اور گمراہی ہی میں مر جائے گا۔

بدعت گمراہی کیوں ہے؟

سوال یہ ہوتا ہے کہ بدعت کو گمراہی کیوں کہا گیا؟ دوسرے گناہوں کو مثلاً ایک

---

(1) مشکوۃ شریف عن مسلم شریف باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ص ۳۰

آدمی چوری کرتا ہے زنا کرتا ہے اور کوئی گناہ کر لیتا ہے اس کو حدیث میں گمراہی نہیں کہا گیا، اس کی وجہ علماء بتلاتے ہیں کہ دین میں جتنی نئی چیزیں جن لوگوں نے پیدا کی وہ اس کو دین سمجھ کر کر رہے ہیں، عبادت سمجھ کر کر رہے ہیں تو اس لئے ان کو کبھی توبہ کی توفیق نہیں ہوتی اور گمراہی میں ہی مر جاتے ہیں۔

بدعتی کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی

جو آدمی کسی گناہ کو برا سمجھ کر کرے، ایک انسان زنا کر لیتا ہے، واقعی زنا بہت بڑا گناہ ہے لیکن امید ہے کہ اس کے دل میں ضرور کھٹکا پیدا ہوگا کہ میں اچھا کام نہیں کر رہا ہوں، چوری کرنے والا چوری تو کر لیتا ہے لیکن دل میں کھٹکا اور نفرت پیدا ہوتی ہے کہ میں اچھا نہیں کر رہا ہوں، جب تک اس کے دل میں گناہ کی برائی ہے یہ امید ہے کہ کبھی نہ کبھی اس کو توبہ کی توفیق ہو جائے لیکن بدعت کا کام انجام دینے والا وہ تو اس کو ثواب سمجھ رہا ہے، دین اور عبادت سمجھ کر کر رہا ہے، اس کو برائی نہیں سمجھتا، جب برائی نہیں سمجھتا تو وہ کبھی توبہ نہیں کرے گا، وہ تو گمراہی کے اندر مر جائے گا۔ بہرحال منشا عرض کرنے کا یہ ہے کہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، خلفائے راشدین اور صحابہؓ کے راستے سے ہٹ کر جو شخص دین میں کوئی بھی نئی چیز پیدا کرے اس کو بدعت کہا جاتا ہے۔

سنت کے خلاف عبادت پر ثواب نہیں

ایمان کے بعد سب سے اہم فریضہ نماز ہے لیکن اس کے باوجود نماز اسی وقت عبادت ہے، اسی وقت اس پر ثواب ملے گا جب کہ اللہ کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہو اور اس وقت میں جہاں آپ ﷺ نے بتلایا، اس موقع سے پڑھی جائے، اس جگہ پر پڑھی جائے جہاں آپ ﷺ نے بتلایا، نماز ایک اہم عبادت ہے، کیسی

عبادت؟ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے المصلی یناجی ربہ[1] نماز پڑھنے والا اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے اور راز و نیاز کی باتیں کرتا ہے، اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ جیسے ایک دوست اپنے دوست سے چپکے چپکے تعلق اور راز کی بات کرتا ہے ویسے ہی مومن نماز میں اللہ کے اتنا قریب ہو جاتا ہے لیکن اس کے باوجود اگر کوئی شخص یہ کہے کہ سورج طلوع ہونے کے وقت، غروب ہوتے وقت اور استوائے شمس کے وقت بھی میں نماز پڑھوں گا تو اس پر وہ ثواب کا مستحق نہ ہوگا کیونکہ فرمایا اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت عقبہ بن عامرؓ[2] کی روایت ہے کہ جناب رسول ﷺ نے ان تین مواقع پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔[3]

تین وقت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے

نماز عبادت ہے لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے جس وقت پر بتلایا اسی وقت پر عبادت، جہاں آپ ﷺ نے منع فرمایا وہاں کوئی پڑھے گا تو گنہگار ہوگا۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ[4] فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے فجر کی نماز شروع کی، سورج طلوع ہونے سے ایک

---

(۱) عن أبي هريرةؓ يقول: إذا صلى أحدكم فلا يلتفت إنه يناجي ربه وأن ربه أمامه وإنه يناجيه فلا يلتفت. (كنز العمال، ج ۸، ص ۸۳)

(۲) عقبہ بن عامرؓ: عقبہ بن عامر الجہنیؓ کی کنیت ابوحماد تھی۔ آپ قرآن کریم کے زبردست قاری تھے۔ امیر معاویہؓ کی جانب سے مصر کے گورنر تھے اور جنگ صفین میں امیر معاویہؓ کے ساتھ تھے۔ شام کی فتوحات کے معرکوں میں بھی شامل تھے۔ آپ سے ابن عباسؓ، ابو عبس، ابو ایوب، ابو امامہؓ وغیرہ صحابہ اور تابعین کی بڑی جماعت نے روایت حدیث کی ہے۔ ۵۸ھ میں مصر میں وفات ہوئی۔

(۳) عن عقبة بن عامر الجهني قال ثلث ساعات كان رسول الله ﷺ ينهانا أن نصلي فيهن أو نقبر فيهن موتانا حين تطلع الشمس بازغة حتى ترتفع وحين يقوم قائم الظهيرة حتى تميل وحين تضيف للغروب حتى تغرب (ترمذی شریف، ابواب الجنائز، باب ما جاء في كراهية الصلوة عند طلوع الشمس وعند غروبها ا / ۲۰۰)

(۴) امام اعظم حضرت ابوحنیفہؒ: مسلک حنفی کے سالار قافلہ، مجتہد مطلق، امام اعظم ابوحنیفہ کا نام . . .

منت پہلے ایک رکعت اس نے پڑھ لی اب دوسری رکعت میں سورج طلوع ہو گیا تو چونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس وقت میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا اس لئے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے جن اوقات میں نماز کی ہدایت دی اسی وقت میں نماز عبادت ہے اور جب منع فرمایا تو وہ نماز نہیں ہوگی بلکہ گناہ ہوگا۔

عید کا روزہ حرام ہے

ایسے ہی روزہ رکھنا کتنے ثواب کی بات ہے، نفلی روزے کے لئے کتنے فضائل بیان کئے گئے ہیں، لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے رمضان کے پورے روزے رکھے اب عید کا دن اتنا خوشی کا دن، انعام کا دن ہے اس دن بھی میں روزہ رکھوں گا تا کہ اور اللہ کا انعام حاصل کروں، اگر اس دن وہ روزہ رکھے گا تو انعام سے محروم ہوگا کیونکہ جناب رسول ﷺ نے پانچ دنوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔

عید کا دن اللہ کی دعوت کا دن

عید الفطر، عید الاضحیٰ اور ایام تشریق یعنی گیارہ بارہ اور تیرہ ذی الحجہ [1]، فرمایا: ان

.... نعمان بن ثابت ہے۔ آپ کے والد ثابت کو ان کے والد حضرت علیؓ کی ملاقات کو لے گئے تھے۔ حضرت علیؓ نے ثابت اور ان کی اولاد کے لئے برکت کی دعا فرمائی۔ انہیں دعاؤں کا ظہور امام صاحب ہیں۔ ولادت ۸۰ھ میں ہوئی۔ ریشمی کپڑوں کے بڑے تاجر تھے۔ پھر آپ علم کی طرف متوجہ ہوئے۔ ابتداء میں علم کلام میں مہارت حاصل کی اور شہرت پائی۔ پھر فقہ اور حدیث کی طرف رخ کیا اور اس مقام پر پہنچے کہ بڑے بڑے محدثین اور فقہا آپ کے قدر شناس ہوئے۔ آپ تابعین میں سے ہیں اور کئی تابعین سے علم حاصل کیا ہے۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد بہت بڑی ہے جن میں امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، امام زفرؒ، امام حسن بن زیادؒ، عبد اللہ ابن مبارکؒ وغیرہم مشہور ہیں۔ حضرت امام کی وفات ۱۵۰ھ میں بغداد میں ہوئی اور وہیں مدفون ہیں۔

[1] عن أبي سعيد الخدري أن رسول الله ﷺ نهى عن صيام يومين يوم الفطر ويوم النحر. (باب تحريم صوم يومي العيدين، مسلم شريف ۱/۳۶۰)

دنوں کے اندر اللہ کی طرف سے دعوت ہے فانہا ایام اکل وشرب وبعال[1] اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے لئے یہ کھانے پینے کا دن ہے، اب اللہ کی طرف سے دعوت کا دن ہے اس دن روزہ رکھے تو اللہ کی دعوت سے منہ موڑتا ہوا، اعراض کرتا ہوا اس پر سخت گناہ ہوگا روزہ رکھنے سے۔

جو حکم شریعت نے دیا اس کو بجالانا ہی اطاعت ہے

اب اگر کوئی سرپھرا کہے: ارے تم کو کیا ہو گیا روزہ اتنی بڑی عبادت ہے اور عید کے دن روزہ رکھنے سے مجھ کو روکتے ہو، اس کو یہی کہا جائے گا چونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے عید کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے، تو جہاں روزہ کا حکم ہے وہیں عبادت جہاں حکم نہیں ہے منع کیا گیا وہ روزہ حرام ہو جاتا ہے۔ اس طرح کی بہت ساری مثالیں شریعت کے اندر ہیں۔ عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں یہ تاکید کی کہ میرے ہی طریقے کو اپناؤ، اس طریقے سے ایک بال برابر بھی فرق پڑنے نہ پائے کہ تم ہٹ جاؤ۔

نماز اشراق کی فضیلت

ہمارے کتنے بھائی ماشاء اللہ اشراق کا اہتمام کرتے ہیں، فجر کی نماز کے بعد سے سورج کے طلوع ہونے تک وہیں بیٹھے رہتے ہیں اور پھر تسبیحات کے معمولات پورے کرتے ہیں، اشراق پڑھ کے جاتے ہیں۔ بڑی فضیلت ہے، حدیث میں ہے کہ ایک سریہ یعنی صحابہؓ کی ایک جماعت جہاد میں تشریف لے گئی تھوڑے سے وقت میں گئی اور بہت جلدی آگئی اور بہت سارا مال غنیمت کا ان کو ملا، اس پر بعض صحابہ کرامؓ بڑا تعجب کرنے لگے

---

[1] عن نبیشة الهذلی قال قال رسول الله ﷺ: ایام التشریق ایام اکل وشرب. (باب تحریم صوم ایام التشریق، مسلم شریف ۱/۳۶۰)

کہ یہ جماعت گئی تھوڑا وقت لے کر کے اور مال غنیمت بہت سارا ان کو مل گیا، اللہ کے رسول ﷺ نے اس موقع پر فرمایا: اس سے بھی زیادہ تھوڑے وقت میں اس سے بھی زیادہ غنیمت اور ثواب کی چیز نہ بتلاؤں؟ پھر آپ نے اس موقع پر فرمایا کہ فجر کی نماز کے بعد جو شخص اسی جگہ پر اپنی حالت پر بیٹھا رہے دنیا کی کوئی بات نہ کرے وضو نہ توڑے اور پھر سورج طلوع ہو اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھے، فرمایا کہ اس سے بھی زیادہ اس سے بھی کم وقت میں اس کو ملے گا۔[1] یہ آخرت کی غنیمت آخرت کا ثواب ہے۔

عید کے روز نماز اشراق نہیں

لیکن عیدین کے موقع پر عید گاہ جا کر اگر کوئی شخص کہے کہ سنت نماز اور اشراق کی نماز برسوں سے میری نہیں چھوٹی ہے میں معمول کیوں چھوڑ دوں مجھے تو آج اشراق پڑھنا ہی ہے، تو اُسے کہا جائے گا کہ وہاں پڑھے گا تو گنہگار ہوگا۔ چونکہ جناب رسول اللہ ﷺ سے زیادہ نماز کی حرص اور شوق کس کو ہو سکتا ہے، اس کے باوجود اللہ کے رسول ﷺ سے ایک بھی موقع پر عیدین سے پہلے گھر میں بھی اور عید گاہ پر بھی نماز پڑھنا ثابت نہیں ہے،[2] گھر میں بھی آپ ﷺ نے نہیں پڑھی اور عیدین کے موقع پر بھی نہیں پڑھی۔

---

[1] عن ابی هريرة قال: بعث رسول الله ﷺ بعثاً فاعظموا الغنيمة واسرعوا الكرة فقال رجل: يا رسول الله! ما رأينا بعثًا قط أسرع كرة ولا أعظم غنيمة من هذا البعث؟ فقال: ألا أخبركم بأسرع كرة منه وأعظم غنيمة رجل توضأ فأحسن الوضوء ثم عمد إلى المسجد فصلى فيه الغداة ثم عقب بصلوة الضحوة فقد أسرع وأعظم الغنيمة رواه ابو يعلى ورجاله رجال الصحيح. (مجمع الزوائد، ج ۲، ص ۲۳۵)

[2] عن ابن عباس أن رسول الله ﷺ خرج يوم اضحى او فطر فصلى ركعتين لم يصلّ قبلها وبعدها. (صحيح مسلم شريف، كتاب صلوة العيدين، ج ۱، ص ۲۹۱)

دین اسلام ہی اللہ کی ایک مضبوط رسّی

تو میرے بھائیو! عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں کتاب و سنت کی رسّی دی ہے اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا ہے اور جو شخص اس کو چھوڑ دے گا یقیناً وہ گمراہ ہو جائے گا۔ اسی بناء پر اللہ کے رسول ﷺ نے دین اسلام ہی کو مضبوطی سے پکڑے رکھنے کی اور دیگر مذاہب کی طرف جانے یا ان کی طرف رخ کرنے سے سخت منع کیا ہے، قرآن نے بھی اور حدیث نے بھی۔

ادخلوا في السّلم كافّة

قرآن پاک کی میں نے ایک آیت تلاوت کی ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾[1] اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ یعنی مسلمان ہو جاؤ تو سے تیز آدھے ادھورے نہ رہو۔ اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم کی پیروی مت کرو بیشک شیطان کھلم کھلا تمہارا دشمن ہے۔

عبداللہ بن سلامؓ کا اسلام اور ایک آیت کا شان نزول

یہ آیت کس موقع پر نازل ہوئی اس کا شان نزول مختصر میں بتا دوں تو بات سمجھ میں آئے گا کہ دین اسلام کی کیا اہمیت ہے اور دیگر ادیان کی طرف مائل ہونا یا غیروں کے طریقوں پر مائل ہونے کی کتنی قباحت ہے۔ مشہور مفسر علامہ محمود آلوسی[2] نے اپنی تفسیر تفسیر

[1] تفسیر روح المعانی، پارہ ۲، سورۃ البقرۃ، آیت ۲۰۸، ص ۹۷
[2] علامہ سید محمود آلوسی بغدادیؒ آپ مع جداد کے قصبہ آلوس کی وجہ سے آلوسی کہلاتے۔ آپ بڑے محقق و مدقق تھے۔ فراغت علوم کے بعد مدتوں درس و تدریس پر قائم رہے، پھر حنفی کے مفتی مقرر ہوئے۔

روح المعانی میں اس کے شان نزول یعنی کس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اس کا واقعہ ذکر کیا ہے۔ یہ آیت حضرت عبد اللہ ابن سلامؓ[1] اور ان کے کچھ رفقاء کے متعلق نازل ہوئی۔ حضرت عبد اللہ ابن سلام یہودی تھے اور یہود کے بہت بڑے عالم تھے، تورات کے اندر جناب رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی علامات انہوں نے پڑھی تھی اس کا مطالعہ کیا تھا۔ جناب رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے چہرے کو دیکھ کر کہا: یہ جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہو سکتا، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں انہوں نے اسلام قبول کرنے کی درخواست کی۔ حضرت عبد اللہ ابن سلامؓ کس مقام کے آدمی تھے پہلے میں اس کو بھی بتا دوں، حضرت عبد اللہ ابن سلامؓ یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے، یہود میں ان کا بہت اونچا مقام تھا اور عالم اسلام یعنی اسلام قبول کرنے کے بعد بھی وہ ان صحابہؓ میں شمار ہوئے جو اپنے زمانہ میں فتویٰ دیا کرتے تھے جن کی بات پر دوسرے صحابہ بھی عمل کیا کرتے تھے، اتنا اونچا مقام تھا حضرت عبد اللہ ابن سلامؓ کا۔ جب حضور ﷺ کی خدمت میں تشریف لائے حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا تو ان کے دل میں اللہ کے رسول ﷺ کی محبت رچ بس گئی اس لئے انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ میری

.. شب جمعہ خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمانوں کے دروازے بند کر دینے اور پھر کھول دینے کا حکم فرمایا، جس کی آپ نے تعمیل فرمائی۔ پھر اس کی تعبیر یہ فرمائی کہ قرآن عزیز کی تفسیر لکھائی جائے گی، چنانچہ آپ نے تفسیر لکھی اور وزیر اعظم علی رضا نے آپ کے ہاتھ سے اس تفسیر کا نام "روح المعانی" رکھا۔ آپ کے ہاتھوں کا لکھا ہوا نسخہ استنبول راغب پاشا کے کتب خانے میں موجود ہے۔ سنہ ۱۲۷۰ھ میں وفات ہوئی۔ آپ کی تصنیفات ۵۲ سے متجاوز ہے جن میں "تفسیر روح المعانی" علم تفسیر میں گراں قدر اور مستند ذخیرہ ہے۔

(۱) حضرت عبد اللہ ابن سلامؓ: نام عبد اللہ ابن سلام ہے، کنیت ابو یوسف اسرائیلی تھی۔ آپ حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ پہلے یہودی تھے اور یہود کے بڑے عالم تھے، اسلام لانے کے بعد صحابہ میں بھی بڑے عالم شمار ہوتے تھے۔ بلکہ اصحاب افتاء میں سے ہیں۔ آپ سے آپ کے دو بیٹے یوسف اور محمد اور بہت سے صحابہ اور تابعین نے روایت کی ہے۔ سنہ ۴۳ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

قوم جو ہے یہودی بڑی دوغلی قوم ہے دورخی قوم ہے، آج بھی اس قوم کا یعنی عزرائیل کے یہودیوں کا یہی حال ہے، یہ خاص ان میں برائی ہے دوغلے پن کی اس لئے آپ ﷺ ان سے بچتے رہیں۔

دورخی قوم

یہودی جب حضور ﷺ کی خدمت میں آتے تو پھر کفار میں جا کر ان کو کہتے کہ ہم تو ایسے ہی مذاق کرنے کے لئے گئے تھے اور حضور کی خدمت میں آتے تو میٹھی چکنی چپڑی باتیں کرنے کے لئے آتے، اس طرح دوغلا پن اور دورخا پن ان میں تھا۔ اس لئے انہوں نے حضور ﷺ کو تنبیہ کردی کہ میری قوم دورخی ہے ان سے بچتے رہیں۔ اسی اثنا میں عبداللہ ابن سلامؓ نے جب یہ بات کہی تو چند یہودی آرہے تھے، حضرت عبداللہ ابن سلام پیچھے کی طرف بیٹھ گئے کہ نظر نہ آئیں، جب حضور ﷺ کی خدمت میں وہ لوگ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: عبداللہ ابن سلام تمہارے درمیان کیسے آدمی ہیں، ان کو تم کیا سمجھتے ہو؟ انہوں نے کہا: هُوَ خَيْرُنَا وَمُخَيَّرُنَا ارے عبداللہ ابن سلام تو ہماری قوم کے بہترین آدمی ہیں خیر ہی خیر ہے ان کی ذات میں، ان کی نسل میں، بہترین آدمی ہیں۔ بعض نے کہا:

هو عالم ابن عالم ابن عالم ابن عالم.

عبداللہ ابن سلام کے بارے میں آپ کیا بات کرتے ہیں، وہ تو خود عالم ان کے باپ بھی عالم ان کے دادا بھی عالم ان کے پردادا بھی عالم، علم کا سلسلہ ان کے خاندان میں چلا آرہا ہے، اتنے بڑے عالم ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے پوچھا: اگر وہ ایمان لے آئے تو تم کیا کرو گے؟ کہا: یہ تو ہو ہی نہیں سکتا، اتنا بڑا عالم اور آپ تو ان پڑھ آدمی ہیں، آپ پر کیسے ایمان لا سکتا ہے؟ حضور ﷺ نے پوچھا: اگر ایمان لے آئے تو تم کیا کرو گے؟ کہا:

ہو راتو بڑا عالم اگر ایمان لے آئے تو ہم بھی ایمان لے آئیں گے۔ عبداللہ ابن سلام پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، کھڑے ہوئے اور سب کے سامنے فرمایا: اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمدا رسول اللّٰہ۔

جیسے ہی کلمہ پڑھا ان کے حواس باختہ ہوگئے۔ اسی مجلس میں کہنے لگے وہ یہودی: اے محمد! آپ جانتے ہو یہ کون ہے؟ شرنا وشیرنا ہماری قوم کے بدترین آدمی ہیں۔ فوراً بدل دی بات، کہا: ھو جاھل ابن جاھل ابن جاھل ابن جاھل، کہا: وہ خود بھی جاہل ان کے باپ بھی جاہل دادا بھی جاہل پردادا بھی جاہل سب جاہل۔ ابھی تک تو بڑے عالم تھے اب سب سے بڑے جاہل بتا دیا۔ بہرحال عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ بڑے درجے کے صحابی ہیں، یہ لوگ بھی ان کو بڑے عالم مانتے تھے۔ وہ تو ایمان کا اظہار کیا تو بات انہوں نے بدل دی۔ یہ آیت انہی کے متعلق نازل ہوئی۔ اور کیوں نازل ہوئی؟ یہودیوں کے مذہب میں یہ اونٹ وغیرہ کے گوشت کھانے کی ممانعت تھی، اونٹ کے گوشت کی ان کے یہاں اجازت نہیں تھی۔ تو حضرت عبداللہ ابن سلام نے ایمان اور اسلام جب قبول کرلیا تو معلوم ہوا کہ اسلام میں تو اونٹ کا گوشت، بکری کا گوشت، گائے کا گوشت یہ سب کھانا جائز ہے، حلال ہے۔ عبداللہ ابن سلامؓ چونکہ توریت کے عالم تھے انہوں نے زندگی میں کبھی اونٹ کا گوشت نہیں کھایا تھا، انہوں نے برابر عمل کیا توراۃ کے اس حکم پر۔ اب اسلام لاچکے تو اسلام کے اندر تو اونٹ کا گوشت کھانا حلال ہے، اسلام کا تقاضا ہے کہ اس کو کھانا چاہیے۔ لیکن عبداللہ ابن سلامؓ کے دل میں شیطان نے وسوسہ ڈالا اور یہ خیال آیا ان کے دل میں کہ میں نے زندگی میں کبھی اونٹ کا گوشت نہیں کھایا، اب میں حلال سمجھ رہا ہوں اسلام لانے کی وجہ سے، لیکن اب چونکہ کھایا نہیں زندگی میں اس لئے اب بھی نہیں کھاؤں گا۔ بہت سے ہوتے ہیں کہ وہ گوشت نہیں کھاتے، ان کی طبیعت چاہتی نہیں ہے

کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہیں اس طرح سے وسوسہ ڈال کر کامل مسلمان ہونے سے اور اسلام کے اندر پورے داخل ہونے سے روک دے۔ اسی لئے شرک اور شرک جیسی چیزوں سے قرآن اور حدیث نے روکا۔

حضرت عمرؓ کا حجر اسود سے خطاب

حضرت عمر ابن خطابؓ [1] نے حجر اسود کو جب بوسہ دیا تو فرمایا: اے حجر اسود! اے پتھر! میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے، نہ تو نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ تو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ [2] آپ نے علی الاعلان حاجیوں کے درمیان یہ بات کہی کہ لوگ سن لیں کہ اس پتھر کی کیا حیثیت ہے۔ فرمایا: پتھر! میں جانتا ہوں کہ تیری یہ حقیقت ہے تو پتھر ہی ہے، نہ کسی کو نقصان پہونچا سکتا ہے اور نہ نفع پہونچا سکتا ہے۔ اگر میں نے اللہ کے رسول کو تجھ پر بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔ یہ اعلان حضرت عمرؓ نے کیوں فرمایا؟ تاکہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ حجر اسود کی ہم عبادت کر رہے ہیں یا حجر اسود سے کوئی منتیں یا حاجتیں مانگ رہے ہیں۔ سنت بھی بتادی، چونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس کو چوما تھا اس

---

[1] حضرت عمر بن خطابؓ: امیر المومنین سیدنا عمر بن الخطابؓ کی کنیت ابو حفص اور لقب فاروق تھا۔ ۶ نبوی میں مسلمان ہوئے۔ آپ کے اسلام لانے پر اہل ایمان کو بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ ۱۳ھ میں آپ خلیفہ ہوئے۔ آپ کا زمانہ خلافت دس سال سے کچھ زیادہ ہے۔ آپ کی صاحبزادی ام المومنین حضرت حفصہؓ حضور ﷺ کے نکاح میں تھیں۔ جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عمرؓ آپ کے صاحبزادے ہیں۔ ۵۳۹ روایات آپ سے مروی ہیں۔ ۲۳ھ ۲۶ ذی الحجہ کو ابو لؤلؤ نامی مجوسی نے آپ کو حالت نماز میں خنجر مارا اور یکم محرم ۲۴ھ کو آپ کو شہادت نصیب ہوئی۔ حضرت صہیب رومی نے نماز جنازہ پڑھائی اور رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں حجرۂ عائشہ میں مدفون ہیں۔

[2] عن عابس بن ربیعة عن عمر رضي الله عنه أنه جاء إلى الحجر فقبله فقال إني أعلم أنك حجر لا تنفع ولا تضر ولولا أني رأيت رسول الله ﷺ يقبلك ما قبلتك.

(ابوداؤد شریف، باب في تقبيل الحجر، ج ۱، ص ۲۵۸)

لئے ہم پوجتے ہیں، لیکن اس لئے نہیں کہ یہ کوئی خدا ہے اور نفع نقصان کا مالک ہے۔ اس بنا پر ہم اس کو نہیں پوجتے۔ کتنی میانہ روی کی بات ہے کہ سنت تو ادا کر لی ہے لیکن سنت کے طریقے سے۔ اس کو بت قرار دینا، خدا قرار دینا، نفع نقصان کا مالک قرار دینا درست نہیں۔ اسی بنا پر جہاں اللہ کے رسول سے ایسی چیزیں ثابت نہیں وہاں اس کو ختم کیا گیا۔

حضرت عمرؓ کا حدیبیہ کے درخت کو کاٹ دینا

صلح حدیبیہ ایک واقعہ ہے، قرآن پاک میں بھی اس کا تفصیلی ذکر ہے، صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے حضرات صحابہ کرامؓ سے بیعت لی تھی۔ اصل میں حضور ﷺ اور چودہ سو صحابہ کرام کا قافلہ عمرے کے لئے نکلا لیکن کفار مکہ نے عمرے کے لئے جانے سے روک دیا۔ حضرت عثمانؓ [1] گفتگو کے لئے گئے تو حضرت عثمانؓ کے متعلق یہ خبر اڑ گئی کہ حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا۔ اس وقت اللہ کے رسول نے سب سے بیعت لی تھی کہ حضرت عثمانؓ کے قتل کا بدلہ لیں گے۔ سب صحابہ نے بیعت کی تھی اور حضور ﷺ سے عہد کیا تھا کہ ہم بدلہ لیں گے۔ بعد میں خبر جھوٹی نکلی۔ [2] بہرحال جس درخت کے نیچے حضور ﷺ نے حضرات صحابہ سے بیعت لی تھی قرآن پاک میں اس کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ تذکرہ ہی نہیں

---

[1] حضرت عثمان غنیؓ: امیر المؤمنین، حیا کے پیکر، ذوالنورین، عثمان بن عفان اموی قرشی ابتدائی مسلمانوں میں سے ہیں، حبشہ کی دونوں ہجرت میں شامل رہے ہیں، غزوۂ بدر میں اپنی بیوی رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کی بیماری کے سبب رسول اللہ ﷺ کے حکم سے شریک نہ ہو سکے۔ اور بیعت رضوان میں حضور ﷺ نے انہیں مکہ بھیجا تھا، اس لئے رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف سے اپنے ہاتھ کو رکھ کر بیعت لی تھی۔ حضور ﷺ کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں رہیں۔ محرم الحرام ۲۴ھ کو خلیفہ مقرر ہوئے۔ ۳۵ھ میں ظالموں نے آپ کو قرآن پڑھتے ہوئے شہید کر دیا۔ عمر مبارک ۸۲ یا ۸۹ سال ہوئی۔ آپ کی خلافت کا زمانہ ۱۲ سال رہا۔ ایک بڑی جماعت نے آپ سے روایت کی ہے۔ آپ کی مرویات کی تعداد ۱۴۶ سے متجاوز ہے۔

[2] بخاری شریف، باب غزوۃ الحدیبیۃ، کتاب المغازی، ج ۲، ص ۵۹۷

بلکہ ان صحابہ کرامؓ کے لئے اپنی رضامندی اور خوشنودی کا اعلان کردیا۔ لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ [1] بیشک اللہ تبارک وتعالی راضی ہوگیا ان لوگوں سے، ان صحابہ سے کہ جن لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی درخت کے نیچے، وہ بڑی مبارک جگہ تھی۔ بعد میں ایسا ہوا کہ لوگ آتے جاتے اس درخت کے نیچے بیٹھتے کہ اللہ کے رسول نے صحابہ سے اس جگہ بیعت لی تھی، تو اس درخت کے نیچے راحت کے لئے آتے جاتے لوگ بیٹھتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ آج تو برکت کے طور پر لوگ بیٹھ رہے ہیں کل بعد میں آنے والی نسل کہیں اس کی پوجا پاٹ شروع نہ کردے، تو اس درخت ہی کو کاٹ کر کے رکھ دیا تا کہ شرک یہاں پیدا نہ ہو اور غیروں کی طرح یہاں بھی شرک اور بت پرستی شروع نہ ہو جائے۔ کتنا زیادہ صحابہ ان چیزوں سے دور رہا کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ کا تورات پڑھنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ ہونا

بہرحال ایک مرتبہ حضرت عمر بن الخطابؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تورات کا ایک نسخہ لائے اور آپ کے سامنے پڑھنا شروع کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور غصہ کے مارے بدل گیا، حضرت ابو بکرؓ بھی بیٹھے تھے، فرمایا کہ عمر! تمہیں کیا ہوگیا، تم نہیں دیکھ رہے ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو، تو عمرؓ نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو بہت غصے میں آگئے تو فوراً پناہ مانگی رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم رسولا ونبیا. اعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسولہ. کہ میں اللہ کے اور اس کے رسول کے غصے سے پناہ چاہتا ہوں، جب بار بار کہتے رہے تو اللہ کے رسول کا غصہ ٹھنڈا ہوگیا پھر آپ نے فرمایا کہ عمر! تمہیں اپنے دین کے بارے میں شک و

---

[1] سورۃ الفتح، تفسیر روح المعانی، پارہ ۲۶، ص ۱۰۶

شبہ ہے، کیا یہ دین کامل نہیں ہے کہ تمہیں دوسری کتابوں کو دیکھنے کی ضرورت پڑی ہے؟ پہلی قوموں کے لوگ اپنے دین و کتاب کے بارے میں ایسے شک کرتے تھے اسی وجہ سے وہ ہلاک ہوگئے۔ (۱)

اسلام مکمل دستورِ حیات ہے

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ دین مکمل ہے، اب کوئی چیز اس میں مزید پیش کرنے کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ ﴿الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی﴾ [المائدۃ: ۷] آج ہم نے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ اس لئے اب اللہ تعالیٰ نے جب مکمل کر دیا ہے تو ہمیں کوئی چیز اس میں داخل کرنے کی ضرورت ہی نہیں، نہ تو کوئی چیز کم ہو سکتی ہے۔

دین کی مثال چکی کی سی ہے

اسی بناء پر ایک حدیث پاک میں عجیب مثال دی گئی اس دین کی جو حضور ﷺ نے پیش کیا، حدیث میں اس کو چکی سے تعبیر کیا گیا، چکی کی مثال دی گئی کہ میرا لایا ہوا دین جو ہے وہ چکی کی طرح ہے۔ پہلے زمانہ میں عورتیں جو پتھروں سے چکی پیستی تھیں علماء لکھتے ہیں کہ چکی کے ساتھ دین کو مشابہت دینے میں کیا تعلق اور کیا مناسبت ہے اور علاقہ مشابہت

---

(۱) عن جابر أن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه اتی رسول اللہ ﷺ بنسخة من التوراۃ فقال یا رسول اللہ ھذہ نسخة من التوراۃ فسکت فجعل یقرء ووجه رسول اللہ ﷺ یتغیر فقال أبوبکر ثکلتک الثواکل ما تری ما بوجه رسول اللہ ﷺ فنظر عمر إلی وجه رسول اللہ ﷺ فقال أعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسوله رضینا باللہ ربا وبالإسلام دینا وبمحمد ﷺ نبیا. فقال رسول اللہ ﷺ: والذی نفس محمد بیدہ لو بدا لکم موسی فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل ولو کان حیا وأدرک نبوتی لاتبعنی رواہ الدارمی. (مشکوۃ ص ۳۲)

کیا ہے؟ تو اس کی کیا وجہ ہے؟ ایک تو عورتیں جب چکی پیستی تھیں تو اس کو اس طرح گھماتی تھیں کہ کوئی بھی دیکھنے والا سمجھے گا کہ یہ چکی کے تابع ہے چکی اس کے تابع نہیں ہے۔ اس سے جتلانا مقصود ہے کہ تم میرے دین کے تابع ہو جاؤ دین کو اپنے تابع مت کرو، جیسے چکی کے تابع ہو جاتی ہے عورت، اسی وجہ سے چکی چلتی ہے اسی طرح دین کے تابع ہو جاؤ دین کو اپنے تابع مت کرو، اپنی خواہش کے مطابق دین میں کوئی چیز پیدا مت کرو۔

دین کی روشنی چاروں طرف پھیلتی ہے

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جیسے چکی کا آٹا چاروں طرف گرتا ہے، کوئی گوشہ خالی نہیں ہوتا ہے، ایسے ہی میرا دین زندگی کے ہر شعبہ کے لئے مکمل ہے، اس میں کوئی تشنگی نہیں ہے کہ فلاں شعبہ خالی رہ گیا اب وہاں کیا حکم ہوگا؟ فلاں چیز کی کوئی تعلیم ہمیں معلوم نہیں اس کا کیا حکم ہوگا؟ چکی کا آٹا چاروں طرف گرتا ہے ایسے ہی دین کی روشنی چاروں طرف پھیلتی ہے، اب اس میں کسی کمی بیشی کی گنجائش نہیں رہی۔ بہر حال عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے غیر قوموں کے ساتھ مشابہت سے سخت طریقے سے منع کیا ہے، قرآن میں بھی حدیث میں بھی بہت اچھی مثال ہے، اس کو میں طویل کرنا بھی نہیں چاہتا ہوں خلاصہ کے طور پر بس یہ عرض کرنا ہے۔

تین وقتوں میں نماز مکروہ ہونے کی وجہ

میں نے ابھی حدیث پیش کی عقبہ ابن عامرؓ کی کہ تین اوقات میں حضور ﷺ نے نماز پڑھنے سے منع کیا، اس کی کیا وجہ؟ حدیث کی کتابوں میں اس کی وجہ لکھی ہے کہ اس موقع پر لوگ شیطان کی پوجا کرتے ہیں، عبادت کرتے ہیں، یعنی بعض لوگ سورج کی پرستش کرتے ہیں سورج نکلتے وقت اور ڈوبتے وقت [1] اب اگر ہم بھی اس وقت نماز پڑھیں

گے تو اس سورج پرستوں کے ساتھ مشابہت ہو جائے گی۔ اس لئے اللہ کے رسول ﷺ نے اس موقع پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ دیکھئے نماز عبادت ہے لیکن غیر قوموں کی عبادت کے ساتھ مشابہت کا وقت ہے اس لئے آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔ بہر حال عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ دین اسلام تو ایک مکمل دین ہے، مکمل دستور حیات ہے، مکمل قانون ہے۔ اس میں کسی کی پابندی کی ضرورت نہیں۔

شیطان کا انسانوں کو گمراہ کرنے کا طریقہ

لعین شیطان اور وہ لوگ جو شیطان کے پیروکار اور متبعین ہوا ہیں ان حضرات نے پھر بھی دین کے اندر بہت ساری چیزوں کو پیدا کر دیا۔ دیکھو شیطان کھلم کھلا یہ نہیں کرتا کہ انسان کی شکل میں آجاوے اور کسی مسلمان کو کہے کہ چل اللہ تعالیٰ کا انکار کر، حضور ﷺ کو گالی دے، قرآن شریف کو نجاست میں ڈال، کیونکہ جو بھی مسلمان ہوگا دینی اعتبار سے وہ اس کو مارے دوڑے گا اور اس کو دو چار طمانچے رسید کر دیگا۔ لیکن یہ نہیں کیوں کرتا ہے۔ لعین شیطان جو ہے انسان کو گمراہ اس طریقہ سے کرتا ہے جیسے نجاست کے اوپر کوئی سونے یا چاندی کا ورق لپیٹ کر دے دے، اندر نجاست ہے لیکن کوئی سمجھے گا وہ بھی سونے چاندی کا خوبصورت پیالہ ہے مٹھائی ہے، حالانکہ اندر تو نجاست ہے۔ ایسے ہی اندر گمراہی ہوتی ہے لیکن لعین شیطان جو ہے اس کے ان اعمال کو وہ گمراہیوں کو مزین کر کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اس وجہ سے لوگ اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور شیطان کے نقش قدم پر چل کر اپنے ایمان کو بھی خطرے میں ڈال دیتے ہیں۔

---

(۱) ... عن عمرو بن عبسة قال قدم النبي ﷺ المدينة فقدمت المدينة فدخلت عليه فقلت اخبرني عن الصلوة فقال صل صلوة الصبح ثم اقصر عن الصلوة حين تطلع الشمس حتى ترتفع فانها تطلع حين تطلع بين قرني الشيطان وحينئذ يسجد لها الكفار الخ. (مسلم شريف، باب اوقات الصلوة الخمس، ج ۱، ص ۲۲۳)

محرم الحرام احترام والا مہینہ

اس وقت مجھے خاص بات یہ عرض کرنی ہے کہ جو ماہ محرم الحرام کا مہینہ شروع ہونا محرم کا معنی ہے قابل احترام، حرمت وعزت والا مہینہ۔ ہم لوگ عام طور سے یہ سمجھتے ہیں اور یہ بات لوگوں میں مشہور ہے کہ محرم کا مہینہ اس لئے احترام والا ہے یا اتنی عظمت والا ہے کہ اس میں حضرت حسینؓ[1] کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب سے دنیا بنائی اور انسانوں کو آباد کیا اس وقت سے سالوں کا اور مہینوں کا نظام چل رہا ہے۔ اس لئے محرم کا مہینہ آج سے نہیں بہت قدیم زمانہ سے یہ مہینے چل رہے ہیں۔ محرم، صفر، ربیع الاول جو بھی مہینہ آتا ہے یہ پہلے سے ہے۔ اب محرم الحرام زمانۂ جاہلیت میں بھی لوگوں کے درمیان قابل احترام تھا۔ قرآن پاک میں خود فرمایا کہ یہ چار مہینے جو ہیں وہ حرمت والے احترام والے ہیں۔ ان میں سے ایک مہینہ یہی ہے اور تین ساتھ میں گذرتے ہیں ذی القعدہ، ذی الحجہ اور محرم الحرام اور ایک مہینہ رجب کا۔ یہ چار مہینے احترام والے ہیں۔ وہ مشرکین اور کافر بھی جو کہ عرب کفر میں بھی تھے لیکن ان مہینوں کا احترام کرتے تھے وہاں میں لڑائی اور قتل بند کر دیتے تھے، اتنا احترام کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ یہ مہینہ پہلے ہی سے احترام والا ہے۔

---

[1] حضرت امام حسینؓ: جنت کے نوجوانوں کے سردار، رسول اللہ ﷺ کے نواسے اور حضرت علیؓ و فاطمہؓ کے لال ہیں۔ حضرت حسین بن علی کنیت ابو عبد اللہ شقیق۔ ۵ شعبان ۴ھ کو پیدا ہوئے۔ ۵۸ سال کی عمر پا کر ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ جمعہ کے روز عراق کے کربلا میں شہید ہوئے اور آپ کے ساتھ اس وقت آپ کے خاندان کے ۲۳ افراد کو شہید کر دیا گیا۔ حضرت امام حسینؓ اور آپ کے بیٹے زین العابدین اور آپ کی دو بیٹیاں فاطمہ و سکینہ آپ سے روایت حدیث کرتے ہیں۔

محرم کی وجہ سے شہادت حسینؓ کا درجہ بڑھ گیا

حضرت حسینؓ کو شہادت کا جو عظیم مقام ملا وہ اس حرمت والے مہینے میں ملا اس سے اور زیادہ شہادت کا مقام اونچا ہو گیا۔ شہادت خود ایک اونچا مقام ہے اور پھر اس حرمت والے مہینہ میں شہادت ہوئی تو اور زیادہ اونچے درجات، ثواب اور ترقیات آخرت میں جنت میں اللہ تعالیٰ بڑھائیں گے۔ تو حضرت حسینؓ کی شہادت کی وجہ سے کیا ہوا یہ ماننا غلط ہے۔ اس وقت دو تین باتیں فقط عرض کرنی ہیں کہ اس مہینہ میں کیا سنت ہے اور کیا بدعت؟

عاشوراء کا روزہ مسنون ہونے کی وجہ

سنت سے تو ایک ہی چیز ثابت ہے جناب رسول اللہ ﷺ سے کہ دسویں محرم کو جس کو ہم عاشورہ کہتے ہیں اس دن روزہ رکھنا۔ اس دن دیکھئے اللہ کے رسول ﷺ نے روزہ کا حکم دیا لیکن یہودیوں کی مخالفت کا بھی حکم دیا۔ ان کے طریقے کے مطابق روزہ رکھنا نہیں ہے۔ حضور ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو دیکھا کہ یہودی لوگ عاشورہ کے دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ لوگ کیوں روزہ رکھتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ اس دن حضرت موسیٰ کو اور ان کی قوم یعنی بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات عطا فرمائی اور اس دن فرعون غرق ہو گیا، حضرت موسیٰ اور ان کی قوم بنی اسرائیل آزاد ہو گئے اس فرعون کی قوم اور وہ سب دریا میں ڈوب کر غرق ہو گئے، پھر آج بھی اس کی لاش کو اللہ نے باقی رکھی عبرت کے لئے، اس کے شکریہ میں یہودی عاشورہ کو روزہ رکھتے ہیں۔ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: موسیٰ سے زیادہ تو ہم قریب ہیں اس لئے ہمیں بھی روزہ رکھنا چاہئے۔

عاشوراء کے روزے میں یہود کی مخالفت

لیکن فرمایا کہ یہودی لوگ بھی چونکہ اس دن روزہ رکھتے ہیں اس لئے فرمایا کہ اگر

آئندہ سال میں زندہ رہا تو ایک روزہ اس میں اور ملاؤں گا۔[1] تو یہاں بھی روزے کا حکم دیا لیکن ان کے طریقے سے ہٹ کر کہ تم دو روزے رکھو ۹ ، اور ۱۰ ، علماء لکھتے ہیں کہ ۹ کا نہ رکھ سکیں تو دس اور گیارہ کا رکھ لیں ، لیکن ایک ہی روزہ رکھنا مکروہ تنزیہی ہے خلاف اولیٰ ہے۔ ایک ہی چیز حدیث سے ثابت ہے کہ عاشورہ کا روزہ رکھا جائے۔

عاشوراء کے روزے کی فضیلت

اس روزے کی فضیلت حدیث کی کتابوں میں بتلائی گئی ، اللہ کے رسول حضور ﷺ کا ارشاد ہے: مجھے امید ہے کہ اس دن کا روزہ رکھنے سے گذشتہ ایک سال کے گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیں گے[2] اب ایک سال کے گناہ سے کیا مراد ہے؟ کہا چھوٹے چھوٹے گناہ صغیرہ گناہ معاف ہوں گے اور بڑے گناہ جو کبیرہ گناہ ہیں ان کے لیے تو توبہ کرنا یعنی ان پر ندامت کرنا اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرنا ضروری ہے تب ہی جا کر وہ گناہ معاف ہوتے ہیں۔ ایک سال کے گناہ معاف ہو جائیں گے ، ایک چیز تو یہ ہے۔

عاشوراء کے دن اہل وعیال پر رزق میں وسعت کرو

اور دوسری چیز ہے اس دن اپنے اہل وعیال پر عام دنوں کے مقابلے میں کچھ کھانے پینے میں زیادہ وسعت کرنا اور کچھ زیادہ کھانے پلانے کا اہتمام کرنا۔ لیکن یہ بھی

---

(۱) عن عبد اللہ بن عباسؓ يقول حين صام رسول الله ﷺ يوم عاشوراء وأمر بصيامه قالوا يا رسول الله إنه يوم تعظمه اليهود والنصارى فقال رسول الله ﷺ فإذا كان العام المقبل إن شاء الله صمنا اليوم التاسع قال فلم يأت العام المقبل حتى توفي رسول الله ﷺ (مسلم شریف، باب صوم یوم عاشوراء، ج ۱، ص ۳۵۷)

(۲) عن أبي قتادة أن النبي ﷺ قال: صيام يوم عاشوراء إني أحتسب على الله أن يكفر السنة التي قبله. (ترمذی شریف، باب ما جاء في الحث على صوم يوم عاشوراء، ج ۱، ص ۱۵۸)

اس لئے نہیں ہے کہ زیادہ کھلانے پلانے کو کوئی عبادت کہا گیا حدیث میں، بلکہ اس کی وجہ یہ بتلائی گئی کہ جو ایسا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی روزی سال بھر تک وسیع فرما دیں گے۔[1]

حضرت سفیان ثوریؒ[2] فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ اس دن اگر کھانے پینے میں وسعت کی بھی جائے تو اس میں ثواب اور عبادت کی نیت نہ کرے۔ اگر ثواب اور عبادت کی نیت کرے گا تو یہ کھلانا پلانا بھی کسی طریقے پر درست نہیں ہوگا کیونکہ یہاں تو کھلانے پلانے پر کوئی ثواب نہیں ہے۔ حدیث میں فقط اتنا ہے کہ اللہ نے جو ذمہ داری رکھی ماں باپ پر بال بچوں کے کھلانے پلانے کی اس پر ثواب ملتا ہے جو ملتا رہتا ہے۔ پھر اس دن کھلانے پلانے پر کوئی زیادہ ثواب کی فضیلت نہیں ہے۔ بس اتنی بات ہے کہ سال بھر روزی میں اللہ تعالیٰ وسعت فرمائیں گے۔ اس کو ضروری سمجھ کر، سنت سمجھ کر اور ثواب سمجھ کر نہیں کرنا ہے۔ بس یہ دو بات ثابت ہے۔

محرم کی خرافات اور ان کی حُرمت

اس کے علاوہ جتنی چیزیں ہمارے معاشرے میں خصوصاً ہمارے ان مشرقی علاقے میں ایشیا کے ملکوں میں پھیلی ہوئی ہیں وہ ساری حرام اور بدعت ہے۔ تعزیہ بنانا اور اس کے سامنے مرادیں مانگنا اور منتیں مانگنا، ماتم کرنا اور اس کے علاوہ جو بھی خرافات ہیں وہ سب کے سب حرام ہیں ناجائز ہیں۔ تو یہ خرافات ہمارے اندر کہاں سے آگئی یہ بتلانے

---

(۱) من وسع على نفسه وأهله يوم عاشوراء وسع الله تعالى عليه سائر سنة. (كنز العمال، ج ۸، ص ۲۲۳، بحواله الاستذكار لابن عبد البر)

(۲) حضرت سفیان ثوریؒ: امام المسلمین، مجتہد مطلق، علم حدیث کے زبردست امام، زہد و تقویٰ کے پیکر ابو سفیان بن سعید ثوری کوفہ کے رہنے والے تھے۔ سلیمان بن عبد الملک کے عہد میں ۹۹ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ سے جلیل القدر تابعین اور محدثین نے روایت کی ہے۔ ۱۶۱ھ میں بصرہ میں وفات ہوئی۔

ہے کہ محرم کے دنوں میں ماتم کرنا شیعہ اور روافض کا طریقہ ہے اہل سنت والجماعت کا طریقہ نہیں ہے۔ اور اگر کوئی دس محرم کو حضرت حسینؓ کی شہادت ہوئی اس وجہ سے ماتم کرتا ہے تو ان سے زیادہ حقدار تو آپ کے نانا اللہ کے رسول ﷺ ہیں کہ آپ کی وفات پیر کے دن ہوئی تو ربیع الاول میں پیر کے دن تو بارہ تاریخ ہو یعنی اقوال ہیں اس دن کو ماتم منایا جائے۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ[1] اس کے لائق ہیں کہ اس دن سوگ منایا جائے اور ماتم کیا جائے۔ لیکن کوئی بھی اللہ کے رسول ﷺ کی وفات کے دن ماتم نہیں کرتا اور حضرت حسینؓ کی شہادت پر کیوں ماتم کرتے ہیں؟ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے ان کے ماننے والوں سے شکایت کی کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو۔ لیکن بعض لوگ اندھے ہیں، دیکھتے ہی نہیں کہ قرآن و حدیث اور اللہ والوں نے کیا کہا۔

محرم کی خرافات بریلوی علماء کے یہاں بھی حرام ہیں

بہت سے لوگوں کے دلوں میں یہ بات ہوتی ہے کہ یہ تعزیہ اور اس میں جو ساری چیزیں ہیں یہ خاص طور پر دعوت و تبلیغ سے تعلق رکھنے والے اور علمائے دیوبند ان چیزوں سے لوگوں کو منع کرتے ہیں۔ ارے اس سے تو قرآن و حدیث نے منع کیا ہے، یہ کوئی پاگل تو نہیں ہوگئے کہ اپنی طرف سے کوئی منع کردیں۔ پہلی بات تو یہ کہ اصل میں قرآن و

(۱) حضرت ابوبکر صدیقؓ: انبیاء کے بعد تمام انسانوں میں سب سے زیادہ افضل شخص جن کو جنت کے دروازوں سے اپنی طرف بلایا جائے گا، آپ کا نام عبداللہ بن عثمان ابوقحافہ تھا، آپ قریشی تھے۔ مردوں میں سب سے پہلا اسلام لانے والے ہیں، غزوات میں حضور ﷺ کے خاص ساتھی رہے تھے آپ کے والد اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے خلیفہ تھے۔ حضور ﷺ سے ڈھائی سال بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور حضور اکرم ﷺ کے بعد خلیفہ مقرر ہوئے، مدت خلافت ۲ سال ۳ ماہ رہی، حضور ﷺ کی چہیتی بیوی حضرت عائشہؓ کے والد ہوتے ہیں۔ ۲۲ جمادی الآخری ۱۳ھ کو مغرب و عشاء کے درمیان وفات پائی۔ حضرت عمرؓ نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ آپ سے بہت سے صحابہؓ اور تابعین نے روایت حدیث کی ہے۔

حدیث نے منع کیا لیکن جن علماء کے متعلق یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کے یہاں یہ جائز اور باعث ثواب ہے ان کے یہاں بھی فتاوی اور کتابوں میں حرام قرار دیا گیا ہے۔

مولانا احمد رضا خان بریلوی کا فتویٰ

مولانا احمد رضا خاں بریلوی [1] کا ایک رسالہ ہے اس کا نام ہی ہے "رسالہ محرم الحرام اور تعزیہ داری" اس کے صفحہ ۵۹ پر مولانا احمد رضا خان نے لکھا ہے کہ تعزیہ بنانا حرام ہے۔ دوسری بات فرمائی کہ تعزیہ سے منتیں مانگنا یہ زنانہ فعل ہے، عورتوں کا فعل ہے اور حماقت اور بے وقوفی کی بات ہے۔ ان کی دوسری کتاب ہے "عرفان شریعت" اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ اگر تعزیہ راستے سے گذرے تو اس سے اعراض کر لینا چاہئے منہ موڑ لینا چاہئے اس کی طرف دیکھنا بھی جائز نہیں۔

اب بتایئے کہ جن حضرات کے متعلق یہ گمان کرتے ہیں انہوں نے تو خود اس کو حرام قرار دیا اس کو حماقت اور عورتوں کا ایک فعل قرار دیا کہ ایسی چیزیں تم کیوں کرتے ہو جو بے وقوفی کی بات ہے۔ اور انسان معمولی سی عقل سے بھی سوچے کہ واقعہ یہ ہے کہ کاغذ لکڑی کی چیزیں جو تم نے اپنے ہاتھوں سے بنائی اور آج سمجھتے ہیں کہ یہی میری مدد پوری کرے گا، یہی میری منت پوری کرے گا۔ یہ حرام ہے ناجائز ہے۔ شریعت میں کوئی گنجائش نہیں اور سخت بدعت ہے اور بعض باتیں ایسی ہیں کہ کفر اور شرک تک پہنچا دیتی ہیں۔

---

(1) مولانا احمد رضا خاں بریلوی: بریلوی مشرب کے روح رواں، بہت سی کتابوں کے مؤلف ہیں۔ نام احمد رضا، ان کی کنیت ابو محمد تھی۔ ولادت ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ کو بریلی میں ہوئی۔ ۱۵ سال کی عمر میں علوم عقلیہ و نقلیہ سے فارغ ہو کر زیارت حرمین شریفین گئے، وہاں کے علماء سے بھی علم حاصل کر کے ہندوستان آ کر تصنیف، فقہ اور افتاء کو اپنا مشغلہ بنایا۔ ان کی اکثر تصانیف اہل حق کے رد میں ہیں۔ تکفیر مسلم کو، خصوصا تکفیر علماء دیوبند کو بہت اختیار کیا تھا۔ ان کی تکفیر سے کوئی بھی نہیں بچا۔ ان کی کتابوں میں فتاوی رضویہ، حسام الحرمین اور الدولۃ المکیہ مع الفیوض الملکیہ مشہور ہیں۔ ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ کو وفات ہوئی۔

شیطان کا ایک موثر ہتھیار "بدعت"

دیکھو شیطان یہ نہیں کہتا ہے کہ تم ایمان چھوڑ دو، اللہ کی عبادت چھوڑ دو، نماز چھوڑ دو، وہ نماز کے ساتھ ہی ان چیزوں کو ملا دیتا ہے۔ ماشاء اللہ داڑھی بھی ہے نماز بھی پڑھتا ہے اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتا ہے، اب ذرا یہ بھی تو کرلو تعزیہ بھی بنالو، اس سے منتیں بھی مانگ لو۔ کفار مکہ نے اللہ کا انکار نہیں کیا ہے، دیکھو اللہ تعالیٰ کو تو وہ مانتے تھے لیکن شیطان نے ان کو یہی سمجھایا کہ یہ جو بت ہے جن کی تم پوجا کرتے ہو اللہ سے تم کو قریب کرنے والے ہیں، تمہارا مرتبہ ان کے ذریعہ بڑھ جائے گا۔ قرآن نے صاف کہا: ﴿ولئن سألتهم من خلق السموات والأرض ليقولن الله﴾ [سورۃ العنکبوت، آیت ۶۱، پارہ ۲۱]

"آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا کون ہے تو وہ ضرور بالضرور کہیں گے کہ اللہ ہے۔" مانتے تھے تو وہ موقع بموقع قسم کھاتے تھے کلا ورب الکعبۃ کہ کعبہ کے رب کی قسم، اگر یہ اللہ کو مانتے نہیں تھے تو پھر قسم کیوں کھاتے تھے؟ ضرور مانتے تھے لیکن ان کے اندر بھی شرک کی بیماری تھی۔ وہ کہتے تھے کہ اللہ کو تو ہم مانتے ہی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے بڑے بڑے کنٹراک فلاں فلاں بتوں کو دے رکھے ہیں۔ کوئی بیمار ہوتا ہے تو اللہ نے شفا کا کنٹراک فلاں بت کو دے دیا ہے، اور بارش برسانے کا کنٹراک فلاں بت کو دے دیا ہے، بچے اور اولاد دینے کا جو کنٹراک ہے فلاں بت کو دے دیا ہے۔ تو کفار مکہ یہ کہتے بھی تھے اور اللہ کو مانتے بھی تھے تو بھی وہ ایمان والے ہوئے؟ تو جو مسلمان تعزیہ سے مرادیں مانگے، منتیں مانگے، اس کو خدا کا درجہ دیوے، اس کی عبادت کرے تو بتلایئے اس کے ایمان کا کیا حال ہوگا؟ کیا نماز پڑھنا، اللہ کو ماننا وہ اس کے ایمان کو باقی رکھے گا؟ لیکن پتہ نہیں شیطان نے بڑا جال اور بڑا فریب میں ڈال دیا ہے کہ لوگ اس سے نکلنا ہی نہیں چاہتے۔ حقیقت میں یہ بدعات ہمارے ملکوں میں کہاں سی آئی؟

یہ خرافات عرب ممالک میں نہیں ہیں

وہ ممالک کہ جہاں پہ قرآن وحدیث اتری قرآن وحدیث پر عمل ہوتی وہاں سے دین چلا وہاں یہ خرافات نہیں ہے۔ ایک مرتبہ ایک عرب آئمہ محرم کے دنوں میں ہندوستان آئے ہوئے تھے، بڑے لکھے نامور آدمی تھے انہوں نے دیکھا کہ ماتم ہو رہا ہے وہ سینہ کوٹ رہے ہیں تعزیہ نکالے ہوئے ہیں، کہا: یہ کیا ہے؟ بتلایا گیا: حضرت حسینؓ کی شہادت کی وجہ سے یہ سوگ اور ماتم منا رہے ہیں، تو انہوں نے کہا کہ ابھی حضرت حسینؓ کی شہادت کو تو تیرہ سو سال گذر گئے ایسا معلوم ہوتا ہے تیرہ سو سال کے بعد ہندوستان میں آج خبر پہنچی ہو گی ماتم منا رہے ہیں۔ وہ یہی سمجھے یہاں کے لوگوں نے تو ان سے یہ بھی دیکھی نہیں۔ وہ یہ سمجھے کہ تیرہ سو سال کے بعد آج یہ خبر پہنچی اس لئے ماتم منا رہے ہیں۔ بہرحال یہ چیزیں جو ہیں اصل میں ایک طویل زمانے سے ہمارے یہاں شیعہ اور روافض سے اختلاط کی وجہ سے آگئی ہیں۔

شیعہ اور روافض ایمان والے نہیں ہیں

شیعہ اور روافض اہل سنت والجماعت میں داخل نہیں ہیں بلکہ ان کے عقائد جو ان کی کتابوں میں لکھے ہیں اس کے اعتبار سے وہ ایمان میں بھی داخل نہیں، جو ان چیزوں کا قائل ہے ان عقیدوں کے اعتبار سے ان کا ایمان نہیں ہوگا۔ جو ان کی کتابوں میں لکھا ہے وہ چار باتیں ان میں سے عرض کر دوں تو اندازہ ہوگا کہ ایمان اور اسلام کو کس طریقے سے انہوں نے نقصان پہنچایا۔ ان کی جو مشہور کتابیں ہیں ان میں "اصول کافی" بہت مشہور کتاب ہے اور بھی بہت ساری کتابیں ہیں۔

روافض کا عقیدۂ تقیہ

سب سے پہلے تو یہ بات سمجھئے کہ روافض اور شیعہ حضرات کے یہاں ایک چیز ہے جس کو تقیہ کہتے ہیں اور ان کے یہاں یہ ایمان کا جز ہے اور اس پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ تقیہ کا مطلب یہ ہے کہ اصل بات کو چھپانا اور دوسری بات کو ظاہر کرنا، اس کو دوسرے الفاظ میں ہم نفاق کہتے ہیں۔ دل میں ایک بات چھپاؤ اور جو دل میں ہو اس کے علاوہ دوسری بات کہو اس کو تقیہ کہتے ہیں۔ ایسی باتیں کرنا ان کے یہاں ایمان کے لئے ضروری ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ لوگوں کے سامنے جو بات ظاہر کرتے ہیں وہ حقیقت کے خلاف ہے اسی بنا پر ان کی کتابیں بھی بہت گندی ہیں۔ پہلے ہمارے علماء کو موصول نہیں ہوئی تھی بعد میں پھر بہت ساری کتابیں ہمارے بزرگوں اور علماء کے ہاتھ آئی ہیں۔ ان کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ ان کی حقیقت کیا ہے۔ ان میں سے فقط دو چار باتیں بتلاتا ہوں۔

شیعہ حضرات کا قرآن پر ایمان نہیں

ان کی ”اصول کافی“ وغیرہ کتاب میں لکھا ہے کہ یہ جو موجودہ قرآن پاک ہے اس میں سے بہت سارا حصہ ضائع ہو گیا، برباد ہو گیا ہے۔ اصل جو قرآن پاک ہے ہمارے پاس موجود نہیں ہے۔ دیکھئے جب یہ لوگ اس قرآن پاک کو اصلی قرآن ہی نہ مانیں تو ان کے ایمان کا کیا حال ہوگا؟ ایک روایت ان کی کتابوں میں لکھی ہے کہ وہ قرآن پاک جو اصل میں اترا تھا اس قرآن پاک میں سترہ ہزار آیتیں تھیں سترہ ہزار آیتیں۔ ہم جو قرآن پاک پڑھتے ہیں سب جانتے ہیں کہ ۶۶۶۶ آیتیں قرآن پاک میں ہیں کوئی کمی بیشی نہیں ۶۶۶۶ آیتیں۔ اس اعتبار سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک دو حصے قرآن کے غائب ہو گئے، برباد ہو گئے، اب فقط ایک حصہ باقی ہے قرآن کا۔ اس کے بارے میں ان کی

دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت فاطمہ[1] کا صحیفہ ہمارے پاس پہونچا تھا اس میں سے دو تہائی حصہ تو برباد ہوگیا ضائع ہوگیا، اب ایک حصہ باقی ہے۔ یہ موجودہ قرآن جو ہے اس میں ضائع شدہ دو حصوں کا ایک لفظ اور ایک حرف بھی نہیں ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ یہ جو پورا قرآن ہے یہ بنایا ہوا ہے زائد ہے وہ جو دو حصے ضائع ہوگئے اصل وہی تھا۔ اس کی کوئی باتیں قرآن کے اندر ہیں ہی نہیں۔ یہ ان کا عقیدہ ہے قرآن کے متعلق۔

شیعوں کی باری تعالیٰ کے متعلق گستاخی

دوسرا ایک خطرناک عقیدہ ان کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے غلطی ہوسکتی ہے، اور آج تک اللہ تعالیٰ سے غلطیاں ہوتی رہتی ہیں۔ چنانچہ ان کی کتاب میں روایت لکھی ہے کہ اس عقیدے پر ایمان رکھنا ضروری ہے، جو آدمی اس پر عقیدہ نہیں رکھے گا ایمان والا نہیں ہوگا۔ وہ کہتے ہیں ایک روایت میں ہے کہ جو بھی نبی دنیا میں اتارا گیا وہ دو چیزیں لے کر آیا ایک شراب کو اس نے حرام کہا اور دوسرے یہ کہا اللہ کے متعلق عقیدہ رکھو کہ اللہ سے غلطیاں ہوتی رہتی ہیں۔ یہ بات اس بنیاد پر ان کے یہاں مشہور ہے ایک جملہ ہے اس کو بھی سن لیجئے۔

شیعوں کا عقیدہ جبرئیل سے خطا ہوگئی ہے

اب قرآن کس پر اترا؟ ساری دنیا کے مسلمان جو اہل سنت والجماعت ہیں اس پر

---

[1] حضرت فاطمہؓ: حضور ﷺ کی لاڈلی اور چہیتی بیٹی اور تمام عورتوں کی سردار، حضرت فاطمہؓ حضرت خدیجہؓ کے بطن سے حضور ﷺ کی بیٹی ہیں۔ رمضان ۲ھ میں حضرت علیؓ سے نکاح ہوا اور ذوالحجہ میں رخصتی ہوئی۔ ان دونوں کی اولاد میں حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، زینبؓ، ام کلثومؓ، رقیہؓ ہیں۔ حضور ﷺ کی وفات کے چھ ماہ بعد ۲۸ سال کی مختصر عمر میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے بعد حضرت فاطمہؓ سے زیادہ سچا کسی کو نہیں دیکھا۔

کہتے ہیں کہ رسول ﷺ پر اترا ہے۔ ان کی کتابوں میں یہ عبارت لکھی ہے ”مقصود علی بود جبرئیل خطا کرد“ قرآن اللہ تعالیٰ نے اتارا، یہ قرآن اللہ تعالیٰ حضرت علی[1] کے پاس بھیجنا چاہتے تھے ”مقصود علی بود“ کہا کہ حضرت علی کو قرآن پہنچانا، ”جبرئیل خطا کرد“ جبرئیل نے غلطی کر دی۔ حضرت علی کو پہنچانے کے بجائے انہوں نے محمد ﷺ کو پہنچا دیا۔ دوسرا تعجب ہی ختم ہو گیا۔ [illegible] اس میں۔ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل امین کو بھیجا جبرئیل نے غلطی کر دی۔ محمد ﷺ کو بھی پتہ نہیں چلا کہ میرے پاس غلطی سے قرآن آ گیا۔ حضرت علی کو پتہ بھی پتہ نہیں چلا کہ میرا قرآن حضور ﷺ کے پاس چلا گیا۔ اب یہ شیعہ روافض تھے جن کو اب پتہ چلا کہ اللہ میاں سے بھی غلطی ہو گئی، جبرئیل امین سے بھی، حضرت علی سے بھی اور حضور ﷺ سے بھی نعوذ باللہ من ذلک۔ تو اس طرح کے ان کے عقائد ہیں۔

ایک شیعہ سے میرا مکالمہ

ایک دفعہ میں بیرونی ایک جگہ سفر میں گیا، پشاور سے ہوائی سفر کر کے جا رہا تھا۔ اتفاق سے رمضان کا پہلا ہی روزہ تھا میں سفر میں ہو گیا اور میں نے روزہ رکھا۔ میرے ساتھ ایک ہمارے اور ساتھی بھی تھے تو ہم ایئرپورٹ پر بیٹھے تھے جہاز کے انتظار میں، تو قریب میں ایک شخص تھا، تھوڑی سی داڑھی تراشی ہوئی تھی۔ میں تو یہ سمجھا کہ یہ ماشاء اللہ مسلمان

(۱) حضرت علیؓ: خلیفہ رابع امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب حضور ﷺ کے چچا زاد بھائی اور داماد ہیں۔ کنیت ابوالحسن اور ابوتراب تھی۔ بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔ غزوۂ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں حضور ﷺ کے ساتھ شریک رہے۔ غزوۂ تبوک میں حضور ﷺ نے انہیں مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ کو جمعہ کے روز خلیفہ منتخب ہوئے۔ زمانہ خلافت ۴ سال ۹ مہینے رہا۔ عبدالرحمن بن ملجم مرادی نامی خارجی نے آپ کو ۱۷ رمضان کو کوفہ میں نماز فجر میں خنجر مارا جس کے تین دن بعد شہادت نصیب ہوئی۔ نماز جنازہ آپ کے بیٹے حضرت حسنؓ نے پڑھائی۔ عمر مبارک ۶۳ سال ہوئی اور آپ سے ۵۸۶ احادیث مروی ہیں۔

اسلام ان صحابہؓ کے ذریعہ پھیلا، قرآن نے خود کہا انہیں لوگوں کا ایمان قبول ہوگا جو صحابہؓ کی طرح ایمان لائیں، تم تو سب ہی صحابہؓ کو کافر مانتے ہو تو تم ایمان والے ہوئے کہاں سے؟ تمہاری فلاں کتاب میں یہ جملہ لکھا ہے کہ نہیں "جبرئیل خطا کرد مقصود علی بود" جبرئیل نے غلطی کردی وحی لانے میں، مقصود تو علیؓ کو پہونچانا تھا۔ جب تم قرآن کو نہیں مانتے ہو، حضور ﷺ کو نہیں مانتے ہو اور یہ سمجھتے ہو کہ حضرت علیؓ پر وحی آنی چاہئے تھی محمد ﷺ پر آگئی تو تم نے محمد ﷺ کو مانا ہی نہیں تو تم ایمان والے کیسے ہوئے؟

وہ بیچارہ کہنے لگا کہ مولانا صاحب! مجھے یہ بات بتلاؤ کہ اگر میں اس عقیدہ پر مرگیا تو میں جہنم میں جاؤں گا؟ میں نے کہا: ہاں یقیناً تم جہنم میں جاؤگے، پھر اس نے میرا ایڈریس لیا اور کہا کہ آپ کی ضرور ملاقات کروں گا۔ میں مہینہ بھر وہاں رہا لیکن پھر وہ مجھ سے ملاقات کرنے نہیں آیا۔ لیکن اس کو یہ ضرور اثر ہوا کہ واقعی یہ باتیں بالکل بیہودہ ہیں جو ہماری کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں۔ عرض کرنے کا منشاء یہ ہے کہ یہ جو محرم اور تعزیہ داری اور ماتم اور سارے خرافات ہیں، انہیں رافضیوں کا طریقہ ہے جو ہمارے اندر آگیا ہے۔ اب بتلائیں کہ اگر ہم ان چیزوں کو اپنائیں، ثواب سمجھیں اور عبادت سمجھیں تو اس سے ہمارے ایمان کو کتنی ٹھیس پہونچے گی۔

شیعوں کے یہاں متعہ جائز اور ثواب ہے

میں ایک اور بات بتلاؤں کہ ان کے عقائد میں ایک عقیدہ ہے کہ متعہ جائز ہے۔ متعہ کس کو کہتے ہیں؟ نکاح کو تو سب جانتے ہیں کہ دو گواہوں کے سامنے عوام الناس یعنی مسلمانوں کی جماعت کے سامنے باقاعدہ نکاح ہو اور اسی کا حکم قرآن وحدیث کے اندر ہے۔ اس کے بالکل بالمقابل متعہ ہے۔ متعہ کا مطلب ہے کسی بھی عورت کو تھوڑی دیر، تھوڑے دنوں کے لئے کچھ روپیہ پیسہ دے کر اس کے ساتھ ناجائز تعلقات رکھنا، یہ ناجائز ہے۔ وہ

کہتے ہیں کہ متعہ کرنا ایمان کا اہم جزء ہے، کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ متعہ نہ کرے یعنی جب تک زنا نہ کرے مومن نہیں ہو سکتا نعوذ باللہ من ذلک۔

متعہ کی فضیلت پر موضوع روایت

اور اس سے بھی خطرناک عجیب بات کہی ہے اور اس کو حضور ﷺ کی طرف منسوب کی ہے، حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے۔ جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے فلیتبوأ مقعدہ من النار[1] اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ جس نے وہ بات نہیں کی میری طرف وہ بات منسوب کرے من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار بخاری و مسلم کی روایت ہے اور علماء نے اسے متواتر میں سے شمار کیا ہے۔ وہ لوگ ایک روایت کو حضور ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہیں، جس کو میں کہہ رہا ہوں وہ کہہ رہے ہیں کہ کوئی شخص ایک مرتبہ متعہ کرتا ہے تو وہ حضرت حسینؓ کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے اور دو مرتبہ میں مرتبہ حسنؓ[2] کو پہنچ جاتا ہے اور تیسری مرتبہ کرتا ہے تو حضرت علیؓ کے مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے اور چوتھی مرتبہ میں میرے درجہ پر پہنچ جاتا ہے یعنی حضور ﷺ کے درجہ پر پہنچ جاتا ہے۔ حالانکہ زنا ایسا ہے کہ اس کو دیگر مذاہب کے لوگ بھی برا مانتے ہیں، اس کی بھی فضیلتیں ان لوگوں کے یہاں بیان کی گئی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی بات انہوں نے نقل کی کہ حضور ﷺ معراج

---

[1] عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ (بخاری شریف، باب اثم من کذب علی النبی ﷺ، ج ۱، ص ۲۱)

[2] حضرت امام حسن بن علیؓ [illegible] حضور ﷺ کے [illegible] بن علی کی کنیت ابو محمد تھی۔ [illegible] حضرت علیؓ کے بعد چھ [illegible] مسلمین امیر رہے [illegible] جب حضرت علیؓ کو شہید کر دیا گیا تو آپ کے ہاتھ پر چالیس ہزار سے زائد لوگوں نے بیعت کی [illegible] حضرت امیر معاویہؓ [illegible] دے دی [illegible] جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

پہ گئے نعوذ باللہ وہ کہتے ہیں کہ وہاں سے جو تحفہ لائے ہیں وہ متعہ ہے کہ وہاں سے مجھے پیغام ملا کہ آپ کی امت میں جو بھی متعہ کرلے گا میں اس کی مغفرت کردوں گا۔ یعنی اس طرح کے خرافات والا بیہودہ مذہب ہے۔ اصل میں یہ باتیں وہ ظاہر کرتے ہی نہیں۔ انہی میں نے پہلے ہی بنیادی بات کہی کہ ان کا مذہب ہے کہ اصلی مذہب کی باتیں ظاہر نہ کرو، دوسری باتیں ظاہر کرو۔ اس لئے میرے بھائیو! عرض کرنے کی بات یہ ہے کہ ایسی بیہودہ باتیں ہمارے معاشرہ میں پھیل گئی ان شیعوں کے ساتھ رہنے سے۔

شیعہ لوگ ماتم کیوں کرتے ہیں؟

تعزیہ ان کا طریقہ ہے اور ماتم یہ کیوں کرتے ہیں اس کی وجہ بھی سن لیجئے۔ یہ حضرات ماتم کیوں کرتے ہیں؟ ان کے نزدیک شہادت کا جو مقام انسان کو ملتا ہے جس کو قرآن پاک نے تو کہا کہ ﴿ولا تقولوا لمن يقتل في سبيل الله اموات بل احياء عند ربهم يرزقون﴾ (سورۃ البقرۃ، پارہ ۲۔ آیت ۱۵۴) "جو لوگ اللہ کے راستہ میں شہید ہوجاتے ہیں ان کو تم مردہ مت کہو وہ تو اللہ کے یہاں زندہ ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے۔" دیکھو یہ فضیلت کہ وہ تو زندہ ہیں اللہ کے یہاں۔ حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ شہید کا خون زمین پر گرنے سے پہلے پہلے سارے گناہ اس کے معاف ہوجاتے ہیں۔ اور قیامت کے دن اپنی قبر سے اٹھے گا تو اسی طرح اٹھے گا کہ خون کے فوارے چھٹتے ہوں گے اور اس سے مشک کی خوشبو پھیلتی ہوگی۔ (۱) بڑے فضائل ہیں اس کے، لیکن ان کے یہاں شہادت بہت نحوست والی چیز ہے اور چونکہ حضرت حسینؓ شہید ہوگئے تو وہ ایک منحوس چیز ان

(۱) عن ابي هريرة ان رسول الله ﷺ قال والذي نفسي بيده لا يكلم احد في سبيل الله والله اعلم بمن يكلم في سبيل الله الا جاء يوم القيامة واللون لون الدم والريح ريح المسك (بخاری شریف، باب من يجرح في سبيل الله، ج ۱، ص ۳۹۲)

کے مقدر میں ہوتی اس لئے یہ روتے ہیں پیٹتے ہیں ماتم کرتے ہیں تعزیہ بناتے ہیں۔ اور ہم الحمد للہ اس پر فخر کرتے ہیں کہ حضرت حسینؓ کو اللہ نے مقام شہادت عطا کیا۔ ان کے ساتھ جن دشمنوں نے جو کام کیا وہ بہت برا کیا اس کی سزا وہ سب بھگتیں گے۔ لیکن حضرت حسینؓ کو اس سے جو مقام ملا وہ "سیدا شباب اھل الجنۃ" کہ حسنؓ و حسینؓ اہل جنت کے نوجوانوں کے سردار ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو وہاں جو انعام دیں گے ابھی اس کی تفصیل کا موقع نہیں ہے۔ تو اس وجہ سے وہ اس دن ماتم کرتے ہیں۔ ہمارے لوگ بھی ماتم کرتے ہیں تعزیے بناتے ہیں اور اس میں مشغول ہو جاتے ہیں تو کیا ہم بھی شہادت کو منحوس سمجھتے ہیں؟ اگر شہادت منحوس ہے تو حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ جو شہید ہوئے اور غزوہ احد میں ستر صحابہ کرامؓ شہید ہوئے۔ حضرت حمزہؓ [1] جو سید الشہداء کہلائے نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ یہ سب منحوس ہیں۔ لیکن ان کا یہ باطل عقیدہ ہے۔ اس لئے یہ روتے ہیں اور پیٹتے ہیں اور اپنے آپ کو ماتم میں مشغول کرتے ہیں۔ بہرحال ضرورت ہے کہ ان خرافات سے اپنے آپ کو بچائیں۔

اہل بیت کی شان میں گستاخی شیعوں کی جانب سے

دوسری ایک روایت یاد آگئی۔ ان کی کتابوں میں یہ روایت لکھی ہے کہ حضرت حسینؓ کا نطفہ جب حضرت فاطمہؓ کے پیٹ میں برقرار ہو گیا تو جبرئیل امین حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور یوں فرمایا کہ یہ تمہارا لڑکا پیدا ہوگا لیکن تمہاری امت اس کو قتل کردے

---

(۱) حضرت امیر حمزہؓ: سید الشہداء، ابو عمارہ، حضرت امیر حمزہ بن عبدالمطلب حضور ﷺ کے چچا اور رضاعی بھائی ہوتے ہیں۔ عمر میں حضور ﷺ سے دو سال بڑے تھے۔ نبوت کے چھٹے سال اسلام لائے۔ ان کے اسلام لانے سے مسلمانوں کو بڑی تقویت ہوئی۔ غزوۂ بدر میں شریک ہو کر نمایاں کردار ادا کیا۔ اور غزوۂ احد میں کفار کی صفوں کو چیرتے ہوئے شہید ہوگئے۔ جس نے آپ کو شہید کیا وہ بعد میں اسلام لے آئے تھے۔ آپ سے حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ، حضرت زید بن حارثہؓ وغیرہ روایت حدیث کرتے ہیں۔

گی۔ حضور ﷺ بہت ناراض ہوئے کہ مجھے ایسا لڑکا نہیں چاہئے۔ دوبارہ پھر بشارت دینے آئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ایسا لڑکا نہیں چاہئے۔ پھر سہ بارہ آئے تو پھر کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام کہا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ اس لڑکے کو تمہاری امت قتل کردے گی لیکن یہ آخیر تک امامت اور ولایت کے منصب پر فائز رہے گا، امام رہے گا۔ تو کہا: چلو اب مجھے یہ لڑکا قبول ہے۔ اس کے بعد وہ دوسری روایت میں لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو اس کی خبر دی کہ ایسا ایسا ہونے والا ہے تو حضرت فاطمہؓ نے بھی انکار کردیا کہ مجھے ایسا لڑکا نہیں چاہئے۔ کہا: چونکہ حضرت فاطمہ نے انکار کیا کہ مجھے ایسا لڑکا نہیں چاہئے لیکن پھر وہی امامت اور ولایت کی بات آئی تو حضرت فاطمہ راضی ہوگئی لیکن پھر بھی شروع میں ناراض رہی تھی۔ تو حسینؓ نے اپنی ماں فاطمہ کو یہ بددعا دیا کہ کبھی ان کا دودھ نہیں پیا کہ تو میرے پیدا ہونے سے ناراض تھی تیرا دودھ نہیں پیتا۔ اور پھر بعد میں یہ بھی کہا کہ یہ حضرت حسینؓ کے متعلق حضرت فاطمہؓ بار بار ناراض رہتی تھی کبھی اس کو دیکھ کر خوش نہیں ہوتی تھی۔

تو اس طرح کی خرافات اور بیہودہ باتیں ہیں، اس لئے مجھے عرض کرنی پڑی کہ ہمیں تو پتہ ہی نہیں کہ اس میں کیا ہے؟ یہ ساری چیزیں اس بنیاد پر انہوں نے کی کہ حضرت حسینؓ کے ساتھ جو معاملہ ہوا یہ ایک منحوس بات ان کے مقدر میں آگئی اس لئے ہم روتے ہیں پیٹتے ہیں، انہیں کے لئے تعزیہ بناتے ہیں، انہیں کے لئے ماتم کرتے ہیں۔ بہر حال یہ سب باتیں عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ اس موقع پر ہی نہیں کہ فقط محرم میں ہم خرافات سے نہیں بلکہ ربیع الاول کا مہینہ آتا ہے تو دیکھئے کتنے خرافات مسلمان کرتے ہیں۔ کون سی حدیث میں ہے اور قرآن کی کس آیت میں ہے کہ عید میلاد النبی منایا جائے۔ اور جو یہ ہم کرتے ہیں کہیں کتاب میں لکھا ہے کوئی اس کا ثبوت بتلادیں۔ لیکن بس کچھ لوگ ہیں جو کچھ لوگوں کو بہکاتے ہیں، انہیں کی باتوں میں آکر اپنے ایمان بھی لوگ خراب کرتے ہیں۔

خلاصہ

اس سے چند باتیں عرض کیں، پوری بات کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم الحمدللہ ثم الحمدللہ! اہل سنت والجماعت ہیں اور اہل سنت والجماعت ان لوگوں کو کہتے ہیں جو قرآن پاک اور سنت رسول اللہ، خلفائے راشدین اور صحابہؓ کے نقش قدم پر چلیں۔ اور اہل بدعت ان لوگوں کو کہتے ہیں جو اس سے ہٹ کر کوئی طریقہ اپنا لیتے ہیں۔ اس لئے اس موقع پر ہم خود بھی اور اپنے اہل تعلق کو بھی محبت اور نرمی سے سمجھا بجھا کر ان خرافات سے بچائیں، سنت کا اہتمام اپنے اندر زندہ رکھیں، نویں دسویں تاریخ کو یا دسویں گیارہویں تاریخ کا روزہ رکھ لیا جائے یہی ثابت ہے۔ اس کے علاوہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اس کہنے سننے کو قبول فرمائے، امت کی گمراہی سے اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے، ہم سب کو رسول اللہ ﷺ کے طریقے پر چلنا اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

ابیات در تضمین ذکر نفی و اثبات

یاد رہے یا رب تو میرا اور میں تیرا یار رہوں
مجھ کو فقط تجھ سے ہو محبت، خلق سے میں بیزار رہوں

ہر دم ذکر و فکر میں تیرے مست رہوں سرشار رہوں
ہوش رہے نہ مجھ کو کسی کا تیرا مگر ہوشیار رہوں

اب تو رہے بس تا دم آخر ورد زباں اے میرے الٰہ
لا الٰہ الا اللہ، لا الٰہ الا اللہ

تیرے سوا معبود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
تیرے سوا مقصود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں

تیرے سوا موجود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
تیرے سوا مشہود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں

اب تو رہے بس تا دم آخر ورد زباں اے میرے الٰہ
لا الٰہ الا اللہ، لا الٰہ الا اللہ

دونوں جہاں میں جو کچھ بھی ہے سب ہے تیرے زیر نگیں
جن و انس و حور و ملائک عرش و کرسی چرخ و زمیں

کون و مکاں میں لائق سجدہ تیرے سوا اے نور مبیں
کوئی نہیں ہے کوئی نہیں ہے کوئی نہیں ہے کوئی نہیں

اب تو رہے بس تا دمِ آخر ورد زباں اے میرے اللہ
لَا اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰـــهُ، لَا اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰـــهُ

سب بندے ہیں کوئی نبی ہو یا ہو ولی یا شہنشاہ
باغِ دو عالم بھی ہے تری قدرت کے حضور اک برگِ گیاہ

کیوں نہ میں قائل ہوں کہ ہزاروں تیری خدائی کے ہیں گواہ
خار و گل و افلاک و کواکب کوہ و دریا مہر و ماہ

اب تو رہے بس تا دمِ آخر ورد زباں اے میرے اللہ
لَا اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰـــهُ، لَا اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰـــهُ

تیرا گدا بن کر میں کسی کا دست نگر اے شاہ نہ ہوں
بندۂ مال و زر نہ ہوں میں طالبِ عز و جاہ نہ ہوں

راہ پہ تیری چل کے قیامت تک میں کبھی بے راہ نہ ہوں
چین نہ لوں میں جب تک رازِ وحدت سے آگاہ نہ ہوں

اب تو رہے بس تا دمِ آخر ورد زباں اے میرے اللہ
لَا اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰـــهُ، لَا اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰـــهُ

یاد میں تیری سب کو بھلا دوں کوئی نہ مجھ کو یاد رہے
تجھ پر سب گھر بار لٹا دوں خانۂ دل آباد رہے

سب خوشیوں کو آگ لگا دوں غم سے ترے دل شاد رہے
سب کو نظر سے اپنی گرا دوں تجھ سے فقط فریاد رہے

اب تو ہے بس تا دمِ آخر ورد زباں اے میرے اللہ
لَا اِلٰــــہَ اِلَّا الـلّٰــــہ، لَا اِلٰــــہَ اِلَّا الـلّٰــــہ

سب سے میں ہو جاؤں مستغنی فضل ہو جیسا نظر تیرا
اب تو رہوں میں اے میرے داتا بس اک دستِ نگر تیرا
توڑ کے پاؤں بیٹھ جاؤں چھوڑوں نہ ہرگز اب در تیرا
عشق نہ جانے رگ رگ میں دل میں میرے گھر تیرا

اب تو ہے بس تا دمِ آخر ورد زباں اے میرے اللہ
لَا اِلٰــــہَ اِلَّا الـلّٰــــہ، لَا اِلٰــــہَ اِلَّا الـلّٰــــہ

نفس و شیطاں دونوں نے مل کر ہائے کیا ہے مجھ کو تباہ
اے میرے مولا میری مدد کر چاہتا ہوں میں تیری پناہ
مجھ سا خلق میں کوئی نہیں گو بدکردار و نامہ سیاہ
تو بھی غفار ہے یا رب بخش دے میرے سارے گناہ

اب تو ہے بس تا دمِ آخر ورد زباں اے میرے اللہ
لَا اِلٰــــہَ اِلَّا الـلّٰــــہ، لَا اِلٰــــہَ اِلَّا الـلّٰــــہ

مجھ کو سراپا ذکر بنا دے ذکر ترا اے میرے خدا
نکلے میرے ہر بن مو سے ذکر ترا اے میرے خدا
اب تو کبھی چھوٹے بھی نہ چھوٹے ذکر ترا اے میرے خدا
حلق سے نکلے سانس کے بدلے ذکر ترا اے میرے خدا

اب تو رہے بس تا دم آخر ورد زباں اے میرے الٰہ

لا الٰہ الا اللہ، لا الٰہ الا اللہ

جب تک قلب رہے پہلو میں جب تک تن میں جان رہے

لب پہ تیرا نام رہے اور دل میں تیرا دھیان رہے

جذب میں چاہے ہوش رہیں اور عقل مری حیران رہے

لیکن تجھ سے غافل ہرگز دل نہ مرا اک آن رہے

اب تو رہے بس تا دم آخر ورد زباں اے میرے الٰہ

لا الٰہ الا اللہ، لا الٰہ الا اللہ

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ
وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾

[سورۃ آل عمران، آیت ۱۰۲]
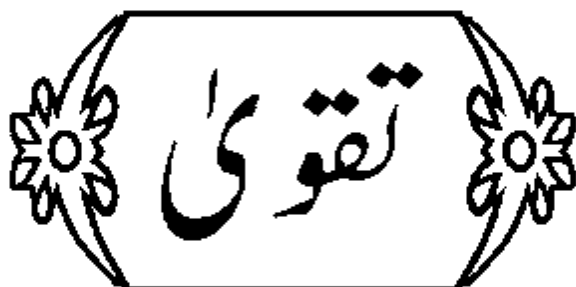
مقامِ بیان: لاجپور، سورت

تاریخ: جنوری ۲۰۱۰ء

باسمہ تعالیٰ

اَمَّا بعد، فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. ﴿یٰاَیُّھا الانسان ما غرّک بربّک الکریم ○ الذی خلقک فسوّٰک فعدلک ○ فی اَیِّ صورۃ مّا شاء رکّبک ○ کلّا بل تکذّبون بالدّین ○ واِنّ علیکم لحٰفظین ○ کرامًا کاتبین ○ یعلمون ما تفعلون﴾ [سورۃ انفطار، آیت ۶-۱۲] وقال تعالیٰ: ﴿یٰاَیُّھا الذین اٰمنوا اتّقوا اللّٰہ حقّ تُقٰتِہٖ ولا تموتُنّ الّا وانتم مُّسلمون﴾ [سورۃ آل عمران، آیت ۱۰۲].

وعن أبی ذرّ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ فی حدیث طویل قال قلت یا رسول اللّٰہ اَوْصِنِیْ قال اُوصیک بتقوی اللّٰہ فانّہ اَزْیَنُ لِاَمرِک کُلِّہٖ قُلتُ زِدْنی قال علیک بتلاوۃ القرآن وذکرِ اللّٰہ فانّہ ذکرٌ لک فی السّماء ونورٌ لک فی الارض.[1] او کما قال ﷺ.

ایمان کی فضیلت

بزرگانِ محترم! اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں ایمان کی ایک عظیم دولت سے مالا مال فرمایا ہے، یہ دولت جس کو مل گئی وہی حقیقت میں کامیاب ہے اور جس کے پاس ایمان نہیں ہے وہ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ناکام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَالعصر ○ انّ الانسان لفی خسر ○ الّا الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت وتواصوا بالحق ○ وتواصوا بالصبر ○﴾ [سورۃ العصر، پارہ ۳۰] اللہ تعالیٰ نے زمانہ کی قسم کھا کر فرمایا، زمانہ کی قسم سارے انسان نقصان اور خسارے میں پڑے ہوئے

---

[1] مشکوۃ شریف، باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم، ص ۴۱۵

ہیں، ہر ہر انسان نقصان اور خسارے میں ہے مگر نقصان اور خسارے سے وہ لوگ بچے ہوئے ہیں جو ایمان والے ہیں۔ ایمان کتنی بڑی دولت ہے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ایک حدیث [1] میں فرمایا گیا کہ ایک شخص جس نے دنیا کے اندر اس طرح زندگی گذاری کہ کبھی اس کے سر میں درد نہیں ہوا، اس کے پیر میں کبھی کانٹا نہیں چبھا، کوئی مشقت اور تکلیف نہیں اٹھائی بلکہ ہمیشہ عیش و عشرت اور راحت میں زندگی گذاری، دنیا میں جتنے اسباب راحت تھے سب اس کو میسر ہوئے اور ہر چھوٹی بڑی دنیا کی نعمت سے اس نے فائدہ اٹھایا، لیکن اس کے پاس ایمان کی دولت نہیں تھی، اللہ تعالیٰ کا، اس کے رسول کا، آخرت کا منکر تھا، جب وہ اس دنیا سے جائے گا تو جہنم کے قریب اس کو لے جایا جائے گا تو جہنم کی تپش اور گرمی کا اثر اس کو اتنا پہنچے گا کہ وہ بھول جائے گا کہ دنیا میں اس نے راحت، عیش اور عشرت کی زندگی گذاری تھی۔ سارے مزے اور لذتیں اول وہلہ میں ختم ہو جائے گی۔ اس کے برعکس ایک وہ شخص ہے جس نے ہمیشہ دنیا میں تکلیفیں اٹھائیں، مشقتیں اٹھائیں، راحت و عشرت کا اس کے ساتھ دور سے بھی واسطہ نہیں تھا، ہمیشہ تنگدستیوں میں، فقر و فاقہ میں، امراض میں مبتلا رہا، لیکن اللہ کو ماننے والا تھا، آخرت پر یقین رکھنے والا تھا، ایمان کی دولت اس کو میسر تھی، جب اس کو جنت کے قریب لے جایا جائے گا تو اس کے دل و دماغ سے ساری تکلیفیں اور مشقتیں اول قدم میں ختم ہو جائیں گی، اس کو یاد بھی نہیں ہوگا کہ اس نے دنیا میں تکلیف سے دن گذارے تھے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جنت نام ہے ایسی جگہ کا جہاں کوئی تکلیف کا احساس بھی انسان کو باقی نہیں رہے گا۔ اسلئے جو تکلیفیں دنیا میں اٹھائیں ان کا خیال بھی نہیں آئے گا۔ دنیا میں تو ایسا ہوتا ہے کہ ایک آدمی ابتداء میں کچھ تکلیف اٹھاتا ہے، بعد میں راحت کے دن نصیب ہوتے ہیں تو کبھی کبھی ان دنوں کو یاد کر کے اس کے دل

---

[1] مسلم شریف، کتاب صفات المنافقین، باب فی الکفار، ج ۲، ص ۳۷۳

میں درد پیدا ہوتا ہے کہ مجھے کسی دن بھی کسی قسم کی تکلیف اٹھائی۔ جنت میں تو اس کو یہ یاد بھی نہیں رہے گا اس لئے کہ اگر وہ یاد کرے گا تو وہاں بھی اس کو تکلیف ہوگی اور جنت تکلیف کی جگہ ہے ہی نہیں اس لئے وہاں دنیا کی ساری تکلیفوں کو بھول جائے گا۔ تو اللہ کا بہت بڑا فضل اور کرم ہے کہ اپنے ماننے والوں میں بنایا اور ایمان کی دولت نصیب فرمائی۔

متقین اللہ کے دوست ہیں

ان اہل ایمان کو حق تعالیٰ نے اپنا دوست اور ولی قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ اللہ تعالیٰ دوست ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے۔ جب انسان اللہ کو مانتا ہے تو اللہ سے اس کو قرب اور اللہ سے اس کو نزدیکی حاصل ہو جاتی ہے۔ اس لئے ہر ایمان والا اللہ کا اس کے رسول ﷺ کا دوست ہے اور اللہ بھی اور اس کے رسول ﷺ بھی اس سے محبت رکھنے والے ہیں۔ لیکن دنیا میں جب دیکھتے ہیں کہ کسی سے محبت ہو کسی سے تعلق ہو تو محبت کے الگ الگ مراتب ہوتے ہیں۔ کسی سے بس سرسری ملاقات کا تعلق ہے، کسی سے زیادہ کسی سے اور زیادہ کسی سے دل کی گہرائیوں تک محبت ہوتی ہے۔ اسی طرح ایمان لانے کے بعد اللہ تعالیٰ سے دوستی اور تعلق اور قرب کو مضبوط کرنا اس کی ہمیں زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ ویسے تو ہر ایمان والا اللہ سے تعلق رکھتا ہے لیکن سب سے زیادہ اللہ کا قرب اور اس کے حبیب ﷺ سے سب سے زیادہ قرب اور بہت گہری دوستی اور تعلق کن لوگوں کو حاصل ہوگا؟ متقین کو۔

اللہ و رسول کا قرب تقویٰ میں

اسی لئے حق تعالیٰ نے ایمان والوں کو جگہ جگہ قرآن پاک میں حکم دیا ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ﴾ اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ تو جو ایمان والا اپنی زندگی

میں جتنا تقویٰ اور پرہیزگاری اور طہارت اختیار کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی نزدیکی اتنی ہی زیادہ حاصل ہوگی۔ چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَّالَّذِينَ هُمْ مُّحْسِنُونَ﴾ (سورۃ النحل، آیت ۱۲۸) بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں اور ان لوگوں کے ساتھ بھی ہے جو نیک اعمال کرنے والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے جیسے تقویٰ کی بنیاد پر یہ وعدہ کیا کہ میں متقیوں کے ساتھ ہوں، میری مدد، میری نصرت، میرا قرب ان لوگوں کو حاصل ہوگا جو مجھ سے زیادہ ڈرنے والے ہیں۔ اسی طرح جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی یہی تاکید فرمائی ہے کہ میرا زیادہ تعلق اور قرب اور نزدیکی اسی کو حاصل ہوگی جو اللہ سے ڈرنے والا ہے۔

حضرت معاذؓ کو حضور ﷺ کی وصیت

حضرت معاذ بن جبلؓ [۲][۱] کو رسول اللہ ﷺ نے یمن کا گورنر بنا کر بھیجا اس شان کے ساتھ کہ خود آپ ﷺ مدینہ منورہ سے باہر ان کو چھوڑنے کے لئے تشریف لے گئے اتنا اعزاز کیا کہ خود ان کو سواری پر بٹھا دیا اور آپ پیدل چلتے گئے۔ جب آپ ان کو رخصت کرنے

---

[۱] عن معاذ بن جبل قال: لما بعثه رسول الله ﷺ إلى اليمن خرج معه رسول الله ﷺ يوصيه ومعاذ راكب ورسول الله ﷺ يمشي تحت راحلته فلما فرغ قال: يا معاذ إنك عسى أن لا تلقاني بعد عامي هذا ولعلك أن تمر بمسجدي هذا وقبري فبكى معاذ جشعا لفراق رسول الله ﷺ ثم التفت فأقبل بوجهه نحو المدينة فقال: إن أولى الناس بي المتقون من كانوا وحيث كانوا. رواه احمد. (مشکوٰۃ شریف، کتاب الرقاق، ص ۴۴۵)

[۲] حضرت معاذ بن جبلؓ: نام معاذ، ابو عبدالرحمٰن کنیت ہے، قبیلہ خزرج سے انصاری ہیں، بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک تھے۔ غزوہ بدر اور اس کے بعد کے غزوات میں شامل رہے۔ اٹھارہ سال کی عمر میں اسلام لائے۔ حضور ﷺ نے آپ کو یمن کا والی بنا کر بھیجا تھا اور حضرت عمرؓ نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کی وفات کے بعد شام کا گورنر مقرر کیا۔ آپ نے ملک شام میں طاعون عمواس میں ۳۸ سال کی عمر میں وفات پائی۔ صحابہ فقہا میں سے تھے۔

لگے اس موقع پر اللہ کے رسول ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی کہ اے معاذ! اب میری اور تمہاری آخری ملاقات ہے، اس کے بعد میری قبر ہی کی زیارت ہوگی۔ حضرت معاذ بن جبلؓ اللہ کے سچے پکے عاشق اور اس کے رسول ﷺ سے سچی محبت رکھنے والے تھے، جب انہوں نے یہ جملہ سنا تو زار وقطار رونے لگے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کو اطمینان دلایا اور تسلی دی اور پھر فرمایا: اے معاذ! جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، اپنی زندگی میں تقویٰ اختیار کرتا ہے وہ دنیا کے کسی بھی کونے میں ہو، دور دراز کہیں بھی چلا جائے اور کسی بھی خاندان سے تعلق رکھنے والا ہو، کوئی خاندان کی قید نہیں، ایمان والا ہے اور اللہ سے ڈرنے والا ہے تو دنیا کے کسی بھی کونے میں ہو اور کسی بھی خاندان سے تعلق رکھنے والا ہو وہ مجھ سے قریب ہے، اس لئے دوری بھی ہو جائے تو کوئی فکر کی بات نہیں ہے۔ میرا روحانی تعلق و رشتہ اس سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے اس کے ساتھ جو اللہ سے ڈرنے والا ہو۔ تو نبی اکرم ﷺ کی نزدیکی اُسی کو حاصل ہے جو اللہ سے ڈرنے والا ہو۔

تقویٰ کس کو کہتے ہیں؟

قرآن پاک میں حق تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو بار بار تاکید کی کہ مجھ سے تعلق بڑھاؤ کم مت کرو۔ اور یہ تعلق کیسے ہوگا؟ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے سے۔ لیکن اللہ سے ڈرنے کا کیا مطلب ہے؟ بار بار ہم تقویٰ تقویٰ کا لفظ سنتے ہیں، اس کی آسان سی تعریف یہ ہے کہ ایک تو ڈر ہوتا ہے کسی کی تکلیف اور اس کے ضرر سے بچنے کے لئے، جیسے کوئی درندہ ہے کوئی اژدھا ہے کوئی شیر ہے کوئی دشمن ہے اس سے بھی آدمی ڈرتا ہے اس لئے کہ کہیں وہ نقصان نہ پہنچا دے۔ اور کبھی انسان ڈرتا ہے کسی کی عظمت، بزرگی کی وجہ سے، جیسے اپنے ماں باپ سے انسان ڈرتا ہے، اپنے استاذ سے ڈرتا ہے، اپنے بڑے سے ڈرتا ہے۔ یہ ڈر جو ہے ان کی عظمت و بزرگی کا دھیان اس کے دل میں ہوتا ہے اس کی وجہ سے ڈر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس

کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ کہ اپنے ماں باپ، اپنے استاذ، اپنے بڑوں کا ڈر اور خوف جب دل میں ہے تو آدمی کوئی بھی ناشائستہ حرکت اور بے ادبی کا کام ان کے سامنے نہیں کرتا ہے۔ بس تقویٰ کا حاصل یہی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظمت و بزرگی اور بڑائی کا دھیان انسان اپنے دل میں رکھے اور ہر ناجائز کام چاہے چھوٹا گناہ ہو یا بڑا گناہ ہو ان سے اپنے آپ کو بچائے رکھے، اس تصور سے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے، اسی کا نام تقویٰ ہے۔

ہر وقت دھیان اللہ کی طرف ہو

ہمارے شہروں میں پانی کی وہ تکلیف نہیں ہوتی جو چھوٹے گاؤں میں ہوتی ہے۔ دیکھا ہوگا بعض دفعہ پانی کی تکلیف ہوتی ہے تو بہت سی مائیں بہنیں ہماری خواتین پانی کیلئے جاتی ہیں کنووں پر، بورنگ پر، اب وہ دس بارہ ساتھ چلتی ہیں، ایک مٹکا اپنی کمر کے اندر دبا لیتی ہے ایک اپنے سر پر رکھتی ہے۔ اب وہ بات چیت کرتے ہوئے ایک کلومیٹر دو کلومیٹر کا راستہ طے کرتی ہیں لیکن سر کے اوپر کوئی زیادہ ہاتھ نہیں رکھتی ہیں۔ اسی طرح باتیں کرتے ہوئے ہنسی مذاق کرتے ہوئے بالکل صحیح سالم مٹکا ان کے گھر پہنچ جاتا ہے۔ شاذ و نادر کسی کا مٹکا گرا ہو ورنہ وہ مٹکا گرتا نہیں ہے، محفوظ رہتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ وہ عورتیں بات چیت بھی کر رہی ہیں ہنسی مذاق بھی کر رہی ہیں، چل رہی ہیں لیکن پورا پورا دل ان کا اور پورے دل کی توجہ اس کی طرف ہوتی ہے اسی لئے وہ گرنے سے محفوظ ہے۔ یہی حال تقویٰ کا ہے کہ انسان تجارت بھی کرے، زراعت بھی کرے، ملازمت بھی کرے، گھر میں رہے، بازار میں رہے، ہر وقت اس کے دل کا دھیان اللہ کی طرف رہے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے تو اس کو میں کیسے ناراض کروں؟ اس کے خلاف میں کیسے قدم اٹھاؤں؟ بس اسی کا نام تقویٰ ہے۔

ایک شیطانی دھوکہ

تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے تقویٰ کا حکم جگہ جگہ دیا ہے لیکن ہمیں اپنے نفس نے اور شیطان نے بہت بڑے دھوکے میں ڈال رکھا ہے، ایک بہت بڑا فریب دے دیا ہے۔ عام طور پر ہمارے ذہنوں میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ تقویٰ اور اللہ سے ڈرنا اور گناہوں سے بچنا اور اپنی زندگی صاف ستھری بنانا یہ تو چند لوگوں کا کام ہے جن کو اللہ والے اور بزرگ کہا کرتے ہیں کہ وہ لوگ تقویٰ والے بنے۔ امت میں چند لوگ ایسے ہوں جو گناہوں سے بچیں اور متقی بنیں، باقی ہم عام مسلمانوں کو تو سب جائز ہے سب کر سکتے ہیں۔ ہم نے کلمہ پڑھ لیا، نماز پڑھ لی تو بہت ہوگیا، باقی سب ہمارے لئے اجازت ہے، میدان کھلا ہے جو چاہے کرو۔ یہ بہت بڑا شیطانی دھوکہ ہے۔

ایک آدمی کا واقعہ

حضرت مولانا رومؒ[1] نے بڑی عجیب مثال دی ہے کہ ایک گاؤں کے اندر ایک شخص اعلان کر رہا تھا کہ جس کو تصویر گندوانی ہو تصویر گندوا لے۔ غیر مسلم بھائیوں کے یہاں اس کا رواج بھی ہے، اپنے ہاتھ پر اور بدن کے بعض حصوں پر وہ تصویر بناتے ہیں۔ ایک خاص طریقے سے وہ تصویر بنائی جاتی ہے، اس میں سوئی چبھونی پڑتی ہے، اس سوئی کے ساتھ

---

(۱) مولانا رومؒ: مثنوی شریف کے مصنف، مشہور شاعر وبزرگ مولانا رومؒ کا نام محمد اور لقب جلال الدین تھا۔ ۶۰۴ھ کو بلخ میں پیدا ہوئے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اولاد میں سے ہیں، ۲۵ سال کی عمر میں علم کلام، علم فقہ، فلسفہ وحکمت میں امتیازی مہارت حاصل کرکے تدریس میں لگ گئے۔ پھر شیخ شمس تبریزیؒ کی صحبت سے مولانا کی زندگی میں انقلاب آگیا اور مولانا عشق حق کی آگ میں دم بھرنے لگے۔ فرماتے ہیں "مولوی ہرگز نہ شد مولانا ئے روم تا غلام شمس تبریزی نہ شد" ۵ جمادی الثانیہ ۶۷۲ھ میں وفات پائی۔ مولانا کے تصنیفی کارناموں میں آپ کے ملفوظات فیہ ما فیہ اور مثنوی روم انتہائی شہرت وبرکت کی حامل ہیں۔

روشنائی داخل کی جاتی ہے۔ سوئی چمڑی میں پیوست ہوتی تو تصویر بنتی ہے ورنہ نہیں بنتی۔ تو ایک شخص نے اس کو کہا کہ میرے ہاتھ میں شیر کی تصویر بنادو۔ اب اس نے تصویر بنانے کے لئے سوئی چبھوئی تو اس کو تکلیف ہوئی، دو چار دفعہ سوئی چبھوئی تو اس نے کہا کہ کیا بناتا ہے؟ تو اس نے کہا کہ شیر کا پیر بنانا شروع کر رہا ہوں، تو اس نے کہا بہت تکلیف ہوتی ہے، تو ایسا کرو کہ لنگڑا شیر بھی تو ہوا کرتا ہے تو ایک پیر رہنے دو، تمہیں پتہ ہے تو بھی کام چل جائے گا۔ تو اس نے کہا: تو جیسے کہے مجھے کیا اعتراض ہے۔ پھر اس نے دوسری سوئی چبھوئی تو اس نے پوچھا اب کیا ہوتا ہے؟ تو اس نے کہا کہ ایک پیر تو نہیں تو اب دوسرا پیر ہونا چاہیے یا نہیں؟ تو اس نے کہا کہ اس میں بھی بہت تکلیف ہوتی ہے تو ذرا ایسا کرو کہ دو پیر والا بھی شیر ہو سکتا ہے۔ تو جب بھی وہ سوئی چبھوتا تو پوچھتا کہ یہ عضو رہنے دو، یہ ہاتھ رہنے دو، وہ پیر رہنے دو۔ تو اس نے کہا کہ تو بڑا بے وقوف آدمی ہے، جب نہ پیر رہے گا اور نہ دم رہے گی اور نہ پیٹ رہے گا تو تیرے ہاتھ پر اس کی تصویر آئے گی کہاں سے؟ مولانا روم فرماتے ہیں کہ:

شیر بے دم و سر و شکم کہ دید   ایں چنیں شیرے خدا خود نافرید

چوں نداری طاقت سوزن زدن   از چنیں شیر ژیاں پس دم مزن

اے برادر صبر کن بر درد نیش   تا رہی از نیش نفس گبر خویش

گر ہمی خواہی کہ بفروزی چو روز   ہستی ہمچوں شب خود را بسوز

یہی حال آج مسلمانوں کا ہو چکا ہے کہ انہوں نے کلمہ پڑھ لیا تو کہتے ہیں کہ ہم نماز نہ پڑھیں تو بھی ہم مسلمان، روزہ نہ رکھیں تو بھی مسلمان، زکوۃ نہ دیں تو بھی مسلمان، سود کھائیں تو بھی مسلمان، رشوت کھائیں تو بھی مسلمان، جھوٹ بولے، غیبت کرے، برے کام کرے، جو کرتا ہو کرے اور کہتا ہے کہ میں تو مسلمان ہوں۔ جیسے وہ آدمی چاہتا تھا کہ کچھ نہ کرے اور شیر بن جائے، ایسے ہی ہم چاہتے ہیں کہ کچھ نہ کریں اور سچے پکے مسلمان

بن جائیں۔ فرمایا کہ:

"ایں خیال است و محال است و جنون"

یہ محض ایک دیوانہ پن ہے اور خیال ہی خیال ہے

ہمارا حال

اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو حکم دیا ہے اپنے سے ڈرنے کا اور یہ غلط فہمی ہمارے ذہنوں میں ہو گئی ہے اور نفس و شیطان نے ہمیں اس طرح بہکا رکھا ہے کہ تقویٰ طہارت اور گناہوں سے بچنا یہ ہمارا کام نہیں ہے، چند بزرگوں کا کام ہے۔ پھر اس سے آگے میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ لوگ آج بزرگ اسی کو سمجھتے ہیں جو لوگوں کو خوب ان کی ٹوپیاں پہنا کے ورغلائے۔ جو ان کو صحیح تعلیم دے، آخرت کی طرف ان کو توجہ دلائے، اللہ سے تعلق جوڑنے کی بات کرے اس کو تو لوگ ایسا کہتے ہیں کہ یہ تو کوئی پہنچے ہوئے آدمی نہیں ہیں۔ جو ان کو لمبی فہرست دے دے کہ تم کو فلاں جن کا اثر ہے، جادو کا اثر ہے، فلاں سے ذرا اسی چیز ہے۔ فلاں نے فلاں اولاد کو خوب ڈرائے تو ایسے کو کہتے ہیں کہ یہ بڑے پہنچے ہوئے مولوی صاحب ہیں۔ اور اگر ان کو ایسا کہا جائے کہ قرآن پڑھو، نماز پڑھو، ذکر کرو، گناہوں سے بچو تو کہتے ہیں کہ یہ سب ہم سے ہونے والا نہیں ہے۔ بہرحال عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ یہ نفس اور شیطان کا دھوکہ ہے۔

تقویٰ اختیار کرنا فرض ہے

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے جن جن چیزوں کا ہمیں حکم دیا ہے، یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کا ہمیں حکم دیا ہے اس کا بجا لانا بندوں پر فرض ہے۔ کوئی بڑا آدمی چھوٹے کو کوئی حکم کرے اس کا بجا لانا اس کے اوپر فرض ہوتا ہے، جیسے اللہ

تعالیٰ نے ہمیں نماز کا حکم دیا ہے، مسلمان نماز کیوں فرض سمجھتا ہے؟ کہ اللہ نے اس کا حکم دیا ﴿ اقیموا الصلوٰۃ ﴾ (نماز قائم کرو) اس لئے ہم فرض سمجھ رہے ہیں ﴿ واٰتوا الزکوٰۃ ﴾ (زکوٰۃ ادا کرو) اس لئے ہم اس کو فرض سمجھ رہے ہیں۔ تو جہاں ہمیں اللہ تعالیٰ نے نماز کا حکم دیا تو نماز ہم پر فرض ہوئی، زکوٰۃ کا حکم دیا تو زکوٰۃ فرض ہوئی، روزے کا حکم دیا تو روزہ بھی فرض ہو گیا، حج کا حکم دیا تو حج فرض ہو گیا، تو کیا اللہ نے ہمیں تقویٰ کا حکم دیا تو ہم پر تقویٰ فرض نہیں ہوگا؟ جیسے اللہ کے حکم سے ہر چیز فرض ہو جاتی ہے ایسے ہی تقویٰ ان آیتوں کی وجہ سے ہم پر فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ یٰایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وقولوا قولاً سدیدا ○ یصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم، ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزا عظیما ○ ﴾ (سورۃ الاحزاب، آیت ۷۰-۷۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ یٰایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ حق تقٰتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون ○ ﴾ (سورۃ آل عمران، آیت ۱۰۲) اللہ سے ڈرتے رہو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ تو ہمیں یہ غلطی دور کرنی چاہئے اور ہر مومن کو اس بات کی کوشش کرنی چاہئے کہ ایمان کے بعد ہم پر فرض اور ضروری ہے کہ جو چھوٹے بڑے گناہ ہیں ان کو چھوڑنے کی کوشش کرے۔ معاشرے کے اندر، گھر کے اندر، سماج کے اندر بے شمار برائیاں پھیلی ہوئی ہیں، ان سب کو دور کرنا یہ ہمارا فرض ہے، انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی۔

تقویٰ کی برکات

اللہ تبارک وتعالیٰ نے تقویٰ کی عجیب عجیب برکات بتائی ہیں۔ ایک بڑی برکت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور قرب انسان کو نصیب ہوتا ہے۔ دوسری دولت یہ ہے کہ انسان کو نبی اکرم ﷺ کی نزدیکی نصیب ہو جاتی ہے۔ اور تیسری دولت یہ ہے جس کے لئے

ہمارے معاشرہ کا حال

ہمارا یہ معاشرہ پورا گناہوں میں مبتلا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ انسان گناہ کرتا تو گھر سے باہر چھپ چھپ کر گناہ کرتا پڑتا، اب تو انسان گھر میں بیٹھے ہوئے، راستہ پر بیٹھے ہوئے، اپنی گاڑی میں بیٹھے ہوئے گناہوں میں مبتلا ہے۔ یہ موبائل نے، کمپیوٹر نے، انٹرنیٹ نے ہمارے معاشرہ کو بالکل خراب کر کے رکھ دیا ہے۔ جہاں دیکھو نوجوان کیا بوڑھے بھی قبر میں پیر لٹکے ہوئے ہیں اور وہ فلمیں دیکھ رہے ہیں، اور وہ بھی گندی فلمیں دیکھ رہے ہیں۔ نوجوانوں کا تو عام ماحول ہوگیا، جہاں دیکھو موبائل پر ان کے سامنے تصویریں، فلمیں، گانے ہوتے ہیں، ہر وقت وہ گناہوں میں مبتلا ہیں۔

جن اعضاء سے گناہ ہورہے ہیں وہی دشمن بنیں گے

آج ہم اپنی آنکھوں کے ذریعہ ذرا لطف حاصل کر لیتے ہیں بدنگاہی کر کے، اجنبیات اور نامحرمات کو دیکھ کر کے۔ اور گناہ کر کر کے اپنے اعضاء اور ہاتھوں سے ذرا مزہ اٹھا لیتے ہیں۔ لیکن کبھی ہم سوچتے نہیں ہیں کہ بدن کے جن اعضاء سے ہم گناہ کر رہے ہیں وہ تو سب ہمارے لئے قیامت کے دن دشمن بن جائیں گے۔ جن جن جگہوں پر جن اعضاء سے ہم نے گناہ کیا ہے وہ زمین کا حصہ بھی گناہوں کی گواہی دے گا اور وہ اعضاء بھی گناہوں کی گواہی دیں گے۔ جس جگہ پر انسان نماز پڑھتا ہے وہ زمین بھی نماز کی گواہی دے گی اور جس جگہ پر بیٹھ کر گناہ کیا ہے وہ زمین کا حصہ بھی گناہ کی گواہی دے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ○ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ○ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ○ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ○ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ○﴾ [سورۃ الزلزال، پارہ ۳۰] اس دن یہ زمین اپنے اندر کی ساری خبروں کو اگل کر رکھ دے گی،

ہوتے ہیں وہ سب لوہا، تانبا، پیتل کے ہوتے ہیں اور یہ لوہا، تانبا، پیتل یہ زمین ہی کے اجزاء ہیں، زمین ہی کے حصے ہیں۔ انسان نے تھوڑی محنت کرلی تو ان کے اندر ایسی صلاحیت پیدا ہوگئی کہ ہماری ساری تصاویر اور عکس کو وہ اخذ کر لیتا ہے، کہاں کی چیز کہاں ہم دیکھتے ہوتے ہیں۔ جو ہم نے آواز نکالی وہ محفوظ ہوگئی۔ انسان کو دیکھتا ہے، چلتا ہے پھرتا ہے، بولتا ہے، ہر نقل و حرکت اس کی اس کے اندر محفوظ ہو رہی ہے۔ یہ زمین ہے جو بول رہی ہے، یہ زمین ہے جو ہماری تصویریں اتار رہی ہے، یہی زمین قیامت کے دن بولے گی کہ اس جگہ پر اس نے یہ گناہ کیا تھا۔ بلکہ علماء فرماتے ہیں کہ وہاں انسان اللہ کے سامنے انکار بھی کرے گا بعض دفعہ کہ میں نے یہ گناہ نہیں کیا تو اس وقت وہ زمین کا خاص خطہ اس کے پورے گناہ کے نقشے کے ساتھ سامنے کر دیا جائے گا، کہا جائے گا دیکھ تو نے فلاں وقت گناہ کیا تھا، اب اس وقت انکار نہیں کر سکے گا۔ چنانچہ زمین کا حصہ گواہی دے گا، ساتھ ساتھ جس سے ہم لطف اندوز ہوتے ہیں یہ اعضاء بھی گناہوں کی گواہی دیں گے۔

سورۂ یٰسین کی اس آیت میں غور کرو

سورۂ یٰسین ہم روزانہ پڑھتے ہیں کبھی اس آیت پر پہنچیں تو اس مضمون کو دل میں بٹھانے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَاۤ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ (سورۃ یٰس، آیت ۶۵) وہاں انسان اپنے گناہوں کے بارے میں انکار کرے گا اللہ تعالیٰ زبان کو ختم کر دیں گے کہ خاموش ہو جا، زبان خاموش ہو جائے گی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کے ہاتھ ہمارے ساتھ گفتگو کریں گے، ہاتھ بولیں گے اور پیر بولیں گے ان گناہوں کے بارے میں جو دنیا میں وہ کیا کرتے تھے۔ یہ قرآن پاک کی آیت ہے اس پر یقین رکھو۔ مولانا رومؒ نے اسی آیت کی ترجمانی کرتے ہوئے فرمایا:

چشم گوید کردہ ام غمزہ حرام   گوش گوید چیدہ ام سوء الکلام
لب بگوید من چنیں بوسیدم   دست گوید من چنیں دزدیدہ ام

یہ زبان تو نہیں بولے گی لیکن آنکھیں کہیں گی کہ اے اللہ! اس نے فلاں ناجائز جگہ دیکھنے پر مجھے مجبور کیا تھا۔ اور کان کہیں گے کہ اے اللہ! اسی نے مجھے فلاں ناجائز سننے پر مجبور کیا تھا۔ اور ہونٹ کہیں گے: اے اللہ! اسی نے مجھے فلاں ناجائز جگہ پر بوسہ لینے پر مجبور کیا تھا۔ اور ہاتھ کہیں گے: اسی نے مجھے فلاں ناجائز جگہ پر چوری کرنے کے لئے مجبور کیا تھا۔ سارے اعضاء وہاں دشمن بن جائیں گے۔ تو اس دھوکہ میں پڑنے کی کیا ضرورت کہ جن کے خاطر ہم گناہ کر رہے ہیں وہ ہمارے دشمن بن جائیں گے۔ اس لئے تقویٰ کا حاصل یہ ہے کہ ہم ہر چھوٹے بڑے گناہوں کو، خصوصاً آج کل جو فلم بازی اور اس کا دیکھنے کا موبائلوں کے ذریعے سلسلہ چل پڑا ہے، گانے اور میوزک سننے کا سلسلہ، نامحرموں سے اختلاط اور میل جول، یہ سارے ایسے گناہ ہیں کہ انسان کے ایمان کو دیمک کی طرح کھا جاتے ہیں، جیسے دیمک لکڑی کو کھا جاتی ہے اسی طرح ایمان کو یہ چیزیں اور یہ گناہ کھا جاتے ہیں۔

تقویٰ کی برکت سے تمام کاموں کا عمدہ اور مزین ہونا

جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک بہت ہی اہم فائدہ تقویٰ کا بتایا۔ ایک تو یہ کہ تقویٰ سے انسان کی پریشانیاں دور ہوں گی اور رزق و روزی میں برکت ہوگی۔ اسی کے ساتھ اللہ کے رسول ﷺ ایک اہم فائدہ بتاتے ہیں کہ جس کے ہم سب محتاج ہیں، سارے اس وقت محتاج ہیں۔ حضرت ابوذر غفاریؓ[1] فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! مجھے کوئی وصیت فرمائیں، کوئی تاکیدی حکم فرمائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] حضرت ابوذر غفاریؓ: حضرت ابوذر غفاریؓ کا نام جندب بن جنادہ تھا۔ پانچویں نمبر پر اسلام لائے۔ بڑے زاہد و عابد تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے بھی عبادتیں کیا کرتے تھے۔ مدینہ میں سکو.....

کریں گے۔ گھریلو زندگی جنت کا نمونہ اس وقت بنے گی جبکہ انسان کے دل میں ڈر ہو اور اس کی وجہ سے ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کا اہتمام ہو۔

بہترین آدمی وہ ہے جو اپنے اہل کے ساتھ اچھا معاملہ کرے

اسی وجہ سے دیکھو رسول اللہ ﷺ نے باہر کی زندگی پر انسان کی تعریف نہیں کی۔ کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ ایک انسان باہر بڑے اچھے اخلاق برتتا ہے۔ لوگوں میں مشہور ہے کہ بڑا بااخلاق آدمی ہے، بڑی اچھی نرم باتیں کرتا ہے اور مزاج میں بڑی اخلاق مندی کی باتیں ہیں۔ لیکن گھر میں جاتا ہے تو بیچاری بیوی کانپتی ہے کہ پتہ نہیں اب آئے گا تو روٹی ادھر اور بوٹی اُدھر کر دے گا۔ اسی لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا؟ خیرکم خیرکم لاھلہ[1] (تم میں بہترین آدمی وہ ہے جو گھر والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہو)۔ ابتداء وہاں سے کی۔ باہر اپنے اخلاق بعد میں بتلاؤ پہلے اپنے گھر میں اخلاق بتلاؤ۔ کوئی دن ایسا خالی نہیں جاتا ہے کہ جس میں طلاق کا مسئلہ پوچھنے والا نہ آیا ہو، روزانہ مسئلہ پوچھنے والے آتے ہیں۔ کبھی کبھی ایک دو دن کا فاصلہ ہو جاتا ہے۔ جہاں دیکھو ہر دن یہ مسئلہ آتا ہے کہ اس نے تین طلاق دے دی ہے اپنی بیوی کو۔ اس کو معلوم ہی نہیں کہ بیوی کے کیا حق ہیں؟ معمولی معمولی باتوں پر طلاق دے دیتا ہے کل ہی چند لوگ آئے اور کہنے لگے کہ طلاق تو دے دی ہے اور دو سال سے ساتھ میں رہتے ہیں۔ اب کچھ خیال آیا کہ مسئلہ پوچھنا چاہئے، بہت اصرار سے مجھے کہا کہ کوئی صورت نکالو۔ میں نے کہا: اپنے باوا کی شریعت تھوڑی ہے کہ کوئی صورت نکالیں گے، یہ تو اللہ کا اور اس کے رسول کا حکم ہے کہ تین

---

[1] عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ خيركم خيركم لأهله وأنا خيركم لأهلي.
(سنن ترمذي، ابواب المناقب باب ما جاء في فضل ازواج النبي ﷺ، ج ۲، ص ۲۲۸)

طلاق دے دی تو بات ختم ہوگئی، سلسلہ ہی ختم ہوگیا۔ بہر حال چونکہ اللہ کا ڈر اور خوف نہیں اس لئے ہمارے معاشرہ میں یہ خرابیاں ہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے کس کی تعریف کی؟ کہ جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے وہ سب سے اچھا آدمی ہے۔

شوہر کی اطاعت بیوی پر

اور اللہ کے رسول ﷺ نے بیوی کو بھی یہی تاکید کی۔ کتنا حق بتلایا؟ فرمایا کہ اگر اللہ کے علاوہ کسی کو سجدہ کرنے کی اجازت ہوتی تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کے سامنے سجدہ کرے۔[1] گویا اللہ تعالیٰ کے بعد اس پر شوہر کی اطاعت ضروری ہے۔ بتلا اس کا مرتبہ ہے ورنہ سجدہ کی اجازت کسی کو نہیں ہے۔ اگر بالفرض اجازت ہوتی تو شوہر کے لئے حکم ہوتا کہ بیوی اس کے سامنے سجدہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کا اور حضور ﷺ کا ہم پر بڑا احسان ہے کہ یہ حکم ہم کو آپ نے دیا نہیں ہے، ویسے بھی ہم کون سے احکام بجالاتے ہیں، ورنہ اگر یہ حکم ہوتا کہ روزانہ بیوی شوہر کو سجدہ کرے تو کیا حال ہوتا؟ شوہر روزانہ صبح دس بجے اٹھتا اور نماز قضا کرتے ہی کہتا کہ پہلے مجھے سجدہ کر بعد میں دوسرے کام کر۔ اور بیوی بھی جاوے اسکی نہیں۔ وہ یہی جواب دیتی کہ اللہ کو سجدہ نہیں کرتی ہوں تو تجھے کہاں میں سجدہ کروں گی۔ اچھا ہوا کہ اللہ میاں نے یہ حکم نہیں دیا ورنہ جس طرح دوسرے احکام ٹوٹتے ہیں یہ بھی ٹوٹ جاتا۔ بتلانا یہ ہے کہ انسان کی زندگی کی خوبی کا مدار اللہ کے ڈر اور تقویٰ پر ہے۔ گھریلو زندگی بھی ہماری اسی وقت اچھی ہوگی۔

---

[1] عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال لو كنت آمرا احدا ان يسجد لاحد لامرت المرأة ان تسجد لزوجها. (سنن ترمذی ابواب الرضاع باب ما جاء فی حق الزوج علی المرأة، ج ۱، ص ۲۱۹)

حق میراث میں کوتاہی پر وعید

آج ماں باپ اولاد سے پریشان ہیں، بہت سی اولاد ماں باپ سے پریشان ہیں۔ آئے دن مسائل آتے ہیں ماں باپ کے، اولاد کے، میرے والد نے فلاں چھوٹے لڑکے کو پوری ملکیت دے دی مجھے محروم کردیا چھوٹی سی بات پر۔ بڑے بیٹے کے ہاتھ میں آیا وہ قابض ہوگیا اور دوسرے کو کچھ نہیں دیا۔ روزانہ کے مسائل ہیں کیونکہ اللہ کا ڈر نہیں ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: جو آدمی کسی وارث کی میراث کو قطع کردے، ختم کردے یعنی نہ دے یا کوئی ایسا معاملہ کرے کہ ایک کو ہی دے تو اسے جنت سے محروم کردیا جائے گا۔ جیسے ہمارے معاشرہ میں ہے کہ بھائیوں کو تو کچھ مل جاتا ہے جب انہوں نے لے لیا اور باپ کا انتقال ہوگیا تو بہنوں کو کوئی دیتا نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ ہم نے ان کی شادی کردی کہ نہیں؟ حالانکہ ان کا بھی حق اس میں رکھا ہے۔

میراث کی اہمیت

قرآن پاک میں نماز جیسی اہم عبادت کے بارے میں ایک ہی جملہ میں حکم دیا ﴿اقیموا الصلوٰۃ﴾ کہ نماز قائم کرو، بس ختم ہوگیا۔ کتنی پڑھے کس طرح پڑھے وہ حضور ﷺ نے حدیث میں ساری تفصیل بتائی۔ لیکن میراث کا معاملہ اتنا اہم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی پوری پوری تفصیل رکوع دو رکوع میں بیان کی۔ بیٹے کا کتنا حق، بیٹی کا کتنا حق، شوہر کا کتنا حق، بیوی کا کتنا حق، سارے حقوق بتلائے۔ اس سے اس کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ جو آدمی کسی وارث کی میراث کو ختم کر دے، نہ دے تو اللہ تعالیٰ جنت سے اس کی میراث کو ختم فرما دیتے ہیں۔[1] آج میرے

---

[1] عن انس بن مالک قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من قطع میراث وارثہ (من فر من میراث وارثہ) قطع اللّٰہ میراثہ من الجنۃ یوم القیامۃ. (سنن ابن ماجہ، ابواب الوصایا باب الحیف فی الوصیۃ، ص ۱۹۴)

بھائیو! ہمارے معاشرے میں یہ گناہ ہے کہ نہیں؟ لیکن اس کو کون گناہ سمجھتا ہے۔ بس ہمارا ماحول ہی یہ ہوگیا کہ جو بھی آئے وہ ہڑپ۔ ہمارا یہ پیٹ اتنا بڑا ہے کہ سب ہضم ہو جاتا ہے۔ حرام، حلال، حق، ناحق، سب اس میں ہضم ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ مرد یا عورت ساٹھ سال تک اللہ کی عبادت کرتے ہیں لیکن مرنے سے پہلے ایسی وصیت کر جاتے ہیں کہ جس سے بعض وارث محروم ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں داخل نہیں فرمائے گا۔[۱] کہاں گئی وہ ساٹھ سال کی عبادت؟ ہم نے سمجھ لیا کہ بس کلمہ پڑھ لیا اور دن میں کبھی دو چار رکعت نماز پڑھ لی تو پکے مسلمان ہو گئے، اب جنت کے حقدار ہو گئے، اب ہمیں کوئی نہیں روک سکتا۔ تو یہاں ہمارے معاملات صحیح نہیں ہیں، اخلاق درست نہیں ہے، گھریلو زندگی درست نہیں ہے تقویٰ نہ ہونے کی وجہ سے۔

اسلامی معاشرہ کی بنیاد تقویٰ

لیکن اللہ کے ڈر کی وجہ سے سارے حالات انسان کے درست ہو جاتے ہیں۔ اللہ کا ڈر ہوگا تو انسان اپنی اجتماعی زندگی، معاشرت، اخلاق، معاملات سب کچھ صحیح کریگا۔ معاملات آج ہمارے دیکھئے کہ خرید و فروخت میں حلال و حرام کی بہت کم تمیز کرتے ہیں۔ سودی کاروبار کتنا بڑھا ہوا ہے۔ بہت سے لوگ ہیں جو سودی کاروبار میں مبتلا ہیں۔ حدیث پاک میں جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ سود کا ایک درہم اپنی ماں کے ساتھ ۳۶ مرتبہ زنا کرنے سے بھی بدتر ہے۔[۲] کتنے لوگ ایسے ہیں جو سود کو اور سودی معاملات

---

(۱) عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال ان الرجل لیعمل والمرأۃ بطاعۃ اللہ ستین سنۃ ثم یحضرھما الموت فیضاران فی الوصیۃ فتجب لھما النار (سنن ابی داؤد، کتاب الوصایا، باب فی کراھیۃ الاضرار فی الوصیۃ، ص ۳۹۶)

(۲) عن عبد اللہ بن حنظلۃ غسیل الملائکۃ قال قال رسول اللہ ﷺ درھم ربوا یاکلہ الرجل وھو یعلم اشد من ستۃ وثلاثین زنیۃ رواہ احمد والدارقطنی (مشکوۃ شریف، باب الربوا، ص ۲۴۵)

گویا تکلف کرتے ہیں، ہوتی ان کو جھجک نہیں ہوتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں بار بار حکم دیا کہ اللہ سے ڈرنے والے بنو، گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرو۔ تو ہر چھوٹے بڑے گناہ سے بچنے کا نام تقویٰ ہے۔

تقویٰ کیسے حاصل ہوگا؟

اب یہ تقویٰ ہمیں کیسے حاصل ہوگا؟ اللہ کا ڈر ہمارے دلوں میں کیسے پیدا ہوگا؟
اس کیلئے ایک علاج ہمارے بزرگان دین بیان فرماتے ہیں کہ بار بار ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اور اللہ تعالیٰ کی طاقتوں پر غور کریں۔ اللہ تعالیٰ کی طاقت اور نعمت دو چیزیں ہیں۔ اللہ نے جو نعمتیں ہمیں عطا کی ہیں مثلاً پانی کی نعمت، کھانے کی نعمت، مکان کی نعمت، لباس کی نعمت، انسان سوچے کہ یہ نعمتیں کہاں سے آرہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ نعمتیں دے رہا ہے تو اس کا شکر ادا کرے اور اس کی نافرمانی نہ کرے۔ دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طاقت اور غضب پر غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے بڑی بڑی قوموں کو ہلاک کردیا۔ اور اس کے نمونے دنیا کے مختلف علاقوں میں ہمیں ہر زمانے میں نظر آتے ہیں۔ کبھی اللہ تعالیٰ سیلاب بھیج دیتے ہیں، کبھی اللہ تعالیٰ زلزلے کی شکل میں بندوں کو متنبہ کرتے ہیں، کبھی پانی کی قلت کے ذریعے، کبھی کثرت کے ذریعے، کبھی بیماریوں کے ذریعے، تو انسان سوچے کہ آخر یہ چیزیں کہاں سے آتی ہیں؟ معلوم ہوا یہ ایک اللہ کی قدرت اور طاقت ہے جو انسانوں کو بار بار جھنجوڑتی ہے کہ اپنے رب کو پہچانو، اس کی طرف رجوع کرو، گناہوں سے توبہ کرو، اللہ سے معافیاں مانگو ورنہ اللہ تعالیٰ کی طاقت اور اس کے عذاب کا ایک جھٹکا ایسا ہوتا ہے کہ بڑی بڑی بستیوں کو ختم کردیتا ہے۔ رات دن ہم اخبارات میں، میڈیا میں پڑھتے اور دیکھتے رہتے ہیں لیکن کبھی اس سے ہمیں عبرت حاصل نہیں ہوتی ہے۔

موت کا استحضار تقویٰ پیدا کرتا ہے

اور دوسری چیز یہ ہے کہ بار بار انسان موت کا تصور کرے کہ مجھے مرنا بھی ہے اور مرنے کے بعد پھر دوبارہ زندہ ہونا ہے۔ اس کا تصور آدمی کرے۔ بلکہ روزانہ سوتے وقت اس کا تھوڑا مراقبہ کرے۔ مراقبہ کا مطلب یہ ہے کہ گردن جھکا کر ذرا سوچنا کہ موت آرہی ہے، میں مر رہا ہوں۔ ابھی تو لوگ موت کے نام سے ہی ڈرتے ہیں تو مراقبہ کیا کریں گے۔

ایک صاحب تھے جو کبھی کسی جنازے میں شریک نہیں ہوتے تھے، کبھی قبرستان میں گئے ہی نہیں تھے اور کوئی ان کو کہتا کہ مرنا ہے تو وہ کہتے کہ میرے سامنے موت کا لفظ مت نکالو۔ پھر بھی آخر وہ مر ہی گئے اور سب کو مرنا ہے۔ لیکن انسان موت کو مراقبہ کرے تو اس سے اللہ کا دھیان، اللہ کا ڈر، خوف پیدا ہوگا کہ موت آرہی ہے، اللہ کے یہاں موت کے بعد جواب دینا ہے، حساب و کتاب ہمیں دینا ہے۔ اس تصور سے انسان کے دل کے اندر ایک اثر ہوگا۔ حضرت خواجہ عزیز الحسن[1] مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

جہاں میں ہے عبرت کے ہر سو نمونے
مگر تجھ کو اندھا کیا رنگ و بو نے
کبھی غور سے بھی یہ دیکھا ہے تو نے
جو آباد تھے وہ محل اب ہیں سونے

---

(۱) خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ: حضرت تھانویؒ کے عاشق، مجذوبی شان کے بزرگ، تقویٰ وطہارت کے پیکر، حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ کی ولادت ۱۲ جون ۱۸۸۴ء کو ہوئی۔ علی گڑھ سے بی اے کر کے ڈپٹی کلکٹر بنے۔ ۱۳۲۳ھ میں حضرت تھانویؒ کے الٰہ آباد تشریف لانے پر یہاں حضرت سے تعلق قائم کیا اور پھر حضرت تھانوی کی خدمت میں قیام رہا۔ کلکٹر کے عہدے کو چھوڑ کر انسپکٹر آف اسکولز کے عہدے پر فائز ہوئے۔ حضرت تھانوی سے تعلق بیعت کا تھا، ان کے خلیفہ اجل تھے۔ آپ نے حضرت تھانوی کی سوانح چار جلدوں میں "اشرف السوانح" کے نام سے تصنیف کی ہے۔ ۱۷ اگست ۱۹۴۴ء کو حضرت تھانوی کا یہ عاشق داستانِ عشق رقم کر گیا۔ آپ کی تالیفات میں "کشکولِ مجذوب" اور "ملفوظاتِ مجذوب" قابلِ قدر ہیں۔

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے
ملے خاک میں اہل شاں کیسے کیسے
مکیں ہوگئے لا مکاں کیسے کیسے
ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے
اور زمیں کھا گئی نوجواں کیسے کیسے
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

تو انسان موت کو یاد کریں، سوچیں بڑے بڑے بنگلے، محلات پر ایک وقت میں کیسے آباد تھے کیسی ان کی شان وشوکت تھی آج وہ بالکل سونے پڑے ہیں، کوئی ان کو دیکھنے والا نہیں ہے۔ وہ قبریں وہ اصحاب قبور جن کا دنیا میں ایک دبدبہ اور ایک جلال تھا ان کی قبروں کو جانور روندتے ہیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ اس لئے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ''اے نوجوان تو زمین پر کیا اترا اترا کر اور مٹک مٹک کر چلتا ہے، تجھے کیا معلوم بازار میں تیرا کفن بکنے آ چکا ہے۔'' ہر ایک کو موت آنی ہے، کب آنی ہے یہ کسی کو معلوم نہیں ہے۔ اس لئے اس سے پہلے انسان اپنے آپ کو گناہوں سے بچالے، اللہ سے توبہ، استغفار، معافی کا اہتمام کرتا رہے تاکہ دنیا سے پاک اور صاف ہو کر جائے۔

جو گناہوں سے پاک ہو جائے وہ کامیاب ہے

جو لوگ پاک صاف ہو کر جائیں، گناہوں سے توبہ کر کے جائیں اللہ تعالیٰ نے ان کی کامیابی کا وعدہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿قد افلح من تزکی ○ وذکر اسم ربه فصلی ○﴾ (سورۃ الاعلیٰ، آیت ۱۴-۱۵) (بے شک کامیاب ہو گیا وہ شخص جس

نے اپنے آپ کو پاک اور صاف رکھا اور نمازوں کا اہتمام کرتا رہا اور اپنے رب کا نام لیتا رہا) تین چیزیں جس کی زندگی میں ہوں ایک یہ کہ گناہوں سے بچا کر اپنے آپ کو پاک کر لینا، دوسرا نماز کا اہتمام اور تیسرا ذکر اللہ کا اہتمام، اس کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ کامیاب ہو گئے اور جو کامیاب ہو گیا اس کے لئے جنت رکھی ہے اور جنت ہی حقیقی کامیابی کی جگہ ہے۔

تو یہ بات بتلائی جا رہی تھی کہ تقوی کے لئے ایک تو آدمی اللہ کی نعمتوں کا دھیان کرے اور اللہ کی طاقتوں پر آدمی غور کرے۔ اور تیسرا یہ ہے کہ انسان موت کا دھیان رکھے، موت کا تصور کرے جس کے نتیجے میں اس کو بار بار خوف ہوگا کہ مرنے کے بعد اللہ کے یہاں حساب کتاب دینا ہے۔ اب آدمی گناہ کرنے جیسا ہے تو گناہ کرتے وقت خاص طور پر موت کا دھیان کرلے کہ پتہ نہیں اس وقت میری موت آجائے تو میرا کیا ہوگا؟

تڑپا دینے والی ایک حدیث

بڑی تڑپا دینے والی حضور ﷺ کی حدیث ہے، اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: تم جس طرح زندگی گذارو گے تمہاری اسی طرح موت آئے گی، نیک اعمال کرتے ہوئے، اللہ سے ڈرتے ہوئے زندگی گذارو گے تو امید ہے کہ موت اسی حالت میں یعنی اچھی حالت میں آئے گی۔ اور اگر برائیوں کے ساتھ گناہوں کے ساتھ اور اللہ کے احکام کو توڑنے کے ساتھ زندگی گذاری تو ہو سکتا ہے کہ موت بھی اسی حالت میں آئے گی۔ اور جس حالت میں تمہاری موت آئے گی اسی حالت میں قبروں سے تم کو اٹھایا جائے گا۔ یبعث کل عبد علی ما مات علیہ [1] جس حالت میں تمہاری موت آئے گی اسی حالت میں

---

[1] عن جابر قال: سمعت النبی ﷺ یقول: یبعث کل عبد علی ما مات علیہ.
(مسلم شریف، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمہا، باب الامر بحسن الظن باللہ عند الموت، ج ۲، ص ۳۸۷)

قبروں سے تم کو اٹھایا جائے گا۔ حدیث شریف میں ہے کہ غزوۂ احد کے موقع پر جو حضرات شہید ہوئے تھے آپ نے فرمایا: ان کو ان کے زخموں کے ساتھ اور ان کے کپڑوں کے ساتھ ہی دفن کردو، ان کو غسل مت دو اور ان کے کپڑوں کو مت نکالو۔[1] اور ایک روایت میں ہے کہ شہداء قیامت کے دن اسی حالت میں اٹھیں گے کہ ان کے بدنوں سے خون کے فوارے اٹھیں گے، لیکن اس خون کے اندر سے مشک کی بو آئے گی۔[2] گویا ساری مخلوق دیکھے گی کہ یہ اللہ کے راستے میں شہید ہوئے تھے۔

ایک صحابی حضور اکرم ﷺ کے ساتھ سفر عمرہ میں تھے اور ان کی سواری نے ان کو گرادیا جس کی وجہ سے ہلاک ہوگئے۔[3] موت واقع ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان کو اسی احرام کی دو چادروں اور دو کپڑوں کے ساتھ دفن دو اور ان کے سر پر بھی کپڑا مت رکھو کیونکہ حج کا احرام باندھا ہوا ہے۔ کیونکہ مردوں کیلئے احرام کی حالت میں سر چھپانا منع ہے اور خوشبو بھی مت لگاؤ کیونکہ احرام کی حالت میں خوشبو لگانا منع ہے۔ یہ اس لئے جب وہ اپنی قبر سے اٹھیں گے تو **لبیک اللھم لبیک** کہتے ہوئے اٹھیں گے۔

---

(۱) عن جابر بن عبد اللہ أن رسول اللہ ﷺ كان يجمع بين الرجلين من قتلى أحد في ثوب واحد ... وقال أنا شهيد على هؤلاء يوم القيامة وأمر بدفنهم بدمائهم ولم يصل عليهم ولم يغسلوا. (صحيح بخارى شريف، كتاب المغازى، باب من قتل من المسلمين من أحد، ج ۲، ص ۵۸۴)

(۲) عن أبي هريرة أن رسول اللہ ﷺ قال والذي نفسي بيده لا يكلم أحد في سبيل اللہ والله أعلم بمن يكلم في سبيل الله إلا جاء يوم القيامة واللون لون الدم والريح ريح المسك. (بخارى شريف، باب من يجرح في سبيل الله، رقم الحديث ۲۶۴۰)

(۳) عن ابن عباس أن رجلا مع النبي ﷺ فوقصته ناقته وهو محرم فمات فقال رسول الله ﷺ اغسلوه بماء وسدر وكفنوه في ثوبيه ولا تمسوه بطيب ولا تخمروا رأسه فإنه يبعث يوم القيامة ملبيا. (صحيح بخارى شريف، ابواب العمرة، باب سنة المحرم إذا مات، ج ۱، ص ۲۴۹)

جیسی زندگی ویسی موت

معلوم ہوا جس حالت میں انسان کی موت ہوتی ہے اسی حالت میں اس کو اٹھایا جائے گا۔ گناہ کرنے بیٹھے ہیں، گناہ کر رہے ہیں اس وقت موت کا دھیان ہو کہ اگر اپنی موت آجائے تو اسی گناہ کی حالت میں مجھے اللہ کے یہاں اٹھنا ہوگا۔ سارے انبیاء دیکھیں گے، اپنی اولاد، اپنے ماں باپ، دوست واحباب سب دیکھیں گے فلاں گناہ کرتے کرتے اٹھا۔ موت کے دھیان سے انسان کو اللہ کا ڈر بھی پیدا ہوگا اور گناہوں کو چھوڑنے کی عادت اس کے اندر پیدا ہو جائے گی۔ اس لئے میرے بھائیو! یہ ایک علاج ہے کہ موت کا خوب استحضار ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذر غفاریؓ کو دیکھئے کیا نصیحت کی؟ کہ میں اللہ سے ڈرنے کی آپ کو وصیت کرتا ہوں۔ خاص طور پر ہمارے زمانے میں جو ماحول ہو چکا ہے کہ گانے سننا، سیوزک سننا، فلمیں دیکھنا اور بدنگاہی، بدنظری اور آپس میں مردوں عورتوں کا اختلاط، میل جول، ایسی حالت میں تو تقویٰ کی خوب ضرورت ہے۔

حضور ﷺ کی پیشن گوئی

حدیث پاک میں رسول اللہ ﷺ نے جو پیشن گوئی دی ہے وہ تو ہو کر ہی رہے گی کہ قیامت سے پہلے پہلے ایسی عورتیں ہوں گی کہ **نساء کاسیات عاریات**[1] بہت سی ایسی عورتیں ہوں گی جو کپڑا پہننے کے باوجود برہنہ ہوں گی۔ شارحین حدیث نے اس کی تین طریقے سے تشریح کی ہے کہ کپڑا ہو اور پھر بھی برہنہ ہو۔ ایک تو یہ کہ اتنا کم کپڑا ہوگا کہ آدھا

---

[1] عن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ صنفان من أهل النار لم أرهما قوم معهم سياط كأذناب البقر يضربون بها الناس ونساء كاسيات عاريات مميلات مائلات رؤسهن كأسنمة البخت المائلة لا يدخلن الجنة ولا يجدون ريحها الخ. (مسلم شريف، ج ۲، ص ۲۰۵)

بدن جیسا کھلا ہوگا اور آدھا بدن ڈھکا ہوا ہوگا۔ آج یہ صورت بھی پیش آچکی۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اتنا باریک اور اتنا پتلا کپڑا ہوگا کہ چاہے کپڑا پہنا ہوا ہوگا لیکن بدن اندر سے سب نظر آتا ہوگا تو یہ بھی ایسا ہوا جیسا برہنہ ہے۔ اور تیسرا مطلب یہ بیان فرمایا کہ عورتیں اتنا چست اور تنگ کپڑا پہنیں گی کہ ان کے بدن کا نشیب وفراز سب نظر آئے گا تو یہ بھی ایسا ہی ہے گویا اس نے کچھ پہنا ہی نہیں ہے۔ یہ تین وجوہات علماء نے بیان کی ہیں اور تینوں کا وجود آج ہو چکا ہے۔ تو یہ تو ہو کر ہی رہے گا۔ اس لئے ایک ایمان والا اور اللہ سے ڈرنے والا اس بات کی اس کو ضرورت ہے کہ اپنی نگاہوں کی حفاظت کرے۔ ایسے ماحول سے اپنے آپ کو بچائے۔

Marriage Love نہیں Love Marriage

آج کا ماحول ایسا ہو گیا کہ ہمارا نوجوان لو میرج (Love Marriage) میں مبتلا ہے کہ پہلے محبت اور عشق کا سلسلہ چلتا ہے پھر شادی کرتے ہیں۔ ارے شریعت نے لو میرج کی تعلیم نہیں دی ہے میرج لو کی تعلیم دی ہے کہ پہلے نکاح کرو پھر اس سے محبت سے رہو۔ یہاں تو پہلے خوب محبتیں جتلاتے ہیں پھر اس سے شادی کرتے ہیں اور بعد میں خوب ناچتے ہیں اور پھر لڑائی جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں۔ تو شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ پہلے نکاح کرو پھر محبت کا برتاؤ اس سے کرو۔ لیکن ہمارا معاملہ الٹا ہے۔

ایک واقعہ سے عبرت

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے بڑا عجیب واقعہ لکھا ہے کہ ایک ایمان والے کے سامنے ہر وقت اللہ ہو اللہ کے علاوہ اس کی کسی کی طرف نظر نہ ہو۔

مولانا روم فرماتے ہیں کہ ایک نوجوان خاتون راستے سے جا رہی تھی تو ایک مین

چلا نوجوان اس کے پیچھے چل پڑا۔ اس نے محسوس کیا کہ یہ میرا پیچھا کر رہا ہے، پیچھے پلٹ کر دیکھا اور پوچھا کہ کیوں میرے پیچھے پیچھے آ رہا ہے؟ تو اس نوجوان نے کہا کہ مجھ کو آپ سے محبت ہوگئی ہے، تو اس نوجوان خاتون نے کہا کہ کس بات پر آپ کو مجھ سے محبت ہوئی؟ تو اس نے کہا کہ آپ کا حسن و جمال اور خوبصورتی، اس کی وجہ سے میں تم پر فریفتہ ہو گیا۔ تو اس نوجوان عورت نے کہا کہ میری خوبصورتی کو کیا دیکھتے ہو، میرے پیچھے مجھ سے بھی زیادہ حسین و جمیل ایک لڑکی آرہی ہے۔ اس نے پیچھے چہرہ پھرا کر دیکھا تو ایک زوردار طمانچہ رسید کیا اور کہا کہ شرم نہیں آتی، دعویٰ تو مجھ سے محبت کا کرتا ہے اور دوسری کی طرف نگاہ اٹھاتا ہے۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ ایمان والوں کو سوچنا چاہئے کہ ہم اللہ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور ہماری نگاہوں میں، دل و دماغ میں ساری نامحرموں کی تصویریں آ رہی ہیں۔ اللہ سے محبت کا دعویٰ اور اس لڑکی کو دیکھتے ہیں، اس کو دیکھتے ہیں، فلاں چیز دیکھتے ہیں تو پھر اللہ کی محبت دل میں کہاں سے ہوئی؟ جس کے دل میں اللہ کی محبت ہوگی وہ بھی غیر کی طرف اور دوسروں کی طرف اپنی نگاہوں کو اٹھا کر نہیں دیکھے گا۔

بیان اور وعظ کا مقصد

اصل اس چیز کو پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ بیان کا، وعظ کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ کچھ ہماری زندگی میں انقلاب آئے۔ کوئی اس لئے بیان سننا ضروری نہیں ہے کہ بیان کرنے والے کی بھی واہ واہ ہو جائے اور آپ حضرات بھی ذرا جھوم جائیں اور جلسہ ہو گیا اور پھر بات ختم۔ کوئی بھی وعظ ہم سنیں تو کچھ نہ کچھ ہم سے کر جائیں۔ ہماری زندگی میں انقلاب پیدا ہو، یہی اس کا حاصل ہے۔ اس لئے تقویٰ پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اور ہر ایمان والا یہ بات لے کر جائے کہ اللہ نے ہمیں ایمان دیا ہے تو ایمان کے ساتھ تقویٰ کی بھی تعلیم دی

سے تقویٰ کا بھی حکم دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذر غفاری کو حکم دیا کہ اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، اس لئے کہ یہ تقویٰ جو ہے وہ تمہارے سارے امور کو اچھا اور عمدہ بنادے گا۔ گھریلو زندگی، باہر کی زندگی، تجارت انسان کی، زراعت انسان کی عمدہ ہو جائے گی اللہ کے ڈر کی وجہ سے۔

تقویٰ میں عزت ہے

جیسے دیکھو ایک آدمی تجارت کرتا ہے سچائی کے ساتھ امانت داری کے ساتھ وہ تجارت کرتا ہے تو دنیا میں اللہ تعالیٰ اس کو عزت عطا فرماتے ہیں۔ لوگوں میں مشہور ہو جاتا ہے کہ یہ تاجر بڑا امانت دار ہے، سچا ہے، اس کے ساتھ معاملہ کرو۔ اللہ نے اس تقویٰ کی برکت سے اس کو عزت دی۔ اور جو آدمی خیانت کرتا ہے اور لوگوں کو دھوکہ دیتا ہے تو لوگ بھی ڈرتے ہیں کہ اس کی باتوں میں آنے کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ تو چالیں چلایا کرتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس نے تقویٰ کو چھوڑ دیا اور اللہ کا ڈر نہ ہونے کی وجہ سے خیانت کرتا ہے۔

سچے تاجر کی فضیلت

اس لئے تاجروں کے حق میں اللہ کے رسول ﷺ نے بڑی بشارتیں سنائی ہیں۔
التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشہداء [1] جو آدمی سچی تجارت کرتا ہے جھوٹ نہیں بولتا ہے۔ خیانت نہیں کرتا ہے۔ دھوکہ نہیں دیتا ہے۔ معاملہ بالکل صاف رکھتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ حشر کے میدان میں ان لوگوں کے ساتھ اٹھائیں گے؟ انبیاء کے ساتھ صدیقین کے ساتھ شہیدوں کے ساتھ۔ تو تجارت تو اپنا پیٹ بھرنے کے

---

(۱) عن ابی سعید عن النبی ﷺ قال التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشہداء۔ (سنن ترمذی، ابواب البیوع۔ باب ما جاء فی التجار۔ ج ۱ ص ۲۲۹)

لئے کر رہا ہے، اپنے بال بچوں کے لئے، لیکن چونکہ سچائی اور امانت داری کے ساتھ اس نے تجارت کی تو انبیاء اور شہداء اور صالحین کے ساتھ حشر ہوگا۔

چار عذابات

اور اس کے برعکس اللہ کے رسول ﷺ نے ایسے لوگوں کے لئے جو بعض گناہوں میں مبتلا ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جھوٹ بول کر تجارت کرے، جھوٹی قسمیں کھا کر تجارت کرتا ہے اس کے بارے میں بڑی سخت وعیدیں بتلائی۔ مسلم شریف میں ہے کہ ثلاثة لا یکلمهم الله یوم القیامة ولا ینظر إلیهم، ولا یزکیهم ولهم عذاب ألیم.[1] (تین آدمی ایسے ہیں جن کو چار عذاب ہوں گے (۱) پہلا عذاب اللہ تعالیٰ ان سے قیامت کے دن بات نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ غصے میں ہوں گے کہ جاؤ بات کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ کسی دن بیوی ناراض ہو جاتی ہے تو بیچارہ پریشان ہو جاتا ہے، دوڑتا ہوا آتا ہے کہ مولوی صاحب ذرا تعویذ دے دو کہ جلدی راضی ہو جائے۔ اور وہاں اللہ تعالیٰ ناراض ہوں گے اور بات کی اجازت نہیں دیں گے۔ (۲) دوسرا اللہ تعالیٰ اس کی طرف رحمت کی نظر سے دیکھیں گے بھی نہیں۔ (۳) تیسرا عذاب ولا یزکیهم کہ بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں کہ قبر کے عذاب سے دھل جاتے ہیں کہ حشر کے میدان میں تھوڑی تکلیف دی گئی اس سے دھل گیا تو جنت میں داخلہ ہو جائے گا۔ کچھ گناہ ایسے ہیں کہ جن کا اس حدیث میں تذکرہ ہے کہ قبر کے عذاب سے اور حشر کے عذاب سے بھی وہ گناہ دور نہیں ہوں

---

[1] عن أبي ذر عن النبي ﷺ قال ثلاثة لا یکلمهم الله یوم القیامة ولا ینظر إلیهم ولا یزکیهم ولهم عذاب ألیم ... قال أبو ذر خابوا وخسروا من هم یا رسول الله قال المسبل والمنان والمنفق سلعته بالحلف الكاذب. (صحیح مسلم شریف، کتاب الإیمان، باب بیان غلظ تحریم إسبال الإزار الخ، ج ۱، ص ۷۱)

گے، اس کے آپریشن کے لئے جنرل ہسپتال General Hospital میں یعنی جہنم میں بھیج دیا جائے گا، اس کا علاج یہ ہے کہ وہاں سے پاک صاف ہو کر آؤ پھر وہاں سے جنت میں جانے کو ملے گا۔ ولا یزکیھم یعنی حشر کے میدان میں بھی وہ پاک نہیں ہوگا۔ (۴) چوتھا عذاب کہ جہنم میں جا کر بھی بڑا دردناک عذاب ہوگا۔ یہ چار عذاب ہیں، صحابہؓ تو ان جیسی چیزیں سنتے تو تڑپ جاتے تھے۔

چار قسم کے عذاب تین شخصوں کے لئے

اس لئے حضرت ابوذر غفاریؓ نے عرض کیا: من ھم یا رسول اللّٰہ خابوا وخسروا؟ یا رسول اللہ (ﷺ) کون ہیں وہ جن کو یہ چار عذاب ہوں گے؟ وہ تو ناکام اور خسارہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ یہ کتنا بڑا خسارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری طرف دیکھیں گے بھی نہیں اور ہمارے ساتھ بات بھی نہیں کریں گے، دردناک عذاب ہو تو ایسے لوگ ناکام اور خسارے میں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے تین لوگوں کو بتلایا جو اس عذاب میں مبتلا ہوں گے اور آج یہ گناہ بھی ہمارے معاشرے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ سب سے پہلا وہ آدمی جو اپنی ازار کو ٹخنے سے نیچے رکھنے والا ہے۔ آج ہمارا نوجوان طبقہ اس کو گناہ بھی نہیں سمجھتا ہے بلکہ فخر سے ایسا لباس پہنتے ہیں جو ہمیشہ ٹخنوں سے نیچے چلا جاتا ہے، ایسی پینٹ اور ایسی ازار تنگی ہے کہ جان بوجھ کر آدمی اس گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے حالانکہ آپ نے سن لیا مسلم شریف کی روایت ہے کہ اتنا دردناک عذاب ہے۔ تو (۱) المسبل ازارہٗ جو اپنی ازار کو ٹخنوں سے نیچے رکھتا ہو۔ (۲) دوسرے نمبر پر وہ شخص جو جھوٹی قسمیں کھا کر کے اپنے سامان بیچتا ہو اس کے لئے بھی یہ چار عذاب ہیں۔ (۳) اور تیسرا وہ آدمی جو کسی کے اوپر احسان کرے تو احسان کرنے کے بعد احسان جتلا رہتا ہو کہ لوگوں کو بتلاتا رہے کہ میں نے فلاں کے

ساتھ یہ کام کیا، خود اس کو بول بول کر کے تکلیف دے۔ تو احسان کرنے کے بعد احسان جتلانے والا بھی اتنا ناپسندیدہ ہے کہ اس کے لئے بھی یہ چار عذاب رکھے۔ بہر حال عرض کرنے کا منشاء یہ ہے کہ اگر تجارت میں سچائی ہوگی اور اللہ کا ڈر ہوگا تو انبیاء، شہداء، صدیقین کے ساتھ حشر ہوگا۔ اور جس نے خیانت کی، جھوٹ بولا اور لوگوں کو دھوکہ دے کر سامان بیچا تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ چار عذاب رکھے ہیں۔ تو معلوم ہوا تقویٰ کی برکت سے اس کی تجارت بھی صحیح، زراعت بھی صحیح، ملازمت بھی صحیح، سب کچھ صحیح ہو جائے گا۔

تلاوت وذکر کی کثرت

دوسری نصیحت اللہ کے رسول ﷺ سے حضرت ابو ذر غفاریؓ نے طلب کی اور عرض کیا کہ اور اضافہ کیجئے۔ وہ مال و دولت میں اضافہ طلب نہیں کرتے تھے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو چیزوں کا میں تمہیں حکم کرتا ہوں، کثرت سے قرآن کی تلاوت کرو اور اللہ کا ذکر کرو، یہ دو چیزیں ایسی ہیں کہ ان کی وجہ سے آسمانوں میں آپ کا تذکرہ ہوگا۔ **فانہ ذکر لک فی السماء** کہ کہاں انسان اور کہاں اس کا ذکر آسمان میں۔ اللہ کا نام اور اس کے کلام کو پڑھنے کا اللہ نے ہمیں حکم دیا اور کتنا ہمیں انعام سے نوازا۔ اگر ہم غور کریں کہ ہماری یہ ناپاک زبانیں اور گندی زبانیں، حق تو یہ تھا کہ اللہ میاں یہ فرما دیتے کہ تم تو بہت ناپاک لوگ ہو، اسی زبان سے غیبت کرتے ہو، جھوٹ بولتے ہو، برائیاں بھی کرتے ہو، میرا نام بھی اس زبان سے مت لینا۔ لیکن اللہ کا فضل ہے کہ اتنی سب ہماری ناپاکیوں کے باوجود اللہ نے اپنے ذکر کا، قرآن کی تلاوت کا ہمیں بار بار حکم دیا۔ اس لئے شاعر نے کہا:

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

کہا کہ اگر اپنے اس منہ کو اور اس زبان کو مشک اور عنبر سے بھی دھو ڈالوں تب بھی اے اللہ تعالیٰ تیرا نام لینا تو میرے لئے بے ادبی جیسی ہے لیکن تیرا فضل و کرم ہے کہ تو نے ہمیں تیرا نام لینے کا حکم دیا۔

ذکر و تلاوت کا انعام

فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں گے، تلاوت کریں گے تو اللہ تعالیٰ تمہارا آسمان میں تذکرہ کریں گے، فرشتوں کے سامنے تذکرہ ہوگا۔ اور دنیا میں ایسے لوگوں کو ایک قسم کا خاص نور عطا ہوگا۔ دل کے اندر نور آئے گا تو کثرت تلاوت اور کثرت ذکر کی وجہ سے گناہوں سے بچنے کا اس کو اہتمام نصیب ہو جاتا ہے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے ذکر کی بڑی تاکید کی اور فرمایا کہ اتنا اللہ کو یاد کرو، اتنا اللہ کو یاد کرو کہ لوگ تمہیں دیوانے کہنے لگیں۔[1] اور ذکر کرنا بہت آسان ہے، آپ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، لیٹے ہوئے، کاروبار کرتے وقت اللہ کا ذکر کرو۔

مولانا بدر عالم میرٹھیؒ کے والد کا کثرت ذکر

کیسے کیسے اللہ والے گزرے ہیں، اللہ والے بھی ہیں اور بظاہر دنیا دار بھی لیکن اللہ کے ذکر کا کتنا اہتمام کرتے تھے کہ حضرت مولانا بدر عالم میرٹھیؒ[2] بہت بڑے بزرگ

---

[1] عن أبي سعيد الخدري أن رسول الله ﷺ قال: أكثروا ذكر الله حتى يقولوا مجنون. رواه أحمد وأبو يعلى وابن حبان والحاكم في صحيحه، وقال: صحيح الإسناد. (فضائل ذكر للشيخ زكريا الكاندهلوي، ص ٣٧)

[2] حضرت مولانا بدر عالم میرٹھیؒ: ہندوستان کے جلیل القدر عالم دین، نامور محدث، خوش بیان مناظر اور شیخ طریقت حضرت مولانا بدر عالم میرٹھیؒ کی ولادت بدایوں (یوپی) میں ۱۳۱۶ھ مطابق ۱۸۹۸ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم الٰہ آباد کے انگریزی اسکول میں پائی۔ پھر حضرت تھانویؒ کا ایک وعظ سن کر دینی علوم حاصل کرنے کا شوق ہوا تو والد صاحب نے [illegible] میں آپ کو مظاہر علوم سہارنپور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی خدمت میں بھیج دیا۔ آٹھ سال یہاں پڑھ کر یہیں مدرس ہو گئے۔ پھر مزید علم کے لئے دارالعلوم...

گذرے ہیں، کسی زمانے میں وہ ڈابھیل میں پڑھاتے تھے، ان کے والد بڑے پولس انسپکٹر تھے یا کسی بڑے عہدے پر فائز تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی میری اولاد کے پیٹ میں حرام کا لقمہ نہیں ڈالا ہے اس لئے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بہت بڑا عالم بنائے گا۔ چنانچہ وہ اتنے بڑے عالم ہے کہ بخاری شریف کی شرح مولانا بدر عالم میرٹھیؒ نے حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے جو درس ہیں انہوں نے اس کو جمع کر کے پوری پوری بخاری کی شرح لکھی۔ بہت بلند پائے کے آدمی تھی، ایک تو حلال کمائی کا اہتمام دوسرا یہ ہے کہ پولس آفیسر ہونے کے باوجود روزانہ ۹۰۰۰۰ مرتبہ اسم ذات کا ذکر کرنے کا اہتمام کرتے تھے۔ آج ہم پڑھنے پڑھانے والے بھی اتنا ہم سے ذکر کا اہتمام نہیں ہوتا ہے۔ ایسے ایسے لوگ گذرے ہیں۔ بہرحال ضرورت ہے کہ ہم چلتے پھرتے، ہماری مائیں بہنیں بھی اپنے بچوں کو کلمہ طیبہ کا اہتمام کرائیں اور تیسرا کلمہ پڑھیں چوتھا کلمہ پڑھیں، درود شریف کا اہتمام کریں۔ اللہ کا ذکر کرنے سے دل کے اندر اللہ کا نور پیدا ہو جاتا ہے اور آسمانوں میں اللہ تعالیٰ ہمارا تذکرہ فرماتے ہیں۔

ذکر کی عجیب تاثیر

ذکر اللہ کی عجیب تاثیر ہے۔ ایک کتاب ہے اس کے اندر بہت سارے جنات کے حالات لکھے ہیں۔ اس میں ایک بات لکھی ہے کہ جب انسان کثرت سے ذکر کرتا ہے تو

تشریف لائے اور حضرت شاہ صاحب کشمیریؒ سے خصوصی طور پر اجازت حدیث حاصل کی۔ دار العلوم سے فارغ ہو کر دیوبند میں ۱۳۴۵ھ میں بحیثیت استاذ مقرر ہوئے۔ پھر ۱۳۵۱ھ میں شاہ صاحب کی معیت میں ڈابھیل تشریف لائے اور ۲۰ سال یہاں خدمات جلیلہ انجام دیں۔ آخر میں دہلی اور کراچی میں تبلیغی خدمات انجام دے کر مدینہ منورہ ہجرت فرماگئے۔ قاری محمد اسحاق صاحب میرٹھیؒ سے خلافت حاصل تھی۔ تبلیغی کارناموں میں فیض الباری کی ضبط و تحریر اور ترجمان السنۃ آپ کی مشہور یادگار ہیں۔ ۵ رجب ۱۳۹۵ھ میں داعی اجل کو لبیک کہہ کر جنت البقیع میں آسودۂ خواب ہوئے۔

﴿وَسَارِعُوْا إِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ﴾

(سورۃ آل عمران، آیت ۱۳۳)

مقامِ بیان: مسجد انوار نشاط سوسائٹی، ڈابھیل، سورت

شب جمعہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ. امّا بعد،
فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. ﴿وسارعوا إلٰی مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضھا السمٰوات والأرض أعدت للمتقین﴾ صدق اللّٰہ مولانا العظیم.

تمہید

بزرگانِ محترم! اس بات سے ہم بخوبی واقف ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے یہ مبارک مہینہ ہم کو عطاء فرمایا تھا، مغفرت ورحمت اور جہنم سے خلاصی والا مہینہ حق تعالیٰ نے عطاء فرمایا تھا۔ ہم اپنے اپنے اعمال پر غور کریں تو ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی ایسا عمل نہیں ہے، کوئی ایسی نیکی نہیں ہے جس کی وجہ سے ہم رحمت اور مغفرت کے مستحق ہوسکیں۔ لیکن ایک مومن کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، اس کی رحمت سے وہ پوری پوری امید رکھے۔ اس لئے ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت سے امید تو رکھتے ہیں کہ انشاء اللہ ہم تمام کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت کا اعلان ہوگا۔

قرآن وحدیث کی مجلس کا اثر

یہ مبارک مہینہ گزرا، اس کے آخری عشرہ میں اللہ کی توفیق سے دین کی نسبت پر کچھ باتیں ہم نے کہی سنی۔ اللہ کی کتاب اور جنابِ رسالت مآب رسول اللہ ﷺ کے ارشادات جب سنتے اور سناتے ہیں تو اس میں ایک اثر ضرور ہوتا ہے کہ انسان کی طبیعت میں کچھ نہ کچھ تبدیلی آتی ہے۔ آدمی کچھ نہ کچھ ارادہ کرتا ہے کہ جن گناہوں میں ہم مبتلا ہیں

ان کو چھوڑ دینا چاہئے، جن نیکیوں کو ہم چھوڑے ہوئے ہیں ان کو کرنے کی فکر کرنی چاہئے۔ تو کلام اللہ اور احادیث رسول اللہ ﷺ کو سننے سے یہ جذبہ اللہ تعالیٰ پیدا فرماتے ہیں اور یہ اس کی کتاب اور حضور ﷺ کے ارشادات کی برکت ہے۔ اور یہ امید ہے کہ ہر مسلمان جس نے صحیح طریقے سے سنا ہے وقتی طور پر تو اس کے دل میں ارادہ ہوا ہوگا کہ جو کوتاہیاں ہمارے معاشرہ میں ہیں اور جن برائیوں میں ہم مبتلا ہیں ان کو چھوڑنا چاہئے۔

اچھا ارادہ اللہ کا مہمان ہے، اس کا اکرام کرو

یہ جو ارادہ ہے یاد رہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے آنے والا ایک مہمان ہے۔ نیکی کرنے کا ارادہ ہونا، گناہوں کو چھوڑنے کا ارادہ ہونا، یہ جو ہمارے اندر تبدیلی آئی ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مہمان ہے۔ اور یہ بات یاد رہے کہ اگر کوئی مہمان ہمارے گھر آتا ہے اگر مہمان کا اکرام کریں اس کی قدر کریں تو وہ مہمان بڑا خوش ہوتا ہے تو دوبارہ بھی چکر ہو جاتا ہے ہمارے یہاں آنے کا، دوبارہ بھی آئے گا۔ لیکن اگر اس مہمان کی ناقدری کی جائے کہ اس کو اپنے گھر میں داخل نہ ہونے دیا جائے، اس کے ساتھ بداخلاقی کا معاملہ کیا جائے تو وہ مہمان دوبارہ آنے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔ اسی طرح جب ہمارے دل میں یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ واقعی ہمیں اپنی زندگی میں تبدیلی لا کر اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنا چاہئے تو جب یہ خیال دل میں آ گیا اس خیال کی قدر اور اس خیال کا اکرام یہ ہے کہ جن جن گناہوں میں ہم مبتلا ہیں اور ان کو چھوڑنے کا ہم نے ارادہ بھی کیا ہے ابھی سے ان کو چھوڑ دیں۔ اور جن نیکیوں کے کرنے کا ارادہ ہم نے کیا ہے خوب فکر کر کے ہم ان کو کرنا شروع کر دیں۔

شیطانی وسوسے

اب جب رمضان گذر گیا، عید کا چاند نظر آ گیا، نفس تو ہمارے ساتھ لگا ہی ہے،

رمضان کے بعد تو شیطان بھی چھوٹ جاتے ہیں اس لئے اب شیطان پھر وسوسہ ڈالتا ہے۔ شیطان ہم سے یہ نہیں کہے گا کہ تم نے جو نیکی کا ارادہ کیا ہے یہ برا ارادہ ہے، ایسا وسوسہ نہیں ڈالے گا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ایمان والا تو نیک کام کو اچھا ہی سمجھتا ہے برا نہیں سمجھتا۔ اس لئے وہ عجیب وغریب چالاکی سے مکر کھیلتا ہے اور جہاں عید کا چاند نظر آتا ہے وہیں سے اس کے وسوسے شروع ہو جاتے ہیں کہ ابھی تو بہت زندگی باقی ہے، ابھی کتنے رمضان تم کو دیکھنے ہیں، اتنی جلدی ہم نیک بن کر کیا کریں گے، اس لئے ابھی تھوڑے اور مزے کر لیں زندگی میں، اور اپنی خواہشات کو پوری کر لیں۔ ابھی اپنی زندگی میں جو کچھ کام ہے وہ نمٹا لیں پھر دیکھے گے ایک رمضان تو آئے گا ہی، اس وقت اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کر لیں گے۔ اور رمضان میں تو مغفرت ہو ہی جاتی ہے، اللہ معاف کر دے گا۔ یہ وسوسے شیطان ابھی سے ڈالنا شروع کر دیتا ہے۔ اس لئے جب بھی ایسے وسوسے آئیں فوراً اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگو، اللہ سے دعا کرو کہ اے اللہ! ہم نے جو ارادے کئے ہیں اور تو نے جو ارادے دیئے ہیں ان پر تو ہی ہم کو ثابت قدم رکھ اور شیطان کے اس وسوسے سے ہمیں بچا۔

حضرت جلال آبادیؒ کا ملفوظ: شیطانی وسوسوں کا مقابلہ

حضرت مسیح الامت مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادیؒ فرماتے تھے کہ نیکی کا خیال اللہ کا مہمان ہے، تم نے نیکی کا خیال کیا اس کی قدر یہ ہے کہ اسی وقت اس نیکی کو کرنے میں مشغول اور مصروف ہو جاؤ، اگر تم نے اس کو چھوڑ دیا تو پتہ نہیں آئندہ زندگی بھر یہ تمہیں ملتا ہے یا نہیں۔ جس نیکی کا اس وقت خیال آیا ہے ہو سکتا ہے زندگی میں اس نیکی کو کرنے کا پھر موقع ہی نہ ملے۔ یا ہو سکتا ہے کہ زندگی ہی نہ رہے یا یہ کہ زندگی تو ملے لیکن کاروبار میں ایسے مصروف ہو جائیں، ایسی مشغولیت آ جائے اب چاہنے کے باوجود بھی ہم نیکی کا وہ کام

ذکر کیں۔ اس لئے جو موقع ہے، جس وقت ہمارے دل میں خیال آئے اسی وقت سے ان برے کاموں کو چھوڑنا شروع کردیں اور جن نیکیوں کے کرنے کا ارادہ کیا ہے ان کو کرنا شروع کردیں تو پھر شیطان ہمارا مقابلہ نہیں کر پائے گا۔ اگر یہ خیال ہو کہ ابھی کریں گے دیکھا جائے گا تو پھر معلوم ہوا کہ ہم شیطان کے سامنے عاجز ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا جو آیت ابھی خطبے میں تلاوت کی گئی اس میں فرماتے ہیں ﴿وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضھا السموات والارض﴾ "اللہ کی مغفرت کی طرف دوڑو اور ایک دوسرے سے آگے بڑھو اور ایسی جنت کی طرف دوڑو کہ جس کی چوڑائی زمینوں اور آسمانوں کی چوڑائی سے بھی زیادہ ہے۔" اللہ تعالیٰ نے یہ حکم کیوں دیا؟ شیطان بھی وسوسہ ڈالتا ہے نیکیوں سے ہمیں دور رکھنے کے لئے کہ کریں گے ابھی تو بہت سارا وقت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس کی بات میں مت آؤ ایک دوسرے سے نیکیوں کے کام میں سبقت کرنے لگو۔

دینی معاملہ میں اپنے سے اوپر والوں اور دنیوی معاملہ میں اپنے سے نیچے والوں کو دیکھو

حدیث پاک کا مضمون ہے[1] کہ دنیا کی چیزوں کے اندر اور دنیا کے معاملہ میں آدمی ہمیشہ اپنے سے نیچے طبقے والوں کو دیکھے اور نیکی کے کام میں ہمیشہ اپنے سے اوپر والوں کو دیکھے۔ جہاں دنیا کا اور دنیا کی چیزوں کا خیال آئے اور اس کا ارادہ ہو کہ میں دنیا میں مشغول رہوں اور میں اپنے کاروبار کو بڑھاؤں اور میں اپنی تجارتوں کو فروغ دوں، یہ

---

(۱) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ انظروا الی من ھو اسفل منکم ولا تنظروا الی من ھو فوقکم فھو اجدر ان لا تزدروا نعمۃ اللہ. (صحیح مسلم شریف۔ کتاب الزھد، ج ۲، ص ۴۰۷)

جاتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں لیکن ایسا نہ ہو کہ انسان اسی کے اندر مشغول ہوکر
کے اللہ ہی سے غافل ہو جائے۔ اس لئے جب دنیا کا ارادہ کرے تو اس کو بڑھانے کے
ساتھ ساتھ یہ بھی سوچے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کے پاس میری دولت کا میرے
مال کا میرے کاروبار کا دسواں حصہ بھی نہیں ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو صبح کھاتے
ہیں شام کو کھاتے ہیں، شام کو کھالیتے ہیں تو صبح کو فاقہ کرتے ہیں۔ یہ سوچیں گے تو شکر پیدا ہوگا
کہ اللہ نے مجھے بہت دیا ہے اس لئے جب اس کا ارادہ بھی ہوگا کہ میں دنیا میں زیادہ دہ
بڑھوں۔ کیونکہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کے پاس میرے اتنے سے بھی مال ودولت
نہیں بھی سونا چاندی نہیں۔ لیکن نیکیوں کے معاملہ میں حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اپنے سے
بڑے کو دیکھو، صحابہ کرامؓ کے حالات پڑھو، اولیائے عظام کے حالات پڑھو کہ ان لوگوں
نے اللہ کی عبادت کس طرح کی، اللہ کو راضی کرنے کیلئے کیسے مجاہدات کئے۔ اگر آدمی
ان کے مجاہدوں کو دیکھے گا تو اپنی دو چار رکعتیں اس کو حقیر معلوم ہوں گی کہ میں نے تو کچھ بھی
نہیں کیا۔ چالیس چالیس سال انہوں نے عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔ اب انسان
غور کرے گا تو اس کو اندازہ ہوگا کہ میں نے ایک رات بھی ایسی نہیں گذاری کہ عشاء کے
وضو سے فجر کی نماز پڑھی ہو، یہاں تو ساری عمر بھی ہماری ایسی نہیں گذری۔ جب آدمی ان لوگوں
کے حالات اور واقعات سنے گا تو اس کے اندر نیکیوں کا جذبہ پیدا ہوگا کہ میں بھی نیکیوں
میں آگے بڑھنا چاہئے۔ لیکن اگر آدمی دنیا کے معاملات میں اپنے سے بڑوں کو دیکھے گا تو
سوچے گا کہ میرا بھی ایک بنگلہ ہے اور اس کے پاس دو بنگلے ہیں تو میں بھی بناؤں، اس کے
پاس تین ہیں تو میں چار بناؤں۔ اسی طرح انسان حرص کرتے کرتے تباہی میں آجائے
بڑھتا جائے گا اور ظاہری بات ہے کہ دنیا کی چیزیں انسان کے پاس جتنی بھی بڑھیں گی اتنی
ہی آخرت سے بے فکری ہوگی۔ اللہ تعالیٰ قناعت فرمائے اور مال ودولت ہوتے ہوئے

اپنی محبت و تعلق زیادہ سے زیادہ نصیب فرمائے۔ تو یہ اس کا فضل ہے ورنہ دنیا کا عام اصول تو یہی ہے کہ جتنی زیادہ دنیا اور دنیا کے اسباب انسان کے پاس آتے ہیں آخرت کی فکر اتنی ہی کم ہوتی جاتی ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا زہد

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ [1] حضور اکرم ﷺ کے عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور بہت مالدار صحابی تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو خوب مال و دولت دی تھی، حضور ﷺ کی دعاؤں سے ان کے مال میں ان کے آل میں خوب برکت تھی۔ چنانچہ اتنی دولت ان کے پاس تھی کہ ان کے گھروں میں دینار و درہم جو سونا چاندی کے روپے ہوتے ہیں اس کے ڈھیر لگائے جاتے تھے، جیسے بڑے بڑے گھروں میں اناج کے ڈھیر لگائے جاتے تھے اس طریقہ پر ان کے یہاں دینار و درہم کے ڈھیر لگائے جاتے تھے۔ اور روزانہ ان کے یہاں بڑا لمبا چوڑا دسترخوان لگتا تھا، ہزاروں لوگ ان کے یہاں کھانا کھاتے تھے۔ لیکن ان کے دل کا حال یہ تھا کہ بہت سی مرتبہ وہ دسترخوان پر آتے اور یہ کہتے: یا اللہ! کہیں ایسا نہ ہو کہ آخرت کی نعمتوں کو تو یہیں مجھے دے دے اور آخرت میں محروم ہو جاؤں، کہیں ایسا تو نہیں کہ وہاں میں محروم ہونے والوں میں سے ہوں۔ پھر فرماتے کہ اے اللہ! وہ وقت کیا تھا کہ جب حضور اکرم ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ کا انتقال ہوا تو ان کے پاس اتنا بھی مال نہ تھا، اتنی بھی دولت

---

[1] حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ: عشرۂ مبشرہ میں سے ایک اور حضور ﷺ کے جلیل القدر صحابی ہیں۔ نام عبدالرحمٰن اور کنیت ابو محمد تھی۔ ابتداء ہی میں حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر اسلام لائے تھے۔ حبشہ کی دونوں ہجرت میں شریک رہے ہیں اور حضور ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں پیش پیش رہے۔ واقعہ فیل کے دس سال بعد پیدا ہوئے اور وفات ۳۲ھ میں ہوئی اور جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ کل عمر ۷۲ سال کی عمر پائی۔ آپ کی خصوصیت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ وغیرہم آپ سے روایت کرتے ہیں۔

نہ تھی کہ کفن کا پورا پورا کپڑا خریدا جائے۔ ایک کپڑا تھا وہ بھی جب ان کے سر پر کھینچا جاتا تھا تو پیر کھلے رہ جاتے تھے، پیر پر کھینچا جاتا تو سر کھلا رہ جاتا تھا۔ اس لئے ایسا کیا گیا کہ سر پر کپڑا رکھا گیا اور پیر پر گھاس ڈال دیا گیا۔ یہ ان لوگوں کا حال تھا اور آج اے اللہ! تو نے کتنی دولتیں مجھ کو دے دی۔ ایسا کہتے جاتے اور روتے جاتے تھے یہاں تک کہ پورا مجمع رونے لگتا تھا اور پورا ان کا دسترخوان ایسا ہی پڑا رہ جاتا تھا۔ ان صحابہ کرامؓ کو بھی اللہ تعالیٰ نے مال و دولت دی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اللہ کا تعلق، اللہ کے ساتھ عشق و محبت کا یہ حال تھا۔ اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ دنیاوی چیزوں میں اپنے سے کمتر لوگوں پر غور کرو اور نیکیوں کے معاملے میں اپنے سے بڑوں کو دیکھو، اولیائے عظام کو، صحابہ کرامؓ کو، کہ انہوں نے کیسی کیسی مشقتیں اللہ کو راضی کرنے کے لئے اٹھائی، اپنے نفس کو انہوں نے کیسا مارا۔

حضرت ابوبکرؓ کی قربانی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مشہور واقعہ ہے کہ وہ اکثر نیکیوں کے کاموں میں آگے بڑھتے تھے۔ غزوۂ تبوک کے موقع کا اس سے پہلے حضرت کعب بن مالکؓ [1] کا واقعہ عرض کر چکا ہوں۔ غزوۂ تبوک کے وقت سخت گرمیوں کا زمانہ تھا، کھجوروں کے پکنے کا وقت تھا، سال بھر کی آمدنی کا مدار کھجوروں پر ہی تھا، لوگوں کے پاس اس وقت کوئی مال و دولت جمع نہیں تھا۔ حضور ﷺ کا اعلان ہوا کہ تبوک ایک مقام ہے وہاں پر جہاد کرنے جانا ہے لہٰذا اس وقت جو آدمی جتنی قربانی پیش کر سکتا ہے وہ اپنا مال و اسباب یہاں لا کر حاضر

---

[1] حضرت کعب بن مالکؓ: کعب بن مالک انصاری صحابی ہیں۔ بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک تھے، غزوۂ بدر اور دیگر غزوات میں بھی شریک رہے ہیں۔ ایک قول کے مطابق غزوۂ تبوک میں حاضر نہیں ہوئے تھے جن کے متعلق وعلی الثلاثۃ الذین خلفوا آیت نازل ہوئی ہے۔ حضور ﷺ کے شعراء میں شمار ہوتا ہے۔ آخری عمر میں بینائی جاتی رہی تھی ۷۷ سال کی عمر پا کر ۵۰ھ میں وفات ہوئی۔

کردے اللہ کے واسطے جتنا جس سے ہو سکے اس موقع پر قربان کرے۔ حضور ﷺ نے فرمایا جو اس وقت اپنی مالی قربانی پیش کرے گا، جانی قربانی تو سب دیتے ہی تھے کہ حاضر رہتے تھے لیکن یہ غزوہ جیش عسرہ یعنی تنگی کا غزوہ تھا اس لئے فرمایا جو اپنی مالی قربانی دے گا میں اس کے لئے جنت کی ضمانت لیتا ہوں، میں ذمہ داری لیتا ہوں کہ وہ جنتی ہے۔ سب صحابہ سن کر سب تیار ہو گئے اور ہر ایک اپنا اپنا حصہ، جس کے پاس جتنا مال تھا، جیسی بھی جس کی جتنی حیثیت تھی لاتے رہے۔ حضرت عمرؓ اپنے گھر پہ گئے اور گھر میں جتنا مال تھا اس کے دو حصے کر دیئے، ایک حصہ گھر والوں کو چھوڑ دیا اور ایک حصہ یعنی آدھا مال حضور ﷺ کی خدمت میں لے جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اور دل میں یہ سوچنے لگے کہ آج تو میں حضرت ابوبکرؓ سے ضرور بڑھ جاؤں گا، کیونکہ عمرؓ کے پاس مال بہت تھا اور ابوبکرؓ کے پاس تھوڑا سا مال تھا۔ اس لئے حضرت عمرؓ سوچ رہے تھے کہ اس وقت تو میرے پاس زیادہ مال ہے اس میں سے آدھا لے جا رہا ہوں، اس لئے اس وقت حضرت ابوبکرؓ سے اس نیکی کے کام میں بڑھ جاؤں گا۔ یہ جذبہ تھا ان میں نیکی کے کاموں میں آگے بڑھنے کا۔ حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور آدھا مال لا کر رکھ دیا۔ حضور ﷺ نے ان کو دعا بھی دی اور پوچھا کہ گھر پہ کتنا مال چھوڑ آئے؟ یہ نہیں پوچھا کہ کتنا لائے ہو۔ عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آدھا مال گھر پہ چھوڑ اور آدھا مال لایا ہوں۔ فرمایا: بہت اچھی بات ہے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے تھوڑا سا مال لے کر، وہ تھوڑا سا مال حضرت عمرؓ کے مال کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ ان سے حضور ﷺ نے پوچھا کہ ابوبکر گھر میں کیا چھوڑ آئے ہو؟ تو حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ اور اس کے رسول کا نام چھوڑ کر آیا ہوں، میں نے کوئی چیز نہیں چھوڑی، جو کچھ تھا سب کا سب خدا کی راہ میں قربان کرنے کے لئے لے آیا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں تو سوچ رہا تھا کہ آج تم سے آگے بڑھ جاؤں گا لیکن

تم ہم کو آگے جانے دینے والے نہیں ہو۔ ان لوگوں میں جو جذبہ تھا نیکیوں میں آگے بڑھنے کا، مغفرت کے کاموں میں آگے بڑھنے کا، جنت کے حصول کے جو طریقے ہیں ان میں آگے بڑھنے کا، خدا کرے وہ ہم میں بھی پیدا ہو جائے۔

حضرت عمرؓ کی اعمال میں سبقت

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے عرض کیا! اے ابوبکر! ایک بات میں تم سے عرض کرتا ہوں، ایک درخواست کرتا ہوں کہ میری زندگی بھر کی جتنی عبادتیں ہیں، میری جتنی نیکیاں ہیں وہ سب میں آپ کو دے دیتا ہوں اور آپ کی زندگی بھر کی جتنی عبادتیں ہیں۔ جتنی نیکیاں ہیں ان میں سے آپ کی زندگی کی فقط ایک نیکی آپ مجھ کو دے دیں۔ وہ کون سی نیکی؟ حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ جس وقت کفار مکہ نے حضور ﷺ کو مکہ سے نکلنے پر مجبور کیا اور آپ حضور ﷺ کے ساتھ ہجرت کر کے غار ثور میں مقیم تھے، حضور ﷺ کو ساتھ لے کر آپ غار ثور میں چھپے ہوئے تھے اس رات کی نیکی اور اس رات کا قیام۔ جو آپ کا حضور ﷺ کے ساتھ گزرا تھا وہ آپ مجھے دے دو اور میری زندگی بھر کی نیکی لے لو۔ بہر حال تو اس نیکی کا اتنا بڑا درجہ ہے کہ ایسے موقعہ پر حضور ﷺ کے ساتھ چلنا اور نکلنا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ تو یہ حضرت عمرؓ کا جذبہ تھا کہ ایک نیکی لینے میں اتنے فکرمند ہیں کہ میں آگے بڑھ جاؤں چاہے میری ساری نیکیاں اس میں چلی جائیں۔ تو ہر ایک صحابی کا مزاج یہی تھا کہ وہ ایک دوسرے سے نیکیوں میں، اللہ کو راضی کرنے کے کاموں میں سبقت کرتے۔

ارادوں کو عملی جامہ پہناؤ

عرض کرنے کا منشاء یہ ہے کہ یہ مبارک مہینہ گزرا اس میں ہمارے خیالات میں

ضرور تبدیلی آئی، کچھ نہ کچھ ہم نے سوچا کہ ہم کہاں ہیں اور ہم کو کیا کرنا چاہیے۔ یہ جو ارادے ہم نے کئے ہیں ان ارادوں کو ختم نہ کریں۔ شیطان یہ وسوسہ ڈالنا شروع کر دے گا کہ ابھی کریں گے کل کریں گے۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب[1] نے فرمایا: جب کسی کام کرنے کا آدمی ارادہ کرے تو پہلے اس کو سوچنا پڑتا ہے کہ کون سے وقت میں کروں۔ مثلاً میں ابھی تک کوئی تہجد نہیں پڑھتا تھا اور رمضان کی برکت سے اللہ نے توفیق دی تہجد کی تو اب اس کو جاری رکھے۔ اب اگر آدمی سوچے کہ رمضان تھا تو وقت ملتا تھا بعد میں مجھے وقت ملے گا کیسے؟؟ تو حضرت مفتی شفیع صاحب فرماتے ہیں: جب کوئی انسان کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرے اور سوچے کہ میں اس کو کس وقت کروں؟ یہ سوچنا اس کا غلط ہے، اس کو وقت تو زندگی بھر میں ملنے والا ہے ہی نہیں، جس طرح ہم دوسرے کام اپنے اپنے وقت میں کرتے ہیں ایک کام کو اس کے اندر گھسا دو درمیان میں تو وقت خود بخود نکل آئے گا، ورنہ مستقل طور پر تجربہ یہ ہوا کہ کچھ وقت ملے گا تو وہ تو خود ہم کو کبھی ملنے والا نہیں۔ جو ارادہ ہم نے کیا جس وقت کے لئے کیا اسی وقت کے اندر کام کو ڈال دو، خود بخود اللہ تعالیٰ اس میں وقت پیدا فرما دے گا۔

تلاوت قرآن میں سبقت

رمضان کی برکت سے اللہ نے توفیق دی کہ ہم نے روزانہ چند پارے تلاوت کرلی تو یہ نہیں کہ آئندہ رمضان تک قرآن بند، اب آئندہ سال رمضان آنے گا تب کھلے

---

[1] حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ: آپ زمانے کے مفسر قرآن، فقیہ النفس اور محقق علماء میں سے ہیں۔ ولادت ۱۳۱۴ھ مطابق ۱۸۹۷ء کو دیوبند میں ہوئی۔ دارالعلوم دیوبند میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد وہیں مدرس مقرر ہوئے۔ مختلف کتابوں کی تدریس اور افتاء کی خدمات انجام دے کر ۱۳۶۸ھ میں پاکستان ہجرت کر گئے۔ آپ کے کارناموں میں ۳۰۰ سے زائد کتابیں ہیں جن میں ۵۹ فقہ کے موضوع پر ہیں۔ اور تفسیر معارف القرآن کی عمومی شہرت آپ کے اخلاص کی علامت ہے۔ حضرت تھانوی کے خلیفہ تھے۔ ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۹۷۶ء کو کراچی پاکستان میں وفات ہوئی اور وہیں مدفون ہیں۔

گا۔ بلکہ اس کے لئے بھی ایک وقت مقرر کرلے، وقت نکلے گا تو نہیں وہ تو نکالنا پڑے گا، فرصت سے ہمارے کتنے اوقات ہوتے ہیں اسے پہچانئے۔ بلکہ بہت سی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ مسجد کے اندر پانچ منٹ پہلے دس منٹ پہلے پہونچ گئے، جماعت کے لئے ابھی وقت ہے تو ہم بیٹھے رہتے ہیں، حالانکہ پانچ منٹ ملے دس منٹ ملے کتنی نیکیاں آدمی کما سکتا ہے۔ ایک لکیر آدمی پڑھتا ہے اس میں تقریباً تیس حروف ہوتے ہیں، بعض میں کم زیادہ بھی ہوتے ہیں، تیس حروف تقریباً ہوتے ہیں۔ تو اگر ایک ایک لکیر بھی آدمی پڑھے تو تین سو نیکیاں آدمی کما سکتا ہے اور اگر ایک صفحہ پورا پڑھ لیتا ہے، ایک پیج پورا پڑھ لیتا ہے تو تین ہزار نیکیاں دو منٹ میں کما لیتا ہے۔ فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ[1] نے اس کا حساب لگایا کہ پورا قرآن پڑھے تو ۳۲ لاکھ نیکیاں ہوتی ہیں تو کوئی آدمی روزانہ کا ایک پارہ پڑھ لے تو روزانہ کی کم وبیش ایک لاکھ نیکیاں اس کو ملتی ہیں۔ اب ایک پارہ پڑھنے میں کتنی دیر لگتی ہے؟ اگر ہمیں زیادہ وقت نہیں ملتا تو اتنا کرے کہ ہر نماز کے وقت مسجد میں اذان ہوتے ہی پہونچ جائے تو پانچوں نمازوں میں پانچ پانچ منٹ ملے گی تو آدمی ۲۰۔۲۵ منٹ میں ایک پارہ پڑھ سکتا ہے۔ جب ایک پارہ ایک دن میں پڑھے گا تو ایک لاکھ نیکیاں اس کے اعمال میں لکھی جائیں گی۔ انہیں چیزوں کے متعلق حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری مغفرت کی طرف سبقت کرو اور جنت کی طرف سبقت کرو، ورنہ دنیا کی چیزوں میں تو لوگ سبقت کرتے ہی ہیں۔

---

(۱) فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ: آپ کا نام نصر بن محمد بن احمد ہے۔ ابو اللیث سمرقندی کنیت سے اور امام الہدیٰ سے مشہور ہیں۔ آپ امام، لیدی، امام کبیر، فقیہ جلیل القدر، اور محدث وحید العصر تھے۔ ایک لاکھ احادیث اور امام محمد، امام وکیع، عبداللہ بن مبارکؒ کی کتابیں اور امام ابو یوسف کی کتاب الامالی آپ کو حفظ تھیں۔ امام ابو جعفر ہندوانی کے شاگرد خاص تھے۔ مختلف فنون میں بہت سی کتابیں تھیں جن میں فتاوی النوازل، تنبیہ الغافلین اور خزانۃ الفقہ مشہور ہیں۔ ۱۱ جمادی الثانیہ ۳۷۳ھ کی رات میں بلخ میں وفات پائی۔ سمرقند کے لوگوں نے آپ کی وفات پر ایک ماہ تک بازار نہ کھولے، دوسرے ماہ حاکم نے سمجھا کر کھلوائے۔

نفس کو بہلانے کا طریقہ

ڈاکٹر عبدالحی صاحب[1] پاکستان میں ہمارے ایک بزرگ گزرے ہیں، وہ تہجد کے تو پہلے سے عادی تھے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک روز تہجد کے وقت میری آنکھ کھلی، طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو میرا نفس کہنے لگا کہ بھئی اب تو تو ضعیف ہوگیا کمزور ہوگیا اور بیماری بھی ہے، تہجد فرض اور واجب تو ہے نہیں، اگر اس بیماری کی حالت میں چھوڑ دے تو کیا حرج ہے؟ اللہ کے یہاں کوئی پکڑ بھی نہیں اس لئے سوتے رہو تو اچھا ہے۔ میرے جی میں یہ خیال آیا اور ارادہ بھی ہوا کہ بات تو صحیح ہے کہ بھئی تہجد کی نماز کوئی فرض اور واجب نہیں پھر یہ بڑھاپے کا معاملہ ہے، اللہ تعالیٰ بھی ناراض نہیں ہوں گے۔ یہ سوچا، تو اٹھنے لگیں پھر ارادہ ہوا کہ تہجد کے لئے نہیں اٹھتا ہے تو کم سے کم ایک چھوٹا سا عمل کروں کہ بستر پہ سے اٹھ کر ذرا دعا ہی مانگ لوں، دعا تو کسی بھی حالت میں کر سکتا ہے وضو ہو نہ ہو، میں نے سوچا چلو

---

(۱) ڈاکٹر عبدالحی صاحبؒ: حضرت تھانویؒ کے ممتاز خلیفہ اور دارالعلوم کراچی جیسی عظیم دینی درسگاہ کے سرپرست اعلیٰ۔ حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب کی ولادت ۸ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ مطابق جون ۱۸۹۸ء میں ہوئی۔ ابتدائی دینی تعلیم کے بعد ۱۹۰۵ء میں انگریزی اسکول میں داخلہ لیا۔ کانپور اور علی گڑھ میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد لکھنؤ یونیورسٹی سے قانون (وکالت) کی ڈگری حاصل کی۔ میرٹھ، بجنور، بہرائچ اور جونپور میں وکالت کی۔ ۱۹۲۳ء میں اپنے خسر ... صاحب کے توجہ دلانے سے حضرت تھانویؒ سے تعلق قائم کیا اور پھر خلافت کا شرف بھی حاصل کیا۔ ۱۹۳۵ء میں ... وکالت چھوڑ کر ہومیو ... ۱۹۳۶ء میں ہومیوپیتھک ڈاکٹری شروع کی۔ جسمانی علاج کے ساتھ ساتھ روحانی معالج بھی تھے۔ مطب میں جسمانی اور روحانی دونوں طرح کے نسخے بٹتے تھے۔ حضرت تھانویؒ کے مزاج شناس اور حضرت تھانویؒ کی تعلیمات کے امین تھے۔ ساری زندگی حضرت تھانویؒ کی تعلیمات کی ترجمانی میں صرف کرتے ہوئے ''معارف حکیم الامت'' ''بصائر حکیم الامت'' اور ''مآثر حکیم الامت'' کتابیں لکھیں۔ نیز آپ کی تصنیفات میں اسوۂ رسول اکرم ﷺ اور احکام میت کی شہرت ... ہے۔ جون ۱۹۵۰ء میں ترک وطن کر کے پاکستان ہجرت فرما گئے۔ شیخ الاسلام مفتی محمد رفیع عثمانی اور ... مفتی تقی عثمانی آپ کے خلفاء میں سے ہیں۔ ۱۵ رجب ۱۴۰۶ھ کو کراچی میں وفات ہوئی۔

دعاء کرلوں اس لئے میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور دعاء مانگنی شروع کی۔ پھر میں نے اپنے نفس کو بہلانا شروع کیا کہ جب تو اٹھ گیا ہے تو تھوڑا سا دو قدم چل کر وضوء کرلے اور دو رکعت نماز پڑھ لے اس میں کیا بگڑ جائے گا، پھر میں اٹھ گیا استنجاء کیا وضوء کیا پھر تہجد کی نماز پڑھ لی۔ تو اس طرح اللہ تعالیٰ نے میری اس دن کی تہجد قضاء ہونے سے بچالی۔

آدمی اپنے نفس کا فرمانبردار نہ بنے، نفس کو اپنے تابع کردے۔ میں نے پہلے بھی بتلایا تھا کہ جو آدمی نفس کا تابع بنتا ہے تو پھر وہ نفس کا اتنا غلام بن جاتا ہے کہ کوئی کام اس کے خلاف نہیں کرسکتا۔ ہم اپنے نفس کو اگر اللہ تعالیٰ کے خاطر، اللہ کی رضاء کے خاطر ناراض کرتے رہیں گے، اس پر تھوڑی مشقت ڈالتے رہیں گے تو پھر وہ عادی ہوتا چلا جائے گا، پھر اس کے لئے نیکی کرنا آسان ہو جائے گا۔ اہل اللہ کے لئے نیکی کرنا کوئی مشکل نہیں ہوتا اور ہمارے لئے مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ ہم ہر وقت اپنے نفس ہی کی مانتے ہیں اور ہر وقت چاہتے ہیں کہ سہولت ملے۔ ہماری طبیعتیں آرام پسند ہو چکی ہیں، دین کے خاطر تکلیف اٹھانے کا جذبہ ہمارے اندر نہیں رہا اس وجہ سے یہ تکلیف آ کھڑی ہوئی کہ نیکیوں کی طرف سبقت نہیں ہوتی۔ تو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے یہ مبارک موقع عطاء فرمایا تھا جتنا جس سے ہوا اتنا اس نے کیا، اب آئندہ محنت جاری رکھیں۔

روزے کا مقصد زندگی میں تقویٰ لانا

رمضان میں حق تعالیٰ نے ہم پر جو روزے فرض کئے تھے اس کا مقصد اللہ تعالیٰ اس طرح بیان فرماتے ہیں ﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ اے ایمان والو! روزہ تم پر اس لئے فرض کیا گیا تاکہ تم اپنی زندگی میں تقویٰ پیدا کرلو۔ تقویٰ کیسے حاصل ہوتا ہے؟ کہ رمضان کے تیس دن گزرے، جو چیزیں حلال تھی جیسے کھانا پینا اور بیوی سے صحبت اس سے دن بھر رُکے رہے

محض اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے۔ کھانا پینا اور بیوی سے ہمبستر کرنا یہ عام حالات میں تو حلال ہے لیکن اللہ کے ڈر کی وجہ سے روزے کی حالت میں ہم ان چیزوں کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے۔ اندھیری کوٹھری کے اندر ہو، خلیجہ ہو، وہ ہو، کوئی دیکھنے والا نہ ہو، ٹھنڈا پانی موجود ہو، قسم قسم کی غذا موجود ہو، سب کچھ اس کے سامنے موجود ہو لیکن اللہ کا ڈر لگا ہوا ہے جس کی وجہ سے ایک لقمہ بھی نہیں کھا سکتا، کھاؤں گا تو میرا رب ناراض ہو جائے گا، کھاؤں گا تو میرا روزہ ٹوٹ جائے گا، اللہ کی ناراضگی ہو جائے گی۔ یہ تقویٰ ہم کو روزہ میں اتنا تو ضرور حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس تقویٰ کو باقی رکھو تم زندگی بھر۔ بارہ مہینے بھی آدمی اس تقویٰ کو باقی رکھے اور جب ارادہ ہو گناہ کا تو وہ گناہ جس سے روکا گیا ہے اور وہ کام جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے تو وہ خیال اور ڈر جو روزے کی حالت میں ہم کو آتا تھا کہ کھاؤں گا تو اللہ ناراض ہو جائے گا، ان گناہوں کو کرتے وقت ہم کو یہ خیال آنا چاہئے تو ہم کو تقویٰ حاصل ہوا۔ ورنہ تو رمضان میں ہم فقط کھانے پینے سے تو رکے رہے، اس کے علاوہ ہم نے رمضان کا کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔ اور اگر تقویٰ حاصل نہیں کیا تو یہ بڑی فکر کی بات ہے کہ کھانے پینے کی چیزیں جو غیر رمضان میں حلال ہیں اس سے تو ہم اللہ کے ڈر کی وجہ سے رک گئے، لیکن جو باتیں اللہ تعالیٰ نے عام حالات میں بھی حرام کر دی ہیں ہم ان سے نہیں رکتے، ان کے کرتے وقت اللہ کا ڈر پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے روزے کا مقصد یہ ہے کہ زندگی بھر تم تقویٰ والی صفت ہمارے اندر رہے۔

اس کے بعد انسان یہ سوچے کہ یہ رمضان میری زندگی میں انقلاب لانے کا ذریعہ بن جائے۔ اب تک جو زندگی نافرمانیوں میں، کوتاہیوں میں اور گناہوں میں گزری اس کو انسان بدلنے کا ارادہ کرلے اور نیکیوں والی زندگی کا ارادہ کرلے تو یہ رمضان ضرور ہمارے اندر انقلاب لانے کا ذریعہ بنے گا۔ ورنہ تو رمضان آتے ہی رہتے گذرتے ہی

رہے اور ہم جن گناہوں میں مبتلا ہیں وہ جاری ہی رہے تو پھر یاد رہے کہ رمضان کے مقصد کو ہم نے پایا ہی نہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی توبہ

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ [1] مشہور تابعی اور حضرت امام ابوحنیفہ کے خاص شاگرد ہیں۔ پہلے ان کے یہاں روزانہ گانے بجانے کی محفل ہوتی تھی، شراب نوشی کی مجلس ہوتی تھی، خود بھی گانا بجانا جانتے تھے۔ تو عبداللہ بن مبارکؒ نے ایک دن اپنے گھر والوں کو کہا کہ ہمارا جو فلاں سیب کا باغ ہے آج وہاں مجلس ہوگی۔ چنانچہ سب ان کے دوست وغیرہ وہاں پہنچ گئے اور پھر وہاں شراب و ناچ گانے کی مجلس شروع ہوئی۔ یہ خود بھی بجانے میں مصروف تھے اسی طرح رات گزرتی رہی۔ اتفاق سے ان کی آنکھ لگ گئی تھوڑی دیر کے بعد آنکھ کھلی تو دیکھا کہ ان کا جو باجہ ہے وہ بند ہو چکا اس کی آواز ختم ہوگئی تو عبداللہ بن مبارکؒ نے پھر اس کو شروع کیا لیکن یہ بجتے نہیں بند ہو گیا۔ یہاں تک انہوں نے اس کو کھولا، ریپیر تک بھی کی اور پھر سے اس کو بجانا شروع کیا لیکن اس میں سے کوئی آواز نہیں آ رہی تھی۔ دو تین مرتبہ ایسا کیا، بڑے پریشان ہوگئے کہ بھئی اس کو کیا ہو گیا بجتا کیوں نہیں۔ پھر ایک دفعہ کوشش کی تو اس میں سے آواز آئی لیکن ایک عجیب و غریب آواز آئی کہ ان کی ساری غفلت ختم ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ کو ان کو ہدایت دینا مقصود تھا، اللہ تعالیٰ ان کو توفیق دینا چاہتے تھے تو اس موسیقی کے اندر سے آواز آئی کہ ﴿الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبہم

---

[1] عبداللہ بن مبارکؒ: محدث جلیل، فقیہ عظیم، عالم ربانی عبداللہ بن مبارکؒ کی ولادت ۱۱۸ھ میں ہوئی۔ بہت سے تابعین سے علم حاصل کیا۔ اور آپ کے شاگردوں میں یحییٰ بن معین، یحییٰ بن سعید قطان جیسے محدثین شامل ہیں۔ آپ امام اعظم ابوحنیفہ کے شاگرد خاص اور آپ کی فقہی جماعت کے رکن تھے۔ بغداد میں آپ کی درس حدیث کا باب ہے ۱۸۱ھ میں وفات پائی۔

لذکر اللہ" یہ قرآن کی آیت اس باغ میں سے سنائی دی کہ کیا ابھی تک ایمان والوں کے
پاس وہ وقت نہیں آیا کہ وہ اللہ سے ڈرنے والے بن جائیں۔ انسان سوچتا ہے کہ کل نیکی
کروں گا، سال دو سال بعد کروں گا، ایسے میں اگر موت آگئی تو پھر تمہارا وقت تمہارے پاس
سے نکل جائے گا۔ یہ آیت جب ان کے کانوں میں پڑی تو فوراً ان کے دل پر اثر ہوا۔
دوسری ایک روایت میں ایسا ہے کہ باغ میں سیب کے درخت تھے، ایک درخت پر پرندہ
بیٹھا ہوا تھا اس کے منہ سے یہ آواز آئی کہ "الم یأن للذین آمنوا ان تخشع
قلوبهم لذكر الله" بہر حال جب انہوں نے یہ آیت سنی تو فوراً ان کے دل پر اثر ہوا
کہ اللہ تعالیٰ تو ہم سے کیا چاہ رہے ہیں کہ تم جس حال میں ہو، جس وقت میں ہو اس حال
میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، آنے والے وقت کا انتظار مت کرو، زندگی کا ایک لمحہ جو
تمہارے پاس ہے تو اس لمحہ کا فیصلہ کر لو اور نافرمانی چھوڑنے کا ارادہ کر لو، یہ مت سوچو
کہ آئندہ وقت ملے گا، موت ہر وقت انسان کے سر پر کھڑی ہے، تمہیں کیا پتہ کہ ایک
منٹ بعد زندہ رہو گے یا نہیں، تمہیں اس کی بھی خبر نہیں، اس کا معلوم نہیں۔ اس لئے
اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ تم جس حال اور جس وقت کے اندر ہو توبہ و استغفار کرکے تقویٰ
اختیار کرو۔ عبداللہ بن مبارک نے جب یہ آیت سنی تو ان پر ایسا اثر ہوا کہ سب کچھ چھوڑ دیا
اور کہنے لگے کہ "بلى الآن يا ربي بلى الآن يا ربي" اے میرے رب کیوں نہیں؟ اب
میری توبہ کا وقت آگیا ہے۔ اسی وقت سارے نافرمانی کے کاموں سے توبہ و استغفار کیا اور
اپنے زمانے کے بڑے محدث بن گئے، محدث عبداللہ بن مبارک۔ پھر انہوں نے حدیث
پر کتابیں بھی لکھی تھیں مثلاً "کتاب الزهد والرقائق" اس میں حضور ﷺ کی عجیب عجیب
احادیث لکھی ہیں۔

بہر حال کبھی انسان پر غفلت کا وقت ہوتا ہے، شیطان اور نفس سے انسان کبھی

مغلوب ہو جاتا ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ درست ہونے کا موقع دے تو اسے ہاتھ سے جانے نہ دینا چاہئے۔ جب اللہ نے ہمیں رمضان میں یہ موقع دیا اور اللہ کے فضل سے کچھ سنا یا اور ہم نے کچھ ارادے بھی کئے تو اب ہم ان ارادوں کو باقی رکھیں، ختم نہ کردیں، ورنہ تو موت کب آنے والی ہے کچھ پتا نہیں سکتے۔

حضرت حسن بصریؒ کی زندگی میں انقلاب

حضرت حسن بصریؒ[1] کی زندگی میں تبدیلی لانے کا واقعہ جو بعض کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ حسن بصریؒ پہلے بڑے تاجر اور بڑے مالدار آدمی تھے، دین سے ان کو کوئی شغف نہیں تھا، دین سے زیادہ تعلق نہیں تھا۔ بڑے تاجر آدمی تھے تو تجارت کے لئے دور دور ملکوں میں جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ کسی ملک میں تجارت کے لئے گئے، وہاں کے بڑے بڑے مالداروں سے ملاقات ہوئی۔ ان مالداروں نے کہا کہ آج تو تجارت کے متعلق کوئی بات چیت نہ ہوگی بلکہ آج ہمارے یہاں بہت بڑا اجلاس ہوگا وہاں پر ہم کو جانا ہے۔ حسن بصریؒ اس وقت شاہی مہمان تھے اس لئے ان کا قیام ایک وزیر کے یہاں تھا۔ اس وزیر کے ساتھ اس اجلاس کی جگہ پر گئے جو جنگل میں تھی۔ جنگل کے اندر گئے، وہاں دیکھا کہ ایک بہت بڑا قبہ بنا ہوا ہے، وزیر اور حسن بصریؒ دور کھڑے رہے، انہوں نے دیکھا کہ سب سے پہلے شاہی فوج اس قبہ کے پاس آئی اور وہاں چاروں طرف کھڑے رہ کر وہ اپنی زبان سے

---

[1] حضرت حسن بصریؒ: کبار تابعین میں سے ہیں۔ حضرت عمرؓ کی خلافت میں ۲۲ھ میں ولادت ہوئی، حضرت عمرؓ نے اپنے مبارک ہاتھ سے تحنیک فرمائی۔ آپ کی والدہ حضرت ام سلمہؓ کی خدمت کرتی تھیں، حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد بصرہ تشریف لے آئے، حضرت علیؓ سے مدینہ میں ملاقات ہوئی تھی۔ بڑے ہی عبادت گزار اور ہر فن کے امام تھے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، انس بن مالکؓ اور ابن عباسؓ وغیرہم سے روایت کرتے ہیں اور آپ سے تابعین و تبع تابعین کی ایک جماعت روایت کرتی ہے۔ رجب ۱۱۰ھ میں وفات ہوئی۔

کچھ کہنے لگے۔ حسن بصریؒ دور تھے اس لئے ان کو سمجھ میں نہیں آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس ہوگئے اور پھر شاہی بڑے بڑے ڈاکٹر اور طبیب اس قبہ کے پاس آئے، انہوں نے بھی کچھ کہا اور کہہ کر واپس ہوگئے۔ تیسرے نمبر پر شاہی بڑے بڑے علماء، زاہد اور عابد وہاں پہونچے، انہوں نے کچھ کہا اور وہ بھی واپس ہوگئے۔ اس کے بعد پھر چند نوجوان بچے وہاں پہونچے، انہوں نے بھی کچھ کہا اور وہ بھی واپس آگئے۔ اس کے بعد پھر حسین خوبصورت باندیاں پہونچیں، وہ بھی کچھ کہہ کر واپس آگئیں۔ آخر میں پھر بادشاہ گیا اور وہ بہت دیر کھڑا رہ کر وہ بھی واپس آگیا۔ حضرت حسن بصریؒ دیکھ رہے تھے کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ ہے کیا چیز؟ اور یہاں یہ کیا کہہ کر واپس جارہے ہیں؟ تو وزیر سے انہوں نے پوچھا کہ کیا ماجرا ہے؟ تو وزیر نے کہا: یہ جو قبہ ہے اس کے اندر بادشاہ کا لڑکا مدفون ہے، اس بادشاہ کا ایک ہی لڑکا تھا اور وہ حد سے زیادہ اس سے محبت کرتا تھا اور اس نے سوچ لیا تھا کہ میرے مرنے کے بعد میرا نائب، میرا قائم مقام یہی لڑکا بنے گا۔ سب کچھ اس کے لئے تیاری کرچکا تھا، اتفاق سے وہ بیمار ہوگیا اور ایسا بیمار ہوا کہ اس کا علاج نہیں ہوسکا اور وہ لڑکا مرگیا۔ تو یہ بادشاہ ہر سال تھوڑے دنوں میں اپنے غم کو تازہ کرنے کے لئے یا اپنے غم کو بھلانے کے لئے اس قبہ پر آتا ہے۔ تو سب سے پہلے شاہی فوج گئی اور انہوں نے یہ کہا: اے شہزادہ! جب تو بیمار ہوگیا اور تیری موت کا وقت قریب آگیا تو ہم نے یہ سوچا کہ تیری جان بچانے کے لئے اگر پوری فوج بھی ہلاک اور برباد ہوجائے تب بھی ہم تیری جان بچانے کے لئے اپنی جانوں کی قربانی دینے کے لئے تیار تھے، لیکن تو اس ذات کے قبضہ میں چلا گیا کہ وہاں دنیا کی بڑی سے بڑی فوج اور طاقت نہیں چلتی، ہم عاجز آگئے، آخرکار تجھے اس کے قبضے میں اور دست قدرت میں جانا پڑا، اور یہ کہہ کر واپس ہوجاتے ہیں۔ اور جو اطباء اور بڑے بڑے ڈاکٹر ہوتے ہیں وہ جاکر کہتے ہیں: اے شہزادے! ہم تو بہت علم طب اور ڈاکٹری فن

جانتے ہیں مختلف قسم کی دوائیاں جانتے ہیں، ہم نے تیری جان بچانے کے لئے کوشش کی
لیکن تو اسی ذات کے قبضہ میں چلا گیا کہ وہاں کسی کی دوائیاں کچھ مفید نہ رہیں۔ فارسی میں
مقولہ مشہور ہے "چوں قضا آید طبیب ابلہ شود" کہ جب موت آتی ہے تو حکیم بھی بے وقوف
بن جاتا ہے اور ایسی دوا کھلاتا ہے جس سے اس کو ری ایکشن ہو جاتا ہے اور کوئی تکلیف بڑھ
جاتی ہے اسی میں مر جاتا ہے۔ تیسرے نمبر پر جو بڑے بڑے زاہد اور عابدوں کی جماعت تھی
وہ جا کر کہتی ہے کہ اے شہزادے! ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں،
تیرے لئے ہم نے خوب دعائیں کیں، جتنا ہو سکتا تھا ہم نے اللہ کے سامنے گڑگڑایا
لیکن اللہ کو منظور یہی تھا تو اس کے قبضہ میں چلا گیا اس لئے ہماری دعاؤں سے تیری
جان بچ نہیں سکی۔ اور اس کے بعد پھر وہ چھوٹے چھوٹے بچے اور باندیاں انہوں نے بھی
یہی کہا کہ ہم اپنے حسن اور اپنی جوانی کو، اپنے بچپن کو تیری خاطر قربان کرنے کے لئے تیار
تھے اگر تیری جان بچ جاتی اور ہماری جان چلی جاتی تو اس کے لئے بھی ہم راضی تھے لیکن
تقدیر کی طاقت کے سامنے کسی کی طاقت نہیں چلتی اس لئے ہم تجھے نہیں بچا سکے۔ آخر میں وہ
بادشاہ آکر کہتا ہے: اے میرے شہزادے! تو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ کتنی
طاقت دی، کتنی قدرت دی، کتنے اسباب دیئے سب اسباب میں نے تیرے لئے صرف کر
دیئے لیکن تو اسی ذات کے قبضے میں چلا گیا کہ وہاں دنیا کے اسباب کچھ کارگر نہیں ہوتے۔
یہ کہہ کر پورا مجمع رو کر چلا جاتا ہے۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ جب یہ واقعہ اس نے
مجھے سنایا تو فوراً میرا دل بھر آیا، آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے کہ واقعی زندگی کی یہی حقیقت
ہے کہ انسان لاکھ چاہے اپنی زندگی کو بچانا موت اس کو چھوڑتی نہیں ہے۔ انسان یہ سوچے
کہ میری زندگی باقی ہے میں یہ کروں گا، ابھی بہت وقت باقی ہے، یہ اس کی حماقت ہے۔
ہم رات دن واقعات پڑھتے ہیں کہ فلاں آدمی اس کو بیماری نہیں تھی اچانک مر گیا، ابھی

یہاں سے بات چیت کر کے گیا اور ابھی وہ روانہ ہو گیا۔ ایسے روزانہ کے سیکڑوں واقعات ہم سنتے ہیں اور اخبارات میں پڑھتے ہیں۔ لیکن انسان اپنے بارے میں کیوں سوچتا ہے کہ ابھی تو مجھے بہت جینا ہے، ابھی میرے پاس بہت وقت ہے۔ یہ شیطانی دھوکہ ہے۔ رمضان کی برکت سے جو ارادے ہم نے نیکیوں کے کئے اور جن گناہوں میں مبتلا ہیں ان کو چھوڑنے کے ارادے کئے ان پر ہم برقرار ہو کر گیارہ مہینے گذاریں۔ پھر اللہ دوسرا رمضان دے گا تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ تازگی، نئی روح پیدا ہوگی۔ کم سے کم گیارہ مہینے کا ارادہ کرے کہ گیارہ مہینے اسی حالت میں ہمارے گذریں جیسے ہم نے رمضان گذارا۔

جنّت متقیوں کے لئے اور جہنّم شہوت پرستوں کے لئے

اس لئے میں نے یہ آیت پیش کی تھی کہ اللہ کا حکم یہ ہے کہ مغفرت کی طرف اور جنت کی طرف دوڑو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمینوں کی چوڑائی کے برابر ہے۔ اور یہ جنت اللہ تعالیٰ نے کس کے لئے رکھی ہے؟ متقیوں کے لئے، اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے، اللہ کے ڈر سے گناہوں کو چھوڑنے والوں کے لئے، اللہ نے ان کے لئے جنت رکھی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ حُجِبَتِ النار بالشهوات وحُجِبَتِ الجنة بالمكاره [1] حضرت ابوہریرہؓ [2]

---

[1] بخاری شریف، کتاب الرقاق، باب حجبت النار بالشهوات ۲/۹۶۰

[2] حضرت ابوہریرہؓ امام الحدیث والفقہ حضرت ابوہریرہؓ کا نام عبداللہ یا عبدالرحمٰن تھا۔ قبیلۂ دوس کے رہنے والے تھے۔ اصحاب صفہ میں سے ہیں۔ ۷ھ میں اسلام سے مشرف ہوئے تو رسول اللہ ﷺ کے دامن تربیت سے وابستہ ہو کر تین سال تک کثرت سے اکتساب فیض کیا۔

رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں کی برکت سے آپ کا حافظہ قوی ہو گیا تھا، حال یہ ہے کہ سب سے زیادہ روایتیں آپ ہی سے مروی ہیں جن کی تعداد ۵۳۷۴ ہے۔ اصحاب افتاء اور اصحاب روایت میں سے ہیں۔ وفات ۵۷ھ یا ۵۸ھ یا ۵۹ھ میں ہوئی۔ ۸۰ سال کی عمر پائی۔

فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”جہنم ڈھانپ دی گئی ہے شہوتوں اور لذتوں سے اور جنت ڈھانپ دی گئی ہے تکلیفوں اور مشقتوں سے۔“ اگر اپنی ذات کے لئے انسان لذتیں اٹھاتا رہے چاہے اللہ کے احکام توڑیں، تو یہ لذتیں اٹھانے کا نتیجہ کیا ہوگا؟ کہ ان لذتوں کے بعد جہنم رکھی ہے۔ اور اللہ کو راضی کرنے کی خاطر تھوڑی اپنے نفس پر مشقت ڈال دی، تھوڑی تکلیف اٹھائی تو پھر ان تکلیفوں کے بعد حق تعالیٰ نے ہمارے لئے جنت رکھی ہے۔ اس لئے تھوڑی سی لذت کی خاطر، تھوڑے سے مزے کے خاطر ہم جہنم کا اتنا بڑا عذاب کیوں مول لیں؟ جب گناہ کرنے کا ارادہ ہو تو اس وقت آدمی اتنا تو سوچے کہ میں جو گناہ کر رہا ہوں، اس کے لئے اللہ نے جہنم تیار کر رکھی ہے، وہاں کی آگ کیسے برداشت کروں گا؟ نفس اگر کہے کہ بعد میں دیکھا جائے گا، ابھی کہاں ہے جہنم؟ تو ذرا اتنا سوچے کہ ابھی اگر آگ کا ایک انگارہ بلکہ ایک چنگاری اپنے ہاتھ میں رکھ لیں تو وہ کتنی دیر ہم برداشت کر سکتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ ایک دومنٹ بھی اس کو ہم برداشت نہیں کر سکتے تو جہنم کے ایسے عذاب کو ہم کیسے برداشت کر سکیں گے؟ اللہ نے جہنم کے اندر ایسی وادیاں رکھی ہیں کہ جہنم خود روزانہ چار سو مرتبہ ان سے پناہ چاہتی ہے[۲] اور اللہ سے کہتی ہے کہ اے خدا! تکلیف والی وادی میرے اندر کیوں رکھی؟ تو جب جہنم بھی ان سے پناہ چاہتی ہے تو ہم گناہ گار گناہ کرکے، اللہ کی نافرمانیاں کرکے ان وادیوں کو کیوں خریدیں؟ اللہ تبارک و

---

[۱] عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ تعوذوا بالله من جب الحزن، قالوا: يا رسول الله، وما جب الحزن؟ قال: واد في جهنم يتعوذ منه كل يوم مائة مرة، قيل يا رسول الله! ومن يدخله؟ قال: القراء المراؤن باعمالهم. (سنن ترمذی شریف، ج ۲، ص ۶۳)

[۲] عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ: ان في جهنم لواديا يقال له لملم إن أودية جهنم لتستعيذ بالله منه. (مسند عبد الله بن المبارك، باب في جهنم لواديا يقال له لم لم) (كنز العمال، ذكر النار وصفتها، رقم الحديث ۳۹۶۹۲، ج ۱۴، ص ۲۲۲)

تعالیٰ نے تو ہماری جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے۔[1] اس لئے ہم بِک جائیں، اپنا مال اور اپنے اوقاتِ زندگی جو ہیں ان کو اللہ کی مرضی کے اندر گذاریں، اللہ اس کے بدلے ہم کو جنت عطا فرمائے گا۔

دو عام نعمتیں: تندرستی اور فرصت

حضرت عبداللہ بن عباسؓ[2] کی روایت عرض کر کے اپنی بات ختم کر دوں گا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جنابِ رسالت مآب سرکارِ دو عالم ﷺ فرماتے ہیں، دو نعمتیں ایسی ہم انسانوں کو ملیں، بعض نعمتیں تو ایسی ہوتی ہیں جو بعض لوگوں کو ملتی ہیں اور کچھ اس سے محروم رہتے ہیں، لیکن دو نعمتیں ایسی ہیں جو دنیا کے ہر انسان کو ملی ہیں، "الصحة والفراغ"[3] تندرستی کا زمانہ اور فرصت کا زمانہ۔ ہم اپنے اپنے دلوں میں ذرا جھانک کر کے دیکھیں کہ اللہ نے یہ دو نعمتیں ہمیں دی تھیں؟ کتنی فرصت ملی اور جوانی سے لے کر اب تک فرصت کے کتنے موقعے آئے کہ اس میں ایسے ایسے کام کر سکتے تھے کہ اللہ کی رضا ہم کو حاصل ہو جائے۔ لیکن ہم نے ان فرصت اور ان خالی اوقات کو یا تو اللہ کی ناراضگی

---

[1] إن الله اشترى من المؤمنين أنفسهم وأموالهم بأن لهم الجنة. (سورة التوبة، آیت ۱۱۱)

[2] حضرت عبداللہ بن عباسؓ: رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس حضور ﷺ کے چچازاد بھائی بھی ہیں اور بھانجے بھی۔ آپ کی والدہ لبابہ بنت الحارث حضرت میمونہ کی بہن تھی۔ ہجرت سے ۳ سال قبل ولادت ہوئی۔ حضور ﷺ کی وفات کے وقت ۱۳ سال عمر تھی، حضور ﷺ نے آپ کے لئے حکمت، تفقہ اور تاویل کی دعا فرمائی تھی، اس کا نتیجہ ہے کہ آپ ترجمان القرآن کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت عمرؓ بھی آپ کو قریب بٹھاتے اور اہم امور میں ان سے مشورہ بھی لیتے۔ آخری عمر میں بینائی جاتی رہی تھی۔ ۶۸ھ میں عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت میں طائف میں وفات پائی، ۷۱ سال کی عمر پائی۔ بے شمار صحابہ و تابعین نے آپ سے روایتِ حدیث کی ہے، آپ کی روایات کی تعداد ۱۶۶۰ ہے۔

[3] عن ابن عباس قال: قال رسول الله ﷺ: نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس الصحة والفراغ (بخاری شریف، كتاب الرقاق، ج ۲، ص ۹۴۹)

میں صرف کیا یا فضول ضائع کیا، اس میں کوئی نیک کام نہیں کیا۔ اللہ کے بہت سے بندے ایسے ہیں جو اپنے وقت کی قدر کرتے ہیں۔

عید کے مبارک دن میں ہماری حالت

اور ہمارے یہاں تو ایک عمومی ماحول ہے کہ جب کبھی فرصت کا وقت ملتا ہے تو آدمی کہتا ہے کہ چلو ذرا پکنک چلے جائیں ٹائم پاس کرنے کے لئے۔ اب شیطان تو چھوٹ گیا کل عید کا شکریہ یہ ادا کریں گے کہ چلو عید کی خوشی میں ذرا ایک فلم دیکھیں، عید کی خوشی میں ناچ گانا کرلیں، کوئی ایسی جگہ پر چلے جائیں جہاں بے پردگی کا عام ماحول ہو، ساتھ میں اپنی اہلیہ کو بھی لے جاتے ہیں۔ گھر میں تو ٹی وی پر پردہ رکھا ہے لیکن بیوی کو باہر بے پردہ لے جاتے ہیں، ہماری عقل بھی عجیب ہوگئی ہے۔ تو عید کا شکریہ ہم اس طرح ادا کررہے ہیں۔ عام طور پر ہمارے معاشرے میں یہ بیماری ہے کہ جب عید ہوتی ہے تو عید کی خوشی میں ایسے پروگرام بناتے ہیں جن میں گناہوں کی کثرت ہوتی ہے۔ یاد رہے کہ اگر ایسے پروگراموں کا ہم نے ارادہ کرلیا تو میں سمجھتا ہوں شاید کوئی مغفرت والا اعلان ہمارے حق میں نہیں ہوا، اگر مغفرت والا اعلان ہمارے حق میں ہوا ہوتا تو ہم اس کا ارادہ نہ کرتے۔ اس لئے اس سے بچنا نہایت ضروری ہے۔

تندرستی کی قدر کرلو

تو عرض کرنے کا منشاء یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں حضور ﷺ نے دو نعمتوں کو ذکر فرمایا، تندرستی کی نعمت اور فرصت کی نعمت۔ اللہ نے ہم کو تندرستی دی ہے، آج ہم جو رکعت پڑھنا چاہیں پڑھ سکتے ہیں، اپنی زبان سے جتنا ذکر کرنا چاہیں کرسکتے ہیں، قرآن پاک کی جتنی تلاوت کرنا چاہیں کرسکتے ہیں۔ اور جب کبھی یہ نعمت چھین لی جاتی ہے

مثلاً زبان پر لقوی آ گیا، اللہ ہم سب کی اس سے حفاظت فرمائے، اب ایک مرتبہ سبحان اللہ پڑھنا چاہیں تو بھی نہیں پڑھ سکتا، ایک دفعہ درود شریف پڑھنا چاہیں تو درود شریف نہیں پڑھ سکتا۔ جس وقت اللہ نے زبان پر تندرستی رکھی تھی لاکھوں مرتبہ اس سے درود شریف پڑھ سکتا تھا، لاکھوں مرتبہ اللہ کے ذکر کے کلمات ادا کر سکتا تھا، تو اس وقت تو ہم نے غفلت برتی، اب بیماری میں ہم کو اس کی قدر ہوئی۔ اس لئے جو تندرستی کا زمانہ ہے، ہمارے ہاتھ، ہمارے پیر، ہماری آنکھیں، زبان، کان، ان سب سے ہم اللہ کو راضی کرنے کا کام کر سکتے ہیں۔ جو موقع اللہ نے ہم کو دیا ہے ہم اس کو غنیمت جانیں۔

ہم بزی ہیں ہمیں فرصت نہیں

اور فرصت بھی ہم سب کو ہے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان بہت بزی ہو جاتا ہے۔ آج کل جو کوئی بھی ہو، یہی کہتا ہے کہ میں بزی ہوں، کوئی کہتا ہے مجھے ٹینشن ہے، یہ دو کام آج کل زیادہ ہیں، ان دو کاموں نے ہم کو برباد کر دیا۔ دنیا کے کاموں میں بزی ہیں اور اس کا ٹینشن دماغ میں ہے۔ آخرت کا ٹینشن ہمارے اوپر نہیں آتا ہے، آخرت کے لئے ہم بزی نہیں رہتے۔ بہت سے لوگ آتے ہیں، کوئی مسئلہ پوچھتے ہیں، ان کو کہتے ہیں کہ کل دوپہر میں اس کا جواب لے جانا، تو کہتے ہیں کہ نہیں نہیں، ہر وقت میں بزی رہتا ہوں، تو کیا ہم فرصت میں بیٹھے ہیں؟ بھائی تو بزی ہیں تو کیا ہمارا وقت بزی نہیں ہیں، عجیب لوگ ہوتے ہیں۔ راندیر میں ہمارے ایک تعلق والے ہیں، ان کے ایک بھائی بیچارے حادثہ کا شکار ہو گئے۔ ان کے سامنے اپنے بھائی کا انتقال ہو گیا تو ان کو دل پر اتنی وحشت طاری ہو گئی کہ گھر سے باہر نکلنا بند کر دیا۔ انہوں نے مجھے کہا کہ ذرا آ کر کے دم کر دو یا سمجھا دو، میں نے کہا: ٹھیک ہے عصر میں مسجد میں آنا ساتھ چلوں گا ان شاء اللہ۔ تو اس نے کہا کہ میں تو عصر میں

نہیں آسکتا، میرا انتظار مت کرنا، کسی نماز میں میں آپ کو لے جاؤں گا۔ میں نے کہا: عجیب بات ہے بھائی، میں تمہارے لئے آنے کے لئے تیار ہوں اور تم کہتے ہو کہ مجھے کام ہے اس لئے میں نہیں آسکتا۔ تو یہ مزاج ہوگیا ہے لوگوں کا۔

مولانا ابرار احمدؒ کا واقعہ

حضرت مولانا ابرار احمد صاحبؒ دھولیوی [1] ہمارے بزرگ انتقال فرماگئے۔ انگلینڈ میں ایک مرتبہ تشریف لے گئے تو ایک صاحب نے ان سے کہا: مولوی صاحب تم یہیں پر رہو۔ تو حضرت نے کہا کہ مجھے تو بہت کام ہے، تو اس نے کہا: مولوی صاحب تمہارے کو کام ہے؟ (ENle ×çr »âÑ Aeـ) آپ یہیں رہیں تو اچھا ہے۔ تو انہوں نے برداشت کیا تو وہ صاحب تھوڑی دیر دس منٹ کے قریب بیٹھے، دس منٹ کے بعد وہ اٹھ کر جانے لگے تو حضرت نے کہا: اور تھوڑی منٹ، تو انہوں نے کہا: نہیں نہیں اور تو بیٹھ نہیں سکتا ہوں، مجھے تو بہت کام ہے، تو حضرت نے کہا: بھائی! جب تو دس منٹ نہیں نکال سکتا ہے تو

---

[1] مولانا ابرار احمد دھولیوی: خطیب الامت حضرت مولانا ابرار احمد دھولیوی تواپور ضلع دھولیہ مہاراشٹر کے رہنے والے تھے۔ ولادت ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ مطابق یکم جنوری ۱۹۲۳ء کو تواپور میں ہوئی۔ جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل میں تعلیم حاصل کر کے ۱۹۴۶ء کو فارغ ہوئے۔ حضرت شاہ وصی اللہ الہ آبادی سے بیعت کا تعلق تھا۔ ان کی وفات کے بعد حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ سے ارادت کا تعلق کر کے اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔ ۱۹۴۹ء کو جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل میں بحیثیت مدرس تقرر ہوا۔ ڈابھیل میں ترجمہ کلام پاک، مشکوۃ شریف، ابو داؤد شریف وغیرہ کتابیں زیر درس رہیں۔ ۱۹۶۲ء کو جامعہ فلاح دارین ترکیسر میں بحیثیت استاذ حدیث تشریف لے گئے جہاں ۳۱ سال نمایاں خدمات انجام دیں، جن میں آخری پانچ سال بخاری شریف جلد ثانی کا بھی درس دیا۔ ۱۷ ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۸ مئی ۱۹۹۵ء کو وفات ہوئی اور مادری کے "خورشید باغ" قبرستان میں مدفون ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری صاحب کے داماد ہونے کا شرف بخشا تھا۔ نیز باری تعالیٰ کی جانب سے عجیب وغریب قوت گویائی نصیب ہوئی تھی، جس کا نمونہ خطبات ابرار کے نام سے آپ کے بیانات دس جلدوں میں ہیں۔

مجھے کیوں کہتا ہے کہ پوری زندگی کہیں رہ جاؤ۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مولویوں کو فرصت ہے۔ اللہ نے ہم سے بھی کام لئے ہیں، ہم بھی کتابوں کے اندر مشغول رہتے ہیں، قرآن و احادیث کی خدمات میں مشغول رہتے ہیں، بڑوں کی بات میں کہہ رہا ہوں۔ تو لوگ سمجھتے ہیں کہ ہمارا جو وقت ہے وہی بڑی ہے باقی سب مولوی لوگ فرصت میں ہیں۔

اللہ والوں کو آخرت کی فکر

بہر حال اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت کا بڑی بنا دے، ہر وقت آخرت کی فکر ہم کو نصیب فرمادے۔ حضرت حسن بصریؒ کو اللہ تعالیٰ نے آخرت کی کیسی فکر نصیب فرمائی تھی۔ حضرت حسن بصریؒ ہمیشہ مغموم رہتے تھے، ان کے چہرے پر فکر اور غم کے آثار ہوتے تھے، جب انتقال ہوا تو غیب سے آواز آئی کہ آج آخرت کا فکر اور غم رکھنے والا انسان دنیا سے رخصت ہو گیا۔ بہت سے اللہ والے ایسے تھے کہ کبھی ان کے چہرے پر ہنسی نہیں آتی تھی، کسی نے پوچھا: حضرت ہنستے کیوں نہیں؟ تو کہا کہ میں کیسے ہنسوں؟ اللہ میاں نے دو طبقے رکھے ہیں، فریق فی الجنة وفریق فی السعیر ایک جماعت جنت میں جائے گی اور ایک جماعت جہنم میں جائے گی، مجھے معلوم نہیں کہ میرا شمار کس میں ہے، اگر جہنمی میں ہوں تو میرے ہنسنے سے کیا فائدہ؟ یہ فکر انسان کو نصیب ہو جائے، آخرت والی فکر، اللہ کو راضی کرنے والی فکر، تو پھر اس کے لئے نیکیاں کرنا آسان ہے، گناہوں سے بچنا بھی آسان ہے۔ حق تعالیٰ ہم کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

نیک ہدایت کی قدر کرو

بس مجھے تو یہی درخواست کرنی ہے، آج کوئی خاص بیان کرنے کا ارادہ بھی نہیں تھا مگر ایک درخواست کرنے آیا تھا کہ رمضان میں اللہ تعالیٰ دلوں کو نرم فرما دیتے ہیں اور

انسان کچھ ارادہ کرتا ہے کہ میں کچھ کروں گا۔ اس لئے ہم ارادہ کریں کہ جن نیکیوں کے ارادے ہم کر چکے ہیں ان کو کریں اور جن گناہوں سے توبہ کر چکے ہیں، اب ان کو چھوڑ دیں۔

ایک ہمارے دوست ہیں، ان کا معمول ہے کہ جب رمضان المبارک شروع ہوتا ہے تو داڑھی ان کی شروع ہو جاتی ہے اور عید کی رات میں ان کی داڑھی صاف ہو جاتی ہے۔ اتفاق سے ابھی ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ دعاء کرنا، میں نے کہا: دعاء تو کروں گا لیکن اب اس کو صاف مت کرنا، تو کہا کہ اگر اللہ ہدایت دے دے تو صاف نہیں کروں گا، میں نے کہا: اللہ نے ہدایت دی تب ہی تو تو نے رمضان میں داڑھی رکھی، اگر ہدایت نہ دیتا تو تو کیوں رکھتا؟ اب تو اللہ کی ہدایت کو ٹھکرا رہا ہے، ہوسکتا ہے کہ اللہ ہدایت چھین لے، پھر کبھی داڑھی رکھنے کا موقع نہ ملے۔ انسان یہ سوچتا ہے کہ بعد میں ہدایت ملی تو کروں گا۔ بھائی! ابھی ہدایت آئی اس کی قدر کیوں نہیں کرتے؟ اگر قدر نہیں کریں گے تو اللہ اپنی نعمت چھین لے گا اور پھر کبھی موقع دے نہ دے۔ ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ دل پر ایسا زنگ ڈال دے جس سے انسان کو نیک کام سے رغبت ہی نہ ہو۔

عبرتناک واقعہ

کبھی کبھی بڑے بڑے لوگوں سے بھی ایسا ہوتا ہے کہ جب وہ ہدایت کی ناقدری کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نعمت چھین لیتے ہیں۔ ایک بہت طویل قصہ ہے اس کو عرض نہیں کرنا ہے لیکن اس میں بتلایا ہے کہ ایک بہت بڑے محدث تھے ٣٠ ہزار حدیثیں ان کو یاد تھیں اور قرآن پاک کے حافظ تھے، ہزاروں ان کے مریدین تھے، ان سے کوتاہی ہوئی تو ایک واقعہ میں مبتلا ہو گئے یہاں تک کہ وہ سب حدیثیں وغیرہ بھول گئے۔ پھر اللہ نے ان کو دوبارہ ہدایت دے دی اور پھر ان کو قرآن پاک اور حدیثیں وغیرہ یاد ہو گئیں۔ درمیان میں ایک

ایک وقت گذرا کہ اس میں ان کے دل کا نور نکل گیا اور ان کی یہ حالت ہوگئی۔ ایک عورت پر عاشق اور فریفتہ ہوگئے تھے، اس نے ان کو کہا کہ جنگل میں جا کر سور چراؤ تب میں تم سے نکاح کروں گی، وہ اس کے لئے راضی ہوگئے اور قرآن، حدیث، عبادت سب بھول گئے۔ تو کبھی ناقدری ہو جاتی ہے تو انسان ایسے ایسے کاموں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

اعمال کی توفیق پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا چاہئے

یوں تو ہم بہت گناہگار ہیں لیکن اللہ میاں کو ہم پر رحم آ جاتا ہے کہ کہاں میں ان کی پکڑ کروں۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے رمضان میں دو چار رکعتیں پڑھ لیں، دو چار روزے رکھ لئے تو ہمارا مقام اونچا ہوگیا۔ ارے! ہمیں تو اپنی کوتاہی پر نظر رکھنی چاہئے، اپنے گناہوں پر نگاہ رکھیں۔ قیامت کے میدان میں حضور ﷺ بھی فرمائیں گے کہ ما عبدناک حق عبادتک کہ اے اللہ! ہم نے تیری عبادت کا حق ادا نہیں کیا۔ نبی ﷺ یہ فرما رہے ہیں تو ہمارا کیا حال ہے؟ اللہ نے فضل فرمایا اور اس کا نام لینے کی توفیق دی اس پر اللہ کا شکر ادا کریں۔ اے اللہ! ہم اس کے اہل نہیں ہیں لیکن تو نے اپنے فضل سے ہم کو قبول کیا، تیرا نام لینے کی توفیق عطا فرمائی تو تو ہی اس پر ہم کو ثابت قدم رکھ، اس پر ہم کو جمائے رکھ، کہیں ہمارے قدم نہ ہٹ جائیں۔ اور یہ دعا بتلائی قرآن میں رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً۔ یہ دعا کثرت سے پڑھنی چاہئے، اس سے ایمان مضبوط رہتا ہے اور ایمان پر آدمی جما رہتا ہے۔

عورتوں کے لئے لائحہ عمل

اب آخر میں ایک بات عرض کروں گا کہ کل میں نے پردہ کے متعلق عرض کیا تھا، ہماری ماں بہنوں سے بھی گذارش ہے وہ خود آپس میں عورتوں کی ایک میٹنگ بلائیں اور اس

تیں یہ سمجھے مریں کہ شوہر یا گھر کا کوئی بھی آدمی ہم والعیہ پردہ کے کسی بھی تقریب یا جلاس
میں شدلے جائے۔

ہماری دینی بہنیں اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے کتنی ضد کرتی ہیں مردوں سے
کتنی لڑائی جھگڑے کرتی ہیں، دین کے کام کیلئے وہ کیوں ضد نہیں کرتی، اس لئے کہ عورتیں
اگر دیندار بن جائیں تو میں سمجھتا ہوں کہ انشاء اللہ مردوں میں جلدی دینداری آجائے گی۔
اس لئے چند باتیں ان کے متعلق عرض کی تھی، مناسب کر کے پردہ کے متعلق۔ اور نمازوں کے
متعلق بھی ایک حدیث پہلے سنا چکا ہوں کہ اللہ کو ہنسی آتی ہے، ابھی تک تہجد کا ماحول تھا لہذا
اب اس کو جاری رکھیں کہ روزانہ پہلے ہی عورت اٹھ جائے اور اپنے شوہر کے چہرے پر تھوڑا
سا پانی چھڑک دے تو گھبرا کر وہ بھی اٹھ جائے گا، چاہے اس کو ایک طمانچہ کھانا پڑے لیکن
اللہ کو اس پر ہنسی آتی ہے۔ حدیث میں فرمایا گیا کہ ایک عورت اٹھ کر اپنے شوہر کے چہرے
پر تہجد کے لئے پانی چھڑک رہی ہے، حق تعالیٰ کو اس کی ادا پر ہنسی آجاتی ہے۔ اس لئے اس
عمل کو جاری رکھیں اور اس کا معمول برقرار رکھیں۔ حق تعالیٰ عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔

انعام کی رات کی قدر

اب یہ بات ختم کروں۔ اور یہ آج کی رات لیلۃ الجائزہ ہے (انعام کی رات) ابھی
تک کچھ کام کیا ہے تو یہ انعام کی رات کو ہم ضائع نہ کریں۔ اس رات میں بھی جتنا ہو سکے
تلاوت، ذکر میں، تہجد میں، صلوٰۃ التسبیح اور توبہ و استغفار میں ہم گذاریں۔ خاص طور سے
فضول باتیں نہ کریں۔ اپنے آپ کو غیبت، چغلی اور ادھر ادھر کی برائیوں سے ضرور بچائیں۔
اکثر دیکھا گیا کہ جہاں بھی عید کا چاند نظر آیا کہ دو چار جگہوں سے خبریں ملتی ہیں کہ فلاں جگہ
جھگڑا ہوا، فلاں مسجد میں جھگڑا ہوا۔ یہ کیوں ہوتا ہے؟ ہماری زبان کی حفاظت نہیں ہوتی ہے

اس لئے زبان کی حفاظت کریں۔ امید ہے کہ انشاء اللہ عید کے دن اللہ جو مغفرت کا اعلان فرمائیں گے ہم کو اللہ تبارک وتعالیٰ اس میں شریک کردے گا، یہ ہم امید رکھتے ہیں۔ اعمال تو ایسے نہیں ہیں لیکن ہمیں اللہ کی رحمت سے امید رکھنی چاہیے۔ تو لیلۃ الجائزہ کی قدر کریں۔

ہمارے بعض احباب نے درخواست کی کہ شب میں حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ کے وہ اشعار پڑھے جائیں جس میں دعا بھی ہے اور ذکر بھی ہے۔ تو ان کی درخواست پوری کردی جائے گی تاکہ ہماری یہ رمضان کی آخری مجلس دعا پر بھی اور ذکر پر بھی ختم ہو جائے۔ اس لئے آہستہ آہستہ "لا إله إلا الله" کا جب کلمہ آئے تو اس کو پڑھتے رہیں۔ یہ ہمارے بزرگ حضرت تھانویؒ کے خلیفہ گذرے ہیں۔ خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ ان کے یہ والہانہ اور عاشقانہ اشعار ہیں۔ تو عرض کرتا ہوں، پھر انشاء اللہ دعا ہوگی۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

ابیات در تضمین ذکرِ مجرّد و اثبات

اے مرے مولا میری نظر میں تُو ہی تُو ہو تُو ہی تُو
سب تو ہوں یا ہر دل کے اندر تُو ہی تُو ہو تُو ہی تُو

قلبِ تپاں میں دیدۂ تر میں تُو ہی تُو ہو تُو ہی تُو
میرے لئے تو بحر و بر میں تُو ہی تُو ہو تُو ہی تُو

کچھ نہ دکھائی دے مجھے ہرگز ناکھ ہوں منظر پیشِ نگاہ
اِلَّا اللّٰہ اِلَّا اللّٰہ ، اِلَّا اللّٰہ اِلَّا اللّٰہ

تُو جسے مجھ کو دونوں جہاں میں تُو ہی تُو بس تو ہی تُو
تُو جسے مجھ کو کون و مکاں میں تُو ہی تُو بس تُو ہی تُو

تُو جسے مجھ کو قالب و جاں میں تُو ہی تُو بس تو ہی تُو
تُو جسے مجھ کو سُود و زیاں میں تُو ہی تُو بس تُو ہی تُو

کچھ نہ دکھائی دے مجھے ہرگز ناکھ ہوں منظر پیشِ نگاہ
اِلَّا اللّٰہ اِلَّا اللّٰہ ، اِلَّا اللّٰہ اِلَّا اللّٰہ

جان سے بھی جو مجھ کو ہے پیارا تُو ہی تُو ہاں تُو ہی تُو
جس کے لئے سب مجھے گوارا تُو ہی تُو ہاں تُو ہی تُو

دونوں جہاں میں میرا سہارا تُو ہی تُو ہاں تُو ہی تُو
میری ناؤ کا کھیون ہارا تُو ہی تُو ہاں تُو ہی تُو

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً﴾

[سورۃ بقرۃ، آیت ۲۰۸]

معاملات ومعاشرت اور اخلاق کی اہمیت

مقام بیان: مسجد انوار، نشاط سوسائٹی، اڈاجن، سورت

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

الحمد للّٰہ، الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکّل علیہ، ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیّاٰت أعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضلّ لہ ومن یُضلِل فلا ھادی لہ ونشھد أن لا إلٰہ إلّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہ ونشھدُ أنّ سیّدنا وحبیبنا ونبیّنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہ صلّی اللّٰہ تعالٰی علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ وأصحابہ وبارک وسلم تسلیمًا کثیرًا کثیرًا، أما بعد فأعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ﴿یٰأیّھا الّذین اٰمنوا ادخلوا فی السّلم کافّۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن إنّہٗ لکم عدوٌّ مّبین﴾

وقال النبیُّ ﷺ : المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ. (١)

صدق اللّٰہ العظیم. وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذالک من الشاھدین والشاکرین والحمد للّٰہ ربّ العٰلمین.

حقوق العباد اور معاملات کی اہمیت

برادرانِ اسلام! کل میں نے یہ عرض کیا تھا کہ ایمان فقط اس کا نام نہیں ہے کہ انسان کلمہ پڑھ لے اس کے بعد فقط عبادتیں ادا کر لے۔ بلکہ ایمان کے اندر جیسے عبادات داخل ہیں اسی طرح ایمان کے شعبے معاملات، اخلاق، معاشرت یہ بھی ایمان کے اہم شعبے ہیں۔ جس طرح ایک عبادت انسان کے لئے ضروری ہے اسی طرح اسلامی طریقے پر آپس کا رہن سہن اور ایک دوسرے سے تعلقات بھی اس کے لئے ضروری ہے۔ جہاں ہم یہ سمجھتے

---

(١) صحیح بخاری شریف، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون، ج ١، ص ٦

ہیں کہ اگر عبادت میں ہم سے کچھ کوتاہی ہوئی یا ہوگی تو اس کی وجہ سے اللہ کے یہاں مواخذہ ہوگا پکڑ ہوگی اسی طرح یہ یقین ہم کو رکھنا ہوگا کہ جب ہماری معاشرت میں اگر کمی ہوگی، ایک دوسرے کے ساتھ رہن سہن میں غیر اسلامی طریقہ اختیار کیا یا ہماری بات سے کسی آدمی کو ایسی تکلیف پہونچے جس کا حق ہم کو نہیں تھا اس پر بھی یقین رکھنا چاہئے اس کے بارے میں بھی اللہ کے یہاں ہمارا مواخذہ ہوگا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے جو حقوق ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ اگر اپنا فضل وکرم فرمادے گا تو اس کے حقوق جو ہم سے ضائع ہوئے اللہ اس کو معاف کر دے گا، اس کی مشیت پر موقوف ہے اللہ چاہے گا تو معاف کر دے گا۔ لیکن بندوں کے جو حقوق ہیں ان کو اگر بندہ معاف نہیں کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو معاف نہیں کرے گا، یہ اللہ کے یہاں دستور ہے۔ اس لئے جتنا عبادات کا ہم اہتمام کرتے ہیں اتنا بلکہ اس سے بھی زیادہ اہتمام ہم کو معاملات کا، اخلاق اور معاشرت اور دوسرے کے ساتھ کس طرح پیش آئے ان چیزوں کا کرنا چاہئے۔

مفلس کون؟

حدیث پاک میں فرمایا گیا حضور اکرم ﷺ نے پوچھا صحابہ کرامؓ سے کہ بتلاؤ مفلس کون ہے غریب کون ہے؟ تو صحابہؓ نے جواب دیا: مفلس وہ ہے جس کے پاس کوئی مال و دولت نہ ہو، تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: نہیں، مفلس وہ نہیں، یہ تو دنیا میں ہم اس کو مفلس سمجھ لیتے ہیں، آخرت کا مفلس کون ہے؟ ایسا آدمی جو اپنے ساتھ آخرت میں بہت سی نیکیوں کا ذخیرہ لے جائے، اس نے دنیا میں بہت سے نیک کام کئے تھے لیکن بندوں کے حقوق مار رکھے تھے، اللہ کی مخلوق کو ستایا تھا، اللہ کی مخلوق کو پریشان کیا تھا تو یہ انسان جو اپنے ساتھ نیکیوں کا ذخیرہ لے کر گیا تھا جن جن بندوں کو ستایا پریشان کیا ان کا کسی بھی قسم کا حق مارا

وہ سب بندے اپنے حق کا حشر کے میدان میں اللہ کے سامنے اس سے مطالبہ کریں گے کہ ہم چاہتے ہیں کہ اس سے میرا بدلہ دلوایا جائے، تو اس شخص کے نیک اعمال ان کو ان کی حق تلفی کے بقدر دے دیئے جائیں گے، اب بھی اگر حق تلفیاں باقی ہیں اور اس کی نیکیاں ختم ہو گئی ہیں تو ان لوگوں کے گناہ اس پر لاد دیئے جائیں گے اور اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (۱)

ایک ظلم عظیم، کمزوروں کو میراث سے محروم رکھنا

ہم کسی کی ناحق زمین دبالیں، کسی کا ناحق مال کھالیں اس کی کتنی صورتیں آج رائج ہیں۔ مالی حق میں اہم حق جو اس زمانے میں عام طور سے فوت ہو رہا ہے وہ میراث کا حق ہے، کوئی آدمی مرجاتا ہے اور اس کی اولاد ہوتی ہیں تو اکثر ایسا کرتے ہیں کہ جو بڑا بیٹا ہوتا ہے ذرا تو سردار قسم کا ہوتا ہے تو اس کے پاس جو پراپرٹی (جائیداد) ہوتی ہے ان سب پر قبضہ کرلیتا ہے، اس کے ماتحت جو دوسرے بھائی ہیں یا مرنے والے کی بیٹیاں ہیں یا اس کے ایسے اور رشتہ دار ہوں جن کو میراث مل سکتی ہے تو یہ آدمی جو قبضہ کیے ہوتا ہے، کسی کو اس کا حصہ دیتا نہیں ہے، تو اگر وہ جس کا حصہ مال کے اندر لگتا تھا معاف نہ کرے تو وہ حشر کے میدان میں سوال کریں گے اللہ کے سامنے مطالبہ کریں گے اپنے حق کا، یہ ہے مالی حق۔

مسلمان کی آبروریزی

اور مالی حق کے علاوہ دوسرے حق بھی ہیں مسلمان کے، مثلاً کسی مسلمان کی آبرو

---

(۱) عن أبي هريرةؓ أن رسول الله ﷺ قال: أتدرون ما المفلس؟ قالوا: المفلس فينا من لا درهم له ولا متاع. فقال: إن المفلس من أمتي من يأتي يوم القيامة بصلوة وصيام وزكوة ويأتي قد شتم هذا وقذف هذا وأكل مال هذا وسفك دم هذا وضرب هذا فيعطى هذا من حسناته وهذا من حسناته، فإن فنيت حسناته قبل أن يقضي ما عليه أخذ من خطاياهم فطرحت عليه ثم طرح في النار. (مسلم شریف، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم، ص ۳۲۰، ج ۲)

ریزی اب آبروریزی الگ الگ انسان کی اس کے مقام اور حالت کے اعتبار سے ہوتی ہے، کبھی کوئی مسلمان اتنا غیرت مند ہوتا ہے کہ لوگوں کے سامنے اسے نامناسب جملہ بھی بول دے تو وہ شرمندہ اور پشیمان ہو جاتا ہے اور اس کی عزت لوگوں کے سامنے چلی جاتی ہے۔ تو لوگوں کے سامنے جان بوجھ کر اس کو ایسی گالی بولی جس کی وجہ سے اس کی عزت لوگوں کے سامنے چلی گئی، اس کا دل دُکھ گیا۔ اس کی وجہ سے بھی انسان کی پکڑ ہوگی کہ اس کا دل کیوں توڑا۔ اگر دل کی بات کہنی تھی تو نرمی سے محبت سے اپنا حق اس سے طلب کرتے۔ یا کسی مسلمان کو کسی وجہ سے مار پیٹ کی، لوگوں کے سامنے اس کو ذلیل کیا یہ بھی حقوق ہیں بندوں کے۔ یا سامنے تو کچھ نہیں کہا لیکن پیٹھ پیچھے لوگوں کے سامنے اس کی غیبت کی، اس کی برائیاں بیان کی یا کسی مسلمان پر بغیر کسی وجہ سے تہمت لگائی، ان سب کو بیان کرنا ہے ان شاء اللہ، کبھی بتاؤں گا۔ تو یہ سب صورتیں ہیں بندوں کے حقوق کی۔ ان میں سے اگر کوئی بھی کوتاہی کوئی بھی قصور ہم سے ہوا اور ان بندوں نے دنیا میں معاف نہیں کیا تو وہ مطالبہ کرے گا۔

آخرت کا فقیر

تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مفلس کون ہے؟ میری امت کا مفلس وہ شخص ہے جو دنیا سے بہت ساری نیکیوں کا ذخیرہ لے کر گیا لیکن بندوں کے بہت سے حق مارے تھے تو لوگ اس کے پاس آئیں گے اور اللہ سے مطالبہ کریں گے کہ یا اللہ! اس نے دنیا میں ہمارا حق دبایا تھا تو ہم کو ہمارا وہ حق دلوا۔ اگر مالی حق تھا اللہ اس کے بدلے میں اس آدمی کی نیکیاں ان حق والوں کو عطا کرے گا۔ اگر دوسرے قسم کے حقوق ہیں اس کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں کو ان لوگوں کو دے دے گا۔ یہاں تک کہ حدیث کے اندر مفہوم ہے،

مضمون ہے حدیث کا کہ وہ جو نیکیوں کا ذخیرہ آدمی لے کر گیا تھا ساری نیکیاں اس کی ختم ہو جائیں گی۔ سوچنے کی بات ہے کہ کتنا اہم مسئلہ ہے، اس پر توجہ نہیں دیتے، اس کو ظلم ہی نہیں سمجھتے۔ جیسے جملہ آتا ہے کسی کو یوں دیں گے کسی کے ساتھ بدسلوکی کرلیں گے، یہ سب دنیا میں چل جاتی ہے لیکن آخرت میں تو اس کا کتنا بڑا عذاب ہے کہ ہماری نیکیاں اس کو دے دی جائیں گی، اگر نیکیاں ختم ہو جائیں گی پھر لوگ کہیں گے کہ اے اللہ! ابھی تو ہمارا حق باقی ہے لینے کا تو اللہ تعالیٰ ان حقوق والوں کے گناہوں کو برائیوں کو اس کے سر پر ڈالے گا۔ یا و نیکیاں تو جو تھیں ختم ہو گئیں، دوسروں کے گناہ بھی اپنے سر لیتے ہیں۔ اور جتنا عذاب ان گناہوں کی وجہ سے ہوگا وہ انسان کیا برداشت کر سکتا ہے؟ حضور ﷺ فرماتے ہیں: یہ ہے مفلس آدمی جو دنیا سے بہت نیکیوں کا ذخیرہ لے گیا لیکن لوگوں کے حقوق، دبا رکھے تھے، لوگوں کے حقوق ضائع کئے تھے اس وجہ سے اس کو اپنی نیکیوں سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ اور اس کے اوپر مزید یہ کہ اس کو دوسروں کے گناہ کا بوجھ اپنے سر پر لینا ہوگا۔ تو کتنی اہم چیز ہے۔

تبلیغی رہبر اور اکرام مسلم

عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ یہ معاشرت بڑی اہم چیز ہے، بڑا اہم شعبہ ہے دین کا۔ اس لئے حضرت مولانا الیاس صاحب[1] نے تبلیغ میں چلنے پھرنے والے حضرات اور تمام مسلمانوں کے لئے جو دین سے تعلق رکھتے ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں چند

[1] حضرت مولانا الیاس صاحبؒ بانی دعوت وتبلیغ حضرت جی مولانا الیاس صاحب ضلع شاملی (سابق مظفرنگر) کے کاندھلہ گاؤں کے تھے۔ فضائل اعمال کے مصنف حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ کے چچا جان ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے دعوت وتبلیغ کا اتنا بڑا کام لیا کہ آج ساری دنیا میں یہ کام پھیلا ہوا ہے اور لوگ اس سے ہدایت پاتے ہیں۔ یہ آپ کے اخلاص کا نتیجہ ہے۔ ولادت ۱۳۰۳ھ کو کاندھلہ میں ہوئی۔ آپ کی کوئی تصنیف نہیں ہے البتہ ملفوظات وخطوط محفوظ ہیں۔ وفات ۲۱ رجب ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۳ جولائی ۱۹۴۴ء کو دہلی میں ہوئی اور مرکز نظام الدین بنگلہ والی مسجد میں مدفون ہیں۔

نمبرات مختصر طور پر لکھے، یہ چھوٹے چھوٹے نمبر ہیں لیکن حقیقت میں اگر کوئی اپنی زندگی میں اُتار لے تو واقعی اس کو دین کا بہت بڑا حصہ ہاتھ لگ جائے گا۔ ایک نمبر اس میں رکھا "اکرام مسلم" مسلمانوں کا اکرام، مسلمان کا اکرام اگر انسان کے دل میں بیٹھ جائے اور اس کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ ایمان والا ہے اور اللہ کے یہاں اس کے ایمان کی کتنی قدر ہے۔ تو حالت یہ ہوگی کہ وہ کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچائے گا۔ کوئی بھی مسلمان ہو، کسی بھی درجہ کا ہو اس کے ساتھ ہمدردی کا معاملہ ہونا چاہئے۔

جو میری پسند وہ میرے بھائی کی پسند

حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اپنے بھائی کے لئے بھی پسند کرے۔[1] ہر انسان اپنے لئے یہ پسند کرتا ہے کہ مجھے عزت ملے، مجھے ہر چیز اچھی ملے، میری ذلت نہ ہو۔ جو جو چیزیں انسان اپنے لئے پسند کرتا ہے وہ اپنے بھائی کے لئے بھی پسند کرے۔ مطلب یہ ہوا کہ جیسے ہم اپنے لئے کوئی بے عزتی، کوئی نقصان، کوئی ضرر، کوئی تکلیف پسند نہیں کرتے، تو ایسا طریقہ ہم کیوں اختیار کریں کہ ہمارے بھائی کو اس سے کوئی تکلیف ہو جائے، کوئی ضرر پہنچ جائے۔ یہ مطلب اس کا نہیں کہ ایک آدمی اچھے کپڑے اپنے لئے پسند کرتا ہے تو اپنے بھائی کو وہ اچھا کپڑا دے دے، اپنے لئے اچھا مکان پسند کرتا ہے تو اپنے بھائی کو وہ اچھا مکان دے دے، یہ مطلب نہیں ہے کہ جو خود استعمال کرے دوسرے بھائیوں کو وہی چیز دے دے۔ دینے کا اس میں حکم نہیں دیا۔ بلکہ انسان اپنے عمل سے کسی آدمی کے لئے ایسا نہ چاہے جیسا وہ اپنی ذات کے لئے لوگوں

---

(۱) عن انسؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ: والذی نفسی بیدہ لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ. (صحیح بخاری شریف، کتاب الایمان، باب من الایمان أن یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ، ج ۱، ص ۶).

سے توقع نہیں رکھتا۔ جیسا وہ توقع رکھتا ہے کہ ہر آدمی میری عزت کرے، ہر آدمی مجھ کو اچھی نگاہوں سے دیکھے، ہر آدمی مجھ کو نفع پہونچائے، کوئی آدمی مجھ کو نقصان نہ پہونچائے، یعنی دوسروں سے جو ہم توقع رکھتے ہیں ایسے ہی اپنی ذات سے بھی دوسرے مسلمانوں کے لئے بھی انہی چیزوں کا برتاؤ کرنا چاہئے۔ تو فرماتے ہیں جو اپنے لئے پسند کرے وہ اپنے بھائی کے لئے بھی پسند کرے۔

عورتوں میں حسنِ معاشرت کی کمی

خصوصا ہمارے معاشرے میں، مردوں میں تو یہ باتیں ہوتی ہی ہیں لیکن عورتوں میں زیادہ تر ہوتی ہیں کہ ایک دوسرے کو تکلیف پہونچانا، ایک دوسرے کی غیبت کرنا، کسی کی چغلی کرنا، کسی پر حسد کرنا، عورتوں کے اندر زیادہ یہ بیماری ہے مرد اس میں کم مبتلا ہیں۔ جہاں دو چار عورتیں بیٹھیں گی کہ کسی کی غیبت شروع کردیں گی، کسی کے متعلق ایسا جملہ کہیں گی کہ جس سے اس کی بے عزتی ہوجائے، کوئی عیب کسی عورت کا معلوم ہوا تو فورا اس کو چار پانچ عورتوں میں شائع کریں گی کہ یہ عیب ہے اس میں یہ خرابی ہے، اس کے گھر میں یہ برائی ہے۔ یہ معاشرہ ہمارا بنا ہوا ہے۔ اس لئے بھائیو! ہر مسلمان کو ہر مسلمان کے ساتھ اکرام اور نرمی اور ہمدردی کا معاملہ کرنا چاہئے یہ ایمان کا ایک اہم شعبہ ہے۔

چیونٹی سے سبق حاصل کرو

دیکھئے! انسان کو تو جانوروں سے سبق لینا چاہئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جانوروں کے اندر بھی کیسی ہمدردی رکھی ہے۔ تو ایک جانور ایسا ہے جس نے اپنی قوم کے ساتھ ہمدردی کی، اپنی قوم کو تکلیف سے بچایا، اپنی قوم کو موت کے گھاٹ اترنے سے اس طرح بچالیا تو اللہ تعالیٰ کو اس کی یہ ادا بہت پسند آئی۔ اور اس ادا کی وجہ سے اسے کیا مقام

ملا؟ اللہ کو اس کی ادا اتنی پسند آئی کہ اللہ نے اپنی مقدس کتاب میں اس جانور کا ذکر کیا۔ سوچنے کی بات ہے ایک جانور کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں کیا، اس جانور کے جو الفاظ ہیں اگر اس کو آدمی پڑھے گا تو ایک حرف کے اوپر اس کو دس نیکیاں ملیں گی، کتنا اونچا مقام اس کو حاصل ہے۔ اس جانور کا جو نام ہے ہم قرآن میں پڑھتے ہیں تو جتنے اس کے نام کے حروف ہیں اس کے اعتبار سے اتنی نیکیاں ہم کو ملیں گی، چار حرف ہے اس کے نام میں، چار حرف کا جب تلفظ ہماری زبان سے نکلا تو چالیس نیکیاں اس پر ہم کو مل جائیں گی محض اسی بنیاد پر کہ اس کے اندر قومی ہمدردی اپنے بھائی بہنوں کی محبت اور اخوت اور ہمدردی ہے۔ قرآن میں یہ واقعہ موجود ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے پوری سورۃ اسی نام سے اُتاری ہے۔ ''سورۃ نمل'' قرآن میں ایک سورۃ ہے، ''نمل'' کس کو بولتے ہیں؟ ''چیونٹی'' کو، اللہ تعالیٰ کو اس کی ادا اتنی پسند آئی کہ اس کے نام کی پوری سورۃ اتار دی۔

انوکھی سلطنت کے بادشاہ سلیمان علیہ السلام

حضرت سلیمان بڑے جلیل القدر پیغمبر گذرے ہیں، قرآن میں ان کے واقعات ذکر کئے گئے ہیں۔ حضرت سلیمانؑ حضرت داؤدؑ کے لڑکے ہیں۔ حضرت سلیمانؑ نے حق تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ یا اللہ! مجھے ایسا ملک عطا فرما دیجئے، ایسی سلطنت اور حکومت عطا فرما کہ ایسی سلطنت اور حکومت میرے بعد کسی کے لئے نہ ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی، بہت بڑی حکومت عطا فرمائی، اتنی بڑی حکومت عطا فرمائی کہ انسان تو ان کے تابع تھے ہی جن بھی ان کے تابع تھا۔ جنات کے علاوہ بہت سے چرند و پرند اور ہوا بھی اور جانور بھی ان کے قبضہ میں تھے۔ چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جانوروں کی بولی بھی سکھائی تھی ﴿وَعُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ﴾ جانوروں کی بولی بھی ان کو سکھائی

تھی، جانور آپس میں کیا بات کرتے ہیں اس کو بھی وہ سمجھ لیتے تھے۔ اتنی بڑی حکومت اللہ نے عطا کی تھی۔

چیونٹی کی اپنی قوم سے ہمدردی

تو ایک مرتبہ حضرت سلیمانؑ اپنے لشکر کو لے کر کہیں جارہے تھے تو چیونٹی کیا بولتی ہے؟ چیونٹی اپنے بہت سارے بھائیوں کے ساتھ اپنے بل کے پاس تھی اس نے دیکھا کہ حضرت سلیمانؑ اور ان کا لشکر آرہا ہے فوراً اس کو ہمدردی پیدا ہوئی فوراً خیال ہوا کہ یہ تو ابھی گذر جائیں گے، یہ ہماری طرف کیا نگاہ کریں گے؟ ان کے پیر ہم پر گریں گے تو پوری قوم ہلاک ہو جائے گی۔ اتنی ہمدردی اس چیونٹی میں ہے۔ آج کا مسلمان کسی مسلمان کو جب تکلیف میں دیکھتا ہے تو تمنا کرتا ہے کہ اچھا ہے دو چار مصیبتیں اس پر اور آ دیں۔ بلکہ سازشیں کرتا ہے کہ اس کو کس طرح نقصان پہونچے، کس طرح اس کی عزت ختم ہو جائے، کس طرح اس کی مال و دولت ختم ہو جائے۔ بعض لوگ تو ظاہر میں یہ سازشیں کرتے ہیں بعض لوگ اس کے لئے ایسی ایسی ترکیبیں کرتے ہیں جو بڑے سخت کبیرہ گناہ تک پہونچا دیتی ہیں۔ مثلاً سحر کرنا، آج کل یہ چیزیں ہمارے معاشرہ میں ملتی ہیں۔ جادو بھی حق ہے، اس کا بھی اثر ہوتا ہے۔ کوئی بھی اچھی اور بری چیز کے اندر اللہ تعالیٰ نے تاثیر رکھی ہے، مثلاً ابھی ہم اور آپ بیٹھے ہیں کوئی آدمی آکر ہم کو گالی دے دے، اس نے تو گالی بول دیا اس نے ہمارے بدن میں کوئی چیز داخل تو کی نہیں لیکن پھر بھی انسان کی طبیعت ہے کہ اتنی بری گالی سن کر کے اس کے خون کے اندر جوش آجائے گا، غصہ آجائے گا، آدمی انتقامی جذبے کے ساتھ اٹھے گا کہ اس کا کچھ جواب دے۔ حالانکہ گالی بولنے والے نے تو کچھ کیا نہیں لیکن اس کے بول اور بات کے اندر تاثیر ہے کہ اس نے ایک بول بولا تو ہمارے بدن میں

گرمی آگئی، جوش آگیا، جذبہ آگیا۔ اسی طرح جو دوسرے حشرات الارض ہیں ان کے اندر بھی کچھ کلفت و بوجھ کے لے کر پڑھتے ہیں، ان کے لئے ترکیبیں کرتے ہیں تو اس سے اثر ظاہر ہوتا ہے، انسان کو تکلیف پہنچتی ہے۔ قرآن پاک میں بھی اس کا ذکر ہے۔ بہرحال اس طرف نہیں جانا ہے۔ عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ اس چیونٹی نے تو اپنی قوم کی اتنی ہمدردی کی اور مسلمان ایک دوسرے کو تکلیف پہونچانے، اس کو مارنے اور اس کو کاٹنے، اس کی عزت و آبرو کو ختم کرنے کی کیسی کیسی اسکیمیں کرتا ہے۔ چیونٹی نے کیا کہا اللہ تعالیٰ نے اس کا جملہ نقل کیا اس کی خیر خواہی کا جملہ نقل کر کے کہا: ﴿قالت نملة یا ایها النمل ادخلوا مسٰکنکم لا یحطمنکم سلیمٰن و جنوده وهم لا یشعرون﴾ وہ جو اس کی سردار تھی اس نے کہا: اے چیونٹیو! تم اپنے اپنے بلوں کے اندر چلے جاؤ ﴿لا یحطمنکم سلیمٰن و جنوده﴾ کہیں ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور ان کا لشکر تم کو روند ڈالے۔ اس نے اپنی قوم کو بچانے کے لئے ایسا کہا، اپنی قوم کو ہلاکت سے بچانے کے لئے اس نے اتنی ہمدردی کی، اللہ تعالیٰ کو اس کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس کا ذکر کیا، بلکہ اس کے نام ہی سے اللہ تعالیٰ نے پوری سورۃ اتار دی۔

بیمار پرسی کی فضیلت

اگر مسلمان حقیقت میں اپنے آپ کو پیر سے لے کر سر تک رحم اور ہمدردی کا پتلا بنا لے تو سوچنے کی بات ہے کہ اللہ کے یہاں اس کا کتنا اونچا مقام ہو جائے گا۔ دیکھئے یہ معمولی سی بات ہے لیکن اس کی طرف توجہ بھی نہیں کرتا ہے، حدیث میں اس کی بہت فضیلت آئی ہے۔ مثلاً ایک مسلمان بیمار ہے اس کی بیمار پرسی کے لئے جانا چاہئے تسلی دینے کے لئے۔ حدیث میں اس کے الفاظ بتائے گئے ہیں اور ہم کو ان باتوں پر یقین رکھنا

ضروری ہے ورنہ تو یہ یقین نہ کرنے کے حضور ﷺ کی حدیث کا انکار کرے تو انسان ایمان سے نکل جاتا ہے۔ تعجب ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے اتنی سی بات پر اتنا بڑا ثواب امت کے یہاں سے ہم کو دلوایا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ عام طور پر یہ بات ہمارے اندر نہیں ہے۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ کوئی آدمی اگر بیمار ہے اور اس کی بیمار پرسی کے لئے کوئی آدمی صبح کو جائے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور اگر کوئی شام کو اس کی بیمار پرسی کے لئے جائے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعاء مغفرت کرتے ہیں۔ [1] ستر ہزار فرشتے! دیکھئے یہ کوئی معمولی ثواب نہیں ہے۔ بھائی حشر کے میدان میں جہاں ایک ایک نیکی کے لئے انسان پریشان ہوگا وہاں ہم کو قدر ہوگی کہ کاش ہم یہ نیکی کر لیتے تو ہمارے لئے ستر ہزار فرشتوں کی مغفرت کی دعائیں بھی مل جاتیں تو آج ہمارا کام بن جاتا۔

تو میرے بندے کی مدد کر میں تیری مدد کروں گا

لیکن یہ جذبات ہمارے اندر نہیں ہیں۔ ہمارا پڑوسی مر رہا ہے۔ راستے میں کوئی مسلمان بیمار ہے، ہم دیکھتے ہیں پھر بھی گذر کر چلے جاتے ہیں اور تسلی کے دو کلمات اس کو نہیں کہتے ہیں۔ یہ خدمت کی بات ہے۔ یہ دو بول فقط اس کو تسلی کے الفاظ کہنا اس پر اتنا بڑا ثواب۔ ایک حدیث [2] میں فرمایا گیا کہ جب تک کوئی بندہ بندوں کی مدد میں لگا رہتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اس مدد کرنے والے کی مدد میں لگا رہتا ہے۔ آج ہم چاہتے ہیں کہ ہماری

---

[1] عن علی قال: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: ما من مسلم یعود مسلما غدوة إلا صلی علیه سبعون ألف ملک حتی یمسی وإن عاده عشیة إلا صلی علیه سبعون ألف ملک حتی یصبح وکان له خریف فی الجنة (سنن ترمذی شریف، ابواب الجنائز، ج ۱، ص ۱۹۱)

[2] عن أبی هریرة قال قال رسول اللہ ﷺ: واللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون أخیه (مشکوٰة، کتاب العلم، ص ۳۲)

اس کام میں مدد ہو نصرت ہو، ہر کام ہمارا بن جائے، اس کا آسان طریقہ حضور علیہ السلام نے یہ بتایا کہ تم دوسروں کی مدد کرو، دوسروں کے کام بنانے کی فکر کرو، کچھ نہیں کر سکتے ہو تو تم اس کی مصیبت دور ہونے کی دعا ہی کر دو۔ اور اتنا بھی نہیں کر سکتے تو کم از کم برا بھی مت چاہو کہ اس کا کچھ برا ہو، یہ بھی ایک مدد ہے، یہ بھی ایک خیر ہے۔ اتنا بھی انسان کرے گا تو اللہ کی مدد اس کو شامل حال ہوگی۔ اور حقیقت ہے حضور علیہ السلام کی بتائی ہوئی یہ بات آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ جب ہم نے اپنے بھائیوں کی مدد چھوڑ دی، اپنے بھائیوں کو تکلیف دینے لگے تو ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مدد ہم سے چھوٹتی جا رہی ہے، اللہ تعالیٰ کی مدد ہمارے ساتھ نہیں ہوتی۔ اگر ہم اس کو اپنا لیں۔ یہ طریقہ اختیار کر لیں تو یقیناً اللہ کی نصرت اور اس کی مدد ہمارے ساتھ ہوگی۔ تو یہ جذبہ ایک چیونٹی کے اندر دیکھا تو اللہ نے اس کا ذکر قرآن میں کیا۔ اگر انسان میں یہ جذبہ آ جائے اپنے بھائی سے ہمدردی کا، عورتوں میں خصوصاً اپنی بہنوں کا، اپنی ماؤں کی ہمدردی کا جذبہ آ جائے تو ان کا کتنا اونچا مقام ہو سکتا ہے۔ عورتوں میں عام طور پر یہ بات ہوتی ہے کہ ان کی تمنا یہی ہوتی ہے کہ میری پڑوسن ہمیشہ غریب ہی رہے، میری پڑوسن ہمیشہ تکلیف ہی میں رہے، میں میری پڑوسن کو اچھی حالت میں نہ دیکھوں۔ آپس میں جلن، حسد یہ تو عورتوں کا شیوہ بن چکا ہے۔

قسم عظمت والی چیز کی کھائی جاتی ہے

اگر غور کیا جائے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن پاک میں بعض بعض چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں۔ قسم جس چیز کی کھائی جاتی ہے وہ عظمت اور بزرگی والی چیز ہوتی ہے، بڑے مرتبے والی ہوتی ہے۔ ہم بھی آپس میں قسم کھاتے ہیں تو کہتے ہیں میری ماں کی قسم، میرے باپ کی قسم، کبھی ایسا بولتے ہیں کہ میرے سر کی قسم، میرے گلے کی قسم۔ اور ہم نے کبھی ایسا نہیں سنا کہ آدمی کہے کہ میرے پیر کی قسم۔ چونکہ ہر انسان کے بدن میں جو حصے

درجہ کا ہے اس لئے اس کی قسم نہیں کھاتا ہے۔ آدمی جو بڑے درجے پہ ہے، اونچے درجے پہ ہے، سر اس کی قسم کھائے گا، گلے کی قسم کھائے گا، ماں باپ کی قسم کھائے گا۔ لیکن یہ مسئلہ بھی سن لیں کہ اللہ کے سوا کسی کی قسم کھانا جائز نہیں، لوگ کھاتے ہیں۔ اس لئے ایک بات مثال کے طور پر بتلائی کہ قسم لوگ اسی چیز کی کھاتے ہیں جس کا درجہ بڑا ہوتا ہے۔ ماں باپ کا درجہ بڑا ہوتا ہے، سر کا درجہ بڑا ہوتا ہے، گلے کا درجہ بڑا ہوتا ہے اس لئے اس کی قسم کھا لیتے ہیں۔ ورنہ ان چیزوں کی قسم کھانا جائز نہیں، قسم فقط اللہ تعالیٰ ہی کی کھائی جاسکتی ہے۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ کو یہ اختیار ہے کہ وہ کسی چیز کی بھی قسم کھائے کیوں کہ اللہ نے ہی سب چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ جس کو وہ بڑا بنانا چاہے بنادے، جس کو بزرگی دینا چاہے دے دے۔ اس لئے بہت سی چیزوں کی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں قسم کھائی ہے۔

انجیر کی قسم وَالتِّيْنِ

ان میں سے ایک سورت یہ بھی ہے جو ہم نماز میں پڑھتے بھی ہیں سنتے بھی ہیں، چھوٹی سی سورۃ ہے اکثر لوگوں کو یاد ہوتی ہے۔ ﴿والتین والزیتون وطور سینین وھذا البلد الامین﴾ اس میں قسم کھائی ہے اللہ تعالیٰ نے کہ قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی اور طور سینا کی اور اس اہم شہر یعنی مکہ مکرمہ کی، یہ چار چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں۔ یہاں مجھے صرف اتنی بات بتلانی ہے کہ اس میں پہلی چیز جو ہے ﴿والتین﴾ انجیر اس کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی، معلوم ہوا کہ اس میں کوئی خوبی کی بات ہے، اللہ تعالیٰ نے جس چیز کی قسم کھائی اس کے اندر کوئی خوبی، کوئی شرافت ہوگی۔ اچھی چیز ہے اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم کھائی۔ اس انجیر کے درخت کے اندر کیا خوبی ہے کہ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم کھائی؟ اس کے اندر ایثار کی خوبی ہے۔

ایثار ہو تو ایسا

ایثار کس کو کہتے ہیں؟ ترجیح دینا یعنی اپنے نفع کو تو پیچھے رکھ دینا اور دوسروں کو نفع پہنچانے کی پہلے فکر کرنا، میں تکلیف میں رہوں میرا کام نہ بنے لیکن میرے بھائی کا کام بن جائے۔ یہ جذبہ جس کے اندر ہو گا اس کو ایثار کہتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ میں یہ جذبہ پورے طور پر موجود تھا کہ جنگ ہو رہی ہے، کافر، مشرکین حملہ کر رہے ہیں اور ایک مسلمان بھائی تڑپ رہا ہے جان جانے کی تیاری ہے۔ ایک شخص پانی ان کے پاس پیش کرتا ہے۔ پانی پلانے اس کے قریب گئیں تو اتنے میں ایک بھائی کی آواز آتی ہے وہ کراہ رہا ہے۔ موت قریب آ رہی ہے تو پہلا شخص فوراً بولتا ہے نہیں۔ پہلے میرے بھائی کو پانی پلاؤ۔ جان جانے کا وقت ہے تو بھی فرماتے ہیں کہ میرے قریب والے کو پلاؤ۔ اس کے پاس پانی لے جاتے ہیں تو تیسرے کی آواز آتی ہے اس کے پاس پانی لے جاتے ہیں تو وہ کہتا ہے پہلے میں نہیں اس کو پلاؤ۔ یہاں تک کہ آخر میں ساتویں والا کہتا ہے کہ پہلے کو پلاؤ۔ اب وہ پانی پلانے والے پھر واپس پہلے سے ہی لوٹتے ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ سب کی جان جا چکی ہے۔ جان جانا منظور ہے گوارا دیا لیکن ترجیح کس کو دی؟ بھائی کو۔ تو یہ جذبہ تھا صحابہ کرامؓ کے اندر۔ تو یہ ایثار کا جذبہ اور ایثار کا مادہ انجیر کے درخت کے اندر ہے۔

انجیر کی قسم کھانے کی وجہ اور حضرت آدمؑ

اس انجیر کے درخت کے اندر اللہ میاں نے یہ خاصیت اس میں اس لئے رکھی ہے کہ حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ جب دونوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے پیدا فرمایا اور حکم دیا کہ تم جنت میں رہو اور اس کی نعمتیں استعمال کرو۔ لیکن ایک بات سے منع فرما دیا ﴿وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ یہ ایک درخت ہے اس کے قریب مت جاؤ

ورنہ تم اپنی ذات پر ظلم کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے، یعنی تم نافرمان شمار کیے جاؤ گے۔
اس درخت سے متعلق مفسرین کہتے ہیں کہ گیہوں کا درخت تھا، گندم کا تھا، اس کے قریب
جانے سے اللہ نے منع کیا تھا۔ شیطان نے ان کو ورغلا دیا، جنت میں گھس کر ان کے دل میں
وسوسہ ڈالا اور کیا کہا؟ کہا کہ یہ جو درخت ہے اللہ تعالیٰ نے تم کو کیوں اس سے روکا؟ اس کو تم
کھالو گے تو تم فرشتے بن جاؤ گے۔ اس دھوکے میں آکر حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ نے یہ شجر
ممنوعہ جس سے آپ کو روکا گیا تھا اس کو استعمال فرمایا، تو انہوں نے جیسے ہی ان دانوں کو
کھایا تو فوراً جنتی لباس ان کے بدن سے اتر گیا، جیسے ہی جنتی لباس ان کے بدن سے اترا
برہنہ اپنے آپ کو دیکھنے لگے تو حضرت آدمؑ نے فرمایا کہ یہ کیا ہو گیا، ان کی طبیعت پر ایک
قسم کی بے چینی آگئی کہ ہم نے کیا کر دیا، ہم اللہ کے نافرمان ہو گئے۔ چنانچہ اپنے آپ کو
برہنہ دیکھ کر انہوں نے سوچا کہ جنتی لباس اتر گیا تو کم از کم یہ جو پتے ہیں جنت کے درخت
کے انہی کو ہم اپنے اوپر لپیٹ لیں۔ قرآن نے بڑے اچھے انداز میں ذکر کیا: ﴿وطفقا
یخصفان علیہما من ورق الجنۃ﴾ ان دونوں نے جنت کے درخت کے پتے
بدن پر لپیٹ لیے۔ بعض نے لکھا ہے کہ جب انہوں نے درخت کے پتے لینے کا ارادہ کیا تو
جنت کے بہت سے درختوں نے اپنا پتہ دینے سے انکار کر دیا کہ ہمارے پتے نہیں لے سکتے،
اللہ کی نافرمانی آپ سے ہوئی اس لیے ہمارے پتے کو آپ ہاتھ مت لگائیں۔ وہاں پر جن
پتوں نے ان کو سہارا دیا، جس درخت نے سہارا دیا وہ تھا انجیر کا درخت۔ اس کے پتے بڑے
بڑے ہوتے ہیں۔ انجیر کے درخت نے اپنے پتے لینے کی اجازت دے دی اور ان دونوں
نے اپنے بدن پر انجیر کے پتے لپیٹے۔ پھر اللہ نے زمین پر ان کو اتار دیا۔

ایک لطیف نکتہ

ایک بات اور یہاں ذہن میں رکھیں کہ حضرت آدمؑ سے اللہ تعالیٰ کی ایک نافرمانی

ہوگئی۔ لیکن جو اللہ کے مقرب اور نیک بندے ہوتے ہیں اور اگر ان سے کوئی گناہ ہو جاتا ہے اور کوئی نافرمانی ہو جاتی ہے تو اس کا کام کیا ہوتا ہے؟ اپنے گناہ کا اعتراف، ندامت، پشیمانی، کہ میں بڑا مجرم ہوں، مجھ سے بڑا گناہ ہو گیا۔ اور جس کو اللہ سے محبت اور تعلق نہیں ہوتا ہے، محبت نہیں ہوتی ہے وہ کوئی گناہ کرتا بھی ہے تو اس پر سینہ زوری بھی کرتا ہے کہ میں نے ایسا کیا، مجھ سے ہو گیا گیا، میں نے ایسا کیا۔ یہ فرق ہوتا ہے اللہ سے محبت ہونے کا اور نہ ہونے کا۔ شیطان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم دیا اور تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت آدمؑ کے آگے سجدہ کریں۔ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا لیکن شیطان سجدے میں نہیں گیا۔ تو اس نے اللہ کی نافرمانی کر لی۔ اب ہو گیا؟ تو اللہ نے جب اس سے سوال کیا کہ تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا؟ تو اس نے معافی نہیں مانگی اللہ تعالیٰ سے، اپنی نافرمانی پر اس کو شرمندگی نہیں ہوئی بلکہ اور اللہ کے سامنے ڈٹ کر کہنے لگا کہ کیوں سجدہ کروں؟ ﴿خلقتني من نار وخلقته من طين﴾ آپ نے تو حضرت آدمؑ کو مٹی سے بنایا مجھ کو آگ سے بنایا، آگ کا خاصہ ہے کہ وہ اوپر بلندی کی طرف جائے اور مٹی کا خاصہ یہ ہے کہ وہ پستی کی طرف جائے تو مٹی تو ذلیل چیز ہے۔ حق تو یہ تھا کہ مٹی مجھ کو سجدہ کرے، آدم مجھ کو سجدہ کریں۔ اس لئے میں نے اس ذلیل اور پست چیز کو سجدہ کرنا گوارہ نہیں کیا۔ صحیح تو یہ تھا کہ شیطان ندامت اختیار کر لیتا، لیکن ندامت نہیں کی، اللہ کے سامنے اور سوال و جواب کرنے لگا، ہٹ دھرمی کرنے لگا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کو اپنے دربار سے اپنی بارگاہ سے ہٹا دیا، ختم کر دیا، مردود کر دیا اس کو۔ اور حضرت آدمؑ کو اللہ تعالیٰ سے محبت تھی کہ میرا رب ہے، میرا خالق ہے، میرا مالک ہے۔ اب ہم سے اس کی نافرمانی ہوگئی۔ تو حضرت آدمؑ پر اتنی ندامت اتنی شرمندگی ہوئی کہ انہوں نے اپنی زبان ہلانے کی بھی ہمت نہیں کی کہ اللہ تو معاف کر دے۔ زمین پر اتارے گئے تو زبان سے ایک کلمہ بھی نہیں کہہ سکے، بس برسہا برس روتے رہے۔ حضرت آدمؑ ہمت

بھی نہیں کرتے کہ معاف کر دیجئے۔ اللہ تعالیٰ کو جب ان کے رونے پر رحم آیا تو خود ہی اللہ تعالیٰ نے معافی مانگنے کے لئے کلمات ان کے دل میں ڈال دیئے۔ بندگی کا حق یہ ہے کہ اپنے رب کے سامنے، اپنے مالک کے سامنے انسان جرأت مندانہ کوئی کلام نہ کرے۔ حضرت آدمؑ معافی کے کلمات بھی استعمال نہیں کر سکے، کتنی ندامت تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے آنسوؤں پر رحم کھا کر خود اپنے آگے معافی مانگنے کے کلمات ان کے دل میں ڈالے اور سکھائے۔ وہ کلمات کیا ہیں؟ وہ ہم قرآن میں پڑھتے ہیں ﴿ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین﴾ یہ دعا اگر ہم پڑھیں تو اس کے معنی پر بھی ہم کو غور کرنا چاہیے ﴿ربنا ظلمنا انفسنا﴾ ''اے اللہ! تیری نافرمانی کر کے ہم نے اپنی ذاتوں پر بڑا ظلم کیا''۔ اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا ہے، ہم گناہ کر کے اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔ تو ﴿ربنا ظلمنا انفسنا﴾ اے ہمارے رب ہم نے اپنی ذاتوں پر بڑا ظلم کیا ﴿وان لم تغفر لنا وترحمنا﴾ ''اگر تو ہمارے گناہ معاف نہیں کرے گا اور ہماری بخشش نہیں کرے گا ﴿لنکونن من الخاسرین﴾ ''تو البتہ ضرور بالضرور ہم تو خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔'' یہ دعا اور یہ استغفار اور یہ کلمات جب حضرت آدمؑ نے اللہ کے سامنے عرض کئے تو حضرت آدمؑ کے اس گناہ کی معافی ہوگئی۔ یہ مزاج ہوگا اس بندے کا جس کے اندر بندگی ہوگی۔

شیطان میں فقط دو عین ہے

شیطان جو اللہ کا بندہ ہے، اس کی مخلوق ہے لیکن اس کی بندگی کا حق ادا نہیں کیا۔ شیطان بڑا عالم تھا، ہمارے بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ شیطان کی جو صفات ہیں اس کے اندر دو عین تو ہے لیکن ایک اور عین کی اس میں کمی ہے۔ عابد کے اندر بھی عین ہوتا ہے عالم کے اندر بھی عین ہوتا ہے، وہ عابد بھی تھا بہت بڑا عابد، اللہ کے سامنے اس نے بہت سجدے

کئے، آسمان پر چار انگلی کے برابر جگہ باقی نہیں رہی کہ جہاں اس نے سجدہ نہیں کیا، اتنے سجدے کئے۔ تو عابد بھی بہت بڑا تھا، عالم بھی تھا۔ علم اتنا تھا کہ اللہ نے فرشتوں کا سردار اس کو بنایا تھا۔ تو عابد بھی تھا، عالم بھی تھا، لیکن ایک عین کی کمی تھی، عابد کا عین بھی تھا اس میں عالم کا عین بھی تھا لیکن عاشق کا عین نہیں تھا۔ عشق کا تقاضہ یہ ہے کہ میرا محبوب جو حکم دے دے اس پر عمل کروں۔ تو عاشق کا جو عین ہے اس کی کمی تھی اس لئے راندۂ درباہو گیا۔ حضرت آدمؑ کو عشق تھا اپنے رب سے، محبت تھی اپنے رب سے، اس وجہ سے حضرت آدمؑ کامیاب ہوگئے اور وہ ناکام ہو گیا۔ تو عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ شیطان کے اندر یہ سب چیزیں تھیں لیکن عشق اور محبت نہ تھی۔ جس سے انسان کو تعلق ہوتا ہے، جس سے محبت ہوتی ہے اس کے حکم پر تو آدمی مرمٹتا ہے۔

عشق پر آدمی مرمٹتا ہے

کتابوں میں واقعات لکھے ہیں مولانا رومؒ وغیرہ نے بھی، مشہور ہے لیلیٰ مجنوں کے قصے ہم پڑھتے رہتے ہیں لیکن اس کی حقیقت میں غور کیا جائے تو ہمارے لئے بڑا سبق ہے۔ تو لیلیٰ نے مجنوں کو حکم دیا کہ تو پہاڑ کھودو اور اس کے اندر سے دودھ کی نہر نکالی۔ اب یہ مجنوں صاحب چلے اور پہاڑ کھودنا شروع کیا تو کسی نے پوچھا: کیا ہوا تم پہاڑ کھود رہے ہو؟ اس نے کہا: بس پہاڑ کھود کر دودھ کی نہر نکالنی ہے۔ اس شخص نے کہا: ارے بھائی! تم بڑے بے وقوف آدمی ہو، کوئی پہاڑ کھود کرکے دودھ کی نہر نکلنے والی ہے؟ کہا: نہیں، بس میرے محبوب نے مجھ کو حکم دے دیا، اس کے حکم کے آگے میں سب کچھ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ میرے محبوب نے کہا: پہاڑ کھودو اور دودھ کی نہر نکالو! اس لئے یہ کام میں نے شروع کر دیا۔ ایک دنیاوی اور فانی محبت کی خاطر انسان کیسی قربانی دیتا ہے۔ مولانا رومؒ نے اور بھی واقعہ اس کا لکھا ہے اور اس کا نتیجہ نکالتے ہیں کہ مومن کو اللہ کے ساتھ ایسی محبت ہونی چاہئے۔

ایک مرتبہ وہ مجنوں اونٹنی پر سوار ہو کر جا رہا تھا اپنی لیلیٰ کی گلی میں ملاقات کے لئے یا زیارت کے لئے، وہ اونٹنی بچے والی تھی، اس کا بچہ بھی پیچھے پیچھے چل رہا تھا اور یہ مجنون اونٹنی پر سوار ہے۔ اس کو جلدی جانا ہے، جلدی جانا چاہتا ہے لیکن وہ اونٹنی بے چاری اپنے بچے کی محبت کی خاطر بار بار پیچھے پلٹ کر دیکھتی ہے، وہ چلتی ہے اور مار کھا رہی ہے لیکن پھر بھی جلدی نہیں چلتی، بار بار پیچھے پلٹ کر دیکھتی ہے۔ اس مجنون کو فوراً خیال آیا، مجنون تھا لیکن عقل بھی تھی اس میں تو اس نے سوچا کہ اونٹنی کو اپنے بچے سے محبت ہے اس کے لئے یہ مار کھا رہی ہے لیکن پھر بھی سیدھی نہیں چلتی اور بار بار پلٹ کر دیکھتی ہے، حقیقی محبت تو اس کو کہتے ہیں اور میں محبت کا دعویٰ کر رہا ہوں اور جانے میں بالکل تاخیر کر رہا ہوں۔ وہ فوراً اونٹنی سے کود پڑا۔ ایک طریقہ تو یہ بھی تھا کہ اونٹنی کو بٹھاتا پھر اُترتا اور چلتا اپنے مقصد کی طرف، لیکن جنون اس پر طاری تھا، اس کی عقل پر اس کی محبت غالب آگئی کہ اونٹنی سے کود پڑا۔

عشق و محبت ہوتی ہے تو اعمال کی ادائیگی آسان ہوتی ہے

ایمان کے اندر بھی یہ بات خاص ہے، انسان کی عقل یہ چاہتی ہے کہ ایک لاکھ روپیہ اس وقت میرے پاس موجود ہو اگر میں اس کی زکوٰۃ ادا کروں گا تو اس میں کتنا کم ہو جائے گا۔ عقل یہ چاہتی ہے خواہ مخواہ میں اپنے روپے پیسے کو کیوں کم کروں؟ لیکن محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ اللہ کا حکم ہے اس کی زکوٰۃ ادا کر۔ اب محبت غالب آگئی عقل پر، عقل کی چلنے نہیں دی، اس نے اللہ تعالیٰ کے تقاضے کو پورا کیا، ایمان کے تقاضے کو پورا کر کے زکوٰۃ ادا کر لی، تو یہ عشق اور محبت سے ہوتا ہے۔ ایسے ہی صبح کا وقت ہے سخت سردی ہے، عقل یہ چاہتی ہے کہ نرم بستر گرم بستر پر پڑے رہیں، کون جاتا ہے؟ لیکن اس عقل کو آدمی پیچھے چھوڑ دیتا ہے اور ایمان کے تقاضے پر عمل کرتا ہے کہ نہیں مجھے اللہ کے حکم کی طرف جانا ہے، اس وقت اگر مجھے دنیا کا کوئی بڑا وزیر کوئی بڑا افسر بلائے تو میری خوشی کی انتہا نہیں ہوگی کہ اتنا بڑا

آدمی مجھ کو بلا رہا ہے۔ اس لئے آدمی سب کچھ چھوڑ کر بھاگے گا کہ میں اس کی خدمت میں پہنچ جاؤں، لوگ بھی دیکھیں گے کتنے بڑے آدمی سے اس کا تعلق ہے۔ تو ایمان والا کیا سوچتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو پنج کی نماز کے لئے بلا رہا ہے، اس کے دربار میں وہ بلا رہا ہے تو میں بڑا بدقسمت ہوں اگر میں نہ جاؤں، میں محروم ہو جاؤں گا اگر اس کی آواز پر لبیک نہیں کہا۔ یہ تقاضہ ہے۔ تو وہ مجنون تھا لیکن محبت اس کی عقل پر غالب آ گئی اس لئے اس نے اپنی عقل کے مطابق عمل نہیں کیا، بٹھایا نہیں سواری کو بلکہ اس اونٹنی پر سے کود پڑا۔ جانتے ہو کودنے کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ آدمی دو چار فٹ سے گرتا ہے تو بھی کبھی اس کا پیر فریکچر ہو جاتا ہے، کبھی چلنے کے قابل نہیں رہتا، تو یہ اتنی اونچی اونٹنی پر سے گرا تو اس کے ہاتھ پیر ٹوٹ گئے۔ ایسے تو چلنے کی طاقت نہیں رہی مگر ابھی بھی اس کی محبت اس کی عقل پر غالب رہی، اب وہ چل تو سکتا نہیں لڑھکانا شروع کر دیا۔ لڑھکتا لڑھکتا وہ اپنی لیلیٰ کی گلی کے اندر پہونچا۔ کتنی اونچی محبت تھی ایک فانی چیز کے لئے۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

عشق مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود　　　گوئے گشتن بہر او اولیٰ بود

کیا مولیٰ کا عشق اس سے بھی کم ہو سکتا ہے؟ تو ایک مجنون نے لیلیٰ کے ساتھ کیسی محبت کی اور تو مولیٰ کو ماننے والا ہے، مولیٰ کے ساتھ عشق و محبت کا دعویٰ کرتا ہے، تو تیرا مولیٰ سے عشق اس کی لیلیٰ کی محبت سے بھی کم ہے۔ جیسے اس مجنوں نے اپنی لیلیٰ کی خاطر اپنے کو گیند بن کر کے لڑھکایا، ایک مومن کا اور اللہ سے محبت رکھنے والے کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ بھی اللہ کے واسطے اپنی جان کو اگر لڑھکانے کا موقع آ جائے، اگر اپنی جان کو قربان کرنے کا موقع آ جائے اللہ کے حکم کے آگے وہ اپنے آپ کو قربان کر دے، یہ مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔ بہرحال عرض کرنے کا منشا یہ ہے بات بہت دور جا پڑی کہ شیطان کے اندر وہ عاشق والے عین کی کمی تھی، عابد بھی تھا عالم بھی تھا مگر عاشق نہیں تھا۔ اور حضرت آدمؑ میں یہ خوبی تھی۔

انجیر کے درخت کی خاصیت

میں یہ بات عرض کر رہا تھا حضرت آدمؑ حضرت حواؑ ان دونوں کو جب کسی درخت نے پتہ نہیں دیا تو ایثار کس نے کیا؟ وہ انجیر کے درخت نے کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں یہ خوبی رکھی ہے کہ دوسرے کا کام بنایا کرے خود کا بنے یا نہ بنے۔ تو اس نے حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ کو اپنے پتے دے دیئے، انہوں نے اپنا بدن ڈھانپ لیا۔ اب دنیا نے اس درخت کی خاصیت دیکھ لی۔ مثلاً آم ہے کیری ہے پھل آنے سے پہلے اس پر پھول آئے گا اس کے بعد پھل آئے گا، اسی طرح اور بھی جتنے درخت ہیں کسی نہ کسی قسم کا پہلے پھول آتا ہے اس کے بعد پھل آتا ہے۔ تو پھول اور پتے کیا ہیں؟ یہ اس کی زیب وزینت ہے۔

اب پہلے تو اس نے اپنا کام کیا، اپنی سجاوٹ کو اس نے اختیار کیا، اور دوسرے نمبر پر پھر وہ پھل پیدا کرتا ہے جو انسان کھاتے ہیں اور انسان کے علاوہ بعض پھل جانور کھاتے ہیں۔ مطلب کہ دوسروں کے نفع کی چیزیں تو اس نے بعد میں پیش کی اور اپنی ذات کے نفع اور اپنی زیب وزینت کو پہلے اختیار کیا۔ لیکن انجیر کے درخت کی خاصیت کچھ اور ہے، اس کے اندر ایثار کا مادہ ہے۔ کاش انسان کے اندر وہ ایثار کا مادہ آ جائے تو وہ کتنے اونچے مقام پر پہنچ جائیں۔ اب یہ انجیر کے درخت میں ہوتا کیا ہے کہ پہلے پھل آتا ہے۔ ہم دیکھیں غور کریں تو پتہ چلے گا کہ انجیر کے درخت میں پہلے پھول نہیں آتا ہے، پہلے ہی وہ لوگوں کے نفع کی چیز اپنے اوپر پیش کر دیتا ہے، پھل ہونے کے بعد پھر اس کے اوپر پھول اُگتا ہے، اپنا کام وہ بعد میں کرتا ہے زیب وزینت کا، دیکھیں گے تو پتہ چلے گا۔ یہ ایثار کا مادہ یعنی اپنا کام بعد میں کرتا ہے لیکن لوگوں کے نفع کا کام پہلے کرتا ہے۔ یہ ایثار کا مادہ بڑی عجیب چیز ہے۔ ہو سکتا ہے اسی ایثار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس کی قسم کھائی ہو اور قرآن میں اس کا ذکر کیا ہو۔ اللہ فرماتا ہے۔ ﴿والتین والزیتون وطور سینین وھذا البلد الامین﴾ ”قسم ہے انجیر کی اور قسم ہے زیتون کی اور قسم ہے طور سینا کی اور قسم ہے اس بلد

امین یعنی امن والے شہر مکہ مکرمہ کی۔" اللہ تعالیٰ قسم کھا رہے ہیں تو اس چیز میں کتنی خوبی ہوگی ایثار کی۔ ایک درخت ایک بے جان چیز اپنے اندر ایک خوبی رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو یہ مقام عطا فرماتے ہیں کہ خود اس کی قسم کھاتے ہیں، اللہ تعالیٰ خود قرآن میں اس کا ذکر فرماتا ہے۔ تو انسان اپنے اندر جو یہ صفت حاصل کرے گا اپنے بھائیوں کی ہمدردی، اپنے بھائیوں کے نفع کی صفت خود اختیار کرے تو اللہ کے یہاں اس کا کتنا اونچا مقام ہو جائے۔

تمہاری ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہونچے

اس لئے بھائیو! سوچنے کی بات ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو نقصان پہونچانے سے بھی نہیں ڈرتا۔ دراصل بات یہ عرض کر رہا تھا کہ کامل مسلمان تو وہ ہے کہ وہ اپنی ذات سے کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہونچائے، زبان سے بھی، ہاتھ سے بھی اور کسی بھی طریقے سے اپنی ذات سے وہ تکلیف نہ پہونچائے۔ مسلمان اپنے مسلمان کے لئے سراسر سلامتی کا پیغام ہے۔ اب انسان اپنے بھائی کو تکلیف پہونچاتا ہے۔ ابھی میں نے بتلا دیا کہ انسان اپنے بھائی کو دنیا میں یہاں نقصان پہونچا دیتا ہے لیکن آخرت کا اپنا کتنا بڑا نقصان کرتا ہے۔ تو اگر اس نے دنیا میں معاف نہیں کیا تو پھر اپنی ساری نیکیاں اس کو دینی پڑیں گی۔ بلکہ الاشباہ والنظائر میں ذکر کیا ہے کہ کوئی آدمی اگر کسی آدمی کا ایک درہم کا چھٹا حصہ ناحق لے لے گا جس کا حق نہیں تھا، درہم کا چھٹا حصہ لے لے اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ جس کا وہ لیا گیا تھا اس کو لینے والے کی چھ سو نمازیں دے دیں گے، ۷۰۰ نمازیں اس کو دلوائیں گے۔[1] اولاً تو ہماری نمازیں کیسی بے جان، اس میں کون سی قبول ہے کون سی قبول نہیں ہے خود انسان اپنے اوپر خیال کرسکتا ہے۔

---

(۱) وجاء في بعض الكتب أنه يؤخذ لدانق ثواب سبع مائة صلوة بالجماعة. (الأشباه والنظائر، ص ۱۶۰، مكتبه فقيه الملت ديوبند)

ایک لطیفہ: ہماری نماز کا حال

آدمی ساری دنیا کا حساب نماز میں ہی کرتا ہے۔ چار رکعت ایک امام صاحب نے نماز پڑھائی، پیچھے سے ایک شخص نے کہا: امام صاحب نے تین رکعت ہی پڑھائی۔ تو دوسرے ایک صاحب نے کہا کہ ارے بھائی چار رکعت پڑھائی، کہا: نہیں تین رکعت پڑھائی، لوگوں نے تین رکعت والے کو پوچھا کہ اس کو کیسے معلوم ہوا؟ کہا: میں روزانہ چار رکعت میں چار دکان کا حساب کرتا تھا آج تین ہی دکان کا حساب ہوا تو معلوم ہوا آپ نے ابھی ایک رکعت کم پڑھائی۔ یہ ہماری نمازوں کا حال ہے۔ اس لئے شاعر نے کہا:

ہاتھ باندھے کھڑے ہیں صف میں ☆ سب اپنے اپنے خیال میں ہیں

امام مسجد سے کوئی پوچھے ☆ نماز کس کو پڑھا رہا ہے

امام مسجد سے کوئی پوچھے کہ نماز کس کو پڑھا رہا ہے سب تو اپنے اپنے خیال میں باہر ہیں نماز کے۔ اس لئے حدیث میں فرمایا گیا (اللہ ہم سب کو اخلاص والی نماز عطا فرمائے) کہ مسجدیں پوری پوری بھری ہوں گی لیکن اخلاص سے نماز پڑھنے والا ایک بھی نہیں ہوگا۔ ہم خود اپنے آپ پر غور کریں کہ ہماری نمازوں کا کیا حال ہے؟ اللہ اپنے فضل سے قبول کرے وہ اس کا کرم ہے، اس کا فضل ہے ورنہ واقعی ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ہماری نمازوں میں کوئی جان نہیں۔

نماز کی قوت

ورنہ نمازوں کا نظام کیسا ہو؟ نمازوں کے اندر کیا قوت ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہم کو جو احکام دیئے ہیں اس کے اندر ایسی طاقت ہے، نماز کے اندر ایسی طاقت ہے کہ وہ دنیا کے نظام کو تو کیا آسمان کے نظام کو بدلنے کی طاقت رکھتی ہے۔ نماز میں اتنی قوت

ہے۔ آج اصل میں نماز ہی تو ہم بھول چکے ہیں۔ پہلے زمانے میں صحابہ کرامؓ اللہ والے لوگ اپنے مسائل نمازوں سے حل کیا کرتے تھے۔ جہاں ضرورت پیش آئی دو رکعت صلوٰۃ الحاجۃ پڑھی، اللہ سے مانگا، اللہ ان کی مرادیں پوری فرما دیتا تھا، اگر وہ بات پوری نہیں ہوتی تھی تو ان کے دل میں ایسی تسلی اور سکون اللہ ڈال دیتا تھا کہ بے چینی ان کی ختم ہو جاتی۔ آج کتنے لوگ بے چارے اپنی پریشانیوں پر اظہار کرتے ہیں، میں جب بھی کوئی پریشانی کا اظہار کرتا ہے تو فوراً کہتا ہوں کہ دو رکعت صلوٰۃ الحاجۃ پڑھو، تو وہ کہتا ہے: ارے وہ تو ہے ہی لیکن ذرا تعویذ دے دو۔ تو نماز پر یقین ہی نہیں رہا تعویذ پر یقین ہے۔ حضور ﷺ نے جو بات بتلائی اس کو ہم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ تقریباً جتنے حضرات نے پریشانی کے متعلق کہا ہوگا میں نے ان کو یہی کہا کہ دو رکعت صلوٰۃ الحاجۃ پڑھ کر پریشانی دور کرو، اور اکثر کو یہی جواب دیا تو کہتے ہیں: نماز تو پڑھ ہی لیتے ہیں لیکن تعویذ ہو جائے تو وہ بھی اچھا ہو۔ تعویذ پر ہمارا یقین ہے نماز پر یقین نہیں۔ اور صحابہ کرامؓ کو اگر کوئی کام ہوتا تھا تو فوراً دو رکعت نماز پڑھی، اللہ سے مانگا، اپنی حاجت اللہ سے پوری کروائی۔ ان کا یقین تھا اس پر۔ تو نماز میں یہ طاقت ہے۔

نماز کا اثر آسمان میں اور صلوٰۃ الکسوف کی حکمت

نماز کے اندر ایسی طاقت ہے کہ وہ آسمان کے نظام کو بھی بدل دیتی ہے۔ سورج گرہن ہو جاتا ہے تو حدیث میں کیا حکم ہے؟ کہ دو رکعت صلوٰۃ الکسوف پڑھو[1] سورج گرہن کی نماز۔ دیکھئے سورج اللہ کی کتنی بڑی مخلوق ہے، زمین سے ہزاروں درجہ اس کا بڑا جسم

---

[1] عن ابی بکرۃ قال: قال رسول اللہ ﷺ: ان الشمس والقمر لا ینکسفان لموت أحد واذا رأیتموھا فصلوا وادعوا حتی یکشف ما بکم. (صحیح بخاری شریف، کتاب الصلوٰۃ ابواب الکسوف، ج ۱، ص ۱۴۱)

ہے، اس پر جب عذاب آجاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک پکڑ آجاتی ہے تو اس کی روشنی ختم ہو جاتی ہے۔ زمین سے سورج تو بہت اوپر ہے وہاں وہ تکلیف میں مبتلا ہے وہاں اس پر تاریکی چھائی ہوئی ہے وہاں اس کے اندر اندھیرا چھایا ہوا ہے، حق تعالیٰ نے زمین پر مسلمانوں کو حکم دیا کہ تم صلوٰۃ الکسوف پڑھو، دو رکعت نماز لمبی قرأت والی پڑھو، لمبا رکوع کرو، جب تم ایسا کرو گے تو تم تو زمین پر نماز ادا کر رہے ہو لیکن سورج کی تاریکی، سورج کی بے نوری ختم کر کے اس نماز کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کے اندر نور فرما دے گا، اس کی تاریکی کس طرح ختم ہوتی ہے۔ نماز بندے زمین پر پڑھتے ہیں لیکن کتنے اوپر اس کی نماز کا اثر جاتا ہے۔ اب ہمارے لئے غور کرنے کی بات ہے کہ ایک آدمی جب نماز پڑھ رہا ہے اور اس کی نماز کا اثر سورج میں جو اندھیرا ہو گیا تھا اس کی نماز کی برکت سے پھر وہ اندھیرا دور ہو کر نور آجاتا ہے تو اگر کوئی آدمی اخلاص اور اچھے دل سے اللہ کے سامنے نماز پڑھے تو خود اس کے دل میں کتنی نورانیت آجائے۔ ضروری یہ ہے کہ نماز صحیح پڑھے۔

نماز کے مسائل جانو

اسلئے اپنے آپ پر غور کریں۔ ابھی ہم پوچھیں ایک دوسرے کو نماز میں کتنے فرائض ہیں، نماز میں کتنی سنتیں ہیں، نماز میں کتنے واجبات ہیں تو صاحب ہم کو یہ یاد نہیں ہوگا کہ کتنے فرض ہیں، نماز میں کتنی سنتیں ہیں، کن چیزوں سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، ان مسائل سے ہم ناواقف ہیں۔ کون سے ایسے مسائل ہیں کہ جن کی وجہ سے نماز دہرانی پڑتی ہے۔ جب اتنے دور ہیں تو نماز میں اخلاص کہاں سے ہوگا؟ اب اس کا مطلب یہ نہیں کہ اخلاص نہیں تو اب چھوڑ دیں کہ اخلاص تو ہے ہی نہیں تو پڑھ کر کیا فائدہ؟ پڑھتے رہیں تاکہ پڑھتے پڑھتے اخلاص آجائے۔ جو کر رہے ہیں وہ کریں۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کا ملفوظ

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی[۱] فرماتے ہیں کہ ہماری نمازوں کی مثال ایسی ہے جیسا کہ ایک شخص نے اپنے دوست کو لکھا کہ کوئی خادم یہاں روانہ کردو، مجھے خدمت کی ضرورت ہے، میں اس سے خدمت لوں گا وہ میری ضرورت پوری کرے گا۔ اس کے دوست نے ایک آدمی بھیجا چارپائی پر بٹھا کر، وہ معذور آدمی تھا، کوئی خدمت نہیں کرسکتا تھا، چارپائی پر بٹھا کر اس طرح پہنچ گیا۔ جب اس نے دیکھا کہ میں نے تو ایسا آدمی بلایا تھا کہ وہ میری خدمت کرے اور میرے دوست نے ایسا آدمی بھیجا کہ وہ خود خدمت کا محتاج ہے، مجھ کو اس کی خدمت کرنی پڑے گی، لیکن وہ سوچتا ہے کہ یہ میرے دوست کا ہدیہ ہے، میرے دوست کا تحفہ ہے چاہے معذور آدمی ہی ہے، چلو میں اس کو قبول کرلیتا ہوں، میں خدمت کروں گا یا کوئی دوسرا خادم اس کے لئے میں رکھ دوں گا، یہ سوچ کر وہ اپنے دوست کا تحفہ ہدیہ قبول کرلیتا ہے۔ حضرت حاجی صاحب فرماتے ہیں: ہماری نماز، ہمارا روزہ، ہمارا ذکر، ہماری تلاوت ایسی ہی لولی لنگڑی ہے، اللہ تعالیٰ ہوسکتا ہے اپنا فضل فرمالیں کہ چونکہ میرا نام لیتا تھا ایمان والا تھا، قبول کے تو قابل نہیں ہے لیکن اپنا فضل فرماکر اس کی عبادت قبول کرلیتا ہوں، ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمالیں۔ اسلئے نماز کو اس طرح چھوڑ دینے کی ضرورت نہیں، اخلاص کے ساتھ جو پڑھے، کوئی توجہ پیدا کرے، اخلاص سے کام کرتے رہیں تو ترقی ہوگی۔ یہ نماز کے اندر تجربہ ہے کہ وہ بظاہر اسی تقاضہ کو بھی بدل دیتی ہے۔

---

(۱) حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ: وقت کے شیخ المشائخ، عارف باللہ، اکابر علماء دیوبند کے شیخ و مرشد تھے۔ ولادت ۲۲ صفر ۱۲۳۳ھ مطابق ۱۸۱۷ء نانوتہ ضلع سہارنپور میں ہوئی۔ آپ کا [illegible] نام [illegible] ہے۔ آپ نے مروجہ نصاب کے مطابق درسیات کی تکمیل نہیں کی تھی لیکن بڑے بڑے علماء کرام نے آپ کی قیادت میں انگریزوں سے آزادی کی جنگ لڑی۔ [illegible] آپ کی تصانیف میں ضیاء القلوب، جہاد اکبر، تحفۃ العشاق، غذائے روح وغیرہ ہیں۔ صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ ۱۲ جمادی الآخرۃ ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۸۹۹ء کو مکہ مکرمہ میں وفات ہوئی اور جنت المعلیٰ قبرستان میں مدفون ہیں۔

''ایثار'' صحابہؓ کی خصوصی صفت

تو عرض کرنے کا منشا ہے کہ وہ چیونٹی کی بات تھی کہ اس میں کوئی ہمدردی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے نام سے پوری سورۃ قرآن کے اندر اتار دی۔ وہ ہمدردی وایثار مسلمانوں کے اندر آ جانا چاہئے۔ انجیر کے درخت کے اندر ایثار کا مادّہ ہے، یہ صفت بھی انسان اختیار کرے، دوسرے کو نفع پہلے پہونچائے اور اپنے نفع کی بعد میں فکر کرے تو اللہ کے یہاں بڑا اونچا اس کا مقام ہو جائے گا۔ ﴿یوثرون علیٰ انفسھم﴾ قرآن پاک میں ان لوگوں کی تعریف کی کہ ﴿یوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ﴾ صحابہ کرامؓ کی شان میں نازل ہوئی یہ آیت، ''وہ لوگ تو ایسے ہیں کہ چاہے اپنے اوپر فقر وفاقہ ہو لیکن وہ اپنے بھائی کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔'' ایمان والوں کی یہ خصوصیت ہے۔

لفظ ''اسلام'' سلامتی کا پیغام

تو ایمان کی ایک صفت کہ مسلمان وہ ہے جو اپنے ہاتھ سے اپنی زبان سے کسی کو تکلیف نہ پہونچائے، سراسر خیر سراسر نفع سراسر بھلائی کا اہتمام ہونا چاہئے۔ کل بھی میں نے بتلایا تھا کہ مسلم جو لفظ ہے وہ اصل میں تین حرفوں سے مل کر بنا ہے سین لام میم، سِلْم، سَلَم کے معنی آتے ہیں سلامتی کے۔ اس لئے اس کی ذات سے سلامتی کا درس ملتا ہے۔ کوئی نقصان اور کوئی ضرر کی بات ہونی نہیں چاہئے۔ اب مسلمان ایک دوسرے کو تکلیف پہونچاتا ہے اس کی بہت ساری صورتیں ہیں۔ مثلاً ایک صورت ان میں سے یہ ہے کہ وہ اپنی زبان کے ذریعہ تکلیف پہونچائے۔ زبان سے بھی تکلیف پہونچانے کی بہت سی صورتیں ہیں مثلاً ایک صورت یہ ہے کہ کسی کو ایسا کلمہ کہنا کہ جس کی وجہ سے اس کا دل ٹوٹ جائے اس کی دل شکنی ہو جائے۔ مسلمان کا دل ٹوٹ جائے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی ناپسندیدہ چیز ہے۔

ایک مسلمان کا مقام کعبۃ اللہ سے بھی بڑھ کر

یہ مقام ہے مسلمان کا؟ اس کا کیا مقام ہے اللہ کے یہاں؟ ایمان والوں کا کتنا اونچا مقام ہے؟ تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ کعبۃ اللہ کا طواف فرما رہے تھے اور طواف کرتے کرتے آپ کے ہاتھ میں ڈالا ہوئی چھڑی تھی آپ ﷺ نے کعبہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اے کعبہ! میں جانتا ہوں کہ تجھ میں کتنی بڑائی ہے کتنی عظمت ہے حقیقت میں کعبہ کی عظمت اور بڑائی والا ہے۔ جتنے بھی انبیاء کرام آئے تمام نے طواف کیا اور اللہ نے کعبہ کو یہ بڑائی عطا کی ہے کہ فقط کوئی آدمی اس کعبہ کو دیکھتا رہے اس پر بھی نیکی ملتی ہے فقط اس کے آگے پہ نماز پڑھے اس کے سامنے تو چالیس نیکیاں اور طواف کرے تو ساٹھ نیکیاں۔"[1] سوچنے کی بات ہے کہ دیکھنے کی فقط اس کو بھی نیکیاں ملتی ہیں اتنا اونچا مقام۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اتنے سارے احترام رکھے ہیں۔ حتیٰ کہ اگر ایسا شخص جس کا قتل واجب ہو اس نے کسی جرم کی وجہ سے اسے اسلامی حکومت نے قتل کی سزا سنائی ہو وہ کعبہ کے پردے سے جا کے چمٹ جائے تو حکومت وہاں اس کو قتل نہیں کر سکتی۔ جب تک کہ خود باہر نہ نکلے وہاں تک اس کو قتل نہیں کر سکتے وہ اس کے اندر چلا گیا تو گویا امن والا ہو گیا۔ یہاں تک کہ انسان کو تو امن مل ہی جاتا ہے جانوروں کو بھی جو حرم کی حدود میں ہو تو بھی جائے اسے امن مل جاتا ہے وہاں شکاری جانوروں کو مار نہیں سکتے یہ حرم ہے اس کو پکڑ نہیں سکتے کوئی ہرن ہے کوئی شکار کا جانور ہے، شکار کے جانوروں کو وہاں پکڑ کر ذبح نہیں کر سکتے۔ اگر کسی نے ذبح کر لیا، پکڑ لیا تو اس کی قیمت صدقہ کرنی ہوگی۔ اس کی جزا ہے

---

(1) عن ابن عباس قال: قال رسول الله ﷺ: ان الله ينزل في كل يوم وليلة عشرين ومائة رحمة تنزل على هذا البيت ستون للطائفين واربعون للمصلين وعشرون للناظرين — رواه الطبراني في الكبير والأوسط. (مجمع الزوائد ج ۳، ص ۲۹۲)

کہ جتنے کا وہ جانور تھا اتنی قیمت صدقہ کرنی ہوگی۔ اتنا امن والا ہے بیت اللہ۔ جانور تو جانور رہا انسان تو انسان لیکن گھاس جیسی چیز جس کی کیا قیمت ہوتی ہے اس گھاس کو توڑنا بھی حرم کے اندر جائز نہیں۔ اگر کسی نے گھاس اکھاڑ دیا تو اس گھاس کی قیمت بھی اس کو صدقہ کرنا ضروری ہے۔ جو درخت اگے ہوئے ہیں اس کی ڈالی بھی توڑ نہیں سکتے۔ معلوم ہوا کہ واقعی یہ زمین اور اس کے اطراف اتنے زیادہ قابل احترام ہیں۔ بلکہ انسانوں کو تو یہ حکم ہے ہی لیکن جانوروں کو بھی اس کا حکم ہوا۔

انوکھی بات

ایک بات کہی تھی میں نے کہ بیت اللہ جو ہے وہ چہار دیواری ہے اور اس کے اطراف میں بہت سارے کبوتر رہتے ہیں لیکن کوئی کبوتر اس کعبہ کی چھت کے اوپر اڑتا نہیں۔ بات کی بھی اتفاق سے اس کا ثبوت اس طرح ملا کہ حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلوی[1] لکھتے ہیں "التعلیق الصبیح" میں اس کا مشاہدہ کر رہا تھا یہ بات بیشتر سنی گئی کہ بیت اللہ کا احترام کبوتر اور پرندے بھی کرتے ہیں اور فرماتے ہیں حضرت مولانا ادریس صاحب کہ کوئی کبوتر اور پرندہ کعبہ کی چہار دیواری کے اوپر نہیں اڑتا۔ جب اس کے اطراف میں تو اڑتے ہیں۔ مثلاً یہ مسجد ہے تو اس کے چاروں طرف اڑیں گے لیکن مسجد کے

---

(1) حضرت مولانا ادریس کاندھلوی: آپ کی ولادت ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۱۷ھ مطابق ۲۰ اگست ۱۸۹۹ء بھوپال میں ہوئی۔ آپ صدیقی النسل تھے۔ ۱۹ سال دارالعلوم دیوبند میں تدریسی خدمت انجام دیں، ۱۹۴۹ء میں پاکستان ہجرت کرنے اور وہاں جامعہ عباسیہ بہاولپور میں شیخ الحدیث کی خدمات انجام دیں۔ پھر ۱۹۵۱ء میں جامعہ اشرفیہ لاہور میں شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز ہوئے اور تادم آخر وہیں خدمات انجام دیں۔ آپ بڑے عالم، محقق و مصنف و مفسر تھے۔ آپ نے بہت سی کتابیں تحریر فرمائیں جن میں معارف القرآن، التعلیق الصبیح اور سیرۃ المصطفیٰ ﷺ بہت مشہور ہیں۔ ۲۸ جولائی ۱۹۷۴ء مطابق ۸ رجب ۱۳۹۴ھ کو لاہور میں وفات پائی۔

کرنے کی فکر کریں۔ اس لئے میں تو ہمارے بزرگوں کے مشورے سے خاص طور پہ جب بھی کوئی موقع آتا ہے اپنی بات کرنے کا تو سب سے پہلے وہ گندگی جو میرے اندر بھری ہوئی ہے اس کو بھی ذکر کرتا ہوں پھر اپنے معاشرے میں نظر آتی ہے اس کو ذکر کرتا ہوں تاکہ کچھ ہم بھی کرنے والے بن جائیں اور اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اور دوسروں کو بھی عمل کی توفیق دے دے۔

اچھی طرح بات کرنا بھی صدقہ ہے

یہ بات کہی جاتی ہے اس لئے اب مسلمان کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ کعبہ کی ذات سے بھی بڑھ کر ایک مسلمان کا احترام و اکرام ضروری ہے۔ اچھی بات انسان کی زبان سے نکلے اس لئے کہ یہ بھی صدقہ ہے کہ نرم بات کہنا اس کو بھی صدقہ کہا گیا۔ آپ اگر کسی کی بات کے جواب میں آپ کے پاس اس کا حق ادا کرنے کا موقع نہیں ہے تو اچھی بات کہدو اس پر بھی ثواب ملے گا۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے دین جو اتارا ہے فقط عبادت کا نام نہیں ہے اس کے اندر ایک اہم شعبہ یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھیں۔ غرض مزاج کے خلاف کہ ہلکی بات کرنا زبان سے تکلیف پہنچتی ہے تو اس میں ایک یہ ہے کسی کو برا بھلا کہنا کسی کو ایسا کلمہ کہنا کہ جس کی وجہ سے اس کا دل ٹوٹ جائے۔ اس پر میں نے یہ بات کہی کہ انسان کا دل، اس کے اندر ایمان ہوتا ہے وہ اللہ کے نزدیک کتنی قابل عظمت چیز ہے۔ اس لئے توڑنا نہیں چاہئے کسی کے دل کو۔

دل شکنی اور حضرت شیخ الہندؒ

ہمارے ایک بزرگ ہیں حضرت شیخ الہندؒ میں نے ان کا واقعہ ذکر کیا تھا۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنی (رحمۃ اللہ علیہ) کے بھی استاذ ہوتے ہیں اور ہندوستان کی آزادی میں بھی ان کا

بڑا حصہ ہے۔ تو شیخ الہندؒ کے متعلق ایک صاحب نے کوئی کتاب لکھی یا کوئی خط لکھا اس کے اندر ان کو کافر کہا کہ وہ تو کافر ہیں، گستاخ رسول ﷺ ہیں، اس طرح کے کلمات لکھے کافر لکھا۔ ایک شخص نے جو حضرت کے معتقد تھے فارسی کے اندر چند اشعار بنائے، وہ اشعار واقعی اس نے بڑے اچھے اشعار کہے یعنی شاعرانہ طنز تھا اس کے اعتبار سے اس نے بڑا کمال کیا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اگر تو نے مجھے کافر کہا تو مجھے کوئی غم نہیں لیکن میں تجھ کو مسلمان کہتا ہوں۔ یہ دو مصرعوں کا مطلب ہوا تو نے اگر مجھے کافر کہا تو مجھے کوئی غم نہیں لیکن میں نے تجھ کو مسلمان کہتا ہوں۔ اور آخر میں اس نے ایک شعر اور بڑھایا، اس نے کہا: جھوٹ کا بدلہ جھوٹ سے ہی ہوتا ہے، کیا مطلب ہوا اس کا؟ کہ تو نے مجھے کافر کہا تو تو نے جھوٹ کہا اب میں تجھ کو مسلمان کہتا ہوں اور میں بھی یہ جھوٹ کہہ رہا ہوں۔ گویا اس کو کافر ہی اس نے بنا دیا۔ حضرت شیخ الہندؒ کے پاس وہ اشعار لکھ کر لائے تو حضرت شیخ الہندؒ نے اس کو جواب دیا، جواب میں فرمایا کہ شاعرانہ انداز سے تو تم نے بڑا اچھا جواب دیا کیونکہ اس نے حضرت کو کافر لکھا واقعی یہ تو دل شکنی کی بات ہے، اس نے جواب دیا اس کے اعتبار سے تو اس کو سراہنا چاہئے کہ بہت اچھا کیا تم نے کہ اس کو بھی کافر کہہ دیا۔ لیکن حضرت ناراض ہوئے اور کہا کہ دیکھو میں اشعار کو پھر سے بناتا ہوں۔ ایک دو کڑی اس کے اندر بدل دی تو اب

---

(1) حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ: شیخ الاسلام دارالعلوم دیوبند کے صدر و شیخ الحدیث، جمعیۃ علماء ہند کے صدر، ہزاروں علماء کے جلیل القدر استاذ و ہزاروں انسانوں کے مرشد کامل اور حضرت گنگوہیؒ کے خلیفہ تھے۔ ولادت ۱۹ شوال ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۸۷۹ء میں ہوئی۔ حضرت شیخ الہندؒ کی معیت میں تحریک آزادی کے لئے انتھک کوششیں کیں اور قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ آزادی ہند کے بعد سیاست سے علیحدہ ہو کر فرق باطلہ کی تردید کی۔ اٹھارہ سال حرم مدنی میں درس حدیث دیا۔ وفات ۱۳۷۷ھ ۱۲ جمادی الاولیٰ مطابق ۱۹۵۷ء کو ہوئی۔ آپ کے تصنیفی کارناموں میں نقش حیات، مکتوبات، الشہاب الثاقب بہت مشہور ہیں۔ مزار قاسمی دیوبند میں مولانا قاسم صاحب کے برابر میں مدفون ہیں۔

مطلب اس کا یہ نکالا اگر چہ تو نے مجھ کو کافر کہا تو مجھے کوئی غم نہیں لیکن جب تو تم کو مسلمان کہتا ہوں اور بڑی چیز کا بدلہ چھوٹی چیز سے دے رہا ہوں، اگر تو مسلمان ہے تو بہت خوشی کی بات ہے اور اگر تو مسلمان نہیں ہے تو پھر جھوٹ کا بدلہ جھوٹ سے ہے۔ یعنی اگر تو مسلمان ہے تو مجھے بہت خوشی ہے، اگر نہیں ہے کافر ہے تو تو بھی کافر ہے کیونکہ تو نے مجھے کافر کہا اب تو نے جھوٹ کہا تو میں نے بھی جھوٹ بولا۔ لیکن حضرت نے اس کو کافر نہیں کہا ان اشعار میں کہا اگر تو مسلمان ہے تو مجھے اس پر بڑی خوشی ہے، اگر مسلمان نہیں ہے تو پھر جیسے تو نے مجھ کو کافر کہا ہے تو بھی کافر ہے تو پھر مجھے کافر کہنے سے کیا ہوا؟ لیکن غصہ والوں کی بات ہوتی ہے کہ ایک آدمی تکلیف پہنچا رہا ہے، کفر کا فتویٰ لگا رہا ہے اس کے باوجود بھی اس کو دوسرے انداز سے بول رہے ہیں۔

حضرت والا تھانویؒ اور خوفِ خدا

ہمارے حضرت حکیم الامت تھانویؒ [1] کے ایک خادم تھے جن کا نام تھا بھائی نیاز اور وہ آپ کی بہت خدمت کرتے تھے اور ان کی خانقاہ میں جتنے مہمان آتے تھے ان کی بھی بڑی خدمت کرتے تھے۔ خانقاہ کا نظم سنبھالتے تھے اس لئے سب لوگ ان کو جانتے تھے کہ یہ حضرت کے خاص خادم ہیں انتظام سنبھالتے ہیں۔ لوگ جب کوئی نامناسب حرکت کرتے تھے تو اس پر وہ ٹوکتے تھے۔ وہ وہاں کے ذمہ دار تھے اسی وجہ سے کسی نے حضرت

---

(۱) حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ: آپ علماء حق کے مشہور و معروف عالم دین، حکیم الامت، مجدد الملت، مفسر، محدث، فقیہ، ادیب اور بہت سی کتب کے مصنف تھے اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ تھے۔ ولادت ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ مطابق ۱۸۶۳ء کو تھانہ بھون میں ہوئی۔ آپ کی تصانیف کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے جن میں سے بیان القرآن (اردو ترجمہ)، بہشتی زیور اور امداد الفتاویٰ آپ کے علمی شاہکار ہیں۔ وفات ۱۶ رجب ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۳ء کو تھانہ بھون میں ہوئی اور وہیں مدفون ہیں۔

تھانوی کے پاس شکایت کردی ان سے متعلق کہ یہ ایسا کرتے ہیں یہ غلط کام کرتے ہیں یا لوگوں کے ساتھ لڑتے جھگڑتے ہیں اس قسم کی شکایت کردی۔ تو حضرت تھانوی نے ان کو بلایا، ڈانٹ ڈپٹا اور کہا کہ تم لوگوں کے ساتھ لڑتے جھگڑتے ہو تم ایسی حرکت کرتے ہو تم ایسی حرکت کرتے ہو۔ ابھی ڈانٹنا شروع تھا کہ وہ تو ان کے خادم تھے ان کے نوکر خدمت کرنے والے تھے انہوں نے فوراً کہا: حضرت اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو جھوٹ مت بولو۔ ہم جیسا ہوتا تو فوراً باہر نکال دیتا کہ مجھ پر ہی تو جھوٹ کا الزام لگاتا ہے، حضرت تھانوی کے خادم نے جب یہ بات کہی کہ حضرت اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو جھوٹ مت بولو تو فوراً وہ چپ ہو گئے۔ حضرت نے گردن نیچے جھکالی اور استغفر اللہ استغفر اللہ پڑھنے لگے۔ پھر بہت دیر کے بعد کہا ہاں حقیقت میں میری غلطی تھی، جس صاحب نے شکایت کی تھی تمہاری جس بات کے بارے میں، مجھے حق یہ تھا کہ پہلے میں تم سے پوچھتا کہ تم نے یہ حرکت کی ہے یا نہیں، اگر تم نے وہ حرکت کی ہوتی تو جو سزا ہوتی وہ دیتا۔ فرمایا: میری بڑی غلطی ہوگئی اس لئے کہ میں نے تم کو بغیر تحقیق بغیر تفتیش کے ڈانٹ ڈپٹ کی۔ تو اللہ والوں کے یہاں یہ مزاج ہے۔ یہ خادم، ادنیٰ سا نوکر ہمارے گھر کا اس سے کبھی ایسی باتیں صادر ہو جاتی ہیں اس میں ڈانٹ ڈپٹ بھی ہے لیکن اس نے جو متنبہ کیا تو اللہ تعالیٰ سے فوراً معافی مانگی کہ اے اللہ! میں نے اسے ناحق بولا۔ اس لئے وہ مزاج انسان کا ہونا چاہئے۔ ہر آدمی یہ سوچے کہ میری ذات سے ہر مسلمان کو نفع پہونچے، میری ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہونچے۔ ہمارا پورا معاشرہ امن اور سلامتی والا ہو جائے۔ لیکن آج تو ہمارا یہ حال ہے کہ ایک بھائی دوسرے بھائی سے خائف اور ڈرتا ہے کہ کب مجھے نقصان پہونچا دے، ایک پڑوسی دوسرے پڑوسی سے ڈرتا ہے کہ کب مجھے میرا پڑوسی نقصان پہونچا دے۔ ہمارے محلے ہماری بستیاں ایک دوسرے سے ڈری ہوئی اور خائف ہیں اور کوئی امن اور سلامتی ہمیں آپس میں ایک دوسرے سے ملتی نہیں۔

دو عورتوں کا واقعہ حقوق العباد کی اہمیت

حدیث میں دو عورتوں کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے۔ ایک عورت [۱] کے متعلق حضور اکرم ﷺ کے سامنے ذکر کیا گیا کہ وہ عورت عبادت گذار بہت ہے، فرض نماز پڑھتی ہے، فرض روزہ رکھتی ہے۔ اللہ نے جو احکام فرض کئے وہ تو کرتی ہے اس کے ساتھ ساتھ نفل میں بہت مشغول رہتی ہے، نفل نماز بہت پڑھتی ہے، نفل روزے بھی بہت رکھتی ہے۔ ایسا ذکر کیا گیا تو حضور ﷺ نے پوچھا کہ یہ تو عبادت کا ذکر ہے لیکن کیا اس کے پڑوسی اس سے خوش ہیں یا نہیں؟ اس کے پڑوسی اس سے ناراض تو نہیں ہیں؟ اس کے پڑوسی اس سے ڈرتے تو نہیں؟ تو لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پڑوسی اس سے سخت ناراض ہیں، وہ پڑوسیوں کو بہت تکلیف پہونچاتی ہے۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا: اس کی بداخلاقی کی وجہ سے وہ پہلے جہنم میں جائے گی۔ ایمان ہے اس کے پاس تو ایک روز ضرور جنت میں جائے گی لیکن پہلے اپنی ان بداخلاقیوں کی سزا بھگتنے کے لئے وہ جہنم کے اندر جائے گی، دوزخ میں جائے گی اس کے بعد پھر اس کو جنت میں لایا جائے گا۔ ایسی چیز ہے یہ بداخلاقی اور دوسروں کو تکلیف پہونچانا۔ پھر ایک عورت کا ذکر کیا گیا کہ یا رسول اللہ! وہ عورت بہت زیادہ تو عبادت گذار نہیں ہے لیکن فرض چیزوں کا بڑا اہتمام کرتی ہے، فرض نماز کبھی نہیں چھوڑتی، روزہ بھی کبھی نہیں چھوڑتی، جو فرائض ہیں وہ کبھی چھوٹتے نہیں لیکن جو نفلی چیزیں مستحب چیزیں ہیں وہ اس کا زیادہ اہتمام نہیں کرتی۔ مستحب چیزوں کا حکم یہ ہے کہ انسان کرے تو ثواب ملتا ہے انسان

---

(۱) عن ابی ھریرۃ قال: قال رجل: یا رسول اللہ! ان فلانۃ تذکر من کثرۃ صلاتھا وصیامھا وصدقتھا غیر أنھا تؤذی جیرانھا بلسانھا. قال: ھی فی النار. قال: یا رسول اللہ! فإن فلانۃ تذکر قلۃ صیامھا وصدقتھا وصلوتھا وأنھا تصدق بالأثوار من الأقط ولا تؤذی بلسانھا جیرانھا. قال: ھی فی الجنۃ. رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان. (مشکوۃ شریف، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق، ص ۴۲۴)

سے درجات بلند ہوتے ہیں، نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ بھی نہیں ہوتا۔ جیسے یہ نفلی نمازیں پڑھتی ہیں اس کا یہ حکم ہے رات بھر آدمی پڑھتا رہے تو بہت اچھی بات ہے اس میں کوئی قباحت نہیں کوئی برائی نہیں بلکہ درجات بلند ہوں گے اللہ کا قرب حاصل ہوگا۔ لیکن اس عورت کا ذکر کیا گیا تو کہا: یہ عورت فرائض ادا کرتی ہے فرائض کا اہتمام کرتی ہے لیکن وہ ان نفلی چیزوں کا اہتمام نہیں کرتی۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ اس کے پڑوسی کیسے ہیں؟ مطمئن ہیں اس سے یا اس کے پڑوسی اس سے ناراض ہیں؟ اس کے پڑوسی تکلیف میں ہیں؟ تو کہا گیا کہ نہیں اس کے پڑوسی تو بڑے خوش ہیں، بڑے مطمئن ہیں، کوئی اس کی شکوہ شکایت نہیں کرتا، کسی کو وہ تکلیف نہیں پہونچاتی۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا: اپنی خوش اخلاقی کی وجہ سے وہ عورت اچھے اخلاق کی وجہ سے پہلے ہی جنت میں جائے گی۔ عبادت تو کرتی ہے وہ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اخلاق بھی اچھے ہیں، ان اچھے اخلاق کو برتنے کی وجہ سے جہنم میں اس کو جانا نہیں پڑے گا، جنت میں ہی وہ جائے گی۔ تو یہ تو اونچی چیز ہے۔

زبان کی حفاظت اور ایک واقعہ

اس لئے ضرورت ہے کہ ہم اپنے معاشرے میں یہ چیز پیدا کریں، اپنی زبان کی حفاظت کریں، زبان سے کوئی ایسا کلمہ نہ نکلے کہ جس کی وجہ سے کسی کا دل ٹوٹ جائے۔ حضرت عائشہؓ[1] نے غالباً ایک دفعہ حضرت صفیہؓ[2] جو حضور ﷺ کی دوسری بیوی ہیں

---

(1) حضرت عائشہ صدیقہؓ: ام المؤمنین حضرت عائشہ بنت ابی بکرؓ کی کنیت ام عبداللہ تھی۔ والدہ کا نام ام رومان ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے آپ کا نکاح ہجرت سے پہلے مکہ میں ہوا اور رخصتی ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں ۹ سال رہیں۔ حضور ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر ۱۸ سال تھی۔ دو ہزار دس روایات آپ سے مروی ہیں۔ بڑے بڑے صحابہؓ بھی آپ کے شاگرد ہیں۔ ۵۷ھ یا ۵۸ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ حضرت ابوہریرہؓ نے صلوٰۃ جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع مدینہ منورہ میں مدفون ہیں۔

(2) حضرت صفیہؓ: صفیہ بنت حیی بن اخطب نام ہے۔ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے

ان کے متعلق کوئی بات یا ہاتھ سے اشارہ کر دیا، وہ ذرا پستہ قد تھیں، تو حضرت عائشہؓ نے اتنا کہا تھا کہ وہ تو پستہ قد ہے، ذرا سا نقص ہے، حضور ﷺ کو بڑی ناگواری ہوئی، آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے اتنا برا جملہ کہہ دیا کہ اگر اسے دریا کے پانی کے اندر ڈال دیا جائے تو دریا کا پانی پورا گندا ہو جائے۔(1) اس جملے کے اندر یہی تو تھا کہ تحقیر کی، کہ تم نے برائی کی کسی کی، وایسا یہ جملہ کہا کہ اگر اس کو پانی کے اندر ڈال دیا جائے اس کا حصہ بنا کر کے تو پورا پانی دریا کا گندا ہو جائے۔ اور ہمارے معاشرہ میں تو معمولی بات ہے کہ اس طرف تو ہر ایک کی توجہ ہوتی ہی نہیں کسی کا عیب کہنا، کسی کو برے لقب سے بلانا یہ عام رواج ہے ہمارے معاشرے کے اندر۔ حضرت عائشہؓ کو حضور اکرم ﷺ نے تنبیہ فرمائی اس سے معلوم ہوا کہ معاشرے میں ہم ایک دوسرے کے ساتھ کس طرح بات چیت کریں، کس طرح کلام کریں، ہماری زبان سے کسی کو تکلیف نہ ہو۔ ان چیزوں کو جاننا اس پر عمل کرنا ایمان کا ایک بہت بڑا شعبہ ہے۔

کسی کو تکلیف ہو ایسی عبادت میں ثواب نہیں

اس کی بات تو جانے دیجئے عبادات کی لائن سے اگر ہم دیکھیں تو کتابوں کے اندر مسائل لکھے ہیں کہ اگر ایک آدمی قرآن پاک کی تلاوت کر رہا ہے تو افضل ہے کہ وہ قرآن پاک ذرا آواز سے پڑھے، رات میں خاص طور پر اگر زور سے پڑھے تو اچھا ہے دل بھی لگے لیکن ہمارے زور سے قرآن پڑھنے کی وجہ سے کسی آدمی کی نیند خراب ہو رہی ہے، کسی آدمی کو تکلیف ہو رہی ہے تو ہمارے تلاوت کرنے پر ہم کو ثواب نہیں ملے گا بلکہ اس

صفیہؓ: پہلے یہ ایک یہودی سردار کی بیٹی تھیں، غزوہ خیبر میں قیدی بن کر آئیں، رسول ﷺ نے آزاد کر کے ان سے نکاح کیا۔ ۵۰ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع مدینہ منورہ میں مدفون ہیں۔

(1) عن عائشة قالت: قلت للنبي ﷺ: حسبك من صفية كذا وكذا، قال غير مسدد: تعني قصيرة. فقال: لقد قلت كلمة لو مزج بها البحر لمزجته. (سنن ابو داود شريف، كتاب الأدب، باب في الغيبة، ج ۲، ص ۶۶۹)

پڑھتا ہوگا۔ وہ سمجھ رہا ہے یہ سوچ کر کہ وہ کتنا غافل ہے کہ وہ سو رہا ہے۔ میں تو بڑا اللہ والا ہوں تلاوت کر رہا ہوں۔

غیبت کی قباحت پر ایک واقعہ

حضرت شیخ سعدیؒ بڑے عرصے کے آدمی گزرے ہیں۔ فرماتے ہیں: میں چھوٹا تھا تہجد کی عادت تھی مجھے بچپن سے۔ ایک رات ایسا ہوا کہ صبح کے قریب میں تہجد سے فارغ ہوا تو بہت سے لوگ سو رہے تھے۔ میں نے اپنے والد صاحب سے کہا: دیکھو یہ کتنے غافل لوگ ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مردے ہیں۔ یہ جملہ حضرت شیخ سعدیؒ جب چھوٹے تھے ان کی زبان سے نکلا تو ان کے والد نے کیا کہا؟ ان کو کہا: بیٹا! تم نے رات تہجد پڑھی اللہ کی عبادت کی اور پوری کرنے کے بعد ان مسلمانوں کو تم نے مردہ بنا دیا گویا کہ ان کی غیبت کی تو اس سے بہتر یہ تھا کہ تم بھی رات کو سوتے پڑے رہتے اور ان مسلمانوں کی غیبت نہ کرتے۔ غیبت جو تم نے کر لیا تمہاری اس عبادت پر اس نے پانی پھیر دیا۔ اس لئے بھائی! بڑے اہتمام کی ضرورت ہے۔ تو یہ عبادت ہے، تلاوت کرنا ایک عبادت ہے لیکن ہماری تلاوت سے اگر کسی کو تکلیف ہوتی ہے اس کی نیند خراب ہوتی ہے تو اس کے متعلق یہ ہے کہ اس پر ثواب نہیں ملے گا۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کا واقعہ

حدیث میں ایک واقعہ مشہور ہے، حضور اکرم ﷺ کے ایک صحابی ہیں حضرت معاذ بن جبلؓ وہ اپنے قبیلے میں نماز پڑھاتے تھے۔ حضور ﷺ کے ساتھ بھی وہ نماز پڑھتے تھے اور پھر اپنے قبیلے میں جا کر بھی نماز پڑھاتے تھے۔ علماء نے لکھا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ حضور ﷺ کے ساتھ نفل کی نیت سے نماز پڑھتے ہوں اور اپنی قوم میں جا کر فرض نماز پڑھاتے

ہوں۔ تو وہ نماز کے اندر بھی کبھی لمبی سورت پڑھتے۔ ایک مرتبہ آپ نے سورۂ بقرہ شروع کر دی عشاء کی نماز میں۔ اب ایک آدمی تھے بے چارے تھوڑی دیر کھڑے رہے وہ پھر نماز سے علیحدہ ہو کر اپنی نماز پڑھ لی اور اٹھ کر چلے گئے۔ لیکن صحابہ کو گمان ہوا کہ یہ منافق بن گیا جو جماعت چھوڑ کر جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا: کوئی بات نہیں کل میں حضور ﷺ کے پاس تمہاری شکایت کرتا ہوں۔ حضور ﷺ کی خدمت میں گئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم کھیتی باڑی والے لوگ ہیں یا اقات تھے مدینے والوں کے کھجوروں کے، دن بھر ہم ہرے کھیت میں کام کرتے ہیں، اونٹنیوں کو پانی پلاتے ہیں، ہم مزدوری کرتے ہیں جس کی وجہ سے تھک جاتے ہیں۔ اور یہ معاذ آتے ہیں اور سورہ بقرہ پڑھتے ہیں، لمبی لمبی نماز پڑھتے ہیں جس کی وجہ سے ہمارے اندر طاقت نہیں کہ برداشت کر سکیں۔ تو حضور ﷺ اتنے ناراض ہوئے کہ معاذؓ کو کہا فرمایا: افتّان انت یا معاذ؟[1] ”اے معاذ! کیا تم لوگوں کو فتنے میں مبتلا کرنا چاہتے ہو؟“ یعنی عبادت سے تم دور بھگانا چاہتے ہو اس طرح بڑی بڑی سورتیں پڑھ کر۔ حالانکہ بڑی سورت پڑھنا تو اچھی بات ہے لیکن ہماری بڑی سورت پڑھنے سے اگر مقتدی کو تکلیف ہو رہی ہے تو اسے نہ پڑھے۔

---

[1] عن جابرؓ قال: كان معاذ يصلي مع النبي ﷺ ثم يأتي فيؤم قومه فصلى ليلة مع النبي ﷺ العشاء ثم أتى قومه فأمهم فافتتح بسورة البقرة فانحرف رجل فسلم ثم صلى وحده وانصرف فقالوا له: أنافقت يا فلان، قال: لا والله ولآتين رسول الله ﷺ فلأخبرنه فأتى رسول الله ﷺ فقال: يا رسول الله! إنا أصحاب نواضح نعمل بالنهار وإن معاذا صلى معك العشاء ثم أتى فافتتح بسورة البقرة فأقبل رسول الله ﷺ على معاذ فقال: يا معاذ! أفتان أنت اقرأ بكذا واقرأ بكذا. (صحيح مسلم شريف، كتاب الصلوة، باب القراءة في العشاء، ج ۱، ص ۱۸۷)

نماز میں قرأت کتنی ہو؟

اس کا مطلب یہ نہیں کہ امام جب کو سنت قرأت بھی پڑھنے نہ دیا جائے۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ امام کو سنت قرأت میں کمی کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔ یہ بات ہم کو بولنی پڑتی ہے اس لئے کہ ہمارا مزاج ایسا ہے، جہاں کوئی ایسی بات ملی فوراً اس کا کوئی راستہ نکالتے ہیں کہ ہم نے مختصر سورت کاٹ تو پ فجر میں قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس ہی ہونی چاہئے کیونکہ ہم کو تکلیف ہوتی ہے بڑی سورت پڑھنے سے۔ نہیں سنت قرأت جو ہے طوال مفصل اوساط مفصل قصار مفصل اتنا تو پڑھنا ہی چاہئے۔ ہم تعلیم الاسلام پڑھتے ہیں تلاوت کے اندر طوال مفصل یعنی فجر اور ظہر کی نماز میں سورۂ حجرات سے لے کر سورۂ بروج تک کی سورتوں کو طوال مفصل کہتے ہیں، فجر اور ظہر کی نماز میں ان سورتوں میں سے کوئی بھی سورت پڑھنی چاہئے۔ اور عصر اور عشاء کے اندر اوساط مفصل سورۂ بروج سے سورۂ لم یکن الذین کفروا تک کوئی سورت پڑھنی چاہئے۔ اور مغرب کی نماز میں قصار مفصل یعنی لم یکن الذین کفروا سے لے کر والناس تک کوئی سورت پڑھیں یہ مستحب اور سنت طریقہ ہے۔ حضرت عمر ابن خطابؓ نے بھی اپنے عاملوں کو یہ طریقہ لکھا تھا۔(۱) بہت طویل پڑھنے سے جس سے تکلیف ہو اس سے منع کیا گیا، تو حضور ﷺ ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تم لوگوں کو فتنوں میں مبتلا کرنا چاہتے ہو۔ تو میں عرض کر رہا ہوں کہ عبادت میں طویل سورت پڑھنا بہت اچھی بات ہے لیکن اگر کسی مصلی کو تکلیف ہو رہی ہو تو اس کی وجہ سے وہ طویل سورتیں پڑھی جائے۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ تم خیال رکھو اس

---

(۱) عن الحسن قال: كتب عمر الى أبي موسى أن يقرأ في المغرب بقصار المفصل وفي العشاء بوسط المفصل وفي الصبح بطوال المفصل. (مصنف عبد الرزاق، باب ما يقرأ في الصلاة، ج ۲، ص ۱۰۴)

لیے کہ تمہارے اندر ضعیف ہیں، بچے والی عورتیں بھی ہیں، اس زمانے میں عورتیں بھی نماز پڑھتی تھیں پھر بعد میں منع کردیا گیا، اور کوئی حاجت مند بھی ہے تو یہ سب صورتیں ہیں تاکہ ہماری نماز سے بھی کسی کو تکلیف نہ پہونچے۔ دیکھا کہ نماز اور عبادت جیسی چیزیں بھی انسان کو اگر تکلیف پہونچاتی ہیں تو اس کا ثواب تو گیا، الٹا گناہ ہوگا۔

دیکھئے حجر اسود کو بوسہ دینے میں کسی کو تکلیف نہ ہو

ایسی کتنی چیزیں ہیں جن کی وجہ سے ہم کو منع کیا گیا کہ چاہے وہ عبادت ہو یا عبادت کی چیز ہو لیکن اگر اس سے تکلیف پہنچ رہی ہے تو اس کے ثواب کی بجائے نقصان ہوگا۔ حجر اسود کو بوسہ دینا کتنا بڑا ثواب ہے، طواف کے موقع پر حجر اسود کو بوسہ دینا ایسا ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ سے مصافحہ کیا۔ غالباً ایسی کوئی فضیلت ہے حجر اسود کی ان لوگوں کو حشر کے میدان میں پکڑے گا اور ان کو چومے گا، یہی لوگ ہیں جنہوں نے مجھ کو بوسہ دیا تھا ان کو جنت کی طرف لے جانے کی کوشش کرے گا یہ سب فضیلت ہے۔ لیکن اگر بوسہ دینے کی وجہ سے کسی کو دھکا دینا پڑتا ہے، کسی کو مار پیٹ کرنی پڑتی ہے تو ثواب کے بجائے گناہ ہوگا۔ صاف صاف مسئلہ لکھا ہے کتابوں میں کہ تمہارے بوسہ دینے کی وجہ سے اگر کسی کو دھکا لگ رہا ہے کسی کو تکلیف ہورہی ہے ایسے موقع پر بوسہ دینا جائز نہیں ہے۔ حالانکہ کتنی بڑی فضیلت ہے لیکن کتنا خیال رکھا گیا اسلام میں شریعت میں مسلمانوں کو تکلیف سے بچانے کا۔

خلاصہ

اس لئے اس بات کی کوشش کریں کہ جہاں عبادات کا ہم اہتمام کرتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ ہم اس کا بھی خیال کریں اہتمام کریں کہ ہماری ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہونچ جائے۔ خصوصاً ماؤں اور بہنوں کے لئے تو بہت ہی زیادہ ضروری ہے کہ وہ اپنی ذات

سے کسی کو تکلیف نہ پہونچائیں، کسی کو حقیر نہ جانیں، کسی کی غیبت نہ کریں، کسی کو گالی گلوج نہ دیں، یہ سب پر فرض ہے۔ یہ چند باتیں عرض کیں۔ اور بھی بہت سی صورتیں ہیں کہ جن کی وجہ سے دوسروں کو تکلیف ہو، ان شاء اللہ اس کو اللہ جو دل میں ڈالے گا عرض کیا جائے گا۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

﴿وَالْعَصْرِ ○ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ○﴾

[سورۃ العصر]

سورۃ العصر کی تفسیر

مقامِ بیان: گودھرا

تاریخ: ۱۴ / جنوری ۲۰۱۱ء، یوم الجمعہ قبل العصر

بموقع اجلاسِ خواتین

الحمد للّٰہ، الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمن بہ ونتوکّل علیہ، ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیّئات اعمالنا، من یھدہ اللّٰہ فلا مضلّ لہ، ومن یضللہ فلا ھادی لہ، ونشھد ان لا الٰہ الّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہ، ونشھد انّ سیّدنا ونبیّنا وحبیبنا ومولانا محمدًا عبدہٗ ورسولہٗ، صلّی اللّٰہ علیہ وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلّم تسلیمًا کثیرًا کثیرًا۔ امّا بعد! فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔

﴿والعصر o انّ الانسان لفی خسر o الّا الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر o﴾ [سورۃ العصر، پارہ ۳۰، سورۃ ۱۰۳]

صدق اللّٰہ مولانا العظیم۔

سورۃ ’والعصر‘ کی اہمیت

بزرگو اور دوستو اور محترم ماؤں اور بہنو! اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے قرآن پاک نازل فرمایا۔ پورا قرآن یہ کتاب ہدایت ہے اور ہر سورت ایک ہدایت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿انّ ھٰذا القراٰن یھدی للّتی ھی اقوم﴾ [سورۃ الاسراء، آیت ۹] ’’ہم نے قرآن اس لئے اتارا کہ یہ سیدھے راستے کی تعلیم دیتا ہے۔‘‘ یہ سورۂ عصر جو اس وقت میں نے پڑھی ہے چھوٹی سی سورت ہے جو اکثر ہمارے بھائیوں اور بہنوں کو بھی یاد ہوتی ہے کتنی اہم سورت ہے۔ امام شافعی[1] فرماتے ہیں: اگر اللہ تعالیٰ پورا

---

[1] حضرت امام شافعی: شافعی مسلک کے میر کارواں اور مجتہد مطلق امام شافعی کا نام محمد بن ادریس اور کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ حضور ﷺ کے دادا عبد المطلب بن عبد مناف کی اولاد میں سے ہیں، اس طرح عبد مناف پر آپ کا نسب حضور اقدس ﷺ سے مل جاتا ہے۔ ۱۵۰ھ میں غزہ میں پیدا ہوئے اور نشو ونما مکہ مکرمہ میں۔

قرآن نہ اُتارتا فقط یہ سورۂ عصر ہی نازل فرما دیتا تو بھی انسانوں کی ہدایت حاصل کرنے کے لئے یہ کافی ہے، کتنی اہم سورت ہے۔ دو صحابہؓ تھے حضور ﷺ کے صحابہؓ میں، وہ جب آپس میں ایک دوسرے سے ملتے تھے تو اس سورت کو ایک دوسرے کو سنایا کرتے تھے۔ جب بھی ملاقات ہوتی تو ایک صحابیؓ اس سورت کو پڑھتا دوسری مرتبہ دوسرے صحابیؓ پڑھتے۔ گویا اس میں جو مضامین اور ہدایات اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی اس کا مذاکرہ کرتے۔

انسانیت کو خسارے سے بچانے والی چار باتیں

اللہ تعالیٰ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ قسم ہے زمانہ کی کہ سارے انسان خسارے اور نقصان میں ہیں۔ اس وقت دنیا کے لوگ چاہے یہ کہیں کہ ہم بہت کامیاب ہوگئے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ سارے انسان خسارے اور نقصان میں پڑے ہوئے ہیں۔ جو لوگ اپنے آپ کو خسارے سے بچانا چاہتے ہیں اگر وہ اپنی زندگی میں چار چیزیں اپنالیں تو وہ کامیاب ہیں اور نقصان اور خسارے سے اپنے آپ کو بچانے والے ہیں۔ پہلی چیز ﴿إلا الذين آمنوا﴾ سارے انسان خسارے اور نقصان میں ہیں لیکن وہ لوگ نقصان اور خسارے سے اپنے آپ کو بچالیں گے جو ایمان والے ہیں۔

ایمان وعقائد

ایمان کس کو کہتے ہیں؟ دل میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے موجود ہونے کا یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا، ساتوں زمین، ساتوں آسمان، یہ چاند، سورج، پہاڑ، ندیاں نالے یہ سب اللہ نے پیدا کئے۔ اس کا یقین ہمارے دل میں ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے۔

ہوئی۔ طلب علم کے لئے مختلف ملکوں کا سفر کیا اور پھر مصر میں ہجرت کر گئے اور وہیں مقیم رہے۔ آخر ۲۰۴ھ میں مصر میں ہی وفات پائی۔ آپ کے تصنیفی کارناموں میں کتاب الام اور الرسالہ مشہور زمانہ ہیں۔

اس کی ذات موجود ہے ایمان کا سب سے اہم جز خدا کی ذات کا یقین ہے۔ اللہ کے وجود کا یقین ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ تنہا اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اس کا کوئی وزیر نہیں۔ ہم چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھتے ہیں نماز میں ﴿قل هو الله احد﴾ اس کا ترجمہ ہے کہ اے محمد ﷺ! آپ فرمادیجئے اللہ تنہا ہے اکیلا ہے کوئی خدا نہیں ہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو شریک ٹھہرا سکتے ہیں اور نہ اس کی صفات میں کسی کو شریک ٹھہرا سکتے ہیں۔ اس بات کا یقین دل کے اندر ہونا چاہئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ موجود ہے، تنہا ہے، اس کی ذات میں، اس کی صفات میں، اس کی عبادات میں کوئی شریک نہیں۔ یہ ایمان کا سب سے اہم جز ہے۔

دوسرے نمبر پر اس بات کا یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ نے نور سے ایک مخلوق بنائی ہے جن کو فرشتے کہتے ہیں۔ فرشتے موجود ہیں، بے شمار فرشتے ہیں، کچھ فرشتے ہو انسانوں کے ساتھ رہتے ہیں جو ان کے اچھے اور برے اعمال لکھتے رہتے ہیں۔ اسی طرح جتنے انبیاء اور پیغمبر علیہم السلام دنیا میں آئے سب برحق ہیں اور سچے ہیں۔ آخر میں ہمارے آقا جناب محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔ جتنی کتابیں دنیا میں اتاری گئیں سب برحق ہیں۔ آخر میں قرآن شریف آیا ہے، اس کے بعد کوئی کتاب آنے والی نہیں۔ اسی طرح تقدیر برحق ہے کہ دنیا میں جو بھی اچھا، برا، موت، حیات، نفع، نقصان جو کچھ بھی ہوتا ہے سب اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں لکھا ہوا ہے، اسی لکھے ہوئے کے مطابق دنیا میں ہوتا ہے۔ اور آخری چیز والبعث بعد الموت یعنی مرنے کے بعد ہمیں دوبارہ زندہ ہونا ہے۔ یہ ایمان کے اہم اہم اجزاء ہیں۔

اپنی اولاد کو عقائد سکھائیں

ہماری مائیں بہنیں ہمیشہ اس کا مذاکرہ کریں اپنے بچوں کے سامنے، ان کو بتائیں

زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر وعید

اور ایک فریضہ زکوٰۃ ہے۔ ہماری مائیں بہنیں اکثر ان کے پاس سونا چاندی کے زیورات ہوتے ہیں، بڑی کوتاہی کرتی ہیں وہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں۔ ساڑھے باون تولہ چاندی یعنی ۶۱۲ گرام یا ساڑھے ستاسی گرام سونا کسی کے پاس ہو یا تھوڑا سونا اور تھوڑا چاندی ہو اور دونوں کو ملا کر ایک نصاب بن جاتا ہو تو اس کے اوپر زکوٰۃ فرض ہے۔ حدیث شریف میں بڑی وعید آئی ہے اور قرآن پاک میں بھی وعید آئی ہے جو لوگ اپنے مالوں کی زکوٰۃ نہیں دیتے اور اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے ﴿فبشرھم بعذاب الیم﴾ [سورۃ التوبۃ، آیت ۳۴] ان کو درد ناک عذاب سنا دو۔ اور حدیث شریف میں ہے جو سونا چاندی جس کی زکوٰۃ نہیں دی گئی قیامت کے دن اس کی آگ کی چادریں (پتیں) بنائی جائے گی اور اس کو جہنم کی آگ پر تپا کر اس آدمی کی پیشانی اور بدن پر رکھا جائے گا۔ یہ عذاب ایک طویل مدت تک حشر کے میدان میں اس کو ہوتا رہے گا۔[1] تو بتلاتا ہے کہ ایمان کے بعد یہ اعمال نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کا اہتمام۔ اسی طرح تلاوت، ذکر کا بھی اہتمام ہونا چاہئے۔ آج جمعہ کا دن ہے، درود شریف کا بھی اہتمام ہونا چاہئے۔

زبان کی حفاظت اور اس میں کوتاہی پر وعید

اللہ تعالیٰ نے یہ زبان جو ہمیں دی ہے بہت قیمتی چیز ہے۔ اسی زبان کے ذریعہ سے انسان بلند بلند درجات بھی حاصل کر سکتا ہے اور اسی زبان کے ذریعہ انسان بڑے

---

[1] عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: ما من صاحب ذهب ولا فضة لا يؤدي منها حقها إلا إذا كان يوم القيامة صفحت له صفائح من نار فأحمي عليها في نار جهنم فيكوى بها جنبه وجبينه وظهره كلما ردت أعيدت له في يوم كان مقداره خمسين ألف سنة. (صحيح مسلم شريف، كتاب الزكوة، باب اثم مانع الزكوة، ج ۱، ص ۳۱۸)

بڑے گناہ بھی کرلیتا ہے۔ اللہ والوں کے یہاں اپنی زبان کی حفاظت کا بڑا اہتمام تھا۔ جناب رسول اللہ ﷺ کو جہنم کا منظر بتلایا گیا فرماتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ عورتوں کو خطاب کرتے ہوئے کہ مجھے جہنم میں تمہاری کثرت بتلائی گئی۔ صحابیات نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اکثر عورتیں کیوں؟ تو اس کی دو وجہ بتلائی آپ ﷺ نے، ایک وجہ تو یہ ہے کہ اپنے شوہروں کی ناشکری کرتی ہے **تکفرن العشیر وتکثرن اللعن** اپنی زبان کی حفاظت نہیں کرتی ہیں[1] بلکہ ملامت، گالی گلوچ، غیبت، چغلیاں اور اپنی زبان سے لعن طعن بہت کرتی ہیں۔ تو ان دو وجہوں سے عورتیں جہنم کے اندر مردوں کے مقابلہ میں زیادہ جائیں گی۔ اس لئے اپنی زبان کی حفاظت ہونی چاہئے۔

درود شریف کی فضیلت واہمیت

درود شریف کا اہتمام، تسبیحات کا اہتمام، چلتے پھرتے اللہ کے ذکر میں انسان کو مشغول رہنا چاہئے۔ جب ایک دفعہ درود شریف پڑھتا ہے اللہ کی طرف سے دس رحمتیں اترتی ہیں۔[2] اس لئے اپنی مجلسوں کو ذکر کے انوار سے، درود شریف کے انوار سے منور کرنا چاہئے، اپنے بچوں کو اس کا اہتمام کروانا چاہئے۔ ایک گھر میں اگر ہم پانچ آدمی رہتے ہیں تو ہماری مائیں بہنیں اس کا اہتمام کریں کہ روزانہ ہر آدمی ۱۰۰۔۱۰۰ مرتبہ صبح میں اور ۱۰۰۔۱۰۰ مرتبہ شام میں درود شریف پڑھے۔ اور بتلایا کہ پانچ سو مرتبہ جس گھر

---

(1) عن ابی سعید الخدری قال: قال رسول اللہ ﷺ: یا معشر النساء تصدقن فانی اریتکن اکثر اھل النار، فقلن وبم یا رسول اللہ. قال: تکثرن اللعن وتکفرن العشیر (صحیح بخاری شریف، کتاب الحیض، باب ترک الحائض الصوم، ج ۱، ص ۴۴)

(2) عن انس بن مالک قال: قال رسول اللہ ﷺ: من صلی علیّ صلوۃ واحدۃ صلی اللہ علیہ عشر صلوات. (نسائی شریف، کتاب الصلوۃ، باب الفضل فی الصلوۃ علی النبی ﷺ، ج ۱، ص ۱۴۵)

میں صبح وشام درود شریف پڑھا جائے گا تو صبح میں پانچ ہزار رحمتیں شام تک اتریں گی اور شام میں پانچ ہزار رحمتیں اتریں گی۔ ایک درود پر دس رحمتیں تو ۱۰۰۰ پر ہزار رحمتیں اتریں گی۔ اس لئے اگر اس طرح ہم اہتمام کریں گے تو ہمارے گھروں میں اللہ کی رحمتیں اتریں گی اور تکالیف، مشقتیں، زحمتیں اپنے گھروں سے دور ہوتی جائیں گی۔ لیکن اس کے بجائے ہماری مائیں بہنیں عموماً اس سے غافل ہوتی ہیں، زبان ان کی گالی گلوچ میں، برائی میں، ایک دوسرے کی غیبت میں ان ہی چیزوں کے اندر چلتا رہتی ہے۔ بہرحال اعمال صالحہ میں ایک ذکر بھی داخل ہے، تلاوت بھی داخل ہے۔ لہٰذا استغفار اور درود شریف خاص طور پر اس کا اہتمام کرنا چاہئے۔ پہلے عورتیں اپنے بچوں کو بڑا اہتمام کرواتی تھیں۔

درود شریف کی فضیلت اور "دلائل الخیرات" کی وجہ تالیف

ایک بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں شیخ محمد ابن سلیمان الجزولی[1]۔ انہوں نے درود شریف پر ایک کتاب لکھی ہے اس کا نام ہے "دلائل الخیرات"۔ اس دلائل الخیرات میں بہت سارے درود شریف لکھے ہیں اور یہ کتاب ہمارے بزرگوں کے معمولات میں سے ہے۔ انہوں نے اس کی وجہ لکھی ہے کہ ایک مرتبہ محمد ابن سلیمان الجزولی سفر میں جارہے تھے ان کے مریدین کا قافلہ ان کے ساتھ تھا، ایک جگہ پر اترے تاکہ ظہر کی نماز ادا کریں لیکن وضو

---

[1] شیخ محمد بن سلیمان الجزولیؒ: مؤلف "دلائل الخیرات" امام، محدث، عالم ربانی، ولی کامل محمد بن سلیمان جزولی شاذلی سید تھے۔ آپ کی تصانیف کا اکثر حصہ تصوف میں ہے۔ آپ سے ذکر کرنے والوں کی تعداد بارہ ہزار سے زائد ہے۔ چودہ برس تک خلوت نشین رہ کر مراقبہ، ریاضت کرتے رہے، پھر ہدایت خلق کے لئے باہر آئے۔ ۸۷۰ھ روزانہ آپ کے ہاتھ پر توبہ کرنے والے عبادت گزار بنے۔ ۸۷۰ھ میں نماز فجر کی پہلی رکعت کے دوسرے سجدہ میں وفات ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے۔ اس کے ۷۷ سال بعد مراکش کے بادشاہ نے آپ کی نعش منتقل کرکے قبرستان ریاض العروس مراکش میں دفن کیا۔ آپ کی قبر پر آج بھی ہر وقت زائرین کا ہجوم رہتا ہے جو کثرت سے قرآن و دلائل الخیرات پڑھتے ہیں۔ "دلائل الخیرات" آپ کی زندہ کرامت ہے جو اکثر اہل اللہ کے معمولات میں ہے۔

کے لئے پانی کا انتظام نہیں تھا۔ انہوں نے ادھر اُدھر تلاش کیا لیکن پانی کہیں نظر نہیں آیا۔ ایک جھونپڑی نظر آئی۔ اس کے قریب گئے تو دیکھا وہاں کنواں تو ہے لیکن ڈول اور رسّی نہیں ہے، پریشان تھے کہ ظہر کا وقت ختم ہو جائے گا، تو ایک چھوٹی سی بچی نو دس سال کی اس جھونپڑی میں سے نکل کر بھاگی ہوئی آئی، اس نے پوچھا: چچا جان! آپ کیا تلاش کرتے ہیں؟ کہا: نماز کا وقت ہو گیا ہے، پانی تو ہے لیکن ڈول رسّی نہیں اور وضو کی ضرورت ہے۔ کہا: ڈول رسّی کی کیا ضرورت ہے، پانی تو ایسے ہی آجائے گا۔ انہوں نے کہا: بیٹا تو کیوں مذاق کرتی ہے کہ بغیر ڈول رسّی کے پانی نکل سکتا ہے۔ کہا: ہاں، میں روزانہ ہمارے گھر کے لئے اسی طرح پانی نکال لیتی ہوں۔ شیخ نے کہا: تو مذاق مت کر ابھی نماز کا وقت بالکل تنگ ہو چکا ہے۔ کہا: اچھا کوئی بات نہیں میں پانی آپ کو نکال دیتی ہوں۔ اس نے اس کنویں کے اندر تھوک دیا، جیسے تھوکا اس کنویں کا پانی ابل کر منڈیر سے بہنے لگا۔ شیخ اور ان کے مریدین سب نے اس سے وضو کیا اور نماز ادا کی۔ نماز کے بعد شیخ اس بچی کے گھر پر گئے اور ان کو پوچھا: اچھا بیٹا! یہ بتا کہ تجھے یہ بزرگی اور کرامت کیسے حاصل ہوئی کہ بغیر ڈول رسّی کے پانی آتا ہے؟ تو اس بچی نے کہا کہ ایک درود شریف ہے، میری ماں جب تک ایک ہزار مرتبہ یہ درود نہیں پڑھوا لیتی تب تک مجھے سونے نہیں دیتی، ہزار مرتبہ درود شریف پڑھتی ہوں اللہ نے اس کی برکت یہ عطا فرمائی کہ مجھے کبھی ڈول رسّی کی ضرورت نہیں ہوتی ہے، میں کنویں میں تھوکتی ہوں اور پانی اوپر آجاتا ہے جس سے اپنی ضرورت پوری کر لیتی ہوں۔ تو شیخ پر بڑا اثر ہوا، وہاں سے جا کر انہوں نے طے کیا کہ اب میں حدیث کی کتابوں میں جتنے بھی درود کے الفاظ ہیں سب کو جمع کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے پوری کتاب درود شریف کی لکھی اور آج بزرگوں کے یہاں اس کے پڑھنے کا معمول ہے۔ تو اعمال صالحہ میں ضروری ہے کہ اپنی زبان کی حفاظت کریں۔ تو ایمان یہ خسارے اور نقصان سے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی انسان کو بچائے گا۔ اعمال صالحہ یہ بھی خسارہ اور نقصان سے بچنے والی چیز ہے۔

تیسری چیز نیکی کی باتوں کی تلقین

تیسری چیز یہ کہ تم اپنے ایمان کی تو فکر کرتے ہیں، اپنے اعمال کی تو فکر کرتے ہیں، تو فرمایا ﴿وتواصوا بالحق﴾ دوسروں کو بھی حق اور نیک باتوں کے متعلق تلقین کرو۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ﴿وتواصوا بالحق﴾ کا مطلب یہ ہے کہ جیسے عقیدہ حقہ یعنی صحیح عقیدہ تم اپنے رکھتے ہو اسی طرح اپنی اولاد کو، اپنے پڑوسیوں کو، اپنے اہل تعلق کو صحیح عقائد بتاؤ۔ اللہ کا، اس کے رسول کا، جنت کا، جہنم کا، اگر یہ صحیح عقیدے ہوں گے تو تم بھی نجات پاؤ گے اور تمہاری اولاد بھی نجات پائیں گے۔

چوتھی چیز منکرات سے روکنا

اور ﴿وتواصوا بالصبر﴾ اس کے بھی دو معنی بتلائے کہ نیک باتوں کی تلقین کرتے ہوئے جو تکالیف پہونچے اس پر صبر کرو۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ صبر کے معنی روکنا بھی آتے ہیں، برائیوں اور گناہوں کے کاموں سے اپنے آپ کو بھی بچاؤ اور دوسروں کو بھی روکتے رہو۔ یہ چار چیزیں ایمان، اعمال صالحہ، اچھائیوں کا حکم کرنا اور برائیوں سے دوسروں کو روکنا جن کی زندگیوں میں ہوگا اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں خسارہ اور نقصان سے انہیں بچالیں گے۔ اس لئے ہماری ماؤں اور بہنوں کا اہم فریضہ ہے کہ وہ اپنے لئے بھی برائیوں سے بچنے کا اہتمام کریں اور اپنے گھر والوں کو بھی تعلیم دیں۔

بے حیائی فتنوں کی جڑ ہے

خصوصاً بے پردگی بڑا سخت گناہ ہے، سب گناہوں کی جڑ ہے یہ بے حیائی اور بے پردگی۔ آج کل عموماً عورتوں میں شرم وحیا اور پردے کا کوئی اہتمام نہیں ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں صحابہ کرامؓ بیٹھے ہوئے ہیں، حضور ﷺ نے صحابہؓ سے پوچھا: سب سے اچھی عورت کون سی ہے؟ کسی نے جواب نہیں دیا، حضرت علیؓ اٹھ کر کے مجلس

گئی ہے اور حضرت فاطمہؓ سے جو حضور ﷺ کی صاحبزادی ہیں ان سے پوچھا کہ حضور ﷺ نے ایک سوال کیا ہے کہ سب سے اچھی عورت کون سی ہے؟ حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا سب سے اچھی عورت وہ ہے جو خود بھی اجنبی مرد کو نہ دیکھے اور نہ کوئی اجنبی مرد اس کو دیکھے۔ یہ جواب حضرت علیؓ نے آ کر سنایا کہ حضرت فاطمہؓ نے یہ جواب دیا تو حضور ﷺ بہت خوش ہوئے اور فرمایا آخر وہ میری ہی بیٹی ہے۔ (۱) عورت عربی زبان کا لفظ ہے اس کے معنی آتے ہیں چھپی ہوئی چیز کے، اس لئے عورت کا کمال یہ ہے کہ اسے چھپ کر پردے میں رہنا چاہئے۔

پردے کی فرضیت

قرآن پاک میں عورتوں کے متعلق حجاب اور پردے کا حکم دیا گیا۔ سب سے اہم پردہ کی آیت ہے کہ ﴿وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ﴾ کہ عورتیں اپنے گھروں میں برقرار رہیں اور زمانہ جاہلیت میں جیسے کھلی پھرا کرتی تھیں اس طرح نہ پھریں اور اگر کسی شدید ضرورت کی وجہ سے باہر نکلیں تو فرمایا ﴿یدنین علیھن من جلابیبھن﴾ بڑی چادر اپنے منہ پر ڈالیں اور وہ چادر ایسی ہو جو فقط راستہ دیکھنے کے لئے ایک آنکھ کے برابر سوراخ اس کے اندر ہو یا زیادہ سے زیادہ دو آنکھوں سے دیکھنے کا سوراخ ہو باقی راستہ نظر آئے اس طرح پردہ ڈال کر چلیں، وہ بھی راستے کے ایک جانب چلیں۔ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی حفاظت اور عصمت اسی میں رکھی ہے کہ وہ اپنے پردے کا اہتمام کریں۔

مغربی ممالک میں نومسلم خواتین میں پردے کا بڑھتا ہوا رجحان

آج الحمدللہ اسلام بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے۔ یورپ اور افریقہ کے اندر اور دوسرے

---

(۱) عن علیؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ لابنتہ فاطمۃ: ای شیء خیر للمرأۃ؟ فقالت: ان لا تری رجلا ولا یراھا رجل، فضمھا الیہ فقال: ذریۃ بعضھا من بعض۔ رواہ البزار والدارقطنی فی الافراد من حدیث علی بسند ضعیف۔ (تخریج احادیث الاحیاء، ج ۳، ص ۱۹۳)

علاقوں کے اندر بھی، اخبار میں تھا کہ چھ سال کے اندر برطانیہ میں ایک لاکھ لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ ایک اخبار کے اندر پڑھنے میں آیا رہنمائے ملک ایک رسالہ نکلتا ہے کہ اسلام اتنی تیزی سے پھیل رہا ہے اور ان عورتوں کو پردے کی اتنی اہمیت اور قدر ہو رہی ہے کہ انگلینڈ کے ایک شہر کے اندر اندازہ لگایا کہ روزانہ ۵۰۰ برقعے بکتے ہیں۔ جبکہ سعودی کے بعض شہروں میں بھی اتنے برقعے نہیں بک رہے ہیں جتنے اس انگریزی ملک میں برقعہ کا رواج ہو رہا ہے۔ عورتیں کثرت سے برقعہ پہن رہی ہیں۔ بہر حال ہماری ماؤں بہنوں سے خاص درخواست ہے کہ ان چیزوں کا اپنے بچوں میں، اپنے گھر میں اور پڑوسیوں میں رواج ڈالیں اور آپس میں ایمان کا مذاکرہ کریں۔ اعمال صالحہ کی ایک دوسرے کو ترغیب دیں، بے حیائی اور بے پردگی سے خود بھی بچیں اور اپنی بچیوں کو بھی اس سے بچنے کا اہتمام کروائیں۔ یہ چیزیں اگر ہوں گی تو دنیا و آخرت میں اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں نقصان اور خسارے سے بچائیں گے۔ یہی ایمان کی بنیادیں ہیں، جنت میں جانے کا راستہ ہے اور جہنم سے بچنے کا بھی راستہ ہے۔ یہ چار اہم نسخے ہیں، ہم اس سورت کو پڑھیں تو اس کا ترجمہ ذہن میں رہے اور یہ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کے متعلق فرما دیا کہ سب نقصان اور خسارہ میں ہیں مگر جن کے پاس ایمان ہے، اچھے اعمال ہیں اور اچھے اعمال کی دوسروں کو تعلیم و ترغیب دیتے ہیں اور برائیوں سے ایک دوسرے کو روکتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو نقصان اور خسارے سے اپنے آپ کو بچائے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین.

ابیات در تضمین ذکر دوضربی

میری کرے گا مقصد برآری اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ

بخشے گا مجھ کو پرہیزگاری اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ

رکھے گا مشغول آہ وزاری اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ

دل کی کرے گا یہ آبیاری اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ

ہر دم کروں میں اے میرے باری اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ

جب سانس لوں میں ہو جائے جاری اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ

دل پر چلاتا ہے اُف کٹاری اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ

اور نفس پر پھیرتا ہے آری اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ

دو دو لگاتا ہے ضرب کاری اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ

تلوار ہے اور وہ بھی دو دھاری اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ

ہر دم کروں میں اے میرے باری اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ

جب سانس لوں میں ہو جائے جاری اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ

کیا ذکر ہے یہ اللہ اکبر اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ

دل پر چلاتا ہے تیر و خنجر اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ

یہ جان سے بھی ہے مجھ کو بڑھ کر اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ

چھوڑوں نہ میں گو بن جائے دم پر اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ

ہر دم کروں میں اے میرے باری اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ

جب سانس لوں میں ہو جائے جاری اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ

یہ ذکر ہے یا قند مکرر اَللّٰہ اَللّٰہ اَللّٰہ اَللّٰہ

کہنے لگا میرا دل بھی سُن کر اَللّٰہ اَللّٰہ اَللّٰہ اَللّٰہ

یہ جان شیریں سے بھی ہے خوش تر اَللّٰہ اَللّٰہ اَللّٰہ اَللّٰہ

یہ ذکر حق ہے یا شیر و شکر اَللّٰہ اَللّٰہ اَللّٰہ اَللّٰہ

ہر دم کروں میں اے میرے باری اَللّٰہ اَللّٰہ اَللّٰہ اَللّٰہ

جب سانس لوں میں ہو جائے جاری اَللّٰہ اَللّٰہ اَللّٰہ اَللّٰہ

گزری گناہوں میں عمر ساری اے میرے مولا اے میرے باری

کیا حشر ہوگا دہشت ہے طاری اے میرے مولا اے میرے باری

کس کو پکارے تیرا بھکاری اے میرے مولا اے میرے باری

ہو جائے ناجی مجھ سے بھی ناری اے میرے مولا اے میرے باری

ہر دم کروں میں اے میرے باری اَللّٰہ اَللّٰہ اَللّٰہ اَللّٰہ

جب سانس لوں میں ہو جائے جاری اَللّٰہ اَللّٰہ اَللّٰہ اَللّٰہ

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾

(سورۃ التحریم، آیت ۶)

عید الفطر کا پیغام

مقام بیان: مسجد انوار نشاط سوسائٹی، ادا جن، سورت

نماز عید سے پہلے

أمّا بعد! فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. ﴿یا أیھا الّذین اٰمنوا قوا انفسکم وأھلیکم نارًا. وقودھا النّاس والحجارۃ﴾. وقال اللّٰہ تبارک وتعالٰی: ﴿یا أیّھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السّلم کافّۃ ولا تتّبعوا خطوٰتِ الشیطٰن إنّہٗ لکم عدوٌّ مبین﴾.

بزرگانِ محترم! اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضل وکرم ہے جس نے ہمیں عید کا دن عطا فرمایا خوشی کا دن عطا فرمایا۔ کوئی بھی مسلمان ہو اور دنیا کے کسی بھی گوشے میں ہو یہ عید کا دن اس کے لئے بڑی مسرتوں کا دن ہوتا ہے۔ عید کی مسرتیں مسلمانوں کو کیوں ہوتی ہیں؟

عید کے دن خوشی کیوں؟

حقیقت میں یہ مسرتیں اس لئے ہوتی ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے برکتوں اور رحمتوں والا مہینہ ہم کو عطا فرمایا۔ اس کے فضل اور اسی کی توفیق سے اس مبارک مہینہ میں مسلمانوں نے روزے رکھے، اپنی اپنی حیثیت اور استطاعت کے مطابق عبادت میں مشغول رہے اور ذکر وتلاوت میں مشغول رہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کے سامنے یہ اعلان ہوتا ہے کہ تم گواہ رہو اس بات پر کہ میں نے ان بندوں کی مغفرت کر دی، میں نے ان کے گناہوں کو بخش دیا۔ معلوم ہوا کہ ہماری بداعمالیاں اور ہماری سیاہ کاریاں جن کی وجہ سے ہم اللہ کے عذاب کے مستحق ہو چکے ہوتے ہیں، اللہ کی ناراضگی ہمارے اوپر ہو چکی ہوتی ہے، اس مبارک مہینہ اور عید کی برکت سے حق تبارک وتعالیٰ اپنی رضا اور مغفرت کا اعلان فرما دیتا ہے۔ ایک مجرم اور گناہ گار کو اس کے گناہ کی معافی ہو جائے اس سے بڑھ کر کیا خوشی ہو سکتی ہے۔ اس لئے دنیا کے ہر گوشے ہر مکان ومقام کا مسلمان مسرتوں سے سرشار ہوتا ہے۔

رمضان تقویٰ کی مشق کا مہینہ

لیکن اب ہم کو یہ غور کرنا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل سے ہم کو ان لوگوں کے اندر شامل فرمادیا ہے جن کے لئے اپنی مغفرت کا اعلان فرمادیا ہے، جن کے لئے اپنی رضا کا اعلان کردیا، یہ اللہ کا بڑا انعام ہے۔ اس لئے اس کی مغفرت کی قدر کرتے ہوئے، اس کی رضا کے اعلان کی قدر کرتے ہوئے ہم اپنی آئندہ زندگی کو بھی ایسے کاموں کے اندر مشغول رکھیں کہ بار بار اللہ کی طرف سے ہم پر انعامات واکرامات اور مغفرت کا اعلان ہوتا رہے۔ یہ مبارک مہینہ حق تعالیٰ نے ہم کو اس لئے عطا فرمایا تھا کہ ایک مہینہ اس میں تقوے کی مشق کرنے اور اس تقوے کے پروگرام کے ساتھ رہتے ہوئے ہم گذاریں گے تو ہماری بقیہ گیارہ مہینے کی زندگی کے اوقات بھی تقویٰ کے ساتھ گذریں گے۔ ایک مسلمان جس نے روزہ رکھا ہوا ہو سخت پیاس کی وجہ سے پریشان حال ہے، بھوک اس کو سخت لگی ہوئی ہے، اپنے کمرے کے اندر وہ اکیلا اور تنہا ہے اور کوئی انسان اس کو دیکھنے والا بھی نہیں ہے اور کوئی اس کی حرکت پر اطلاع نہیں پاسکتا، لیکن کیا وہ مسلمان اپنی بھوک اور پیاس کی وجہ سے اپنے فریج میں رکھا ہوا ٹھنڈا پانی اور اپنے گھر میں بنی ہوئی مرغن غذاؤں میں سے ایک لقمہ بھی کھاتا ہے؟ کوئی ہمت نہیں کرتا، کسی کی مجال نہیں ہوتی کہ وہ ایک گھونٹ پانی اپنے حلق کے نیچے اتارے حالانکہ کوئی اس کو دیکھنے والا نہیں۔ تو کیا وہ مومن اور مسلمان یہ سوچتا ہے کہ اس وقت مجھے کوئی انسان نہیں دیکھ رہا ہے تو یہ ٹھنڈا پانی پی لوں، عمدہ غذا میں کھالوں، اپنی بیوی موجود ہے اس کے ساتھ صحبت کرکے تسکین حاصل کرلوں؟ نہیں، تو وہ اس سے کیوں رکا رہتا ہے؟ کیونکہ اس کو یقین ہوتا ہے کہ مجھ کو میرا رب دیکھ رہا ہے۔ دنیا کا کوئی انسان نہ دیکھے لیکن میرا خالق مجھ کو دیکھ رہا ہے۔ اگر میں اس کی مرضی کے خلاف کھا پی کر اس کی ناراضگی کو مول لوں تو میں بڑا مجرم ہو

جاؤں گا، میں بڑا گناہ گار ہو جاؤں گا، میرا رب مجھ سے ناراض ہو جائے گا۔ اس لئے کسی بھی درجہ کا مسلمان ہو وہ ان چیزوں کو روزے کے اندر استعمال نہیں کرتا۔ معلوم ہوا روزے کی حالت میں انسان کو اللہ کا ڈر پیدا ہو جاتا ہے، تقویٰ پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر اس کے دل میں اللہ کا ڈر نہ ہوتا تو وہ ضرور پانی پی لیتا، ضرور اپنی من مانی چیز کھا لیتا۔ لیکن اللہ کا ڈر اس کے دل میں موجود ہے، یہ یقین ہے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے چاہے کوئی مجھے دیکھے یا نہ دیکھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن حکیم میں یہی ارشاد فرمایا: ﴿یا ایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون﴾ [سورۃ البقرۃ، آیت ۱۸۳]

"اے ایمان والو! یہ ایک مہینے کے روزے تم پر اس لئے فرض کئے گئے، یہ ایک مہینے کے روزے اس لئے دیئے گئے تاکہ تم اپنی زندگی میں ڈر اور تقویٰ پیدا کرو" جیسے روزے کے اندر ایک مسلمان کو اللہ کا ڈر اور تقویٰ حاصل ہوتا ہے، یہ یقین ہوتا ہے کہ میرا رب مجھ کو دیکھ رہا ہے اس لئے کھانے پینے سے وہ بچتا ہے، حالانکہ غور کریں تو کھانا اور پینا عام حالت میں تو حلال چیز ہے حرام نہیں ہے، اللہ نے انسان کو پیٹ دیا اسی وجہ سے انسان کو بھوک پیاس لگتی ہے، لیکن محض اللہ کے حکم کی وجہ سے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی ناراضگی ہم پر نہ ہو اس لئے ان حلال چیزوں کو کھانا چھوڑ دیتے ہیں۔ کھانا بھی حلال اور پینا بھی حلال، اپنی بیوی سے جماع اور صحبت بھی حلال، اس کو ہم رمضان میں کیوں چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ یہ عام حالت میں حلال ہیں اس لئے کہ اگر ہم یہ چیزیں رمضان میں کرلیں تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوگا۔

رمضان و غیر رمضان سب میں اللہ دیکھ رہا ہے

تو بڑا غور کا مقام ہے کہ روزہ کے اندر دن میں ہم اللہ کے ڈر اور خوف کی وجہ سے جائز اور حلال چیزوں کو تو چھوڑ دیتے ہیں لیکن جن چیزوں کو اللہ نے حرام قرار دیا، جن

گناہوں سے رکنے کا اللہ نے حکم فرمایا، وہ گناہ جن کے متعلق جناب رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ یہ گناہ آدمی کرے گا تو اللہ کی لعنت اس پر ہوگی، اللہ کا غضب اس پر ہوگا، ان گناہوں کی وجہ سے اللہ کی جہنم کے عذاب کا وہ مستحق ہو جائے گا۔ جب مسلمان ان گناہوں کا ارادہ کرتا ہے اور ان گناہوں کو کرتے وقت اس کو اللہ کا ڈر اور خوف نہیں آتا تو تعجب ہے اس پر کہ ان گناہوں کو کرتے وقت جن کو اللہ نے حرام قرار دیا وہ ڈر اور تقویٰ ہم کو کیوں نہیں آتا جو روزے کے اندر ہوتا ہے؟ معلوم ہوا کہ ہم روزے کی حقیقت پر غور نہیں کرتے۔ اس لئے ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ جیسے روزے کی حالت میں ہم نے یہ سوچا تھا، ہم کو یہ یقین تھا کہ ہم کو ہمارا رب دیکھ رہا ہے، ہمارے رب کی نگرانی ہم پر ہے، ایسے ہی زندگی کے ہر قدم پر زندگی کے ہر موڑ پر یہ دھیان اور خیال اور یقین ہم کو آ جانا چاہئے کہ اس وقت بھی میرا رب مجھ کو دیکھ رہا ہے۔ اگر ہم عبادات کی لائن سے کوئی کوتاہی کر رہے ہیں، جیسے نماز روزہ سے غفلت برت رہے ہیں، زکوٰۃ کے ادا کرنے میں ہم سے غفلت ہو رہی ہے یا اور کسی بھی عبادت میں ہم سے غفلت ہو رہی ہے تو اس وقت بھی ہمیں یہ تصور ہونا چاہئے کہ یہ غفلت مجھ سے کیسے ہو سکتی ہے جبکہ میرا رب مجھ کو دیکھ رہا ہے، اگر غفلت ہوگی تو اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے گا۔ اگر تجارت کا معاملہ ہے اور دھوکہ دہی کا ارادہ ہے یا آدمی تجارت میں جھوٹ بول رہا ہے، خیانت کر رہا ہے، مکر کھیل رہا ہے، ان گناہوں کے وقت ہم کو اللہ کا دھیان کیوں نہیں آتا؟ اس وقت بھی ہم سوچیں کہ روزے میں جیسے اللہ تعالیٰ مجھ کو دیکھ رہا تھا آج جب میں جھوٹ بولوں گا یا آج میں کسی کو دھوکہ دوں گا یا آج کسی سے وعدہ خلافی کروں گا تو اس وقت بھی اللہ مجھ کو دیکھ رہا ہے، اللہ تعالیٰ ہر وقت ہمارے حال پر واقف ہے۔ روزہ ہم کو یوں تعلیم دیتا ہے کہ ہماری گیارہ مہینے کی زندگی اس حالت میں گذرے کہ ہمارے دل میں ہر وقت اللہ کا دھیان اور یقین ہو۔

عید کے دن رب کی مہربانی اور ہماری ناشکری

اس لئے میرے بھائیو اور دوستو! یہ مبارک مہینہ گذر گیا، آج اللہ کی طرف سے مغفرت کا اعلان ہوتا ہے لیکن افسوس اور تعجب ہے ہمارے معاشرے پر اور بڑی حسرت کی بات ہے کہ آج ہم اللہ کی مغفرت کا اعلان تو سن لیتے ہیں لیکن اس مغفرت کا اعلان سننے کے بعد ہمارے بہت سے مسلم بھائی اس کے شکریہ میں کیا کرتے ہیں؟ عید کے شکریہ اور مغفرت کے شکریہ میں وہ ایسی جگہوں پر جاتے ہیں، ایسے کھیل تماشوں میں مشغول ہوتے ہیں اور ایسے کاموں کو انجام دیتے ہیں کہ جس کی وجہ سے پھر وہ اللہ کے عذاب کے مستحق ہوتے ہیں اور اللہ کی ناراضگی کے مستحق ہوتے ہیں کہ آج عید ہے خوشی کا دن ہے تو چلو اپنے بال بچوں کو لے کر کسی بہترین فلم کے اندر چلے جاتے ہیں، چلو اپنے بال بچوں کو لے کر کسی ایسے پکنک کے موقع پر جائیں جہاں پر ناچ گانا ہو، جہاں عریانیت ہو مردوں اور عورتوں کا اختلاط ہو، پردے کا کوئی اہتمام نہ ہو۔ ان گناہوں کے مجموعے کی جگہ پر انسان جاتا ہے تاکہ عید کا شکریہ ادا ہو۔ ظاہر ہے کہ ایسے ارادے اگر ہمارے ہوں تو ہم کو یہ سمجھنا چاہئے کہ اگر ہمارے دل کے اندر یہ ہو کہ عید ہوتے ہی ہم ان غلط مواقع پر پہنچ جائیں گے تو شاید اللہ کی طرف سے ہمارے لئے یہ مغفرت کا اعلان نہ ہو۔ غور کرنے کی ضرورت ہے اور اللہ کا خوف رکھنے کی ضرورت ہے۔ رمضان میں جیسے ہم گناہ کرنے سے ڈرتے تھے غیر رمضان میں بھی گناہوں کو چھوڑنے کا ارادہ کریں تب جا کر روزے کا مقصد ہم کو حاصل ہوگا۔ اس لئے میں نے شروع میں آیت تلاوت کی حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا﴾ (سورۃ التحریم۔ آیت ۶) ”اے ایمان والو! اپنے آپ کو بھی جہنم کی آگ سے بچاؤ اور اپنے متعلقین گھر والے، دوست احباب جن جن

سے تمہارا تعلق ہے ان کو بھی جہنم کی آگ سے بچانے کی کوشش کرو۔ جہنم کی آگ سے کون بچے گا؟ وہ جو اللہ کا ڈر اور تقویٰ اپنے دل میں رکھ کر اللہ کی نافرمانیوں سے بچ جائے اور اللہ کے احکام کو توڑنے سے اپنے آپ کی حفاظت کرے وہ جہنم کی آگ سے بچ سکتا ہے۔ دو چار رکعت نماز پڑھ لی، دو چار روزے رکھ لئے تو ہم یہ نہ سمجھیں کہ پکے مسلمان ہو گئے۔

پورے مسلمان بن جاؤ!

حق تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿یا ایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوت الشیطن﴾ [سورۃ بقرۃ، آیت ۲۰۸] "اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر مت چلو، جب تم نے کلمہ پڑھ لیا تو کلمہ پڑھنے کے بعد اسلام کے ہر ہر حکم کو اپنی زندگی کے لئے مشعل راہ بناؤ تمہارا کوئی قدم اسلام کے طریقے کے خلاف اٹھنے نہ پائے، اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر مت چلو، شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔" اسلام فقط چند عبادتوں کا نام نہیں ہے بلکہ اسلام کے اندر پانچ اہم بنیادی شعبے ہیں۔

عقائد کو اپنے دل و دماغ میں جمائے رکھو

سب سے پہلے عقائد۔ عقائد یعنی دل کے اندر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے متعلق، قبر و حشر کے متعلق، جنت و جہنم کے متعلق اور تقدیر کے متعلق، ان تمام چیزوں کے متعلق وہ عقائد یقین کے ساتھ جمائے رکھے جو کتاب اور سنت کے اندر موجود ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جن عقائد کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں ذکر کیا ان عقائد کو انسان اپنے دل کے اندر جمائے۔ اگر ان عقائد میں سے کسی ایک عقیدہ میں کمزوری رہی تو انسان کا ایمان نہیں ہے۔ مثلاً اتنا تو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور میرا رب ہے لیکن

نعوذ باللہ رسول کا انکار کرے تو وہ کافر ہے اس کا ایمان نہیں۔ یا کوئی رسول ﷺ کو مانتا ہے لیکن کتاب کو نہیں مانتا وہ کافر ہے۔ یا پھر کتاب کو مانتا ہے لیکن آخرت کو نہیں مانتا، یہ عقیدہ اس کے دل میں نہیں ہے کہ مر کر دوبارہ مجھ کو حساب دینا ہے تو چاہے خدا کو بھی مان لے رسول ﷺ کو بھی مان لے لیکن مرنے کے بعد دوبارہ اٹھ کر حساب و کتاب دینا ہے یہ عقیدہ دل میں نہیں ہے تو وہ بھی ایمان والا نہیں۔ اگر اس کو بھی مان لے لیکن جنت اور جہنم کا انکار کر دے تو وہ بھی ایمان والا نہیں۔ عقائد کی جو چیزیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں ہیں اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ ان عقائد کو ہر وقت اپنے دل میں اور ذہن میں جمائے رکھے۔

عقائد کا بگاڑ اور اس کی اصلاح کا طریقہ

آج عقائد کا بگاڑ بھی عام ہے۔ آج دنیا کی غفلتوں کی وجہ سے ہمارے کتنے مسلمان بے چارے ایسے ہیں جن کی زبان سے ایسے الفاظ نکلتے ہیں کہ ان کو سنتے ہیں تو دل کانپ جاتا ہے کہ اللہ ان کا کیسا ایمان ہے؟ کتنے مسلمانوں کی زبان سے سنا ہے کہتے ہیں کہ یہ تو دنیا کی زندگی ہے، کس نے دیکھا ہے کہ ہم دوبارہ مر کر زندہ ہوں گے۔ یہ وہی بات ہے جس کی بنیاد پر حضور اکرم ﷺ کی کفار مکہ سے لڑائی تھی۔ کفار مکہ بھی یہی کہتے تھے کہ کس نے دیکھا ہے کہ ہم کو دوبارہ پھر زندہ ہونا ہے۔ یہ بیہودہ بڑی بحث کرتے تھے حضور ﷺ کی خدمت میں اور کہتے تھے یہ ہڈیاں چورہ چورہ ہو جائیں گی تو بھلا کون اس کو زندہ کر سکتا ہے؟ سورۂ یٰسین میں اس مضمون کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ فرما دیجئے جس نے پہلی بار ان ہڈیوں کو پیدا فرمایا تھا وہ دوبارہ پھر وہی ذات پیدا فرمائے گی[1] جو انسان پہلے معدوم تھا اس کا کوئی وجود

---

(1) سورۂ یٰس، آیت ۹۔

نہیں تھا جس نے اس کو وجود بخشا دوبارہ وہی حق تعالیٰ اس کو وجود بخشے گا۔ یہ عقائد کا علم سب سے پہلے اس زمانے میں ضروری ہے۔ اسلام دشمن طاقتیں مسلمانوں کے عقائد پر روز بروز حملہ کر رہی ہیں اس لئے ہر ایک مسلمان کو ضروری ہے کہ وہ اہل اللہ سے تعلق رکھے اور علمائے حق سے تعلق رکھے، اپنے عقائد کی درستگی کرے، اس کے متعلق پوچھے کہ صحیح عقائد کیا ہیں؟ اللہ تعالیٰ کے متعلق، اس کے رسول ﷺ کے متعلق، آخرت کے متعلق دریافت کرے پھر اس کو اپنے دل میں یقین کے ساتھ جمائے رکھے۔ تو یہ ہے پہلی چیز عقائد۔

اللہ تعالیٰ کیا چاہتا ہے؟

دوسرے نمبر پہ عبادات ہیں۔ اسلام ان پانچ اہم شعبوں کا نام ہے۔ پہلے ہم اپنے عقائد درست کرلیں دوسرے نمبر پہ ہے عبادات۔ جب عقیدہ درست ہوگیا تو اپنی نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ ان عبادات کے سلسلے کو اہتمام کے ساتھ ادا کرنے کی فکر کریں تب جاکر اسلام کا یہ دوسرا جز پورا ہوگا۔ اگر ہماری عبادات میں کوتاہی ہے نماز پڑھی روزہ نہیں رکھا، روزہ رکھے نماز نہیں پڑھی، زکوٰۃ فرض ادا نہیں کی، حج فرض ہے ادا نہیں کیا، ان سب عبادات میں سے اگر کسی بھی عبادت میں کوتاہی ہوئی تو اللہ کا جو حکم ہے اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ، اللہ کے اس حکم کے اعتبار سے ہم اسلام میں پورے داخل نہیں ہوں گے۔ اگر ہماری عبادات کا ایک رکن بھی چھوٹا، ان عبادات میں سے ایک عبادت بھی ہماری چھوٹ رہی ہے تو اللہ کی اس آیت قرآن کے اعتبار سے ہم غور کرلیں کہ ہم اسلام میں پورے داخل نہیں ہوئے۔ کسی مسلمان کو کافر بنانا مقصود نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ کیا چاہتا ہے کہ کامل مسلمان بن جاؤ، پورے پورے مسلمان بن جاؤ، ان میں سے کوئی بات تم سے چھوٹنے نہ پائے۔ تو عبادات کا بھی اہتمام ہونا چاہئے۔

معاملات کی درستگی

اور تیسرے نمبر پر ہمارے معاملات ہیں، آپس میں لین دین، آپس کے کاروبار اور تجارت ہے۔ اس لئے آدمی یہ فکر کرے کہ میرا کوئی معاملہ، میری کوئی تجارت شریعت کے حکم کے خلاف نہ ہو۔ حرام طریقے جو ہیں حرام کمائی کے جو طریقے ہیں ان سے میں پورے طور پر بچا رہوں، سودی کاروبار کی جتنی قسمیں ہیں ان سے میں بچوں۔ آج کل تو ہمارا مزاج بن گیا ہے کہ کوئی کاروبار ہورہا ہو اور اس کی کوئی شکل صورت ہو تو جب کہا جاتا ہے کہ یہ جائز نہیں ہے تو ہم اصرار کرتے ہیں کہ کوئی صورت نکالو مولوی صاحب تاکہ حلال ہو جائے، یہ ہمارا مزاج ہے۔ ہمارے معاملات بھی شریعت کے مطابق ہو جائیں، ہماری روزی حلال ہو جائے۔ فرض عبادات کے بعد اللہ تعالیٰ نے حلال کمائی کو بھی ہم پر فرض کیا ہے۔ قرآن پاک میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾ (سورۃ الجمعۃ، آیت ۱۰) ”جب نماز ہو جائے جمعہ کی تو تم زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کی روزی کو تلاش کرو۔“ تو معاملات کا مسئلہ بڑا اہم ہے۔ ہم سمجھتے ہیں دو چار نمازیں پڑھ لی ہم کامل مسلمان ہو گئے، چاہے ہمارے معاملات کیسے بھی ہوں، اس کی طرف ہماری کوئی توجہ ہی نہیں ہے۔

اخلاق اور معاشرت

اور چوتھی چیز یہ ہے کہ ہمارے اخلاق، ملاقی ہوں۔ اس وقت ہمارے پاس موقع نہیں ہے کہ سب کی تفصیل بیان کی جائے۔ مختصرا یہ عرض ہے کہ اخلاق ہمارے کیسے ہوں جیسا کہ ہمارے نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے اخلاق تھے۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے کسی قسم کی تکلیف پہنچنے کا ذریعہ نہ بنے، ہر مسلمان ایک دوسرے کو اپنا

بھلائی سمجھے اور ایک دوسرے کو نفع پہنچانے کی کوشش کرے۔ اپنی ذات سے کسی کو تکلیف نہ ہونے دے۔ اگر پہنچ جائے تو اس سے معافی تلافی ہو۔ اور اپنے اوپر جو بندوں کے حقوق ہوں ان کو ادا کرنے کی فکر کریں۔ تو عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق اور معاشرت یعنی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ کیسے رہنا ہے اس میں دونوں چیزیں داخل ہیں۔

معاشرت میں پہلی چیز تو یہ ہے کہ اپنے گھر والوں کے ساتھ آدمی کس طرح رہے اور دوسری چیز یہ کہ باہر والوں کے ساتھ کس طرح رہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دنیا کا ایک نظام رکھا ہے، معاشرت کہتے ہیں ایک دوسرے کے ساتھ رہنا۔ کوئی انسان یہ پسند نہیں کرتا ہے کہ میں اکیلا رہوں، کسی کے ساتھ نہ رہوں۔ انسان کی طبیعت ہی میں اللہ نے یہ بات رکھی ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ کسی سے میل جول کر رہے۔ اس لئے سب سے پہلے تو مختصری اس کو حکومت ملتی ہے کہ ایک بیوی اس کے ماتحت آجاتی ہے، یہ چھوٹی سی حکومت ہے کہ بیوی اور شوہر آپس میں کس طرح رہیں؟ یہ ہم کو جاننے کی ضرورت ہے تا کہ ہماری معاشرت درست ہو جائے۔

آج معاشرے پر ہم غور کرتے ہیں تو شوہر یہ سمجھتا ہے کہ میں نے اس بیوی کے ساتھ نکاح کر لیا وہ میری لونڈی اور نوکرانی ہے، وہ میری باندی ہے۔ طرح طرح کے ظلم وستم اس پر ڈھاتا ہے، من مانی حکم اس پر چلاتا ہے۔ یہ نہیں سمجھتا ہے کہ میرے ظلم وزیادتی سے اللہ کے یہاں میری پکڑ ہوگی۔ کتنی عورتیں ایسی ہیں، کتنی مائیں اور بہنیں ایسی ہیں جو اپنے شوہروں کی نافرمانیوں میں مبتلا ہیں۔ آج دین کے احکام کو چھوڑ کر ایک دوسرے کے حقوق ہم پامال کر رہے ہیں، ہمارا گھر عذاب کا نمونہ بن چکا ہے۔ وہ شادی وہ نکاح جس کے لئے حق تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا: لتسکنوا الیہا (سورۃ الروم، آیت ۲۱) یہ نکاح اس لئے رکھا گیا ہے تا کہ تم اپنی زندگی میں سکون اور چین حاصل کرو۔ لیکن ہم نے نہ نکاح کو سنت کے مطابق ادا نہیں کیا، شادی کے جو طریقے ہیں اور نکاح کے جو لوازمات ہیں

احادیث کی روشنی میں ان کو ہم نے نہیں سمجھا اس لئے یہ لکاح چین و سکون کے بجائے ہمارے لئے عذاب بن گیا۔ اس لئے معاشرت کے احکام بھی سیکھنا ضروری ہیں۔ یہ تو گھر میں ہے ایسے ہی ایک باپ پر کیا ذمہ داری ہے اولاد کی؟ اولاد پر کیا ذمہ داری ہے اپنے ماں باپ کی؟ یہ سب سیکھنا ضروری ہے اس کو جاننا اور اس کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے۔

عید کا پیغام: پورے مسلمان بن جاؤ!

یہ بڑے اہم شعبے ہیں اسلام کے: عقائد، عبادات، اخلاق، معاملات اور معاشرت، اگر ان میں سے کسی ایک میں بھی کمی رہے گی تو ہم یہ یقین کریں کہ ہمارے اسلام کے اندر کمزوری ہے، ہمارے ایمان میں کمزوری ہے۔ آج اپنے دل میں تھوڑی دیر کے لئے غور کر کے سوچ لیں کہ کیا واقعی ان تمام شعبوں میں ہماری کمی اور کوتاہی ہے؟ ایک شعبے میں نہیں بلکہ عقائد کے اندر ہمارے اندر کمی ہے کوتاہی ہے، عبادات کی لائن سے کوتاہی ہے۔ اور معاملات تو جانے دیجئے اس کے اندر تو حد سے زیادہ کوتاہی ہے۔ اور اخلاق تو ایسے ہیں کہ اللہ ہی ہمارے اخلاق پر رحم کرے۔ صحابہ کرامؓ کے اخلاق وہ تھے کہ جب رستے پر چلتے تھے تو لاکھوں لوگ ان کو دیکھ کر مسلمان ہو جاتے تھے، اور آج ہمارے اندر اخلاق یہ ہیں کہ لوگ ہم سے بدظن ہوتے ہیں۔ آج یہ مسلمان جن کے اخلاق نہیں، یہ مسلمان جن کے اندر کوئی تہذیب نہیں ہے، یہ مسلمان جو کسی کو تکلیف پہونچانے سے نہیں ڈرتے۔ یہ حقیقت ہے کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کو بغیر ثبوت کے کہا جا رہا ہے۔ اس لئے ہماری بداخلاقیوں کی وجہ سے اسلام سے لوگ بدظن ہوتے جا رہے ہیں۔ اور آپس کے معاملات اور معاشرت! یہ تو ہم دیکھتے ہیں کہ کیا ہے ہمارے گھروں کا حال۔ ہمارا پڑوسی ہم سے پڑوسی سے محفوظ نہیں، جیسے ایک خطرناک اژدھے سے آدمی ڈرتا ہے شیر سے ڈرتا ہے ایسے ہی ایک آدمی اپنے پڑوسی سے ڈرتا ہے کہ کہیں یہ مجھے تکلیف نہ پہونچا دے۔ اس لئے میرے بھائیو

دوستو! یہ عید کا موقع ہے، یہ خوشی اور مسرت کا موقع ہے، ہماری حقیقی خوشی اور مسرت اسی وقت ہوگی جبکہ ہم اللہ کے اس حکم کے مطابق ﴿یا ایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ﴾ [سورۃ البقرۃ، آیت ۲۰۸] اپنے آپ کو مکمل اسلام کے سانچے میں ڈھال دیں تب جاکر حقیقی اور سچی مسرتیں ہیں اور تب ہمارے لئے حق تعالیٰ کی طرف سے یہ اعلان ہوگا: ﴿ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ ○ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی﴾ [سورۃ الفجر، آیت ۲۸] مرتے وقت یہ اعلان اسی وقت ہوسکتا ہے جبکہ ہم اسلام کے ان تمام احکام پر عمل کریں۔ اس لئے میرے بھائیو اور دوستو! گذارش ہے کہ ہم اپنے دل کی دنیا کو بدلنے کی کوشش کریں اور اپنے دل کے خیالات کو بدلیں۔ موت کا کوئی بھروسہ نہیں، انسان یہ سوچتا ہے آج درست ہوجاؤں گا، کل درست ہوجاؤں گا، ابھی جوانی ہے، ابھی صحت ہے اور قوت ہے، ابھی تو بہت سے مزے اڑانے کے دن ہیں، ابھی کہاں سے ہم سب مسجد کے اندر بیٹھ جائیں، ابھی کہاں شریعت کے احکام پر عمل کریں، جب یہ طاقت ختم ہوجائے گی اور کسی کام کے نہیں رہیں گے تو اس وقت اللہ اللہ کریں گے اور پھر ہماری معافی تلافی ہوجائے گی۔

آج ہی توبہ کرو اور پکے مسلمان بن جاؤ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿لا تتبعوا خطوت الشیطن﴾ سورۃ البقرۃ، آیت ۲۰۸] یہ سب باتیں شیطان کے وساوس ہیں، اس کے دھوکے میں مت آؤ، شیطان بہت بڑا تمہارا دشمن ہے، ہمیشہ وہ موت کو بھلا دیتا ہے، آخرت کو بھلا دیتا ہے، اللہ سے غافل کر دیتا ہے۔ ایک مومن کی شان یہ ہے کہ ہر وقت وہ سوچے کہ پتہ نہیں یہ میری نماز آخری نماز ہے، اس وقت ہم یہ یقین کریں کہ ہوسکتا ہے ہماری یہ عید کی نماز آخری نماز ہو، ہوسکتا ہے ابھی مغفرت کا اعلان ہوجائے پھر ہم سال بھر گناہوں میں مشغول رہیں اور دوسرا رمضان

ہم کو میسر نہ ہوا اور پھر ہم اللہ کی مغفرت کا اعلان سن نہ سکیں۔ تو آج سب مسلمان اپنے آپ پر غور کریں اور اپنی غفلتوں کو دور کریں۔ روزانہ اخبارات میں ہم سنتے ہیں کہ سینکڑوں لوگ کھڑے کھڑے مر جاتے ہیں، ان کو کوئی بیماری کوئی بڑھاپا، کوئی ضعف اور کمزوری نہیں ہوتی ہے پھر بھی کھڑے کھڑے آدمی مر گیا، اللہ تعالی کی نافرمانی کرتے ہوئے وہ مرا، گناہ کی حالت میں مرا۔ حدیث میں سرکار دو عالم ﷺ فرماتے ہیں تحشرون کما تموتون جس حالت میں مروگے اسی حالت میں تمہارا حشر ہوگا۔ آج ہم اپنے حالات پر غور کریں کہ اللہ کی نافرمانیاں عام ہوتی جا رہی ہیں، ٹی وی دیکھتی ہیں ہماری بہنیں، ہماری بہوئیں، ہماری مائیں، ہماری بیٹیاں اور باپ بھی ساتھ بیٹھ کر ٹی وی دیکھتے ہیں، اسی حالت میں موت آجائے تو خدا کی قسم! یہ موت اللہ کی ناراضگی والی موت ہے۔ لیکن مسلمان کا دل اس پر کانپتا نہیں ہے، حیائیں ہماری ختم ہو چکی ہیں۔ ایک زمانہ تھا کہ ہماری ماں اور بیٹی کے اندر حیا ہوتی تھی، باپ اپنی بیٹی سے اور بیٹی اپنے باپ سے شرماتی تھی۔ یہ بے حیائی کے اسباب ہم نے گھروں کے اندر رکھے تو ہماری ماؤں اور بہنوں کی حیا ختم ہوگئی، جس کی وجہ سے دنیا کے معاشرے پر غور کرتے ہیں تو کتنی ماؤں اور بہنوں کی عصمت لوٹنے کے واقعات روزانہ ہم سنتے ہیں۔ اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور ہمیں حقیقی تقوی اور ڈر نصیب فرمائے۔ اس لئے میرے بھائیو اور دوستو! چند باتیں میں نے عرض کی ہیں، اللہ تعالی مجھے اور تمام مسلمانوں کو عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

و آخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

﴿اَرْبَعٌ مِّنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِيْنَ؛
اَلنِّكَاحُ وَالسِّوَاكُ وَالتَّعَطُّرُ وَالْحَيَاءِ﴾
[سنن ترمذی]

اسلام میں نکاح کا نظام

مقامِ بیان: مسجد گنج شہداء، گودھرا

تاریخ: ۱۴؍جنوری ۲۰۱۱ء قبل الجمعہ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرّحیم ٥

الحمد للّٰہ، الحمد للّٰہ وکفٰی وسلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی، وعلٰی الہ الذین ھم اوفوا بالعھد الذین ھم مفاتیح الرحمۃ ومصابیح الغرر، امّا بعد! أعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم، ﴿یا أیھا الذین امنوا اتقوا اللّٰہ وقولوا قولاً سدیدًا یصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم ومن یطع اللّٰہ ورسولہ فقد فاز فوزًا عظیمًا﴾ [سورۃ الاحزاب، آیت ۶۹-۷۰] وقال النبی ﷺ: اربع من سنن المرسلین، النکاح، والسواک، والتعطر، والحیاء، او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ [سنن ترمذی، ابواب النکاح، ج ۱، ص ۲۰۶]

نکاح عبادت ہے

گرامی قدر حضرات علماء کرام، بزرگان محترم!

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جناب رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ ہمیں نہایت ہی پاکیزہ اور صاف ستھرا دین عطا فرمایا۔ اس کی ہر چھوٹی بڑی تعلیم میں پاکیزگی، نظافت، طہارت اور تقدس بھرا ہوا ہے۔

انسانی زندگی کی بہت سی ضروریات ہیں، ان ضروریات میں ایک ضرورت نکاح ہے۔ انسان دنیا میں نہیں آیا تھا اس سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس نکاح والی ضرورت کو اور نکاح والی سنت کو اور نکاح والی عبادت کو جاری فرمایا۔ نکاح ایک ضرورت بھی ہے سنت بھی ہے عبادت بھی ہے۔

حضرت حواء کی پیدائش

حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا جنت میں تیار کیا گیا، اللہ تعالیٰ نے اس میں روح پھونک دی تو جنت میں تنہا انسان تھا، فرشتے تھے اور شیطان تھا۔ ایک دن حضرت آدم علیہ السلام پر ہلکی سی اونگھ طاری ہوگئی، اللہ تعالیٰ نے اونگھ طاری فرمادی۔ یہ اونگھ اور نیند کوئی تھکان کی وجہ سے نہیں تھی، دنیا میں انسان کو تھکان کی وجہ سے پہلے اونگھ اور پھر نیند طاری ہوتی ہے لیکن جنت میں کوئی تھکان نہیں ہے اس لئے وہاں نہ اونگھ ہے نہ نیند ہے۔ لیکن اللہ نے ایک خاص مصلحت کے ماتحت اونگھ طاری فرمادی اور حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے حضرت حواءؑ کو پیدا فرمایا۔ [1] آنکھ کھلی، غنودگی دور ہوئی تو حضرت آدم علیہ السلام نے دیکھا کہ انہیں کی طرح کوئی انسان ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ [2] لکھتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ان سے وحشت نہیں ہوئی بلکہ انسیت پیدا ہوئی۔ حضرت آدم علیہ السلام کی

---

(۱) ﴿وخلق منها زوجها﴾ حواء بالمد من ضلع من أضلاعه اليسرى أي بعد أن أخذه النوم ولم يشعر بذلك ولم يتألم فلمّا استيقظ من النوم وجدها فمال إليها وأراد أن يمديده إليها فقالت له الملائكة مَهْ يا آدم حتّٰى تؤدي مهرها، قال: فما مهرها؟ قالوا: حتّٰى تصلّي على النبيّ محمّد ﷺ وفي رواية ثلاث صلوات وفي رواية سبعة عشر۔ (تفسیر الجلالین مع الصاوی، سورۃ النساء، آیت ۱)

(۲) حافظ ابن کثیرؒ: جلیل القدر مفسر ومحدث تفسیر ابن کثیر کے مصنف حافظ ابن کثیرؒ کا نام اسماعیل اور لقب عماد الدین تھا۔ ابن کثیرؒ سے مشہور ہوئے۔ ۷۰۱ھ میں بصرہ کے قریبی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ کمسنی میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، بڑے بھائی کے ساتھ ۷۰۶ھ میں دمشق آئے اور یہیں نشوونما ہوئی۔ آپ نے حافظ ابن عساکرؒ، حافظ ذہبیؒ، حافظ ابن تیمیہؒ اور حافظ مزیؒ جیسے اساطین علم سے استفادہ کیا۔ ان میں سے حافظ مزیؒ نے اپنی بیٹی کا نکاح ان سے کروایا۔ آپ نے درس وافتاء کے ساتھ بہت ساری تصنیفات بھی کیں جن میں تفسیر ابن کثیر اور البدایہ والنہایہ کو ہر زمانے کے علماء کے یہاں پذیرائی حاصل ہوئی۔ آخر عمر میں بینائی جاتی رہی تھی۔ ۲۶ رشعبان ۷۷۴ھ جمعرات کو وفات پائی اور اپنے محبوب استاذ ابن تیمیہؒ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

بائیں پسلی سے حق تعالیٰ نے حضرت حواء کو پیدا کیا۔ اللہ کی مصالح اپنے امور میں بہت ساری ہوتی ہیں جن کو وہ ہی جانتا ہے۔

حضرت حواء کی پیدائش بائیں پسلی سے کیوں؟

یہاں ایک طالب علمانہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے حضرت حواء کو کیوں پیدا فرمایا؟ اللہ تعالیٰ اس پر قادر تھے کہ فرما دیتے ''ہو جا'' تو وہ ہو جاتی یا مٹی سے ہی بناتا اس میں بھی روح پھونک دیتا۔ بہر حال اللہ کی جو بھی مصلحت ہو وہی جانتا ہے۔ مگر بعض علماء فرماتے ہیں کہ انسان کا دل اس کی بائیں طرف ہے اور دل یہ مقام محبت ہے موضع محبت ہے۔ دل ہی میں محبت ہوتی ہے تو دل سے قریب جو پسلی ہے دل کے قریب ہونے کی وجہ سے دل کی محبت کا اثر اس پسلی کی ہڈی کے اندر ہوگا۔ اس لئے دل سے قریب بائیں طرف جو پسلی ہے اس سے حضرت حواء کو پیدا کیا گیا۔ تاکہ دنیا میں بھی حضرت آدم و حواء کی جو نسل چلے ان میں بھی محبت کی فضائیں قائم رہے۔ اس لئے مقام محبت کے قریب والی پسلی سے حضرت حواء کو پیدا کیا گیا تاکہ میاں بیوی میں محبت کے جذبات رہیں اور محبت کا یہ رشتہ دیر قائم رہے۔

دل حبِ الٰہی کا گھر ہے

تو سوال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو محبت ہی پیدا کرنی تھی تو دل کا ایک ٹکڑا ہی نکال لیتے اسی سے حواء کو بنا لیتے تو پوری پوری محبت زوجین میں قائم ہو جاتی تو کبھی جھگڑا ہی نہ ہوتا، اللہ نے ایسا کیوں نہیں کیا؟ تو کہا کہ دل اصل میں جو ہے وہ اللہ نے اپنے لئے رکھا ہے کہ اس میں میری محبت ہونی چاہئے، میرے علاوہ کسی کی محبت نہ ہو، ساری محبت دل کے باہر ہو اس لئے دل سے اللہ تعالیٰ نے حواء کو پیدا نہیں کیا اور دل سے قریب والی پسلی سے

پیدا کیا کہ محبت ہو بیوی بچوں کی دوسروں کی تو دل کے باہر ہو اور دل کے اندر میری محبت ہو۔ واٹر پروف گھڑی دیکھی ہوگی ہم پانی کے اندر اس گھڑی کو ڈال دیتے ہیں، چاروں طرف اس کے پانی ہوتا ہے لیکن گھڑی کے اندر پانی نہیں جاتا ہے اس لئے اس کو واٹر پروف گھڑی کہتے ہیں۔ تو دل کیونکہ اللہ کی محبت کا واٹر پروف ہے کہ اس میں اللہ ہی کی محبت ہونی چاہئے اللہ کے علاوہ کسی کی محبت نہ ہونی چاہئے۔ اللہ کی محبت ہی کی خاطر بیوی سے، بچوں سے، لوگوں سے اور دوسروں سے محبت ہونی چاہئے۔

حضرت حواؑ کی مہر درود شریف

بہرحال حضرت حواؑ کو پیدا کیا گیا اب مجلس نکاح منعقد ہوئی، فرشتوں کی موجودگی میں آدمؑ و حواؑ دونوں کا باقاعدہ نکاح ہوا۔ جب نکاح ہو گیا تو حضرت آدم علیہ السلام سے کہا گیا فرشتوں کے ذریعہ کہ اپنی بیوی کا مہر بھی ادا کرو، حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: اے اللہ! یہ ساری نعمتیں جنت کی تیری دی ہیں میں مہر میں کیا چیز عطا کروں؟ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ[1] نے مدارج النبوۃ میں لکھا اور صاحب مواہب لدنیہ نے بھی لکھا ہے کہ آدم علیہ السلام سے کہا گیا کہ آپ کی اولاد میں اور آپ کی ذریت میں ایک نبی آنے والے ہیں جو نبی آخر الزماں ہوں گے، خاتم الانبیاء والمرسلین

---

[1] حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ: آپ وہ محدث ہیں جن پر تمام اہل ہند نازاں ہیں۔ آپ کی ولادت محرم ۹۵۸ھ مطابق ۱۵۵۱ء دہلی میں ہوئی۔ آپ کے آباء و اجداد بخارا سے ہندوستان ہجرت کر کے آئے تھے۔ حضرت شیخ ۲۲ سال کی عمر میں تمام علوم متداولہ سے فارغ ہو گئے تھے۔ پھر شیخ نے حج و زیارت کی اور وہاں سے علوم و معرفت کے فیض سے مالا مال ہو کر ۱۰۰۰ھ میں ہندوستان تشریف لائے اور دہلی میں درس و تدریس شروع کی اور وہاں آخری عمر تک قرآن و حدیث کی تدریس میں مصروف رہے۔ ۲۱ ربیع الاول ۱۰۵۲ھ دہلی میں وفات پائی، ۹۴ سال عمر پائی۔ آپ نے مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا ہے۔ تصانیف کی تعداد ۱۰۰ سے زیادہ ہے جن میں سے اشعۃ اللمعات فی شرح مشکوٰۃ، اخبار الاخیار اور مدارج النبوۃ آپ کی شہرہ آفاق تصانیف ہیں۔

ہوں گے ، ان پر آپ تین مرتبہ یا تین مرتبہ درود شریف پڑھ لیجئے یہ آپ کے نکاح کا مہر ہوگا ۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام نے تین یا تین مرتبہ درود شریف پڑھ لیا یہ نکاح کا مہر ہوگیا ۔ اللہ تعالیٰ پوری انسانیت کو صاف ستھرا رکھنا چاہتے ہیں اس کا دل اس کا دماغ اس کا ظاہر اس کا باطن سب پاکیزہ ہو ، اس لئے اللہ نے جنت ہی سے نکاح کے سلسلہ کو جاری کیا اور دنیا میں بھی اس نکاح کے سلسلہ کو جاری رکھا کہ انسانیت میں پاکیزہ ماحول رہے ۔ گندے ماحول کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتے ۔

اسلام میں طہارت ونظافت کا نظام

اس لئے جناب رسول ﷺ نے ایک حدیث میں چار باتیں ارشاد فرمائیں کہ چار چیزیں سارے انبیاء علیہم السلام کی سنت ہیں : مسواک کرنا ، عطر اور خوشبو لگانا ، نکاح کرنا اور حیا اختیار کرنا ۔ مسواک کرنا ، عطر اور خوشبو لگانا ان دو سنتوں کے اندر پوری ظاہری پاکیزگی کی تعلیم آپ نے عطا فرمائی ، مسواک کرنے سے منہ صاف ہوگا بدبو زائل ہوگی منہ میں خوشبو پیدا ہوگی ۔ اور عطر اور خوشبو آدمی اس وقت لگاتا ہے جب بہترین صاف شفاف کپڑے پہن لے غسل کرلے ۔ جمعہ کے دن عموماً یہ نظام ہوتا ہے کہ غسل کرکے صاف ستھرے کپڑے پہن کر عطر کا استعمال کرتے ہیں ۔ گویا کہ مسواک اور عطر کی سنت میں پورے پورے بدن کی پاکیزگی کی آپ نے تعلیم عطا فرمائی ۔ اسلام ایک ایسا مذہب ہے کہ اس جیسی طہارت اور نظافت کسی مذہب میں نہیں ۔ دوسرے لوگوں کے یہاں اور دوسرے مذاہب میں دیکھیں گے کہ ظاہری طور پر عینک چہرے پہ ہے اور پاؤڈر لگایا ہے اور کریم Cream لگایا ہے خوشبو مہک رہی ہے ، لیکن طہارت کا کوئی نظام نہیں کہ پیشاب کرلیا اور اسی طرح چھوڑ دیا یا پاخانہ کیا کوئی صاف نہیں کیا ، بس Tissue Paper پھیر

استعمال کر لیا، اندر سب گندگی ہے، ظاہر میں فقط صفائی ہے۔ لیکن اسلام ایسا مذہب ہے جس نے ظاہر اور باطن دونوں کی پاکیزگی کا حکم فرمایا۔

ابوداؤد شریف کے ابواب

امام ابوداؤد[1] مشہور محدث ہیں، ابوداؤد شریف کے اندر انہوں نے حضور ﷺ کی پانچ لاکھ احادیث میں سے چار ہزار آٹھ سو احادیث منتخب فرمائی ہے۔ انہوں نے اپنی ابوداؤد شریف میں تقریباً ۲۵ / ابواب ایسے بیان کئے ہیں جو مختص نظافت اور طہارت کے لئے ہیں۔ ۲۵ / ابواب، اب اندازہ لگایئے کہ ۲۵ / ابواب میں کتنی احادیث ہیں فقط طہارت و نظافت کے سلسلہ میں ہیں۔ ان ابواب کے ماتحت پچاسوں احادیث انہوں نے ذکر کیں جن میں ایک ایک چیز کی طہارت و نظافت کا اللہ کے رسول ﷺ نے حکم دیا اور اس کی تعلیم دی۔ بہر حال وہ چیزیں ایسی ہیں کہ ظاہری نظافت اور طہارت کی اس میں تعلیم دی۔

باطن کی پاکیزگی کا نظام نکاح میں

اور دو چیزیں ایسی ہیں کہ انسان کا دل، دماغ، باطن اس سے پاکیزہ ہوتا ہے اور وہ ہے نکاح کی سنت اور حیاء اور شرم کی صفت۔ انسان میں حیاء اور شرم ہوگی تو بے حیائی، گندگی، فحش اور برائیوں کے کاموں سے اپنے آپ کو بچائے گا، اچھے اخلاق اس کے اندر

---

[1] امام ابوداؤد: حدیث کی مشہور کتاب ابوداؤد شریف کے مصنف، علم حدیث اور علم رجال کے بڑے امام، امام ابوداؤد کا نام سلیمان بن اشعث سجستانی اور کنیت ابوداؤد تھی۔ ۲۰۲ھ مطابق ۸۱۷ء میں سجستان میں پیدا ہوئے۔ آپ کا یہ امتیاز ہے کہ آپ کے استاذ امام احمد بن حنبل جیسی عظیم شخصیت نے بھی آپ سے حدیث کی سماعت کی ہے۔ آپ کے تلامذہ میں مشہور محدثین امام ترمذی اور امام نسائی وغیرہم داخل ہیں۔ آپ کے تصنیفی کارناموں میں فن حدیث پر لکھی بہت سی کتابیں ہیں جن میں سے سنن ابوداؤد اور مراسیل ابوداؤد بہت ہی مشہور ہے۔ ۱۴ شوال ۲۷۵ھ بروز جمعہ کو بصرہ میں آپ کی وفات ہوئی اس طرح آپ کی عمر مبارک ۷۳ سال ہوئی

مظعون [1] رضی اللہ عنہم۔ انہوں نے حضور ﷺ کی عبادت کے متعلق سوال کیا کہ آپ ﷺ عبادت کس طرح کرتے ہیں۔ یا اپنے ذہن میں ایک خاکہ اور نقشہ سوچ کر آئے تھے کہ اللہ کے رسول ﷺ تو اللہ کے نبی ہیں اس لئے ہمیشہ عبادت میں مشغول رہتے ہوں گے اور دنیا کی طرف کوئی توجہ ہی نہ ہوگی۔ زوجۂ مطہرہ نے بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ رات کے ایک حصہ میں اللہ کی عبادت کرتے ہیں ایک حصہ میں آرام بھی فرماتے ہیں ایک حصہ میں اپنی ازواج کے حقوق بھی ادا کرتے ہیں۔ روزہ کے متعلق فرمایا کہ کبھی نفلی روزہ رکھتے ہیں کبھی نہیں بھی رکھتے۔ تو ان حضرات نے حضور ﷺ کی عبادت کو اپنے ذہن میں سوچے ہوئے نقشہ کے اعتبار سے بہت کم جانا۔ حالانکہ وہ تو یہ سوچ کر آئے تھے کہ اللہ کے رسول ﷺ ہر وقت عبادت میں رہتے ہوں گے اور دنیا کے کسی کام کی طرف توجہ نہیں ہوگی۔ اسلئے انہوں نے یہ تاویل کی کہ اللہ کے رسول تو معصوم ہیں اور نبی ہیں اس لئے آپ عبادت کم بھی کریں تو آپ کے لئے یہ زیبا ہے ہم تو کہاں نبی کی برابری کر سکتے ہیں، اس لئے ہمیں تو ہر وقت عبادت میں لگے رہنا چاہئے۔ ایک صحابیؓ نے اسی وقت طے کر لیا کہ میں کسی عورت سے نکاح نہیں کروں گا کہ بیوی ہوگی بال بچے ہوں گے تو سر پر سب جھنجھٹ ہوگی کہ صبح

.... ۸ھ میں غزوۂ موتہ میں شہید ہو گئے۔ بڑے زبردست شاعر تھے، غزوات میں اپنے سحر انگیز اشعار کے ذریعہ صحابۂ کرامؓ کے جذبۂ جہاد میں اضافہ فرماتے تھے۔ عبد اللہ بن عباسؓ وغیرہ صحابہ نے آپ سے روایت کی ہے۔ مقام موتہ موجودہ اردن میں مدفون ہیں۔

[1] حضرت عثمان بن مظعونؓ: عثمان بن مظعونؓ قریشی کبار صحابہ میں سے ہیں اور بڑے ہی عبادت گزار تھے۔ ۱۳ آدمیوں کے بعد اسلام لائے۔ ہجرت حبشہ و ہجرت مدینہ دونوں میں شریک رہے۔ حضور ﷺ کے رضاعی بھائی ہوتے ہیں۔ زمانۂ جاہلیت میں بھی شراب کو حرام سمجھتے تھے۔ مدینہ منورہ میں مہاجرین میں سب سے پہلے آپ کی وفات ہجرت کے فقط ۳۰ ماہ بعد ہوئی۔ حضور ﷺ نے آپ کی نعش کو بوسہ دیا تھا۔ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ آپ کے بیٹے سائب اور آپ کے بھائی قدامہ بن مظعونؓ نے آپ سے روایت کی ہیں۔

ہوتے ہی کوئی ٹیوشن جارہا ہے کوئی اسکول جارہا ہے کوئی مدرسہ جارہا ہے کوئی بیوی کی باتیں سن کر بچے کو اسکول چھوڑنے جاتا ہے۔ یہ سب جھنجھٹ ہی کیوں رہے، اس سے اچھا ہے کہ رات دن اللہ کی عبادت کرتا رہوں۔ دوسرے صحابیؓ نے سوچا میں ہمیشہ روزہ ہی رکھوں گا کبھی میں افطار نہیں کروں گا، بغیر روزے کے رہوں گا ہی نہیں روزانہ روزہ رکھوں گا۔ تیسرے صحابیؓ نے یہ ارادہ کیا کہ میں رات رات بھر اللہ کی عبادت کروں گا کبھی سوؤں گا نہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کو ان حضرات کے جذبات کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے اس موقعہ پر یہ فرمایا کہ میں تم سب میں اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہوں، سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے خشیت رکھنے والا ہوں اس کے باوجود میرا مزاج یہ ہے کہ اتزوج النساء میں نکاح بھی کرتا ہوں عورتوں سے۔ فمن رغب عن سنتی فلیس منی جو میرے طریقہ سے ہٹ جائے گا اور میری سنت سے اعراض کرے گا وہ میرے طریقہ پر نہیں۔ یہ حدیث ہم بار بار سنتے رہتے ہیں، اس کا شان ورود اصل میں یہ ہے جو ابھی بیان کیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: میں رات کا کچھ حصہ سوتا بھی ہوں، کچھ حصہ اللہ کی عبادت بھی کرتا ہوں، اپنی ازواج کے حقوق بھی ادا کرتا ہوں۔ بہرحال اللہ کے رسول ﷺ نے نکاح کی بڑی اہمیت بتلائی۔ تو ایک نیت ہو اتباع سنت کی۔

نکاح کا ایک مقصد پاکدامنی

دوسری نیت نکاح میں یہ ہونی چاہئے کہ اس نکاح کے ذریعہ میری نگاہوں کی حفاظت ہو جائے گی اور میری عصمت اور عفت کی بھی حفاظت ہوگی۔ تحصین نفس یعنی اپنے نفس کو پاکیزہ بنانا اس میں بھی دو چیزیں ضروری ہیں، بدنگاہی سے اپنے آپ کو بچانا اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنا۔ چنانچہ اس مقصد کی طرف حضور ﷺ نے ایک حدیث میں ارشاد

فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہٗ اغض للبصر واحسن للفرج[1] اے نوجوانوں کی جماعت! اگر تم میں نکاح کی طاقت ہو تو ضرور نکاح کرلو اس لئے کہ نکاح تمہاری نگاہوں کو پست کرنے والا اور تمہاری شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والا ہے۔ تو دوسری نیت اپنے نفس کو پاکیزہ بنانا۔

نکاح میں تکثیرِ امت کی بھی نیت ہو

اور تیسری نیت تکثیر امت یعنی امت میں کثرت ہو تاکہ رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن ہم پر فخر کریں۔ مسلم شریف کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کو بتلایا گیا کہ ایک بہت بڑی جماعت ہے، آپ ﷺ یہ سمجھے کہ یہ میری امت ہے، فرمایا گیا: یہ آپ کی امت نہیں ہے یہ تو موسیٰ علیہ السلام کی امت ہے، نظر اٹھاؤ، تو میں نے نظر اٹھائی تو آگے پیچھے دائیں بائیں کثیر لوگ نظر آئے، فرمایا: یہ آپ کی امت ہے۔[2] چنانچہ ایک حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ تزوجوا الودود الولود فانی مکاثربکم الامم[3] ایسی عورتوں سے نکاح کرو جو زیادہ محبت کرنے والی ہو اور کثرت سے اس میں اولاد کی صلاحیت ہو، اس لئے کہ میں قیامت کے دن امت کی کثرت پر فخر

---

(۱) صحیح مسلم شریف، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح، ج ۱، ص ۴۴۹،
صحیح بخاری شریف، کتاب النکاح، باب من لم یستطع الباءۃ، ج ۲، ص ۷۵۸

(۲) سنن ابو داؤد، کتاب النکاح، باب النهی عن تزویج من لم یلد۔

(۳) عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال عرضت علیّ الامم فرأیت النبی ومعہ الرھیط والنبی ومعہ الرجل والرجلان والنبی لیس معہ أحد إذ رفع لی سواد عظیم فظننت أنھم أمتی فقیل لی ھذا موسیٰ وقومہ ولکن أنظر إلی الأفق فنظرت فإذا سواد عظیم فقیل لی أنظر إلی الأفق الآخر فإذا سواد عظیم فقیل لی ھذہ أمتک الخ. (صحیح مسلم شریف، کتاب الایمان، باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنة، ج ۱، ص ۱۱۷)

ابیات در تضمین ذکر یک ضربی اسم ذات

اے میرے داتا اے میرے مالک اے میرے مولا اے میرے والی
شاہنشاہِ دو عالم تو ہے سب سے تری سرکار ہے عالی
شان تری ہر آن نئی ہے گاہ جمالی گاہ جلالی
وہ بھی عجب خوش وقت ہے جس نے قلب میں تیری یاد بسالی

شغل مرا بس اب تو الٰہی شام و سحر ہو اَللّٰہُ اَللّٰہُ
لیٹے، بیٹھے، چلتے، پھرتے آٹھ پہر ہو اَللّٰہُ اَللّٰہُ

کسب میں دنیا ہی کے رہا میں دین کی دولت کچھ نہ کمائی
وقت یونہی بیکار گزارا عمر یونہی غفلت میں گنوائی
خلق میں سب سے میں ہی بُرا ہوں کوئی نہیں ہے مجھ میں بھلائی
مجھ سا کوئی بدکار نہ ہوگا کونسی میں نے کی نہ بُرائی

شغل مرا بس اب تو الٰہی شام و سحر ہو اَللّٰہُ اَللّٰہُ
لیٹے، بیٹھے، چلتے، پھرتے آٹھ پہر ہو اَللّٰہُ اَللّٰہُ

ذکر کی اب توفیق ہو یا رب کام کا یہ ناکام ہو تیرا
قلب میں ہر دم یاد ہو تیری لب پہ ہمیشہ نام ہو تیرا
تجھ سے بہت رہتا ہے گریزاں اب دل وحشی رام ہو تیرا
مجھ کو اب استقلال عطا کر پختہ بس اب یہ خام ہو تیرا

شغل مرا بس اب تو الٰہی شام و سحر ہو اللہ اللہ
لیٹے، بیٹھے، چلتے، پھرتے آٹھ پہر ہو اللہ اللہ

ذکر ترا ہر دم کرتے الٰہی دور کروں میں دل کی سیاہی
چھوڑ کے سب ماہی و جاہی اب تو کروں بس فقر میں شاہی
شام و سحر ہے شغل منادی میرے گنہ ہیں اتفاقی
کس سے کہوں میں اپنی تباہی تو ہی مری کر پشت پناہی
شغل مرا بس اب تو الٰہی شام و سحر ہو اللہ اللہ
لیٹے، بیٹھے، چلتے، پھرتے آٹھ پہر ہو اللہ اللہ

نفس کے شر سے مجھ کو بچا لے اے مرے اللہ اے مرے اللہ
رنج و غم سے مجھ کو چھڑا لے اے مرے اللہ اے مرے اللہ
سن مرے نالے سن مرے نالے اے مرے اللہ اے مرے اللہ
اپنا بنا لے اپنا بنا لے اے مرے اللہ اے مرے اللہ
شغل مرا بس اب تو الٰہی شام و سحر ہو اللہ اللہ
لیٹے، بیٹھے، چلتے، پھرتے آٹھ پہر ہو اللہ اللہ

شخصیات

(جن کا اس کتاب میں ذکر آیا ہے)

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ

سلسلہ مواعظ ۲

جواہر علمیہ

(المعروف بہ "ضرب کلیم")

(جلدِ ثانی)

از

افادات

حضرت مولانا مفتی محمد کلیم صاحب لوہاروی مدظلہ العالی

(استاذ الحدیث والافتاء دار العلوم اشرفیہ، راندیر)

ناشر

مکتبہ عزیزیہ آملی پورا اسٹریٹ، راندیر، سورت، گجرات (انڈیا)

اجمالی فہرست

تفصیلی فہرست

ضروری گذارش

کوئی بھی انسان جب کسی کتاب پر محنت کرتا ہے تو اس کی ہر ممکن کوشش یہی رہتی ہے کہ اس کی یہ کتاب غلطیوں سے بالکل پاک ہو، لیکن ہر ممکن کوشش کرنے کے بعد بھی کوئی نہ کوئی کمی رہ جاتی ہے، ہمارے قارئین سے یہ گذارش ہے کہ انہیں کوئی بھی غلطی نظر آئے تو مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کرلی جائے، اور کسی بھی طرح کی غلطی کو مرتب کی طرف سے سمجھی جائے۔

تقریظ وکلمات تبرک

از حضرت الاستاذ مولانا مفتی یعقوب اشرف صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(خلیفہ ومجاز حضرت محی السنہ شاہ ابرار الحق ہردوئی ؒ ومہتمم دار العلوم اشرفیہ راندیر وشیخ الحدیث مدرسہ صوفی باغ، سورت)

باسمہ تعالیٰ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ، امابعد

عزیزم مولوی مفتی محمد کاظم لوہاروی ۱۹۸۰ء میں بچپن کی عمر میں دار العلوم اشرفیہ میں پڑھنے کے لئے آئے، خوب محنت سے پڑھے اور ماشاء اللہ ہر درجہ میں اچھے نمبرات سے کامیاب ہوکر فارغ ہوئے۔ پھر دار العلوم ڈابھیل سے افتاء کرکے یہاں دار العلوم اشرفیہ میں پہلے ابتدائی اور متوسط کتابیں بڑی محنت سے پڑھائیں۔ اب علیا کی اور احادیث کی کتابیں بھی ماشاء اللہ بحسن وخوبی پڑھا رہے ہیں۔ اور جب سے پڑھانے بیٹھے ہیں فتاوی نویسی میں بھی مشغول ہیں، مختلف ابواب کے اردو، گجراتی میں بڑے چھوٹے کافی فتاوی لکھ چکے ہیں اور ابھی بھی لکھ رہے ہیں۔ طلبہ میں بھی ان کے لئے بڑی محبت اور چاہت ہے۔

درس وتدریس مشغلہ کے ساتھ قرب وجوار کی مساجد ومدارس میں اور دور دراز کے اسفار میں بھی بسلسلۂ وعظ وارشاد واصلاح امت کے اہم کام میں لگے ہوئے ہیں۔

دراصل وعظ وارشاد کا یہ سلسلہ قدیم سے ہے، ہمارے بزرگوں سے چلا آرہا ہے ہمارے بزرگوں نے تو اس سے بڑے اہم اہم کام لئے ہیں۔ ہماری گجراتی میں جو مولوی وعظ نہ کہتا ہو اس کو کہتے ہیں کہ આ મોલવી મુંગો છે (یہ مولوی گونگا ہے)

اور ان مواعظ کا سلسلہ بزرگوں سے چلا آرہا ہے۔ اس دور میں اس طرح کے مواعظ کی

اشاعت کا سلسلہ زیادہ ہو گیا ہے۔ اسی سلسلہ کی ایک شاندار کڑی عزیزم مولوی مفتی محمد کلیم لوہاروی کے مواعظ ہیں جو "ضرب کلیم" کے نام سے شائع ہو رہے ہیں۔

دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان مواعظ کو عزیزم کے لئے تمام قارئین بلکہ ساری امت کے لئے نافع بنائے اور عزیزم اور انکی ترتیب میں مدد کرنے والوں کے لئے ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین۔ فقط والسلام

خاکپائے بزرگاں

یعقوب اشرف راندیری

(خادم اشرفیہ راندیر سورت۔ ۵)

۲ رشعبان المعظم ۱۴۳۲ھ

۵ رجولائی ۲۰۱۱ء بروز منگل

تقریظ وکلمات دعائیہ

سیدی ومولائی ،سندی ومرشدی، جامع الشریعت والطریقت ،مفتی اعظم گجرات حضرت مفتی احمد خانپوری صاحب دامت برکاتہم العالیہ
(خلیفہ ومجاز حضرت فقیہ الامت مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ وصدر مفتی وشیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل)

علمائے حقانی وربانی ہر زمانہ میں مختلف طریقوں سے دین اور علم دین کی اشاعت و حفاظت کی خدمات انجام دیتے چلے آرہے ہیں ۔جن میں درس وتدریس،تصنیف وتالیف، دعوت وتبلیغ کے ساتھ وعظ وتذکیر کا سلیقہ عطا کیا جاتا ہے لوگ انکی تقاریر ووعظ کو شوق ورغبت سے سنتے ہیں اور فائدہ بھی اٹھاتے ہیں، محب مکرم مولانا مفتی کلیم صاحب لوہاروی حفظہ اللہ بھی اسی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں آپ دارالعلوم اشرفیہ میں کئی سال سے تدریسی خدمات کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ اطراف وجوانب میں اپنے مواعظ سے بھی سامعین کے قلوب کو گرمانے کا کام کر رہے ہیں۔عوام بھی آپ سے محبت وچاہت کا تعلق رکھتے ہیں۔آپکی انہیں مواعظ کو جو آپ نے مختلف اوقات میں مختلف جلسوں پر تذکیر واصلاح کی غرض سے کئے ہیں آپکے بعض شاگرد جمع اور مرتب فرما کر اسکی اشاعت بھی کرنے جارہے ہیں تا کہ ان مواعظ کی افادیت کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہو۔

دعا کرتا ہوں اللہ تعالی ان مواعظ کو قارئین کے حق میں مفید ومؤثر بنا کر لوگوں کو زیادہ سے زیادہ اس سے استفادہ کی توفیق وسعادت عطا فرمائے اور مولانا موصوف کے حق میں اسکو صدقۂ جاریہ بنائے ۔فقط

املاہ: احمد خانپوری (۲۰ رجمادی الثانیہ ۱۴۳۲ھ)

تقریظ

مشفق ومحسن حضرت الاستاذ مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی دامت برکاتہم العالیہ

(خلیفہ ومجاز حضرت شیخ زکریاؒ وشیخ الحدیث وصدر مفتی جامعہ حسینیہ راندیر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ،امابعد!

حضورﷺ کی تشریف آوری کے بعد اب قیامت تک دوسرا کوئی نبی اور رسول آنے والا نہیں ہے۔حضور اقدسﷺ خاتم النبیین ہیں،اسلئے اب حضور اقدسﷺ کا کام **العلماء ورثۃ الانبیاء** کے تحت علماء ربانیین کے ذمہ ہے اور علماء یہ کام اپنی حیثیت کے مطابق کررہے ہیں۔

دین کی نشرواشاعت ،تعلیم ،تبلیغ ،تحریر،تصنیف اور تقاریر سے بھی ہورہی ہے۔جن سے اللہ تعالی یہ کام لینا چاہتے ہے انکو اللہ تعالی خصوصی ملکہ بھی عطا فرماتے ہیں۔ہمارے مفتی کلیم صاحب بھی میرے خیال سے انہیں خوش نصیبوں میں سے ہیں کہ تدریسی اور تقریری دونوں میدان کو فتح کرتے جارہے ہیں۔دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی نظر بد سے بچاکر کامل اخلاص کے ساتھ خوب ترقی کی سعادت نصیب فرمائے اور ان کے فیض سے لوگوں کو خوب مستفیض فرمائے۔

این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

فقط والسلام

العبد اسماعیل کچھولوی غفرلہ

۲۸ جمادی الثانیہ ۱۴۳۲ھ

تقریظ وکلمات دعائیہ

از شیخ زادہ محترم و مخدومی و استاذی

حضرت مولانا قاری رشید احمد اجمیری مدظلہ العالی

(شیخ الحدیث دارالعلوم اشرفیہ راندیر)

اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ

حامداً و مصلیاً و مسلماً ، وبعد!

مشائخ و بزرگان دین کے مواعظ کا سلسلہ اصلاح امت کی ایک قوی کڑی ہے۔ اس کی برکت سے نہ معلوم کتنے ہی لوگوں کی دل کی دنیا بدلی اور کتنوں کو راہ راست کی روشنی سے راہ یاب کیا ہے۔

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر

اسی سلسلۃ الذہب کا ایک شاندار ورق حضرت مولانا مفتی کلیم صاحب مدظلہ العالی کے بیانات کا یہ مجموعہ بھی ہے۔

مختلف عناوین پر نظر پڑی اجمالاً دیکھنے سے ہی ان کے مفید تر ہونے کا یقین ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو بارآور فرمائے اور ہم سب کو استفادے کی سعادت عطا فرمائے اور اس کدوکاوش کو شرف قبولیت سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

فقط

احقر رشید احمد اجمیری

راندیر اشرفیہ

مقدمہ

مفکر ملت قائد علماء حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتھم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین، الداعی الی اللہ والی صراط المستقیم، وعلی آلہ واصحابہ ھاداۃ الدین القویم، وعلی من تبعھم الی یوم الدین.

اما بعد..... اللہ رب العزت نے فرشتوں کو نور سے پیدا فرمایا، اور انکی فطرت میں اطاعت وفرمابرداری کا مادہ رکھا، وہ اللہ کے حکم کی بجا آوری میں ذرہ برابر کوتاہی نہیں کرتے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے (لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ)

دوسری مخلوق جنات ہے، جس کی سرشت میں تمرد وعصیان ہے، انکی اکثریت احکام الہی سے روگردانی کرنے والی ہے، تیسری مخلوق انسان ہے، ان کی فطرت میں دونوں چیزیں رکھی گئی ہیں، جب وہ اطاعت پر آتی ہے تو فرشتوں سے آگے بڑھ جاتی ہے، اور نافرمانی کی طرف رخ کرتی ہے تو شیطان کو شرمندہ کرتی ہے، اس تیسری مخلوق کو گمراہی اور بے راہ روی سے بچانے اور انکو سیدھے راستے پر چلانے کے لئے اللہ تعالی اپنے فضل سے ہمیشہ پیغمبروں اور رسولوں کو مبعوث فرماتے رہے، جیسے ارشاد فرمایا (ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا) (پ ۱۸ رکوع ۳) اس سلسلہ رسالت کا اختتام خاتم النبیین محمد ﷺ پر ہو گیا، ہدایت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی یہ ذمہ داری آپ ﷺ کی امت پر ڈالی گئی (كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ.... الآیۃ)

چنانچہ قرون اولی سے لے کر آج تک کوئی دور، کوئی ملک، کوئی قوم مصلحین اور دعوت حق سے خالی نہیں رہی، امت میں ہمیشہ ایسے علماء وصلحاء پیدا ہوتے رہے جنہوں نے اصلاح

وہدایت کا فریضہ پوری دیانت داری اور اخلاص سے ادا کیا، انہی دعاۃ حق میں حضرت مولانا مفتی کلیم صاحب لوہاروی (مہاراشٹر) مدظلہ کی ذات گرامی بھی ہے، موصوف گجرات کے قدیم ترین اور معروف دار العلوم اشرفیہ راندیر کے استاذ حدیث اور مفتی ہیں، درس وتدریس اور افتاء کی اہم ذمہ داری کے ساتھ آپ امت اسلامیہ کو اپنے رب کی تعلیم پر عمل کرنے اور زندگی کو سنت نبوی ﷺ کے مطابق گذارنے کی طرف اپنے مؤثر بیانوں کے ذریعہ متوجہ فرماتے رہتے ہیں، زبان سادہ اور عام فہم ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے ہر طبقے کے لئے یہ بیانات مفید ثابت ہوتے ہیں، احباب اور اہل تعلق کے شدید تقاضوں کی وجہ سے اب ان تقریروں کو ٹیپ سے نقل کرکے "ضرب کلیم" کے نام سے شائع کیا جارہا ہے، اس کتاب کے بارے میں ملک کے چیدہ اور فاضل علمائے کرام نے اپنے تأثرات تحریر فرمائے ہیں جو کتاب کے شروع میں پڑھے جاسکتے ہیں، ان اکابر امت کی قیمتی تحریروں کے بعد مجھ جیسے کم علم شخص کا کچھ لکھنا آفتاب کو چراغ دکھانے کا مصداق ہے۔

حکم مولانا مدظلہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے یہ چند سطریں لکھ دی ہیں، اللہ تعالی سے دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالی مولانا موصوف کے علم وعمل میں برکت عطاء فرمائے، اور امت کو انکے علم وعمل سے مستفید ہونے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین یارب العالمین.

هذا ما عندي والصواب عند الله تعالى

نوٹ:۔ "ضرب کلیم" حکیم مشرق ڈاکٹر محمد اقبالؒ کی مشہور کتاب ہے، اسلئے اگر "ندائے کلیم" نام تجویز ہوتا تو بہتر ہوتا، تاکہ قارئین کو اشتباہ نہ ہوتا۔

والسلام

(احقر عبد اللہ (غفرلہ) کاپودروی

۴ ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ ۔ ۱۱/۱۱/ ۲۰۱۱ء

تقریظ

حضرت مولانا مفتی شکیل احمد سیتاپوری

(سابق مدرس دارالعلوم دیوبند حال مہتمم مدرسہ ضیاء العلوم سیتاپور)

حضرت مولانا مفتی محمد کلیم صاحب لوہاروی دامت برکاتہم کے مواعظ بہت عجلت میں دیکھنے اور سننے کا موقع ملا، معلوم ہوا کہ مفتی صاحب کے مواعظ جو ضرب کلیم کے نام سے شائع ہونے ہیں بہت پر مغز اور معلومات پر مبنی ہے انکو پڑھنے سے معاشرہ پر اچھا اثر پڑیگا میری تمام حفاظ ائمہ مساجد اور واعظین سے گذارش ہے کہ وعظ کی اس کتاب کو پہلی فرصت میں حاصل کریں یہ کتاب اپنے پڑھنے والوں کی اصلاح کی ضامن ہے نیز بہت سے لوگوں کو واعظ اور خطیب بناتی ہے۔ امید ہے کہ اہل علم اور واعظین اسکی طرف متوجہ ہونگے۔

فقط والسلام

محمد شکیل احمد سیتاپوری

محمد اسلام الحق خادم دائرۃ المعارف

۱۱ ستمبر ۲۰۱۱ء بروز اتوار

۱۵ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ

تقریظ

حضرت مولانا سلمان صاحب گنگوہی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد! اس دور میں عامۃ یہ ذہن بنتا جارہا ہے کہ آدمی کو خوب ترقی کرنی چاہئے بعض مسلم احباب دوسروں کی ترقی دیکھ کر سوچتے ہیں کہ ہم کو بھی اس میدان میں ان سے پیچھے نہیں رہنا چاہئے اور یہ نظریہ رکھنے والے حضرات بعض مرتبہ شریعت کے حدود سے بھی تجاوز کرجاتے ہیں اور جائز ناجائز کا کوئی بھی خیال نہیں رکھتے، مثلاً تجارت میں اپنی جوان عورتوں کو دکان پر بیٹھا کر خرید وفروخت کراتے ہیں، نیز کاروبار بڑھانے کی غرض سے زکوۃ کو روکتے ہیں یا پورے سال کا حساب کرکے پوری زکوۃ نہیں نکالتے ہیں۔ بلکہ بعض مسلمان تو سودی کاروبار سے بھی دریغ نہیں کرتے ہیں جبکہ ان چیزوں پر شریعت مطہرہ میں بڑی سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں علمائے امت اور بزرگان دین نے ہر زمانہ میں امت میں پھیلی ہوئی برائیوں کا جائزہ لے کر اپنی ذمہ داری کو پورا کرنے کے لئے تقریر وتحریر نیز وعظ ونصیحت کے ذریعہ اس پر تنبیہ فرمائی اور قرآن واحادیث میں سے مسائل اخذ کرکے امت مسلمہ کے سامنے اسکو پیش کیا، اسکی ایک کڑی پیش نظر کتاب ''ضرب کلیم'' ہے جو حضرت مفتی کلیم صاحب لوہاروی دامت برکاتہم خلیفہ حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری زید مجدھم کے خطابات کا مجموعہ ہے جس میں مفتی صاحب موصوف نے ماشاءاللہ ہر مضمون کو مناسب عام فہم زبان میں سمجھایا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کتاب کو قبولیت عطا فرمائے امت کی اصلاح کا اسکو ذریعہ بنائے اور حضرت مفتی صاحب کو دارین کی ترقیات سے نوازے آمین

۱۰/۹/۱۴۳۳ھ

مکتوب گرامی:

حضرت مولانا مفتی اکرام الحق صاحب دامت برکاتہم مقیم بلیک برن یوکے

(خادم خاص حضرت مولانا حافظ قاری مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ)

آپ نے اس دور افتادہ ناکارہ کو یاد فرمایا اور اپنی قیمتی کتاب ارسال فرمائی بندۂ ناکارہ صمیم قلب سے آپ کا شکر گذار ہے جزاکم اللہ خیر الجزاء۔

ماشاء اللہ آپکے علمی بیانات سے استفادہ کیا اللہ تعالیٰ بقیہ بیانات کو شائع ہونے کی تکمیل فرمائیں اور امت کو ان بیانات سے فیض پہنچائے علماء کے لئے اور بیان کرنے والوں کے لئے بہت قیمتی باتیں ہیں اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور مفید و نافع بنائیں حضرت اقدس حضرت مرشدی مولانا مفتی محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً اور حضرت مفتی صاحبؒ کے محبوب و معتمد اور محبوب العلماء حضرت مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب مدظلہ العالی کا فیض آپکے ذریعہ بحمد للہ جاری ہے اس سے بے حد مسرت ہوئی اللہ تعالیٰ اس میں خوب برکت عطاء فرمائیں اور امت کی اور طلباء عزیز کی اصلاح کا آپکو ذریعہ بنائیں آمین

فقط والسلام

بندۂ ناکارہ العبد اکرام الحق غفر لہ ولوالدیہ

۲۵ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ

تاثرات

(۱) مولانا موصوف ایک مشق مؤلف اور بہترین مدرس ہے انکی تقاریر ومواعظ آیات واحادیث سے مزین ہے ہر بات کو آیات واحادیث کی روشنی میں پیش کرتے ہیں رد بدعت اور اصلاح معاشرہ پر بطور خاص توجہ دی گئی ہے۔

(حضرت مولانا عبدالحق اعظمی دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند)

(۲) (اس کتاب میں) مختلف طرح کے عنوانات اور اس کے تحت مندرج مضامین سے دل متاثر ہوتا ہے۔

(بحر العلوم حضرت مولانا نعمت اللہ اعظمی صاحب محدث دارالعلوم دیوبند)

(۳) ہمارے کرمفرما جناب مولانا مفتی کلیم صاحب لوہاروی مدظلہ کے مرتب کردہ مواعظ میں نے دیکھے موضوعات اور عنوانات کے تنوع کو نا کونی بوقلمونی اور اسکے تحت مندرجات سے دل بیحد متاثر ہوا اعتقاد ہے کہ انشاء اللہ یہ مجموعہ مواعظ "ضرب کلیم" خاص کی چیز ہوگی۔

(حضرت مولانا قاری ابوالحسن صاحب اعظمی صدر القراء دارالعلوم دیوبند)

(۴) مولانا موصوف تدریسی خدمات کے ساتھ تقریر کے ذریعہ تبلیغ واشاعت کے اہم کام میں مصروف ہیں زیادہ سے زیادہ لوگ انکی تقاریر سے استفادہ کر سکیں اس کے لئے انکی تقاریر کا پیش نظر مجموعہ "ضرب کلیم" زیور طبع سے

آراستہ ہوکر منظر عام پر آرہا ہے۔ ان تقاریر میں مولانا موصوف نے بڑے سلیقہ سے عوام الناس کو مخاطب کیا اور ان کے سامنے دینی تعلیم کو پیش کیا ہے۔

(حضرت مولانا اسرار الحق صاحب قاسمی صدر آل انڈیا تعلیمی وملی فاؤنڈیشن نئی دہلی)

(۵) بحمد اللہ حضرت مولانا مفتی کلیم لوہاروی صاحب خلیفہ اقدس مفتی احمد خانپوری صاحب کی تقاریر کا مجموعہ "ضرب کلیم" نظر سے گذرا، اپنی مصروفیات کی بناء پر مکمل طور پر نہ پڑھ پایا۔ تاہم اسکے مضامین وعناوین سے اس کی اہمیت اجاگر ہورہی ہے۔

(حضرت مولانا محمد راشد صاحب مبلغ دار العلوم دیوبند)

(۶) حضرت مولانا مفتی کلیم صاحب لوہاروی استاذ حدیث دار العلوم اشرفیہ راندیر کی تقاریر کا مجموعہ "ضرب کلیم" دامن وقت کی تنگی اور درپیش سفر کی بنا پر پورے مجموعہ کے مطالعہ سے مستفیض نہیں ہوسکا تاہم اس کے عناوین ومضامین سے واضح ہوتا ہے کہ احیاء سنت ورد بدعات کے ساتھ ساتھ اصلاح معاشرہ پر خوب زور دیا گیا ہے۔

(حضرت مولانا سید محمود صاحب ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند)

پیش لفظ

الحمد للہ علی نعمائہ الشاملۃ وعلی الائہ الکاملۃ والصلوٰۃ والسلام علیٰ اشرف الانبیاء والمرسلین محمد المصطفیٰ والمجتبیٰ وعلی الہ واصحابہ الذین ہم اوفوا عہدہ اما بعد!

اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک نعمت عظمیٰ یہ ہے کہ اس نے اپنے ایک حقیر بندے کو اپنے دین متین کی خدمت سے وابستہ فرمایا فللہ الحمد والشکر گزشتہ سال ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۰۱۱ء اوائل شعبان میں مجموعہ مواعظ جلد اول (ضرب کلیم) کے نام سے شائع ہوئی متعدد علماء کرام نے ملک و بیرون ملک سے بہت ذرہ نوازی وحوصلہ افزائی فرمائی نیز بقیہ جلدوں کے لئے اپنی خواہشات کا اظہار فرمایا۔

الحمدللہ دوسری جلد بھی پیش کرنے کی سعادت حاصل ہورہی ہے ان جلدوں کی تیاری میں قاری محسن کاوی (مدرس مدرسہ جامعہ حقانیہ کھڈور)، نیز قاری اسماعیل صاحب (مدرس دارالعلوم اشرفیہ)، مفتی عبدالعزیز صاحب نے (فاضل اشرفیہ) بڑی محنت وعرق ریزی سے حصہ لیا نیز دوسری جلد کی احادیث کی تخریج اور شخصیات کا تعارف ضروری حوالجات مولوی عبدالقیوم اورنگ آبادی (متعلم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ) نے انجام دیا۔ اللہ تعالیٰ ان سبھی حضرات کو دارین میں بہترین بدلہ عطا فرمائے اور جن جن حضرات نے جس کسی قسم کا تعاون فرمایا اللہ تعالیٰ انکو بھی دارین کی بھلائیوں سے مالا مال فرمائے اور اس حقیر کاوش کو قبول فرما کر احقر اور والدین اور اساتذہ کے لئے صدقۂ جاریہ بنائیں۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین

(مفتی) محمد کلیم لوہاروی

۲۲ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ مطابق ۱۵ جون ۲۰۱۲ء

(اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا)

دین میں استقامت کی اہمیت

حضرت مفتی محمد کلیم صاحب دامت برکاتہم کا
یہ بیان ۲۲ رمضان المبارک کو شب منگل میں
مسجد انوار نشاط روڈ پر ہوا

....

دین میں استقامت کی اہمیت

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم أما بعد فأعوذ بالله من الشیطن الرجیم ○ بسم الله الرحمن الرحیم ○ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِکَةُ اَنْ لَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ وَلَکُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ (سورة حم سجدہ پ ۲٤ ۔آیت ۳۲)

یہ سورہ حم سجدہ کی آیت ہے اسکا ترجمہ یہ ہے بیشک جن لوگوں نے یہ کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اپنے اس قول پر جمے رہے ایسے لوگوں پر فرشتے نازل ہوتے ہیں (اور فرشتے کہتے ہیں) تم آئندہ کسی چیز کا خوف مت رکھنا اور جو دنیا تم سے چھوٹ گئی ہے اس پر غم بھی مت کرو، اور خوش ہو جاؤ تم اس جنت سے جسکا تم سے دنیا میں وعدہ کیا جاتا تھا ہم تمہارے دوست تھے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور جنت میں تمہارے لئے وہ ساری نعمتیں اور چیزیں ہیں جس کا تمہارا جی چاہے، اور اس میں جو کچھ بھی تم طلب کروگے اللہ تعالی تمہارے لئے حاضر کردیگے۔

تشریح آیت:

یہ تو اس آیت کا ترجمہ ہوا کہ جو لوگ اللہ پر ایمان لائے، اپنی زبان اور دل سے یہ کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ تعالی ہے، دل سے بھی اسے مان لیا اور زبان سے بھی اقرار کرلیا پھر اپنے اس ایمان پر وہ جمے رہیں اسطرح کہ دنیا کی کوئی طاقت بھی انکو اس سے ہٹا نہ سکی تو ان لوگوں

کے لئے بشارت ہے کہ جب موت کا وقت آتا ہے تو فرشتے ان کے پاس آتے ہیں اترتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم دنیا میں ایمان اور اعمال پر جمے رہے ڈٹے رہے اسلئے اب تمہیں آخرت میں جو عذاب اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں قبر کا عذاب قبر سے اٹھنے کے بعد حشر کے میدان میں جو عذاب اور سختیاں ہوگی اسی طرح جہنم کا عذاب اس کا ڈر اور خوف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ فرشتے انکو تسلی دیتے ہیں اب ظاہری بات ہے کہ انسان دنیا چھوڑ کر جاتا ہے تو اسے اسکا افسوس اور غم بھی ہوتا ہے اپنی Proprty اور اپنے بال بچے سب کو چھوڑ کر جاتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں یہ چھوڑنے کا غم بھی مت کرو کیوں کہ وہاں جو نعمتیں اللہ نے تمہارے لئے رکھی ہے وہ یہاں کی نعمتوں سے بہت زیادہ ہے۔ یہاں کی نعمتیں تو ختم ہو جانے والی ہے وہ ہمیشہ کی نعمتیں ہیں اسلئے کہتے ہیں کہ جنت کی بشارت لے لو وہ جنت جسکا اللہ تعالیٰ تم سے وعدہ کیا کرتا تھا، پھر فرشتے یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم دنیا میں بھی تمہارے دوست رہے اور آخرت میں بھی تمہارے دوست ہیں۔

ہر انسان کے ساتھ بھلائی اور برائی پر انگیختہ کرنے والے دو قرین

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے ساتھ ایک فرشتہ اور ایک شیطان مسلط فرمایا ہے حدیث شریف میں ہے کہ ہر انسان کے ساتھ ایک فرشتہ بھی رکھا گیا ہے جو اچھے اور نیک کاموں کا حکم دیتا ہے اسی لئے انسان کے دل میں بیٹھے بیٹھے اور کام کرتے کرتے اچانک نیکی کا تقاضہ ہو جاتا ہے تو سمجھنا چاہئے کہ یہ اس فرشتہ کا اثر ہے، اور شیطان ہمیشہ انسان کے دل میں برائی کا خیال ڈالتا ہے، جب بھی گناہ اور برائی کا خیال آئے تو سمجھنا چاہئے کہ شیطان وسوسہ ڈالتا

---

۱ عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ ﷺ ان للشیطان لمۃ بابن آدم و للملک لمۃ فاما لمۃ الشیطان فایعاد بالشر و تکذیب بالحق و اما لمۃ الملک فایعاد بالخیر و تصدیق بالحق فمن وجد ذالک فلیعلم انہ من اللہ فلیحمد اللہ و من وجد الاخری فلیتعوذ باللہ من الشیطان ثم قرأ الشیطان یعدکم الفقر و یامرکم بالفحشاء الآیۃ (ترمذی ج ۲ ص ۱۲۸)

ہے۔

فرشتے کب آتے ہیں؟:

تو یہ فرشتے دنیا کے اندر بھی ہر مؤمن کے ساتھ تھے، ویسے تو ہر انسان کے ساتھ ہوتے ہیں لیکن اہلِ ایمان کے ساتھ جو فرشتے ہوتے ہیں تو وہ ایمان والے ان فرشتوں کی دل میں ڈالی ہوئی باتوں پر عمل کرتے ہیں، نیکی کرتے ہیں، تو پھر یہ فرشتے قبر میں آجاتے ہیں اور بعض مفسرین کہتے ہیں کہ تین موقعوں پر یہ فرشتے آجاتے ہیں. جب انسان کی موت کا وقت آتا ہے تو اس وقت بھی آجاتے ہیں، جب قبر کے اندر چلا جاتا ہے تو اس وقت بھی آتے ہیں، پھر قبر سے انسان کو جب اٹھایا جائیگا، حشر کے میدان میں لے جایا جائیگا وہاں بھی یہ فرشتے ہوں گے اور انکو کہیں گے کہ گھبرانے کی بات نہیں دنیا میں بھی ہم تمہارے ساتھ تھے اور یہاں آخرت میں بھی تمہارے ساتھ ہیں اور اب جو نعمتیں تم مانگو گے وہ ملے گی۔

جنت کا پرندہ:

چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک شخص بیٹھے بیٹھے دیکھیگا کہ جنت میں پرندہ اڑ رہا ہے اسکے جی میں آئیگا کہ اس پرندہ کا گوشت کھاؤں تو اسی وقت وہ پرندہ بھونا ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکے سامنے آجائیگا نہ اسے ذبح کرنے کی تکلیف، نہ اسے صفائی کی ضرورت، نہ پکانے کی فکر، پکا پکایا آجائے گا نہ کوئی کڑواپن ہوگا نہ تیزپن ہوگا جو انسان جس طرح چاہیگا اس کے سامنے حاضر ہوجائیگا۔

جنت میں آدمی کی اولاد کی خواہش

فرمایا کہ وہاں ایک انسان چاہیگا کہ میری اولاد ہو تو وہاں انسان کی بیوی بھی ہوگی اور اس کے

۱؎ عن عبد اللہ بن مسعودؓ قال قال رسول اللہ ﷺ انک لتنظر الی الطیر فی الجنۃ فتشتہیہ فیخر بین یدیک مشویا (صفۃ الجنۃ للحافظ ابی نعیم الاصبھانی ج ۱ ص ۱۸۳)

علاوہ جنتی شخص کو وہ حوریں دی جائینگی دنیا کی بیوی بھی ایمان اور نیک عمل کرنے والی تھی تو
جنت میں یہی بیوی ہوگی اور ان حوروں کی سردار بنی ہوگی حالانکہ وہ حوریں تو اتنی خوب
صورت ہے کہ دنیا میں کوئی ان کے حسن و جمال کا اندازہ نہیں لگا سکتا لیکن اس کے باوجود دنیا
کی بیوی سردار بنائی جائینگی اب انسان وہاں چاہے گا کہ حمل قرار پائے تو فوراً حمل قرار
پائیگا بچہ پیدا ہوگا اور وہ جوان بھی ہو جائیگا تھوڑی دیر میں استقرار حمل بھی ہو گیا وضع حمل بھی
ہو گیا اور بچہ بھی ہو گیا اور جوان بھی ہو گیا تھوڑی دیر میں اسکی ساری تمنا پوری ہو جائیگی[1]

جنت میں کھیتی کی تمنا:

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ کھیتی کا ذوق رکھتے ہیں حدیث میں ہے کہ ایک انسان
چاہیگا کہ دنیا میں تو بہت کھیتی کی جنت میں بھی ذرا کھیتی کرلوں وہاں تو کچھ کمی نہیں لیکن دل
چاہیگا تو اسے اجازت ملیگی وہ ادھر دانہ ڈالیگا وہ آگے چلا جائیگا اور پیچھے اگتا جائیگا اور کھیتی
کٹ کر پہاڑوں کی طرح ڈھیر لگ جائیگا[2] بہرحال یہ سب چیزیں جنتی کا دل خوش کرنے
کے لئے ہیں۔

اس بشارت کے لئے شرط:

فرمایا جنت میں وہ ساری چیزیں ہیں جو انسان چاہیگا لیکن شروع آیت میں اسکے لئے

---

[1] عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ ﷺ المؤمن اذا اشتهی الولد فی الجنة کان حمله
ووضعه وسنه فی ساعة واحدة کما یشتهی (ابن ماجه ص ۳۲۳، رقم ۴۳۳۸)

[2] عن ابی هریرة ان النبی ﷺ کان یوما یحدث وعنده رجل من اهل البادیة ان رجلا من اهل الجنة
استأذن ربه فی الزرع فقال له ألست فیما شئت قال بلی ولکن أحب ان ازرع قال فبذر فبادر الطرف نباته
واستواؤه واستحصاده فکان امثال الجبال فیقول اللہ تعالی دونک یا ابن آدم فانه لا یشبعک شیء فقال
الاعرابی واللہ لا تجده الا قرشیا او انصاریا فانهم اصحاب زرع واما نحن فلسنا باصحاب زرع فضحک
ﷺ (بخاری شریف، کتاب البیوع، باب کراء الارض بالذهب والفضة ج ۱ ص ۳۱۶)

کیا شرط بتلائی کہ یہ نعمتیں ان لوگوں کے لئے ہیں جنہوں نے دل سے یقین کرلیا، زبان سے اقرار کرلیا کہ اللہ ہمارا رب اور پروردگار ہے وہی ہمارا مالک وخالق ہے صرف ماننا ہی کافی نہیں ماننے کے بعد مرتے دم تک ایمان واعمال پر جمارہا تو اسکو اللہ تعالی یہ نعمتیں عطا فرمائیگا

حضور علیہ وسلم پر سب سے زیادہ مشقت والی آیت:

اس آیت کے اندر خاص ایمان اور اعمال صالحہ پر استقامت اور جمے رہنے کی تاکید کی گئی ہے اور اسکی بشارت سنائی گئی ہے، اسی وجہ سے استقامت یعنی گناہوں سے بچتے پڑے رہنا یہ اللہ تعالی کی بہت بڑی نعمت ہے قرآن پاک میں ایک دوسری جگہ ایک آیت نازل ہوئی ہے. فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ [ھود آیت ۱۱۲] میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جن چیزوں کا آپکو حکم دیا گیا ہے ان پر جمے رہو. حضرت عبداللہ بن عباسؓ[1] فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جتنی بھی آیات نازل ہوئی ہیں یعنی پورا قرآن ان میں سب سے زیادہ مشقت والی اور بھاری آیت یہی تھی کیوں کہ کسی بھی کام کو آٹھ دس دن کرلینا بہت آسان ہے لیکن زندگی بھر جمے رہنا ہر آدمی کے بس کی بات نہیں اسلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ آیت سن کر اثر ہوا، آپکی طبیعت پر بڑا وزن ہوا کہ اتنا مشکل اور سخت حکم اللہ تعالی کی طرف سے آیا کہ کوئی بات چھوٹنے نہ پائے، ہر چیز کو بجالانا ہے اور زندگی بھر تک کرتے رہنا ہے، اس آیت کے بوجھ کی وجہ سے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں سفیدی آنے لگی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند بال سفید ہوگئے تھے تو صحابہ کرامؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا بات ہے کہ آپ کے بالوں میں سفیدی آرہی ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **شَيَّبَتْنِي هُودٌ وَأَخَوَاتُهَا** (سورۂ ھود اور اس کے جیسی دوسری سورتوں نے میرے بڑھاپے کے آثار اور نشانیاں شروع کردی ہے)[2] مطلب یہ ہے کہ استقامت بہت اہم چیز ہے.

---

[1] حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حالات جلد اول ص ۱۵۷ پر ملاحظہ ہو۔

[2] اگلے صفحہ پر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جامع نصیحت:

ایک صحابی ہے حضرت سفیان الثقفی[1] انہوں نے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ مجھے مختصر نصیحت کیجئے اور ایسی نصیحت کیجئے کہ آپکے بعد کسی سے سوال کرنے کی ضرورت نہ رہے۔ بہت لمبی چوڑی نہیں مختصر نصیحت فرمائیں، حضور ﷺ نے دو باتیں ارشاد فرمائیں قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ[2] یہ حدیث اسی آیت کی تفسیر ہے حضور ﷺ نے حضرت سفیانؓ سے فرمایا کہ تم کہہ دو کہ میں اللہ پر ایمان لایا ہوں پھر اس ایمان پر اور اسکے تقاضوں پر ہمیشہ کے لئے جم جاؤ، چاہے تمہیں جلا دیا جائے یا تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کردیے جائیں لیکن کوئی چیز تمہیں ایمان سے ہٹا نہ سکے۔ یہ نصیحت فرمائی۔ اسی لیے محدثین عظام فرماتے ہیں یہ حدیث جوامع الکلم میں سے ہے۔ جوامع الکلم کا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ بہت مختصر الفاظ ارشاد فرماتے لیکن پوری شریعت اس میں آجاتی ہے فرماتے ہیں کہ قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰهِ اس میں سارے عقائد آگئے ثُمَّ اسْتَقِمْ کے اندر جو ساری عبادتیں ہیں وہ بھی آگئیں۔ ثُمَّ اسْتَقِمْ کے جملے میں دونوں باتیں آگئیں کہ سارے گناہوں سے بچنا اور اوامر کو بجالانا۔

(حاشیہ ماقبل صفحہ) ...... عن ابی جحیفۃؓ قال قالوا یا رسول اللہ نراک قد شبت قال قد شیبتنی ھود واخواتھا (شمائل ترمذی ص ۲ باب ماجاء فی شیب رسول اللہ ﷺ رقم ۵۳۵۳)

[1] حضرت سفیان الثقفیؓ آپ کا نام سفیان بن عبداللہ بن ربیعہ ہے کنیت ابو عمرو ثقفی حجازی طائف کے قبیلہ بنو ثقیف کے رہنے والے تھے حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں انکو طائف کا گورنر بنایا تھا

[2] عن سفیان بن عبداللہ الثقفیؓ قال قلت یا رسول اللہ قل لی فی الاسلام قولا لا أسئل عنہ احدا بعدک وفی حدیث ابی اسامۃ غیرک قال قل آمنت باللہ ثم استقم (مسلم شریف باب اوصاف الاسلام ج ۱ ص ۴۸ رقم ۳۸)

استقامت کی مثال:

استقامت کے متعلق بزرگوں نے لکھا ہے غالباً امام غزالیؒ[1] لکھتے ہیں کہ یہ دنیا کے اندر ایمان پر اور اعمال صالحہ کے اوپر چلنا ایسا ہی ہے جیسا کہ پل صراط پر چلنا، پل صراط پر چلنا کتنا مشکل ہے ایسا ہی اعمال صالحہ پر جمے رہنا ہے، لیکن جب انسان کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے آسان کر دیتے ہیں حضرت ابوبکرؓ[2] نے استقامت کی تفسیر یہ کی ہے کہ ایک دفعہ اللہ پر ایمان لائے تو مرتے دم تک اس پر جمے رہنا ہے، کسی بھی حال میں ایمان کو نہ چھوڑے اسکا نام ہے استقامت۔ حضرت معاذ بن جبلؓ کو حضور ﷺ نے یہ نصیحت فرمائی کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ اسکے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ، اگرچہ تمہیں قتل کر دیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن حذافہؓ کی ایمان پر استقامت:

چنانچہ حضرات صحابہ کرامؓ اور پہلی امتوں میں بھی ایسے لوگ گذرے ہیں کہ وہ اپنے ایمان پر

---

[1] امام غزالی کے حالات: امام غزالی ۴۵۰ھ میں طوس شہر میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی پھر وہاں سے جرجان جا کر ابو نصر اسماعیلی سے علم حاصل کیا اور انکی تقریریں قلمبند کر کے واپس آئے انکی نسبت غزّالی (زاء پر تشدید کے ساتھ) اور غزالی (بغیر تشدید کے) دونوں طرح پڑھی گئی ہے پہلی صورت میں یہ نسبت انکے والد کے پیشہ کی طرف ہے کہ وہ سوت کی تجارت کرتے تھے اور دوسری صورت میں (علامہ سمعانی کے قول کے مطابق) غزالہ اس گاؤں یا محلّہ کا نام تھا جہاں وہ پیدا ہوئے لیکن بیشتر محققین نے پہلی بات کو زیادہ ترجیح دی ہے تدریس ہو یا تصنیف ہر میدان میں اللہ نے ان سے وہ تجدیدی کام لیا جو بہت کم لوگوں کو میسر آتا ہے نظام الملک کی قدر دانی سے وہ اعلیٰ درجے کے عہدوں اور مناصب پر بھی پہنچے لیکن بالآخر تمام عہدوں اور مناصب کو ترک کر کے مجاہدہ اور ریاضت کی زندگی اپنائی اور اسی دوران احیاء العلوم جیسی کتب تالیف کی تہافۃ الفلاسفہ کے ذریعہ یونانی فلسفے کی دھجیاں بکھیری اور فقہ، اصول فقہ، عقائد، کلام اور تصوف میں اپنی تالیفات کا وہ بڑا ذخیرہ چھوڑ گئے۔ امام غزالیؒ کے بھائی احمد ابو الفتح الغزالی بھی بڑے درجے کے اولیاء اللہ میں ہے انہوں نے اپنے بھائی کی وفات کا واقعہ یہ نقل کیا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد انہوں نے اپنا کفن اٹھایا اور اسے آنکھوں پر رکھ کر فرمایا بادشاہ کی خدمت میں حاضری کے لئے سر تسلیم خم ہے۔ اسکے بعد لیٹے اور طلوع آفتاب کے بعد انتقال ہو گیا۔

[2] حضرت ابوبکرؓ کے حالات ج ا ص ۲۰۶ پر ملاحظہ ہو۔

تھے رہیں اور دنیا کی کوئی طاقت انکو ہٹا نہ سکی۔ حضرت عمر بن خطابؓ کے دور خلافت میں حضرت عمرؓ
نے ایک لشکر روم کے بادشاہ قیصر کے پاس بھیجا (قیصر روم کے بادشاہ کا لقب ہوا کرتا تھا) رومیوں کی
تعداد بہت زیادہ تھی اور مسلمانوں کی تعداد کم تھی روم کے بادشاہ نے اعلان کیا کہ جس طرح ہو سکے
مسلمانوں کو دھوکے سے میرے پاس لے آؤ، چنانچہ لگے ہوتے مسلمان کہیں ملتے تو قید کر کے قیصر
روم کے سامنے لے جاتے ایک جماعت مسلمانوں کی اسی طرح پکڑی گئی تو فوج نے ان کو قیصر روم
کے سامنے حاضر کیا ان میں ایک صحابی حضرت عبداللہ بن حذافہؓ [۲] تھے وہ بھی پکڑے گئے بڑے
کامل الایمان تھے تو قیصر روم نے ان سے کہا کہ آپ کو میں ایک اچھی و بھلی بات کہتا ہوں آپ یہ
اسلام چھوڑ کر عیسائی بن جاؤ تو تمہیں بھی چھوڑ دوں گا اور تمہارے ساتھیوں کو بھی چھوڑ دوں گا تم قتل
نہیں کئے جاؤ گے فرمایا کہ ایمان تو کسی حال میں نہیں چھوڑ سکتا ہوں تو مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ فرمایا
بالکل تیار ہوں، قیصر روم نے جلادوں سے کہا سولی لٹکائی جائے، چنانچہ سولی لٹکائی گئی اور اس نے
ہدایت کی کہ ایک تیر نکال کر اس کے ہاتھ کے پاس لگایا جائے اور کمان کو کھینچا جائے اور انکو پھر کہا
جائے کہ دیکھو اب بھی موقع ہے تیر چھوٹنے والا ہے اب بھی عیسائی بن جاؤ، اسلام چھوڑ دو تو
تمہاری جان بچ جائے گی جلادوں نے اسی طرح کہا انہوں نے فرمایا کچھ بھی ہو جائے اپنا جان

---

[۱] حضرت عمر فاروقؓ کے حالات جلد اول ص ۹۹ پر ملاحظہ ہو۔

[۲] حضرت عبداللہ بن حذافہؓ جن کو شہنشاہ ایران کسریٰ نے ساتھیوں کی ملاقات کو قیصر روم ۹ ... سے تعلق رکھتے تھے جب حضرت عبد اللہ بن حذافہ بھی حاضر ہوئے تو انہوں نے کسریٰ کے سامنے آنے والے آداب ... آپ نے ... روم کے قید سے بھی ... کو دنیا کی ... آپ سے ... رضی اللہ عنہ ... ۱۳ھ میں ... سے جنگ کرنے کے لئے ایک فوج روانہ کی تھی جس میں حضرت عبداللہ بھی شریک تھے۔

چلی جائے میں تو ایمان چھوڑنے والا نہیں ہوں۔ قیصر روم نے پھر کہا کہ اب دیگ کے پاس تیر کو تانا جائے اور پھر ڈرایا جائے جلاد نے پھر کہا تو آپ نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا قیصر روم پر بڑا اثر ہو رہا تھا کہ کتنا مضبوط آدمی ہے جان جانے کی تیاری ہے پھر بھی ایمان اور دین نہیں چھوڑتا۔ پھر ایک تدبیر سوچی کہ شاید مان جائے بڑی دیگ میں تیل گرم کروایا اور جب تیل کھولتا ہوا گرم ہو گیا تو ایک مسلمان قیدی کو بلایا اور اس دیگ کے اندر ان کے سامنے ڈال دیا جس کی وجہ سے اس مسلمان کا گوشت تو فوراً گل گیا اور ہڈیوں کا ڈھانچہ نظر آنے لگا، وہ نکال کر بتلایا کہ تم ابھی بھی اپنا دین چھوڑ دو ورنہ تمہارا بھی یہی حال ہوگا تو حضرت عبداللہ بن حذافہؓ نے فرمایا کہ یہ کیا اس سے بھی بدتر میری حالت ہو جائے تب بھی میں ایمان چھوڑنے والا نہیں۔ قیصر روم سوچنے لگا کہ بڑا مضبوط آدمی ہے بالآخر اس نے انہیں سولی پر چڑھانے کا حکم دے دیا سولی پر لٹکایا جانے لگا تو حضرت عبداللہؓ ہنسنے لگے، مسکرانے لگے پھر رونے لگے، آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، قیصر روم سمجھا کہ اب اس کا دل پگھل گیا کہ اسکو رونا آرہا ہے پوچھنے لگا کہ کیوں رو رہے ہو؟ اپنی جان پیاری ہے تو ہم کہہ ہی رہے ہیں کہ اسلام چھوڑ دو تمہاری جان بخش دی جائے گی فرمایا کہ میں اپنی جان کی خاطر نہیں رو رہا ہوں بلکہ مجھے افسوس اس بات پر ہو رہا ہے کہ میرے پاس فقط ایک ہی جان ہے کاش میرے بدن پر جتنے بال ہیں اگر اللہ تعالیٰ اتنی جانیں دیتا تو اتنی مرتبہ اللہ کے راستے میں شہید ہو جاتا لیکن افسوس ہے کہ میں اللہ کے راستے میں ایک ہی جان دے رہا ہوں اس پر افسوس کر کے رو رہا ہوں، قیصر روم نے کہا کہ یہ بہت ہی پکا مسلمان ہے اس کے دل پر اثر ہوا اس نے کہا اچھا چلو ہم آپ سے کوئی درخواست نہیں کرتے بس اتنا کام کر دو کہ میری پیشانی پر بوسہ دیدو تب تمہاری جان چھوڑ دوں گا حضرت عبداللہ بن حذافہؓ نے کہا کہ فقط مجھے نہیں میں اور میرے ساتھ جو میرے ساتھی آئے ہیں سب کو چھوڑ دو تو میں بوسہ دوں گا، چنانچہ اسے

وعدہ کیا کہ میں سب کو چھوڑ دوں گا تو عبداللہ بن حذافہؓ نے قیصر روم کی پیشانی پر بوسہ دیا کہ اس میں تو کیا حرج ہے کہ ایک انسان ہے اسکی پیشانی کو چوم لیا، چنانچہ انکو اور انکے ساتھیوں کو چھوڑ دیا، جب سارا لشکر مدینہ منورہ تشریف لایا حضرت عمرؓ کو انکی استقامت کا علم ہوا تو حضرت عمرؓ کھڑے ہوگئے اور حضرت عبداللہ بن حذافہؓ کی پیشانی کو بوسہ لیا اور انکی حسن تدبیر کی تعریف کی۔ تو بتلانا یہ ہے کہ اس آیت میں جو نعمتیں ہیں وہ ایسے کامل ایمان والوں کے لئے ہیں کہ دنیا میں حالات تو آتے ہی ہیں، اور اہل ایمان پر آزمائش تو آتی ہی ہے اصل ایمان کا امتحان یہی ہے کہ کچھ بھی ہو جائے لیکن اپنا ایمان ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔

حضور ﷺ کی صحابہ کو تربیت:

حضرت خباب بن ارتؓ [۱] کو اسلام کے بارے میں بہت ستایا گیا ایک مرتبہ انہوں نے کعبۃ اللہ کے پاس حضور ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ دیکھتے نہیں ہیں کہ مسلمانوں پر کتنی تکلیفیں آرہی ہیں آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمادیں کہ مسلمانوں سے یہ پریشانی دور ہو جائے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم سے پہلے لوگ ایمان کے بارے میں اتنا ستائے گئے وہ حالت تو ابھی تم پر آئی نہیں پہلی امتوں میں بعض لوگ ایسے گذرے ہیں اور کہ ایمان کی وجہ سے انکو گڑھے میں آدھا گاڑ دیا جاتا اور پھر انکے بدن پر آرا چلایا جاتا۔ انکے بدن کے دو ٹکڑے کر کے پھینک دیے جاتے تب بھی وہ لوگ ایمان نہیں چھوڑتے تھے اور بعض لوگ ایسے بھی گذرے ہیں کہ انکو ایمان کی وجہ سے ایمان کے دشمنوں نے لوہے کی کنگھیاں بنائی اور ایمان

---

[۱] خباب بن ارتؓ: حضرت خباب بن ارتؓ کی کنیت ابو عبداللہ تمیمی تھی، اسلام لانے والوں میں ان کا چھٹا نمبر تھا حضرت زید ابن ارقمؓ کے گھر میں اسلام لائے تھے، اسلئے اسلام کی خاطر کافی تکالیف برداشت کی تھی بڑے درجے کے مہاجرین صحابہ میں سے ہیں حضور ﷺ کی وفات کے بعد کوفہ کو مسکن بنالیا تھا اور وہیں پر ۷۳ سال کی عمر پاکر ۳۷ھ میں وفات پاگئے آپؓ سے بہت سے صحابہ اور تابعین روایت نقل کرتے ہیں مرویات کی تعداد ۳۲ ہے جن میں سے ۳ بخاری و مسلم دونوں میں ہے۔

والوں کے بدن کے اوپر سے ان کنگھیوں سے گوشت کھینچا جسکی وجہ سے انکی جان نکل گئی پھر بھی ایمان پر جمے رہے اسی وجہ سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ دیکھو ایسے حالات تو ابھی تم پر آئے بھی نہیں ہیں۔[1]

اصحاب الاخدود کا واقعہ:

قرآن پاک میں سورۂ بروج میں ایک واقعہ اصحاب الاخدود کا اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝ (سورۂ بروج آیت ۱ تا ۷) (قسم ہے برجوں والے آسمان کی اور وعدہ دیئے ہوئے دن کی اور جمعہ کے دن اور عرفہ کے دن کی قسم، خندق والے لوگ ہلاک کر دیئے گئے وہ کئی شعلہ زن آگ تھی جس میں انکو قتل کر دیا گیا اور وہ وار کر کے بیٹھ کر تماشہ دیکھ رہے تھے۔ قرآن کریم میں تو اس واقعہ کا فقط اشارہ کیا گیا ہے لیکن حدیث کی کتابوں میں اصحاب خدود کا واقعہ بڑی تفصیل سے مذکور ہے۔[2]

پہلی امتوں میں سے کسی امت میں ایک بادشاہ تھا جو خدائی کا دعویٰ کرتا تھا، وہ کہتا تھا کہ میں خود خدا ہوں۔ اسکے یہاں ایک مشہور جادوگر تھا جسکے جادو کے زور سے اس نے اپنی

---

[1] عن خباب بن الارتؓ قال شكونا الى النبي ﷺ وهو متوسد بردة له في ظل الكعبة فقلنا الا تستنصر لنا الا تدعو الله لنا قال كان الرجل فيمن قبلكم يحفر له في الارض فيجعل فيها فيجاء بالمنشار فيوضع على راسه فيشق باثنين وما يصده ذلك عن دينه ويمشط بامشاط الحديد ما دون لحمه من عظم او عصب وما يصده ذلك عن دينه والله ليتمن هذا الامر حتى يسير الراكب من صنعاء الى حضر الموت لا يخاف الا الله او الذئب على غنمه ولكنكم تستعجلون (بخاری شریف ج ۱ ص ۵۱۰)

[2] اخرجه صحيح مسلم كتاب الزهد والرقائق

حکومت بڑھائی تھی جب یہ جادوگر بوڑھا ہوگیا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ میں تو بوڑھا ہوگیا ہوں، یہ جادو کا فن میرے ساتھ قبر میں نہ چلا جائے اسلئے مجھے ایک ہوشیار بچہ دیدو تا کہ میں اس پر محنت کر کے اسے یہ جادو کا فن سکھا دوں جس سے آپ کا کام چلتا رہے۔ چنانچہ بادشاہ نے ایک ذہین بچہ اسکے سپرد کر دیا نوعمر لڑکا تھا تو وہ اپنے ماں باپ کے گھر سے آتا اور جادوگر کے یہاں کچھ وقت رہتا جادوگر اسے جادو سکھایا کرتا اسکے گھر اور جادوگر کے گھر کے راستہ میں اسوقت کے مذہب حق کا ایک عبادت گذار زاہد و عابد اللہ کا ایک بندہ رہتا تھا جو اپنی عبادات میں مشغول رہتا تھا، اور کبھی کبھی لوگوں میں وعظ و نصیحت اور بیان بھی کیا کرتا تھا یہ لڑکا بھی آتے جاتے مجلس دیکھتا تو تھوڑی دیر ٹھہر کر سنتا تھا یہاں تک کہ وہ ایمان لے آیا اور اس زاہد و عابد کی باتیں سیکھ کر اس پر عمل کرنے لگا، اب یہ مجلس میں ٹھہرتا تو جادوگر کے یہاں جانے میں دیر ہوتی تھی تو جادوگر اسے مارتے کہ کیوں دیر سے آتا ہے اور پھر ماں باپ کے یہاں جانے میں بھی دیر ہوتی تو وہ بھی پیٹتے تھے۔ جب دونوں طرف سے بہت زیادہ مار پٹائی ہونے لگی تو اس نے اس راہب سے شکایت کی کہ آپکی مجلس میں رکنے کی وجہ سے دونوں طرف سے مجھ پر ظلم ہوتا ہے، تو راہب نے کہا کہ اب ایسا کرنا کہ جادوگر کے یہاں دیر ہو جائے تو کہنا کہ ماں باپ کے یہاں سے دیر سے چھٹی ملی تھی اس وجہ سے آپکے یہاں دیر سے پہونچا اور ماں باپ پوچھے تو کہنا کہ جادوگر نے دیر سے چھوڑا اسلئے دیر ہوگئی اس طرح کہہ کر اپنی جان چھڑا لینا۔

ایک مرتبہ جادوگر کے پاس جانے لگا وہ راہب کی وعظ و نصیحت سن کر آرہا تھا تو راستہ میں ایک بہت بڑا جانور آکر کھڑا ہوگیا جس نے سارے لوگوں کے راستے کو بند کر دیا کسی کی ہمت نہیں تھی کہ وہ راستہ پار کرے، تو اس نوجوان بچے کے دل میں خیال آیا کہ اب امتحان کا موقعہ ہے میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ اگر تیرے یہاں اس راہب کا دین سچا ہے جس کو میں نے قبول کیا ہے تو اس جانور کو ختم فرما اور راستے سے ہٹا دے، راستہ بند ہو جانے کی وجہ سے بہت سارے لوگوں کا مجمع ہوگیا تھا چنانچہ اس نوجوان نے اللہ کا نام لے کر اور اس

راہب کے مذہب کا واسطہ دیکر ایک پتھر مارا تو ایک پتھر مارتے ہی وہ بھاری بھر کم جانور ڈھیر ہوگیا، لوگوں نے دیکھا کہ اس نوجوان کے ہاتھوں کرامت ظاہر ہوئی تو لوگ اس سے متاثر ہوئے اور سارے شہر میں اسکا چرچہ ہوگیا، چنانچہ اس نوجوان نے آکر راہب کو واقعہ سنایا کہ ایسے ایسا ہوا تو راہب نے بشارت سنائی کہ اب تمہارا علم و ایمان مکمل ہوگیا بلکہ تم مجھ سے بھی افضل ہوگئے، لیکن بتلایا کہ دیکھو! اب تمہارے اوپر حالات آئیں گے تو تمہارے قدم ڈگمگانا نہیں چاہئے، ثابت قدم رہنا، راہب نے اسے یہ نصیحت کی اور ساتھ ہی یہ بھی بتلایا کہ میرا نام کسی کو مت بتلانا، اب حال یہ ہوا کہ لوگ آہستہ آہستہ اس نوجوان کے پاس آنے جانے لگے کہ اس سے کرامت ظاہر ہوئی ہے، یہ بڑا آدمی ہے، لوگ اسکے پاس دعاء، علاج وغیرہ کے لئے آنے، اللہ تعالیٰ نے اس نوجوان کے ہاتھوں میں شفا رکھدی کہ مادر زاد نابینا پر ہاتھ پھیر دیتا تو اللہ کے فضل سے اسکو شفا ہوجاتی، کتنے کوڑھ والوں کو، جذام کے مرض والوں کو اسکے ہاتھ پھیر دینے سے شفا ہوگئی۔ جتنے لوگ اسکے پاس بیماریاں لیکر آئے سب کو اللہ کے حکم سے شفاء ہوجاتی۔ ساتھ میں یہ نوجوان سبکو ایمان کی دعوت دیتا اور لوگ ایمان لے آتے۔ آہستہ آہستہ یہ خبر بادشاہ کے ایک ریٹائرڈ وزیر کے پاس پہونچی جسکی آنکھیں چلی جانے کی وجہ سے اسکو وزارت سے ہٹا دیا گیا تھا وہ بھی اس نوجوان کے پاس آیا اس نے آکر کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کے ہاتھ سے شفاء ہوجاتی ہے اس نوجوان نے کہا میں شفا نہیں دیتا، شفا تو اللہ تعالیٰ دیتے ہیں، اس شرط پر میں تم لوگوں کو ہاتھ پھیروں گا کہ میں تمہیں جو ایمان کی دعوت دوں اسے قبول کرلو تو تمہیں شفا ہوگی۔ اس نوجوان نے پھر دعوت دی کہ ہمارا اللہ ایک ہے، اسی نے ہمیں پیدا کیا، وہی ہمارا خالق و مالک ہے اسکو مان لو تو تمہیں شفا ہوگی۔ چنانچہ وہ وزیر ایمان لے آیا اور خدا کے فضل سے اسکی بینائی بھی واپس آگئی، وہ بادشاہ کے دربار میں گیا تو بادشاہ کو تعجب ہوا کہ تو کیسے دیکھنے والا ہوگیا، وزیر نے کہا کہ میرے رب نے مجھے شفا دی ہے، بادشاہ سمجھا کہ مجھے ہی رب کہہ رہا ہے، تو کہنے لگا کہ ہاں! میں ہی ہوں شفا دینے والا، تو اس

وزیر نے کہا کہ تو نہیں! میرا اور تیرا رب جو ایک ہی ہے اس نے مجھے شفا دے دی، تو بادشاہ نے کہا کہ میرے علاوہ بھی تیرا کوئی رب ہے؟ تو کہا اللہ میرا بھی اور تیرا بھی رب ہے اور تو کسی کا رب نہیں ہے، تو بادشاہ کو غصہ آ گیا اور وزیر کی بہت پٹائی کی کہ بتلا تو کس کو رب مانتا ہے؟ اور یہ مذہب تجھ کو کس نے بتلایا؟ اس نے مار کھا کھا کر قبول کر لیا کہ ایک نوجوان لڑکا ہے اس نے مجھے سکھلایا ہے۔ بادشاہ نے کہا وہ تو ہمارا ہی پلا ہوا ہے۔ ہم نے اسے جادوگر کے پاس بھیج کر جادو سکھلایا، کیا جادو کے زور سے اس نے نیا مذہب اختیار کر لیا؟ چنانچہ اس نوجوان کو بلایا گیا کہ تمہارا رب کون ہے؟ اس نے کہا کہ میرا رب اللہ ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ میں ہی تو ہوں تمہارا رب۔ تو کہا کہ تو نہیں میرا رب اور تیرا بھی اور ساری مخلوقات کا رب تو اللہ تعالیٰ ہے تم تو کوئی رب نہیں ہم سب اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ تو بادشاہ نے کہا کہ ہم نے تجھے جادو سیکھنے بھیجا جب ماہر ہو گیا تو اس قسم کی باتیں کرنے لگا۔ تو نوجوان نے کہا کہ تمہارے جادو کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوا یہ تو ایمان کی برکت سے حق تعالیٰ شانہ نے مجھے یہ نعمتیں عطا کی۔ اس نوجوان کی بھی پٹائی شروع ہو گئی۔ خوب مارا پیٹا لیکن وہ نوجوان قبول کرنے کے لئے تیار ہی نہیں۔ کہ میں تو مؤمن ہوں، اسکو کس نے یہ مذہب سکھایا یہ بات بادشاہ کو پتہ چل نہ سکی۔ پھر کسی ذریعہ سے بادشاہ کو پتہ چل گیا کہ اصل میں اسکا استاذ وہ راہب وعابد ہے چنانچہ بادشاہ نے اس راہب کو گرفتار کروایا اور اس نوجوان کے سامنے دو ٹکڑے کر کے پھینک دیا۔ اب وہ بیچارہ اکیلا رہ گیا اسکے لئے یہ سزا تجویز کی کہ سپاہیوں کو حکم دیا کہ اسے سب سے بلند پہاڑ پر لے جاؤ اور پھر پوچھو کہ اب بھی بادشاہ کو خدا مان لیتا ہے یا نہیں؟ مان لے تو واپس لے آنا ورنہ پہاڑ سے گرا دینا۔ چنانچہ سپاہیوں کی جماعت اسے ایک بڑے پہاڑ پر لے گئی کہ اب بھی تو اپنے پرانے مذہب کی طرف واپس آ جا تو ہم تجھے چھوڑ دیں گے، تو اس نے کہا یہ تو ہو نہیں سکتا کیوں کہ میں تو اسی اللہ کو ماننے والا ہوں جو ہم سب کا رب اور پروردگار ہے اس کے بعد اس نے اللہ سے دعا کی اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيهِمْ بِمَا شِئْتَ (اے اللہ جو کچھ بھی یہ لوگ میرے ساتھ

کر رہے ہیں تو میرے لئے انکی طرف سے کافی ہو جا) یہ کہنا ہی تھا کہ پہاڑ لرزا اور سارے فوجی پہاڑ سے گر کر مر گئے اور یہ نوجوان پھر سے بادشاہ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا، پوچھا یہاں کیسے؟ وہ سپاہی کہاں گئے؟ کہا اللہ نے سب کا کام تمام کر دیا۔ بادشاہ نے دوسری تدبیر اختیار کی سپاہیوں کو بلا کر کہا کہ اسے کشتی میں لے جاؤ اور بیچ سمندر میں پھینک دینا تو سپاہیوں کی ایک جماعت اسکو لے گئی۔ جب درمیان میں پہنچے تو نوجوان نے پھر دعا کی اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيهِمْ بِمَا شِئْتَ (اے اللہ جو کچھ بھی یہ لوگ میرے ساتھ کر رہے ہیں تو میرے لئے انکی طرف سے کافی ہو جا) یہ کہنا ہی تھا کہ طوفان آیا اور سارے سپاہی غرق ہو گئے اللہ نے اسے نجات دی اور کنارہ پر آ گیا پھر بادشاہ کے دربار میں آ گیا اب تو بادشاہ بھی ڈرنے لگا کہ اب کیا ہوگا؟ لیکن اللہ کو تو سارے شہر میں ایمان پھیلانا تھا اسلئے نوجوان کے دل میں بات ڈالی تو اس نوجوان نے بادشاہ سے کہا تو مجھے مار ہی نہیں سکتا۔ بادشاہ نے کہا پھر تجھے کیسے مار سکتے ہیں؟ تو اس نے کہا کہ ایک تدبیر ہے اس سے میری موت ہوگی۔ وہ کیا ہے؟ تو کہا کہ ایک سولی کا تختہ تیار کرو پھانسی کا پھندہ میرے لئے تیار کرو اور میرے ہی ترکش سے تمہیں تیر نکالنی ہوگی اب اس تیر کو کمان کو تان کر یہ پڑھو بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ هٰذَا الْغُلَامِ (اس اللہ کے نام سے تیر چلاتا ہوں جو اس نوجوان کا رب ہے) یہ کہہ کر تیر چلاؤ تو میری موت ہو سکتی ہے۔ بادشاہ نے سوچا کہ اسکو دوسرے طریقے سے مارنے میں فوجیوں کی جان جاوے اس سے اچھا یہی ہے کہ یہ کہتا ہے اسی طرح ختم کر دو۔ چنانچہ پھانسی کا تختہ تیار کیا گیا اور پھندہ اسکے گلے میں ڈالا گیا اور تیر چلانے والے کو کہہ دیا کہ اسی طرح تیر چلائے چنانچہ تیر چھوڑی جو اسے لگی اور وہ کلمہ پڑھتا ہوا شہید ہو گیا، جب شہر والوں نے یہ منظر دیکھا کہ دو مرتبہ بادشاہ نے اسے مارنا چاہا لیکن نجات پا گیا اور تیسری مرتبہ اسکے رب کے نام سے اسے مارا تو وہ مر گیا تو سب شہر والوں کو یقین ہو گیا کہ اس نوجوان کا رب ہی حقیقی رب ہے، اور یہ بادشاہ جھوٹا دعویٰ کرنے والا ہے تو سارا شہر اٰمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ کے نعرے سے ایمان میں داخل ہو گیا سوائے بادشاہ اور اسکے ہم

نواذوں کے۔ بادشاہ اور حیران ہوگیا کہ یہ تو معاملہ اور الٹا ہوگیا، ہم نے سوچا تھا کہ اس کا دین مٹ جائیگا اور یہ دین تو سارے شہر میں پھیل گیا۔ بادشاہ نے اپنے فوجیوں کو حکم دیا کہ یہ جتنے ایمان لے آئے ہیں سب کو ختم کردو۔ پوچھا انہیں کیسے ختم کرنا ہے؟ کہا کہ محلوں اور گلیوں کے اندر بڑی بڑی خندقیں کھودی جائے۔ اس کو اس سورۂ بروج میں اُخْدُوْد کہا گیا کہ بڑی بڑی خندقیں کھودی گئی اور اس کے اندر آگ بھڑکا دی گئی، جتنے ایمان والے تھے سب کو ان خندقوں کے اندر ڈال دیا گیا اور سب جل کر راکھ ہوگئے۔ اور یہ بادشاہ اور اسکے وزیر اور درباری تماشہ دیکھتے رہے ایک ایمان والی عورت جسکے ہاتھ میں بچہ تھا وہ ادھر ادھر ہو رہی تھی کہ میں آگ میں کودوں یا نہ کودوں تو اس چھوٹے سے بچے کو اللہ نے زبان دی اور وہ بولا کہ ماں! تو دیکھتی کیا ہے تمہیں جنت کا پروانہ ملا ہے جلدی سے کود جا تا کہ جنت میں پہنچ جائیں چنانچہ بچے کے کہتے ہی ماں کود گئی اور شہید ہوگئی۔

عجیب ثابت قدمی:

قرآن میں اصحاب اخدود کی ثابت قدمی کا یہ واقعہ مختصر ذکر کیا ہے جس میں بڑی عبرت ہے کہ ایک تو راہب کہ اس نے جان دیدی اور اپنا ایمان چھوڑنا پسند نہیں کیا اور دوسرے جو لوگ بھی نوجوان کی وجہ سے ایمان لائے تھے انہوں نے جلنا پسند کیا لیکن ایمان سے نہیں ہٹے تو اصل یہی چیز ہے کہ ہر حال میں ایمان اور اسکے تقاضوں پر جمے رہنا ہے اسی کو اس آیت میں بیان فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (سورۂ حم سجدہ ۳۰) (بیشک وہ لوگ جنہوں نے دل و جان سے ایک مرتبہ کہہ دیا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اس پر جمے رہے یہ ایسے لوگ ہیں جنکے پاس مرتے وقت فرشتے آتے ہیں) قبر میں بھی آتے ہیں اور میدانِ حشر میں بھی آئینگے اور انکو بشارت دینگے کہ جنت کی خوشخبری لے لو۔ بہرحال یہ بہت بڑی بات ہے ثابت قدم رہنا۔

آج ایمان واعمال پر استقامت کی ضرورت:

آج میرے بھائیوں! دنیا فتنوں سے بھری ہے، آج ہمارے ایمان واعمال کو ختم کرنے کے لئے دشمنان اسلام نے طرح طرح کی چیزیں ایجاد کر رکھی ہے، ایک کامل مسلمان کا حق یہ ہے کہ لوگ چاہے کچھ بھی خسارہ بتلائیں کچھ بھی نفع بتلائیں ہمارے سامنے تو ایمان اصل ہونا چاہئے، ایمان کے مقابلہ میں کسی چیز کو برداشت نہیں کر سکتے۔ پوری دنیا کی حکومت مل جائے اور ایمان جائے یہ بھی ہمیں گوارہ نہیں اور ہمارا سب کچھ لوٹ لیا جائے اور ایمان سلامت رہے یہ ہمیں گوارہ ہے۔ یہ اصل ایمان کا تقاضہ ہے۔

اسلاف عظام کے یہاں استقامت کا مصداق:

حضرت ابوبکرؓ نے استقامت کی یہی تعریف کی کہ استقامت کا مطلب ایمان پر جمے رہنا۔[1] حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ استقامت کا مطلب ہے کہ ایمان تو لے آیا لیکن ایمان کے جو تقاضے ہیں نماز، روزہ، زکوۃ، حج وغیرہ ان سب کو بجالانا، اور جن چیزوں کو اللہ تعالی نے حرام قرار دیا ہے ان سے اپنے آپ کو بچانا یعنی اوامر کو بجالاؤ اور نواہی سے رک جاؤ۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ لومڑی کی طرح ادھر ادھر کودنے والے مت بنو کہ کبھی نماز پڑھ لی اور کبھی نہیں پڑھی، کبھی روزہ رکھا تو کبھی نہ رکھا، کبھی یہ گناہ تو کبھی وہ گناہ جیسے لومڑی کی عادت ہوتی ہے کہ کبھی ادھر کودتی ہے اور کبھی ادھر، تم ایسے مت بنو۔ حضرت عمرؓ کی اس تشریح کا مطلب یہ ہے کہ استقامت پورے دین کو حاوی ہے۔ حضرت عثمانؓ فرماتے ہے کہ ثابت قدم رہو اور اپنے عمل کو خالص اللہ کے لئے کرو۔ حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہے کہ فرائض

---

[1] وسئل هذه الامة واعظمها استقامة ابوبكرؓ عن الاستقامة فقال ان لا يشرك بالله شيئا (التعليق الصبيح ج ۱ ص ۲۰)

کے ادا کرنے میں ثابت قدم رہو۔ ابن تیمیہ فرماتے ہے کہ اللہ کی محبت اور اس کی عبادت پر ثابت قدم رہو[1] چنانچہ حضرات صحابہ کرامؓ کے سامنے دونوں چیزیں رہیں۔ وہ استقامت کے پہاڑ تھے۔ جن چیزوں کو اللہ کے رسول ﷺ نے کہا کرنا ہے اسکو زندگی بھر کرتے رہے اور جس چیز سے منع کیا کہ یہ نہیں کرنا ہے اس چیز سے زندگی بھر بچتے رہے۔ دو چار واقعے سنیں گے تو ہمیں اس کا اندازہ ہوگا کہ کیسے دل گردہ والے لوگ تھے کہ حضور ﷺ نے جس چیز کی ہدایت کی دنیا ایک طرف ہو جائے لیکن اسے چھوڑنا گوارا نہیں۔

حضرت زید بن حارثہؓ[2] اور انکے بیٹے حضرت اسامہؓ[3]:

ایک صحابی ہیں حضرت اسامہ بن زیدؓ جنکا لقب حِبّ رسول اللہ ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کا

---

[1] وقال عمر بن الخطاب الاستقامة ان تستقيم على الاوامر والنهي ولا تروغ روغان الثعالب وقال عثمان بن عفان استقاموا اخلصوا العمل لله وقال علي بن ابي طالب وعن ابن عباس استقاموا ادوا الفرائض وسمعت شيخ الاسلام ابن تيميه يقول استقاموا على محبته وعبوديته فلم يلتفتوا عنه يمنة ولا يسرة التعليق الصبيح ج ۱ ص ۳۰

[2] حضرت زید بن حارثہ: صحابہ کرام میں یہ امتیازی خصوصیات کے حامل ہے تمام صحابہ کرام میں یہ امتیاز انہی کو حاصل ہے کہ ان کا نام قرآن پاک میں مذکور ہے [illegible] سورۃ الاحزاب [illegible] کسی دوسرے صحابی کو حاصل نہیں ہے اسی طرح آپ کی ایک امتیازی صورت یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے آپ کو اپنا متبنی (منہ بولا بیٹا) بنایا تھا [illegible] ہے آپ نے بہت کم عمری میں [illegible] حضرت زید بن حارثہ [illegible] غلامی اور آزادی [illegible] حضور ﷺ کی رفاقت کی خاطر اپنے باپ، چچا اور دوسرے خاندان والوں کو چھوڑ دیا [illegible] بن گئے [illegible] سن ۸ ہجری میں شہید ہوئے رضی اللہ عنہ وارضاہ

[3] حضرت اسامہ بن زید کی پیدائش کے وقت بھی بہت خوشی مسلمانوں کو حاصل ہوئی تھی ان کے والد کی وجہ سے [illegible] پیدائش [illegible] حضرت اسامہ بن زید ہیں آپ ﷺ کے نواسے حضرت حسن بن علی [illegible] ہم عمر تھے حضرت حسن [illegible] نہایت قریب [illegible] حضرت رسول اللہ ﷺ سے [illegible] حضرت اسامہ [illegible] سال والد اور ماں کی [illegible] والدہ کے ساتھ [illegible] تھے

♦♦

لے پالک بیٹے کے احکام نازل ہوئے جسکی بڑی تفصیل ہے اس وقت اتنا بتلا دیتا ہوں کہ قرآن پاک میں بتلا دیا گیا کہ اب کوئی شخص اپنے آپ کو باپ کے علاوہ کسی کی طرف منسوب نہ کریں۔ یہ حکم آ گیا جسکا جو حقیقی باپ ہے اسی کی طرف اپنی نسبت کریں۔ **مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ** (سورۂ احزاب آیت ۴۰) (محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں) اسلئے کہ حضور ﷺ کے لڑکے دنیا میں زندہ نہیں رہے۔ ابراھیم[1] طیب، قاسم[2] سب بچپن میں انتقال کر گئے۔ اسی لئے قرآن پاک کی مذکورہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ آپ عورتوں اور لڑکیوں کے باپ ہیں فاطمہ[3]، رقیہ[4]، زینب[5]، ام کلثوم[6] لیکن کسی مرد کے باپ نہیں۔

---

[1] ابراھیم: یہی فرزند آپ ﷺ کی تمام اولاد کے بعد پیدا ہوئے اور انکی پیدائش ماریہ قبطیہ سے مدینہ منورہ میں ذی الحجہ ۸ھ میں ہوئی آپکی وفات دسویں محرم یا دسویں ربیع الاول روز سہ شنبہ ۱۰ھ میں ہوئی اور عثمان بن مظعون کی قبر کے برابر بقیع میں دفن ہوئے۔

[2] قاسم: یہ نبوت کے پہلے پیدا ہوئے ان ہی کے سبب آپ ﷺ کا لقب ابو القاسم ہوا انکی عمر میں اختلاف ہے صحیح قول یہ ہے کہ چلنے پھرنے کے قابل عام بچے کے ہوئے تھے تب آپکا انتقال ہوا آپکی وفات قبل البعثت واقع ہوئی۔

[3] فاطمہ۔ کے حالات جلد اص ۸۵

[4] حضرت رقیہؓ: حضرت رقیہؓ سے حضرت عثمانؓ نے شادی کی ان سے عبداللہ پیدا ہوئے اسی وجہ سے انکی کنیت ابو عبداللہ تھی انکا نکاح اسلام سے قبل ہوا تھا حضرت عثمانؓ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تو یہ بھی ساتھ میں تھی رقیہ کی وفات اس روز ہوئی جس روز حضرت زید بن حارثہؓ فتح بدر کی خوشخبری لے کر آئے

[5] حضرت زینبؓ: آپ کی ولادت واقعہ فیل سے ۳۰ برس نبوت سے دس برس قبل مکہ میں واقع ہوئی حضرت زینبؓ کی شادی ابوالعاص بن ربیع بن عبدالعزی بن عبدشمس سے ہوئی وہ ان کے خالہ زاد بھائی تھے حضرت زینبؓ کو ایک لڑکا علی نامی اور ایک لڑکی امامہ بھی پیدا ہوئے علی بن ابی العاص جوان ہوئے فتح مکہ کے روز حضور ﷺ یعنی اپنے نانا کے ساتھ ایک ہی سواری پر تھے۔ حضرت زینب کا انتقال ۸ھ میں مدینہ منورہ میں ہوا

[6] حضرت ام کلثومؓ: سے حضرت عثمانؓ نے شادی کی جب انکی بہن حضرت رقیہ کا انتقال ہو گیا حضرت عثمانؓ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی بعض کا قول ہے کہ اولاد ہوئی لیکن زندہ نہیں رہی ام کلثومؓ کی وفات شعبان ۹ھ میں ہوئی حضرت عثمانؓ کے نکاح میں آئی رہائی۔

آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں، آپ پر نبوت ورسالت کا سلسلہ ختم ہوتا ہے، اب نبوت کا سلسلہ چلنے والا نہیں آپ پر ختم ہونے والا ہے جب یہ آیتیں اتری تو یہ سلسلہ بند ہوگیا کہ اب کوئی زید بن محمد نہ کہے، انکے جو والد ہے حارثہ اسی نام سے پکارا کریں اسلئے آج بھی یہی حکم ہے۔

لے پالک بیٹے کے احکام:

شریعت کی نظر میں لے پالک بنانا جائز تو ہے لیکن یاد رہے کہ اسکو اسکے باپ کی طرف ہی منسوب کیا جائیگا، اس بیٹے کا حقیقی بیٹے کی طرح حکم نہیں ہے[1] لے پالک بنانے میں چند باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ ایسے بچے کو منہ بولا بیٹا بنایا جائے جو اپنی بیوی کا محرم بھی ہو ورنہ پردہ کے احکام آئیں گے بچپن سے ہی ساتھ رہیگا وہ ماں باپ ہی کہیگا تو پردے کا اہتمام نہیں ہوسکے گا اسلئے ایسے بچے کو گود لے جو اپنی بیوی کا محرم ہو۔

لے پالک وارث نہیں بنے گا:

دوسرا یہ کہ میراث میں بھی یہ حقیقی بیٹے کی طرح نہیں، حقیقی بیٹے کو میراث ملیگی لیکن منہ بولے بیٹے کو میراث نہیں ملیگی اسی طرح بولنے میں لکھنے میں اسکے حقیقی باپ کا نام لیا جائیگا، گود لینے والے باپ کا نام نہ لیا جائے قرآن کریم میں اسکی ممانعت آئی ہے حدیث میں بھی اسکی ممانعت آئی ہے۔

حضور ﷺ کے محبوب صحابی حضرت اسامہ بن زیدؓ:

بہرحال یہ اسامہ انہی زید بن حارثہؓ کے بیٹے ہیں، حضور ﷺ انہیں بیٹے کی طرح چاہتے تھے اسی لئے حضرت اسامہؓ کا لقب ہوگیا تھا حِبّ رسول اللہ، حضور ﷺ نے اپنی وفات کے

---

[1] ادعوهم لآبائهم هو اقسط عند الله فان لم تعلموا اباءهم فاخوانكم في الدين ومواليكم
(سورة احزاب پ ۲۱ ایت ۵)

چند روز پہلے ایک لشکر تیار کیا تھا جسکا امیر حضرت اسامہ بن زیدؓ کو بنایا تھا، حضور ﷺ دنیا سے رخصت ہو گئے تو ابھی یہ لشکر روانہ نہیں کیا گیا، صحابہ کرامؓ کو حضور ﷺ کی وفات کا بڑا صدمہ رہا۔ ادھر ایک فتنہ یہ اٹھا کہ بعض علاقوں میں کچھ لوگ مرتد ہو گئے، ایمان چھوڑ دیا اور کہنے لگے کہ یہ دین تو حضور ﷺ کی حیات تک تھا، آپ ﷺ دنیا سے رخصت ہو گئے تو یہ دین بھی ختم ہو گیا۔ بعض نے کہا زکوۃ دینا فرض تھا لیکن اب حضور ﷺ نہیں رہے تو اب زکوۃ بھی نہیں رہی، بعض نے کہا زکوۃ تو فرض ہے لیکن امیر المومنین کے اختیار میں نہیں، اپنے طور پر جہاں چاہے دینگے۔ یہ تین قسم کے لوگ کھڑے ہوئے۔

حضرت ابو بکرؓ کو خلیفہ بنایا گیا، جب حضور ﷺ کی تدفین ہوگئی تو حضرت ابو بکرؓ نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ حضور ﷺ نے یہ جو لشکر تیار کیا تھا اسے ان لوگوں کے مقابلہ کے لئے بھیجیں گے جو مرتد ہو چکے ہیں اور زکوۃ کا انکار کر رہے ہیں۔ سارے صحابہ نے منع کیا کہ امیر المومنین حضور ﷺ کی وفات کو ابھی چند دن بھی نہیں ہوئے اور ابھی یہ لشکر جائیگا تو سارے بھڑک اٹھیں گے، اسلئے ابھی تھوڑا اطمینان اور سکون ہو جائے اسکے بعد ہم لشکر روانہ کرینگے۔

حضور ﷺ کی وفات پر حضرت ابو بکرؓ کی بے مثال استقامت:

حضرت ابو بکرؓ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ استقامت کے پہاڑ تھے، حضور ﷺ کی وفات ہوئی تو صحابہؓ کے ہوش اڑ گئے تھے، اپنے حواس کھو چکے تھے، حضرت عمر بن خطابؓ بہت سخت اور غصہ والے آدمی تھے، لیکن جب حضور ﷺ کی وفات کی خبر سنی تو انکے بھی ہوش اڑ گئے، وہ تلوار لے کر مدینہ منورہ میں گھومتے تھے کہ کوئی اگر کہدے کہ حضور ﷺ کی وفات ہوگئی تو اسکی گردن اڑا دوں گا اسلئے لوگ ڈرے ہوئے اور سہمے ہوئے رہتے تھے کہ ذرا سا بھی زبان سے نکلا تو عمر گردن اڑا دینگے۔ حضرت ابو بکرؓ کو جب پتہ چلا تو آئے اور آکر حضور ﷺ کی

پیشانی پر بوسہ دیا[1] اور مسجد میں آ گئے، لوگ حضرت ابو بکرؓ کے پاس جمع ہونے لگے، عمرؓ بھی تلوار لئے مسجد میں آ گئے، اس موقع پر حضرت ابو بکرؓ نے ایک زوردار خطبہ و کرامت کو سنبھالا، اس خطبہ میں حضرت عمرؓ کھڑے ہی رہے، بیٹھے بھی نہیں تھے کہا جاتا تو کہتے، میں نہیں بیٹھوں گا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضور ﷺ وفات پا گئے، جو کہیگا میں اس کی گردن مار دوں گا حضرت ابو بکرؓ نے پرواہ نہیں کی اور اپنا خطبہ شروع کیا، اسی خطبہ میں آپ نے یہ آیتیں پڑھی کہ اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ کہ اے محمد ﷺ آپ کو بھی موت آنے والی ہے اور سب کو موت آنے والی ہے، اسی طرح یہ آیت بھی پڑھی وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا (کہ محمد ﷺ تو رسول ہی ہے آپ سے پہلے بہت سارے رسول دنیا میں آئے اور چلے گئے، کیا اگر محمد ﷺ وفات پا جائیں یا شہید ہو جائے تو کیا تم اپنے ایمان سے ہٹ جاؤ گے، اور اگر ایسا کرو گے تو دین اور اللہ کا کچھ نہیں بگاڑو گے) مطلب یہ کہ حضور ﷺ کی وفات تو ہونے والی ہے یہاں دو باتوں میں بتلایا کہ اگر ایسا کرو گے کہ وفات کے بعد تم دین سے ہٹ جاؤ تو اللہ کا کوئی نقصان نہیں تمہارا ہی نقصان ہے۔[2]

---

[1] عن ابن عباس و عائشة ان ابابكر قبل النبي ﷺ بعد ما مات رضمتا ترمذي ص ۱۹۰ باب ما جاء في وفاة رسول الله ﷺ

[2] عن عبد الله بن عباس أن ابابكر خرج وعمر يكلم الناس فقال اجلس يا عمر فأبى عمر أن يجلس فاقبل الناس اليه وتركوا عمر فقال ابوبكر اما بعد من كان منكم يعبد محمدا فان محمدا قد مات ومن كان منكم يعبد الله فان الله حي لا يموت قال الله تعالى وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل الى الشاكرين وقال والله لكأن الناس لم يعلموا أن الله انزل هذه الآية حتى تلاها ابوبكر فتلقاها منه الناس كلهم فما اسمع بشرا من الناس الا يتلوها فأخبرني سعيد بن مسيب أن عمر قال والله ما هو الا أن سمعت ابابكر تلاها فعقرت حتى ما تقلني رجلاي وحتى اهويت الى الارض حين سمعته تلاها ان النبي قد مات (بخاري شريف كتاب المغازي باب مرض النبي ﷺ ج ۲ ص ۶۴۰)

حضرت ابو بکرؓ کا حکمت بھرا کلام:

اسی کے ساتھ ساتھ حضرت ابو بکرؓ نے خطبہ میں فرمایا فمن کان منکم یعبد محمدا فان محمدا قد مات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت" سن لو! جو محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو میں اعلان کرتا ہوں کہ محمد ﷺ وفات پا گئے، اور جو خدا کی عبادت کرتا تھا اللہ تعالیٰ تو زندہ ہے اسے کبھی موت نہیں آنے والی۔" جب حضرت عمرؓ نے یہ خطبہ سنا تو فرمایا کہ ایسا لگتا ہے کہ یہ آیت آج ہی اتری ہے۔ اور انکو یقین آگیا کہ آج حضور ﷺ کی وفات ہو گئی تو بیٹھ گئے۔

ایک صحابی کا حضور ﷺ سے عشق:

ایک صحابی کھیت میں کام کر رہے تھے، انہوں نے سنا حضور ﷺ وفات پا گئے تو شدت غم میں دعا کرنے لگے کہ یا اللہ ان آنکھوں سے حضور ﷺ کی زیارت کیا کرتا تھا وہ اب رہے نہیں تو یہ آنکھیں کس کام کی، میری آنکھوں کو اٹھالے۔ چنانچہ اللہ نے ان کی دعا قبول کرلی اور نابینا ہو گئے۔[۱]

حضرت فاطمہؓ کا غم:

حضرت فاطمہؓ پر اتنا اثر تھا کہ وفات سے چند روز پہلے جبکہ حضور ﷺ مرض الوفات میں تھے حضور ﷺ کے پاس آئی تو راز کے انداز میں حضور ﷺ نے ان کے کان میں کچھ بات کہی تو رونے لگی تھوڑی دیر بعد پھر کچھ بات کہی تو ہنسنے لگی یہ بات تو ہوگئی ختم۔ اسکے بعد حضور ﷺ کی تو وفات ہوگئی تو حضرت عائشہؓ نے حضرت فاطمہؓ کو بلا کر پوچھا کہ حضور ﷺ کی مرض الوفات میں یہ واقعہ پیش آیا کہ تم تھوڑی دیر روئی پھر ہنسی بھی۔ یہ کیا بات ہے بتلاؤ؟ بہت زور دیا تو

---

۱ فتح الباری ج ۱ ص ۲۲

حضرت فاطمہؓ نے بتلایا کہ حضور ﷺ نے بتلایا کہ بیٹی اب میرا دنیا سے جانے کا وقت آگیا ہے تو میں رونے لگی کہ میری جدائی ہو جائیگی لیکن تھوڑی دیر کے بعد حضور ﷺ نے بتلایا کہ میرے خاندان میں سے سب سے پہلے تم ہی مجھے آکر ملو گی اس سے میں خوش ہوگئی کہ چلو زیادہ دن مجھے غم نہیں اٹھانا پڑیگا۔ حضور ﷺ کی وفات کے بعد فقط ۶ مہینہ زندہ رہی لیکن ان ۶ مہینوں میں کبھی بھی ان پر کسی نے ہنسی اور مسکراہٹ نہیں دیکھی۔ اتنا غم حضرت فاطمہؓ کو تھا بعض کتابوں میں یہ اشعار بھی لکھے ہیں صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبُ لَوْ أَنَّهَا صُبَّتْ عَلَى الْأَيَّامِ صِرْنَ لَيَالِيَا (مجھ پر حضور ﷺ کی وفات سے غموں کے وہ پہاڑ ڈال دیئے گئے کہ ان غموں کے پہاڑوں کو اگر ان روشن دنوں پر ڈال دیا جاتا تو روشن دن بھی تاریک اور اندھیری رات بن جاتے یہ دنوں کی روشنی بھی ختم ہو جاتی) عرض کرنے کا منشاء یہ ہے کہ اتنا سارے صحابہؓ کو حضور ﷺ کی وفات کا غم تھا، بہر حال اس موقع پر سارے صحابہؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ امیر المؤمنین ابھی لشکر نہ بھیجئے۔ حضرت عمرؓ بھی کہتے تھے کہ لشکر مت بھیجو۔

حضرت ابوبکرؓ کے سنہرے کلمات:

حضرت ابوبکرؓ چونکہ استقامت کے پہاڑ تھے اسلئے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ اے عمرؓ! تم زمانہ کفر میں تو بہت سخت تھے تو کیا اسلام میں آکر اتنے نرم ہوگئے ہو؟ اتنی نرمی آگئی تمہارے اندر۔ اس سے حضرت عمرؓ بھی ٹھنڈے ہوگئے اسکے بعد حضرت ابوبکرؓ نے جو جملہ کہا ہے اسے سونے کے پانی سے اپنے دل پر لکھنے کی ضرورت ہے۔ فرمایا أَيَنْقُصُ الدِّينُ وَأَنَا

۱؎ عن عائشة قالت دعا النبي ﷺ فاطمة ابنته في شكواه الذي قبض فيها فسارّها بشيء فبكت ثم دعاها فسارّها فضحكت قالت فسألتها عن ذلك فقالت سارّني النبي ﷺ فأخبرني أنه يقبض في وجعه الذي توفي فيه فبكيت ثم سارّني فأخبرني أني أول أهله يتبعه فضحكت (بخاری شریف کتاب المناقب باب مناقب فاطمة ج ص ۵۳۲)

حتیٰ کہ میرے جیتے جی دین میں کمی آجائے یہ نہیں ہوسکتا جو لوگ بھی زکوٰۃ کا انکار کرتے ہیں میں ان سے جہاد کروں گا یہاں تک کہ جو حضور ﷺ کے زمانہ میں جو بکری کو رسی کے ساتھ زکوٰۃ میں دیتا تھا اب وہ بغیر رسی کے بکری دیگا تو میں اس سے بھی جہاد کروں گا اور میں اکیلا اپنی اس اونٹنی پر سوار ہو کر سارے مرتدین سے قتال کروں گا یہاں تک کہ میں شہید ہو جاؤں۔

حضرت ابوبکرؓ کی فراست کا نتیجہ:

جب حضرت ابوبکرؓ نے یہ بیان دیا سارے صحابہ ٹھنڈے ہوگئے اور حضرت عمرؓ بھی حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ ہوگئے اور فرمایا کہ دیکھو ابوبکر کی استقامت پر اللہ تعالیٰ نے میرے سینہ کو بھی کھول دیا حضرت ابوبکرؓ بالکل حق پر ہے کہ یہ لشکر روانہ ہونا چاہئے. چنانچہ یہ لشکر روانہ ہوا جس میں بڑے بڑے صحابہ حضرت اسامہ بن زیدؓ کی سرداری میں تھے. جہاں جہاں لوگ مرتد ہوئے تھے انہیں سمجھایا ان سے مقابلہ ہوا تو سوائے چند کے سارے لوگ واپس اسلام میں آگئے. جو لوگ زکوٰۃ کا انکار کرتے تھے انہوں نے کہہ دیا کہ ہم ضرور زکوٰۃ ادا کریں گے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ جو لوگ نماز اور زکوٰۃ دونوں میں فرق کریں گے کہ نماز کو فرض سمجھیں اور زکوٰۃ سے انکار کریں وہ بھی مومن نہیں ہے میں اس سے بھی قتال کروں گا. چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کی استقامت کا یہ اثر ہوا کہ جزیرۃ العرب میں پھر سے اسلام کی بہار آگئی. زکوٰۃ کا سلسلہ اس وقت سے آج تک چلا آرہا ہے. اور امت میں نہ دینے والے تو بہت ہیں لیکن زکوٰۃ کا انکار کرنے والے نہیں ہوں گے. اگر کسی کا ایمان ہی صحیح نہ ہو وہ کہدے ورنہ اس وقت سے آج تک زکوٰۃ کا سلسلہ برابر جاری ہے استقامت اسکو کہتے ہیں۔

صحابہؓ اور اولیاء کی شان:

ایمان پر استقامت کے چند واقعات تو بتلا دئے اب اعمال واستقامت کے ایک دو واقعے سن لیں. انسان پر جو عبادتیں اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہیں اسے تو ادا کرتا ہی ہے لیکن اللہ

والے لوگ اور صحابہ کرامؓ چھوٹی چھوٹی باتوں کو بھی اپنی زندگی میں اپناتے تھے اور اسے کبھی چھوڑتے نہیں تھے۔

حضرت علیؓ کی تسبیحات پر استقامت:

حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کو تم بھی جانتے ہیں حضرت فاطمہؓ کے گھر میں بھی فاقہ ہوتا تھا حضور ﷺ کے گھر میں بھی فاقہ ہوتا تھا حضرت فاطمہؓ گھر کا کام خود کرتی تھی، اپنے گھر میں چکی ہاتھ سے پیستی تھی جسکی وجہ سے پیستے پیستے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے اس زمانہ میں پانی مشکیزہ میں لاتے تھے تو حضرت فاطمہؓ گردن میں رسی ڈال کر مشکیزہ لاتی تھی، پیٹھ پر اسکے نشانات پڑ گئے تھے، خود محنت کرتی تھی۔ ایک موقع پر حضور اکرم ﷺ کے پاس کچھ غلام اور باندیاں آگئیں، تو حضرت علیؓ نے کہا کہ دیکھو حضور ﷺ کے پاس جاؤ اور ایک خادم اپنے لئے لے لو تمہاری تکلیف دور ہوجائیگی، حضرت فاطمہؓ حضور ﷺ کے دروازے پر گئی تو دیکھا بہت سارے صحابہ بیٹھے ہوئے ہیں تو شرما کر واپس آگئی کہ سب کے سامنے کیا بات کروں، اسلئے چلی گئی، حضور ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہؓ کو حضرت فاطمہؓ نے اپنے آنے کا مقصد ذکر کیا۔ حضرت عائشہؓ نے حضور ﷺ کو حضرت فاطمہؓ کی پوری بات بتلادی، حضور ﷺ خود اپنی بچی کے یہاں تشریف لے گئے، تو حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ دونوں سونے کی تیاری کر رہے تھے۔ حضور ﷺ ان دونوں کے بیچ میں بیٹھ گئے اور فرمایا کہ بیٹا کس کام سے آنا ہوا تھا؟ تو شرما گئی تو حضرت علیؓ نے خود کہا یا رسول اللہ! میں نے خود بھیجا تھا آپ دیکھئے چکی

ا قال حدثنا علیؓ ان فاطمة اتت النبی ﷺ تشکو الیه ماتلقی فی یدها من الرحی وبلغها انه قد جاءه رقیق فلم تصادفه فذکرت لعائشة فلما جاء اخبرته عائشة قال فجاءنا وقد اخذنا مضاجعنا فذهبنا نقوم فقال علی مکانکما فجاء فقعد بینی وبینها حتی وجدت برد قدمیه علی بطنی : فقال الا ادلکما علی خیر مما سألتما اذا اخذتما مضاجعکما او اویتما الی فراشکما فسبحا ثلاثا وثلاثین واحمدا ثلاثا وثلاثین وکبرا اربعا وثلاثین فهو خیر لکما من خادم (بخاری ج ۲ ص ۹۴۰ ومشکوٰۃ رقم حدیث ۲۳۸۸)

چیتے چیتے اسکے ہاتھوں میں چھالے آگئے، پانی بھرتے بھرتے نشان پڑ گئے، اسلئے میں نے بھیجا کہ ایک خادمہ یا غلام خدمت کے لئے مل جائے۔

حضور ﷺ کی نگاہ میں آخرت مقدم دنیا پر:

تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ دیکھو ابھی تو جو صحابہ بدر میں شہید ہوئے ہیں انکے یتیم بچوں کو دینا باقی ہے تمہیں ان غلاموں سے اور باندیوں سے بہتر چیز نہ بتاؤ؟ کہا ضرور فرمایا ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر یہ تمہارے غلام اور باندیوں سے بھی بہتر ہے مقصد یہ ہے کہ یہ کلمات آخرت میں کام آنے والے ہیں غلام باندیاں دنیا کی چیزیں ہیں تھوڑے دن کی تھکان ہے ختم ہو جائیگی۔

یہ حضرات بھی حضور ﷺ کی بات پر کیسے عمل کرنے والے تھے، یہ نہیں کہا کہ ہم آپ سے غلام باندی مانگتے ہیں اور آپ ہمیں وظیفہ بتا رہے ہیں، اتنے غلام میں سے ایک دیدیں تو کیا حرج ہے۔ بیٹی بھی ایسی تھی اور داماد بھی ایسے کہ فوراً مان گئے کہ یا رسول اللہ کوئی بات نہیں ہم ضرور پڑھیں گے۔ پھر حضرت فاطمہؓ بھی اسے پڑھتی رہی اور حضرت علیؓ بھی۔

حضرت علیؓ کی زبردست استقامت:

حضرت علیؓ کے متعلق ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جس رات سے میں نے حضور ﷺ سے یہ تسبیحات سنی اس دن سے لیکر مرتے دم تک کبھی نہیں چھوٹی، یہاں تک کہ جنگ صفین میں بھی رات میں کچھ تاخیر سے بھی پڑھ ہی لی۔ اتنی استقامت تھی ایسے لوگوں کے لئے اللہ نے جنت کی بشارت سنائی۔

اشراق اور چاشت کی نماز کا وقت:

چاشت کی نماز کی حضور ﷺ نے فضیلت بتلائی سورج طلوع ہونے کے تقریباً ۲۰ منٹ بعد اشراق کی نماز ہوتی ہے اور جب دن کا چوتھائی حصہ گذر جائے یعنی دھوپ میں ذرا تیزی

آجائے، زمین پر پیر جلنے لگے اس وقت چاشت کی نماز کا وقت ہوتا ہے زوال کے پہلے پہلے تک پڑھی جاسکتی ہے، حضور ﷺ بھی اسے کثرت سے پڑھتے تھے اور اسکی فضیلت بھی بتلائی ہے۔

حضرت عائشہؓ کی استقامت کا حال:

حضرت عائشہؓ نے یہ چاشت کی نماز شروع کردی اب اتنی پابندی کی کہ روایت ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہے کہ اگر میرے ماں باپ بھی قبر سے اٹھ کر آجائے تب بھی میں یہ نماز نہیں چھوڑ سکتی کون باپ؟ حضرت ابو بکرؓ جیسے باپ بھی اٹھکر آجاوے تب بھی چاشت کی نماز نہ چھوڑوں گی۔ باپ اگر قبر سے اٹھ کر آجائے تو انسان کی خوشی کا کیا حال ہو؟ فرماتی ہے کہ ایسی حالت میں بھی میں ماں باپ کو نہیں دیکھوں گی بلکہ پہلے چاشت کی نماز پڑھوں گی۔[1]

ان حضرات صحابہؓ کو آخرت پر یقین تھا، ایمان پر ملنے والی نعمتوں پر یقین تھا، ذکر پر، تلاوت پر، نماز پر اللہ نے جو نعمتیں بتلائی اس پر یقین تھا۔ سو فصد یقین تھا ذرہ برابر بھی شک نہیں تھا۔ اسلئے تو وہ جان جانا گوارا کر لیتے تھے، دنیا کی مشقتیں اٹھانا گوارا کر لیتے تھے لیکن کبھی بھی اپنے ایمان و عمل کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتے تھے۔ ایک دو واقعے بتلا دیتا ہوں کہ جن گناہوں سے حضور ﷺ نے منع فرمادیا تو ان گناہوں کو انہوں نے ایسا چھوڑ دیا کہ پھر زندگی بھر کیا ہی نہیں،

حضرت ابو جری جابر بن سلیمؓ کی استقامت کا واقعہ:

ایک صحابہ ہے ابو جری جابر بن سلیمؓ، ابو جری کنیت ہے اور جریر نام ہے[2] دور دراز کا سفر

---

[1] عن عائشۃؓ انہا کانت تصلی الضحی ثمانی رکعات ثم تقول لو نشرلی ابوای ما ترکتہا رواہ مالک (مشکوٰۃ شریف ص ۱۱۶ رقم حدیث ۱۳۱۹)

[2] حضرت جریر بن عبداللہؓ: حضرت جریر بن عبداللہ البجلیؓ حضور اکرم ﷺ جس سال وفات پائے اسی سال اسلام لائے وہ خود فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی وفات سے فقط ۴۰ روز پہلے مسلمان ہوا زندگی کے کچھ سال کوفہ میں رہ کر ۵۱ھ میں وفات ہوئی آپؓ بڑے ہی خوبصورت تھے انکو یوسف الامۃ کہا جاتا ہے آپؓ سے بہت سے حضرات روایت حدیث کرتے ہیں۔

کر کے مدینہ منورہ حضور ﷺ کی خدمت میں آئے ہیں[۱] تو حضور ﷺ کو پہچانتے نہیں تھے، لیکن مجلس جمی ہوئی تھی، دیکھا کہ ایک شخص تشریف فرماتے ہیں مجلس والے انکی بات بڑے غور سے سنتے ہیں اور جو باتیں بیان فرماتے اس پر عمل کرتے ہیں، ایک شخص سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ انہوں نے بتلایا کہ محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ تو قریب آئے اور سلام کیا علیک السلام یا رسول اللہ آپ ﷺ نے سلام کا جواب نہیں دیا بلکہ سلام کا صحیح طریقہ بتایا۔ یہ علیک السلام زمانہ جاہلیت میں مردوں پر کیا جاتا تھا علیک پہلے اور السلام بعد میں۔ اسلئے حضور ﷺ نے فرمایا اس طرح ہو السلام علیک یہ اصلاح کردی۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ کیا آپ اللہ کے رسول ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہاں میں اللہ کا رسول ہوں۔ اسکے بعد انہوں نے درخواست کی کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں۔

حضور ﷺ نے انہیں کچھ نصیحتیں فرمائی ان میں سے مجھے ابھی فقط ایک بتلانی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا لَاتَسُبَّنَّ اَحَدًا دیکھو کسی کو گالی گلوچ اور برا بھلا مت کہنا ایک دفعہ حضور ﷺ سے یہ نصیحت سن لی، اس پر ایسا عمل کیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ فَمَا سَبَبْتُ بَعْدَهٗ اَحَدًا لَا حُرًّا

---

[۱] عن ابی جری جابر بن سلیم قال اتیت المدینة فرأیت رجلا یصدر الناس عن رأیه لا یقول شیئا الا صدروا عنه قلت من هذا قالوا رسول الله قلت علیک السلام یا رسول الله مرتین قال لا تقل علیک السلام فان علیک السلام تحیة المیت قل السلام علیک قال قلت انت رسول الله قال انا رسول الله الذی اذا اصابک ضر فدعوته کشفه عنک وان اصابک عام سنة فدعوته انبتها لک واذا کنت بارض قفراء او فلاة فضلت راحلتک فدعوته ردها علیک قلت اعهد الی قال لا تسبن احدا قال فما سببت بعده حرا ولا عبدا ولا بعیرا ولا شاة قال ولا تحقرن شیئا من المعروف وان تکلم اخاک وانت منبسط الیه وجهک ان ذلک من المعروف وارفع ازارک الی نصف الساق فان ابیت فالی الکعبین وایاک واسبال الازار فانها من المخیلة وان الله لا یحب المخیلة وان امرء شتمک وعیرک بما یعلم فیک فلا تعیره بما تعلم فیه فانما وبال ذلک علیه۔ (ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۵۶۳)

ولا عبدًا ولا بعیرًا ولا شاۃً، حضور ﷺ کی یہ نصیحت سننے کے بعد اس پر اس طرح جمے رہا کرا سکے بعد کبھی بھی کسی کو برا بھلا نہیں کہا، نہ کسی آزاد کو، نہ کسی غلام کو، نہ کسی اونٹ کو، نہ کسی بکری کو، وہ عرب تھے عام طور پر اونٹ اور بکریاں انکے پاس ہوتا تھا جانور کبھی ستاتے ہیں تو انسان کبھی جانور کو بھی گالی دیتا ہے تو فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی نصیحت کے بعد کسی کو برا نہیں کہا۔ انسان تو انسان، غلام باندیاں اور جانور تک کو برا بھلا نہیں کہا۔ یہ تھے صحابہ کرام کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ سے کوئی بات سن لی ساری زندگی اس پر عمل کرتے رہے۔

مقصدِ وعظ:

میں نے اسی لئے یہ مضامین اور واقعات خاص طور پہ بیان کئے کہ اللہ نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں ایمان کی دولت نصیب فرمائی اس ایمان پر تو ہمیں قائم رہنا ہی ہے اور اس رمضان المبارک کی برکت سے بہت سی نیکیاں ہم کرتے ہیں مثلاً بہت سے لوگ اور دنوں میں نماز نہیں پڑھتے رمضان میں نمازی بن جاتے ہیں، اور دنوں میں جو تلاوت نہیں کرتے، رمضان میں وہ تلاوت کا اہتمام کرتے ہو جاتا ہے، بہت سے گناہ ہم چھوڑ چکے ہیں۔ بہت سے ایسے ہیں کہ پہلے روزہ سے داڑھی کو استرہ نہیں لگایا استقامت یہ ہے کہ رمضان کے بعد بھی نمازوں کا اہتمام ہو، تلاوت کی پابندی ہو جائے تھوڑا ہی صحیح لیکن روزانہ پابندی سے تلاوت ہو، جو تسبیحات پڑھ رہے ہیں اسے ہم پلے باندھ لیں کہ کبھی نہ چھوڑیں، نماز کے بعد تسبیح فاطمی کی پابندی جیسا کہ اسکی فضیلت سنی ہے کبھی اسکو نہ چھوڑیں اسکو پڑھ کر ہی جگہ سے اٹھیں، اسی طرح سوتے وقت بھی ان تسبیحات کو ضرور پڑھتے رہیں۔

احقر کے بعض مشائخ کا جانب احتیاط پر استقامت:

حضرت اقدس سیدی ومولائی فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہی نے کبھی جھینگا تناول نہیں

اورکاوی دونوں ساحلی گاؤں ہیں، صبح شام، دوپہر تینوں اوقات تازے جھینگے آتے ہیں تو پہلے خوب کھایا، لیکن جب دارالعلوم دیوبند جانا ہوا اور حضرت فقیہ الامت کا احتیاط دیکھا تب سے چھوڑ دیا، ۱۳۳۲ھ مطابق ۲۰۱۱ء میں حضرت کے ساتھ جزیرہ انڈمان مدراس اور منی پور کا سفر ہوا، درس مسلسلات میں حضرت نے فرمایا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ سے دو مرتبہ سنی ہے، اور جب سے حضرت شیخؒ سے حدیث معاذ اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ سنی اسوقت سے الحمدللہ اس پر پابندی ہے۔ حضرت مفتی اعظم ہند حضرت مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری لاؤڈ اسپیکر میں نماز کو خلاف اولی قرار دیتے تھے، ۶۰ ساٹھ سال تک راندیر بڑی مسجد میں امامت وخطابت کی بے مثال خدمت انجام دی۔ یہاں تک کہ امامت چھوڑنے کے بعد بھی حضرت کی حیات میں کبھی لاؤڈ اسپیکر میں نماز نہیں ہوئی۔

ہمیں کیا کرنا ہے:

بتلانا یہ ہے کہ رمضان میں اللہ تعالیٰ نے جن کاموں کی توفیق دی ہے جو نیکیاں ہمیں اسوقت کرنے کا موقع ملا رمضان کے بعد بھی جاری رکھیں، اس پر جمے رہیں، اس پر یہ بشارتیں سنائی گئی۔ ایمان اور اعمال پر ثابت قدم رہنے والوں کے لئے بشارتیں ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ عید کا چاند ہونے کا ہمیں انتظار ہو کہ کب عید کا چاند نظر آئے اور پھر سے ہم شیطانی کاموں کو شروع کردیں واسطے جن لوگوں نے رمضان کے مہینہ میں اپنی داڑھی کو ہاتھ نہیں لگایا ان سے یہ گذارش ہے کہ چاند دیکھنے کے بعد بھی رہنے دیں۔

سرکاری کھیتی کی حفاظت کرو:

ہمارے شیخ حضرت مولانا محمد رضا اجمیری صاحبؒ فرماتے تھے، دیکھو! یہ داڑھی سرکاری کھیتی ہے، سرکاری کھیتی کو کوئی چھیڑتا ہے تو بڑا مجرم قرار پاتا ہے، جیل میں جانا پڑتا ہے

اسلئے اس پکی کو پھیر نے سے اللہ کے یہاں مجرم ہو جاؤ گے، اور بڑے گنہگار ہو جاؤ گے اور یہ گناہ ۲۴ گھنٹے والا گناہ ہے یعنی حضور ﷺ والا چہرہ جو واجب ہے کسی مومن کے چہرہ پر داڑھی نہ ہو وہ ہر وقت گنہگار ہے، صبح بھی شام بھی ہر گھڑی گنہگار ہے۔ لیکن ایک دفعہ توبہ کر لے کہ اب اسکو نہیں چھیڑوں گا تب سے اللہ اسکا گناہ معاف کر دیں گے۔ یہاں تک کہ وہ ایک مٹھی سے زیادہ ہو جائے، اگر ایک مٹھی سے زیادہ ہو جائے تو زائد حصہ کاٹ سکتے ہیں۔ اور بھی گناہ ہیں مثلاً ٹی وی ابھی بند ہوگی ماشاء اللہ، اسکو بھی بند ہی رکھیں بلکہ اسکو تو اٹھا کر پھینک ہی دیوے۔ کتنے اللہ کے ایسے بندے ہیں جنہوں نے اس پر عمل کیا۔

ترجمہ آیت:

بہر حال کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جو آیت میں نے آپ کے سامنے پڑھی اسکا ترجمہ کر رہا ہوں تاکہ یہ باتیں ذہن میں رہیں اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہ (بیشک جو دل وجان سے کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے) الحمد للہ ہم بھی ایمان والے ہیں، ہم بھی اللہ کو رب مانتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو ثابت قدم رکھیں۔ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا (یہ کہنے کے بعد اس ایمان پر اور ایمان کے تقاضوں پر جمے رہیں) ابھی میں نے حضرت عمرؓ کے قول کی تشریح کی استقامت نام ہے اعمال صالحہ پر جمے رہنا کہ چھوٹنے نہ پائے اور برائیوں کو چھوڑ دیا ہے تو چھوڑے ہی رکھیں، پھر سے کرنے والے نہیں تو ایسے لوگوں کے لئے کہا۔ تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ۔ جب موت آتی ہے (تو فرشتے انکے پاس آتے ہیں) اور وہ فرشتے کہتے ہیں اَلَّا تَخَافُوْا (ڈرنے کی ضرورت نہیں) موت کے وقت بھی اور قبر میں بھی اور میدان حشر میں بھی یہی کہیں گے کہ ڈرو مت وَلَا تَحْزَنُوْا (غم مت کرو) وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ (جنت کی بشارت سن لو) الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (جس جنت کا دنیا میں تم سے وعدہ کیا جاتا تھا) فرشتے کہیں گے ہم تمہارے دوست رہیں دنیا میں اور قبر اور آخرت میں بھی تمہارے

دوست رہیں گے اور تمہاری جنت میں کیا ہے؟ فَاتَشْتَهِيْ اَنْفُسُكُمْ (جو تمہارا جی چاہے) اور جو بھی تم مانگو گے جنت میں تمہیں ملیگا (سورۂ حم سجدہ، آیت ۳۰)۔

خلاصہ کلام:

آج کی ہماری اس مجلس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ایمان کی دولت عطا فرمائی ہے اس پر مرتے دم تک قائم رہنا ہے اور اسکے فضل و کرم سے جو اعمال صالحہ کئے ان پر بھی جمے رہیں۔ اور جن گناہوں سے بچے ہیں ان سے بچتے رہیں۔ کبھی کوئی گناہ ہو جائے۔ کوئی آدمی یہ تو کہہ نہیں سکتا کہ ہم معصوم ہیں گناہ ہو جاتا ہے لیکن گناہ کرنے کے بعد بے فکر نہ ہو جائے، اگر گناہ ہو جائے تو فوراً وضوء کرے دو رکعت نماز پڑھے اور اللہ سے دعاء کریں کہ اللہ معاف کر دے، آئندہ نہیں کروں گا۔ اللہ تعالی ہمیں عمل کی توفیق عطاء فرمائیں۔
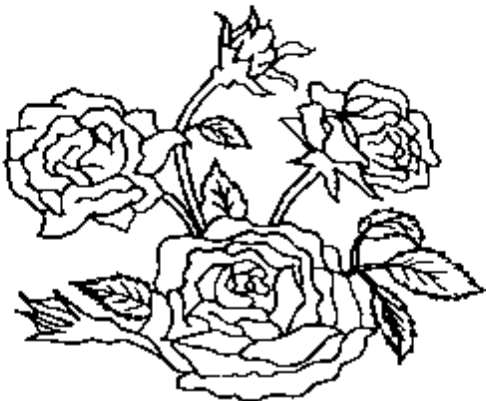
وآخر دعوانا الحمد لله رب العلمين

حضرت محمد مفتی کلیم صاحب دامت برکاتہم کا

یہ بیان ۲۳ رمضان شب بدھ

مسجد انوار نشاط روڈ پر ہوا

آپ ﷺ کے بعثت کے مقاصد ثلثہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ امابعد ! فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ o ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ o (سورۂ جمعہ آیت ا)

یہ سورۂ جمعہ کی چند ابتدائی آیتیں ہیں پہلی آیت کا ترجمہ ہے کہ تسبیح بیان کرتی ہے اللہ کے لئے وہ ساری چیزیں جو آسمانوں اور زمینوں کے اندر ہیں جو بادشاہ ہے، پاکیزہ ہے، زبردست ہے، اور حکمت والا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات. ساری کائنات انکی قدرت میں ہے اسلئے حقیقی بادشاہ وہی ہے اور ہر قسم کے عیب سے نقص سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست ہے یعنی اسی کی طاقت ہے اسی کا حکم ہر چیز پر غالب رہتا ہے اسکے حکم کے مقابلہ میں کسی کی طاقت اور قدرت نہیں چل سکتی اور اللہ تعالیٰ حکمت والا ہے اسکے ہر فعل میں اور ہر کام میں بڑی بڑی حکمتیں اور مصلحتیں ہوتی ہیں جسکو ہم نہ سمجھ سکتے ہیں اور نہ ہمارا ذہن اس طرف جاتا ہے آگے کی آیت کا ترجمہ ہے وہ ذات ایسی ہے جس نے بھیجا فِی الْاُمِّیّٖنَ ان پڑھ لوگوں میں رَسُوْلًا مِّنْھُمْ ایک رسول انہیں میں سے یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وہ رسول انکے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں وَیُزَکِّیْھِمْ اور برے اخلاق اور اسی طرح ظاہری اور باطنی نجاستوں سے انکو پاک کرتے ہیں وَیُعَلِّمُھُمْ

الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ اور کتاب اور حکمت کی باتیں انکو سکھاتے ہیں اگرچہ اس سے پہلے یہ لوگ البتہ بڑی گمراہی میں تھے۔

مقاصد بعثت:

اس دوسری آیت میں اللہ تبارک وتعالی نے اپنے محمد ﷺ کو امت کی طرف بھیجا تو آپ ﷺ کی بعثت کے مقاصد کو بتلایا۔ پہلا مقصد یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے ایسے لوگوں میں اپنے نبی اور رسول کو بھیجا جو ناخواندہ تھے،ان پڑھ تھے عرب لوگوں میں عام طور پر لکھنے پڑھنے کا رواج نہیں تھا ویسے انکا حافظہ بہت قوی اور مضبوط تھا حافظہ کی بنیاد پر بہت ساری چیزیں انکو یاد رہتی تھی لیکن لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے اور خود رسول اللہ ﷺ کا لقب بھی امی تھا کہ آپ ﷺ بھی ان پڑھ تھے یعنی آپ ﷺ نے نہ کسی استاذ سے پڑھا ہے نہ سیکھا ہے اور نہ کسی درسگاہ میں گئے اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو اپنی جانب سے علم عطا کیا ہے تو اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے تین مقصد بتلائے۔

پہلا مقصد:

آپ ﷺ کو بھیجے جانے کا مقصد یہ ہے کہ آپ ﷺ امت کے سامنے قرآن کریم کی تلاوت کرے پڑھ کر سنائے۔

دوسرا مقصد:

دوسرا مقصد یہ ہے کہ انسان کے اندر جو بداخلاقیاں ہوتی ہیں دلوں میں برائیاں بھری ہوتی ہیں انکو بھی پاک صاف کرے اور ظاہری طور پر بھی جو بداخلاقیاں، برائیاں اور ناپاکیاں ہوتی ہیں ایسی تعلیم آپ ﷺ لوگوں کو بتلا دیں، اور اس طرح انکی تربیت کرے کہ

ظاہر اور باطن یعنی باہر او راندر کی ساری برائیاں دور ہو جائے۔

تیسرا مقصد:

اور تیسرا مقصد بتلایا کہ آپ ﷺ کو اسلئے بھیجا گیا کہ ایک تو خود آپکو قرآن کی تلاوت کرنی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ امت کو سکھانا بھی ہے اور حکمت بھی سکھانا ہے۔

حکمت کا معنی:

اور حکمت کے بہت سے معانی لوگوں نے بتلائے اسکا ایک عام مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ کو اسلئے بھیجا گیا تاکہ کتاب یعنی قرآن پاک بھی سکھائیں، اور حکمت یعنی آپ کی احادیث (آپ ﷺ کی زبان سے نکلی ہوئی باتیں) یہی اصل میں حکمت کی باتیں ہیں وہ بھی سکھائیں حضرت جبرئیل حضور ﷺ کے پاس وحی لے کر تشریف لاتے تو حضور ﷺ صحابہ کرام کے سامنے اسکی تلاوت فرماتے بہت سے صحابہ قرآن پاک یاد کر لیتے اور بعض صحابہ لکھنے پر مامور تھے حضرت زید بن ثابت [1]، خلفائے راشدین، ابی بن کعب [2]، زبیر بن عوام [3] حضرت

---

[1] حضرت زید بن ثابت مدینہ طیبہ کے رہنے والے ہیں قبیلہ خزرج سے تعلق ہے رسول اللہ ﷺ کی مدینہ طیبہ تشریف آوری کے وقت وہ بہت ہی کم عمر تھے کہ عمر اس وقت صرف ۱۱ سال کی تھی حضرت زید بن ثابت نے صرف ۱۷ دن میں یہودیوں کے لکھنے اور پڑھنے پر عبور حاصل کیا اور پھر رسول اللہ ﷺ نے خط و کتابت کی ذمہ داری ان کے سپرد کر دی جن صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ ہی میں پورا قرآن مجید حفظ کر لیا تھا ان میں حضرت زید بن ثابت بھی ہیں رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن ثابت کے بارے میں فرمایا افرضھم امتی زید بن ثابت میری امت میں علم فرائض سب سے زیادہ واقف زید بن ثابت ہیں حضرت عمر فاروق اپنے زمانہ خلافت میں انکو اپنے پاس مدینہ طیبہ ہی میں رکھتے تھے کہیں نہ جانے دیتے تھے وہاں کی موجودگی میں مدینہ طیبہ میں فتویٰ دیتے تھے آپ کی وفات اکثر محدثین کے نزدیک ۴۵ھ میں ہوئی۔

[2] ابی بن کعب بن ابی بن کعب بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن النجار بن ثعلبہ بن عمرو بن الخزرج الاکبر الانصاری الخزرجی۔

معاویہؓ[۴] حضرت مغیرہ بن شعبہؓ [۵] یہ حضرات جب قرآن نازل ہوتا تو اسکو لکھ لیتے تھے کوئی چمڑے پر لکھتا، کوئی درخت کے پتوں پر، کوئی ہڈی پر لکھتا اس طرح یہ قرآن پاک صحابہؓ کے سینوں اور صحیفوں کے ذریعہ آج ہم تک پہنچا۔

آپ ﷺ کی تلاوت سے غیر مسلم بھی مست ہو جاتے تھے:

اللہ کے رسول ﷺ قرآن پاک کی تلاوت کرتے تو اہل ایمان تو اس سے لطف اندوز ہوتے ہی تھے اسکا ایک خاص اثر ہوتا تھا لیکن غیر مسلم بھی آپکی تلاوت سے مست ہو جاتے تھے۔

.... ایک مرتبہ سرور عالم ﷺ نے انکو بلایا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ میں تجھے اپنا قرآن سناؤں ابی نے فرمایا میرا نام بھی اللہ نے لیا یہ سن کر رونے لگے انکا انتقال ۱۹ یا ۲۲ھ کو خلافت فاروقی میں ہوا بعض نے خلافت عثمانی میں انتقال ہونا نقل کیا ہے کتب احادیث میں ان سے ۱۶۴ مرویات پائی جاتی ہے جن میں سے متفق علیہ صرف ۳ بخاری شریف میں، صرف ۳ مسلم شریف میں ہیں (اسلام کے اولین جاں نثار ص ۱۳۲)

[۳] زبیر بن العوام: زبیر ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ کے برادر زادہ اور نبی کے پھوپھی، یعنی: صفیہ بنت عبد المطلب کے بیٹے، ابوبکر صدیق کے داماد یعنی: اسماء بنت ابوبکر کے شوہر امام عروہ بن زبیر کی روایت میں ہے کہ زبیر کی سولہ سال کی عمر تھی، جب داخل اسلام ہوئے۔ یہ پہلے شخص ہے جنھوں نے راہ خدا میں شمشیر کو میان سے نکالا، اور دو دفعہ (احد و قریظہ) میں ان کو حضور ﷺ نے فداک ابی و امی فرمایا

[۴] امیر معاویہ کے حالات جلد نمبر ۱ ص ۸۷ پر ملاحظہ ہو۔

[۵] حضرت مغیرہ: آپ غزوہ خندق میں ایمان لائے، اور بہت عاقل اور دانا اور جسامت میں موصوف تھے، حضرت عمرؓ نے آپ کو بصرہ کا حاکم بنایا اور بعد ازیں آپ کو کوفی کی حکومت دی، اور آپ سے ۱۳۶ حدیثیں منقول ہے، وفات آپ کی سنہ ۵۰ھ میں واقع ہوئی۔

آپ ﷺ کی تلاوت سے غیروں کا متاثر ہونا:

علامہ جلال الدین سیوطیؒ بہت بڑے مفسر ہیں ان کی ایک تفسیر تو جلالین ہے شروع کے
پندرہ پارے انہی کی تفسیر ہے اور ان کی ایک "خصائص کبریٰ" نامی کتاب ہے جس میں
انہوں نے حضور ﷺ کے بڑے بڑے معجزات کا تذکرہ کیا ہے تو اس میں انہوں نے
حضور ﷺ کی تلاوت کا ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ کی تلاوت میں کیا اثر تھا ابتداء میں
قیام اللیل رسول اللہ ﷺ پر اور صحابہ کرامؓ پر فرض اور ضروری تھی، چنانچہ مسلم شریف میں
حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہا ایک سال ایسا گذرا کہ حضور ﷺ پوری پوری رات اقدس

---

۱ جلال الدین سیوطیؒ [illegible]

[illegible]

حضرت عائشہؓ [illegible]

عبادت میں کھڑے رہتے تھے، نماز میں قرآن پاک کی تلاوت کرتے تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے پیر مبارک پر ورم آجاتا تھا، سوجھ جاتے تھے پیروں کے اندر شگاف پڑجاتے تھے پھر بعد میں یہ حکم ختم ہوگیا کہ پوری رات آپ اس طرح اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالیں، آدھی رات یا ایک تہائی حصہ یا اس سے بھی کچھ کم وبیش۔ چنانچہ سورۂ مزمل کی آیتیں نازل ہوئی یٰٓاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ہ نِّصْفَہٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْہُ قَلِیْلًا ہ اَوْزِدْ عَلَیْہِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا [1]

نزول وحی سے پہلے آپ ﷺ کی حالت:

ابتداء میں جب حضور ﷺ پر وحی اتری تب حضور ﷺ کی عمر چالیس سال تھی، وحی سے پہلے پہلے چھ مہینے تو ایسا رہا کہ حضور ﷺ کو سچے خواب نظر آتے تھے چنانچہ رات میں جو خواب دیکھتے تھے صبح میں بعینہ وہی چیز نظر آتی تھی خواب کی تعبیر بالکل نظر کے سامنے آجاتی تھی اسکے بعد حضور ﷺ پر اس بات کا غلبہ رہا کہ میں تنہائی میں رہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ غار حرا میں رمضان کے خاص مہینہ میں اکیلے اور تنہا اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ [2]

---

[1] عن ابی قتادۃ ۔ ۔ ۔ ۔ فقلت انبئینی عن قیام رسول اللہ ﷺ فقالت الست تقرأ یایھا المزمل قلت بلی قالت فان اللہ عزوجل افترض قیام اللیل فی اول ھذہ السورۃ فقام نبی اللہ ﷺ واصحابہ حولا وامسک اللہ خاتمتھا اثنی عشر شھرا فی السماء حتی انزل اللہ فی آخر ھذہ السورۃ الخ (مسلم شریف ج ۱ ص ۲۵۶ (معارف القرآن مفتی شفیع ج ۸ ص ۵۸۹ فرید بکڈپو)

[2] عن عائشۃ ام المؤمنین انھا قالت اول ما بدئ بہ رسول اللہ من الوحی الرؤیا الصالحۃ فی النوم فکان لایری رؤیا الا جاءت مثل فلق الصبح ثم حبب الیہ الخلاء وکان یخلو بغار حراء فیتحنث فیہ وھو التعبد اللیالی ذوات العدد قبل ان ینزع الی اھلہ ویتزود لذلک ثم یرجع الی خدیجۃ فیتزود لمثلھا حتی جاءہ الحق وھو فی غار حراء فجاءہ الملک فقال اقرأ فقال قلت ما انا بقارئ قال فاخذنی فغطنی حتی بلغ منی الجھد ثم ارسلنی

غارِ حرا میں عبادت کیا ہوتی تھی:

اب اس وقت کیا عبادت ہوتی تھی اس سلسلہ میں کوئی بات متعین نہیں کی جاسکتی اکثر علماء کا کہنا ہے کہ اس وقت نماز جیسی کوئی چیز تو نہیں تھی بعض علماء کہتے ہیں کہ پہلی امتوں پر جو عبادت فرض تھی جیسے حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں. تو اسی طرح کی کوئی عبادت آپ ﷺ غار حراء میں کرتے تھے۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس وقت آپ ﷺ کی عبادت فقط اللہ کی ذات کی طرف متوجہ ہونا اور غور وفکر کرنا تھا. دیکھو بھائی! کتنے لوگ ہے جو کفر وشرک میں، ظلم وستم میں مشغول ہیں آخر یہ کیوں ان برائیوں میں مبتلا ہیں اسکو بھی آپ ﷺ سوچتے تھے اور اللہ کی طرف توجہ کرکے بیٹھے رہتے تھے، اللہ کی ذات میں غور وفکر اور دھیان یہی اس زمانہ کی عبادت تھی۔

........فقال اقرأ فقلت ما انا بقارئ فاخذني فغطني الثانية حتي بلغ مني الجهد ثم ارسلني فقال اقرأ فقلت ما انا بقارئ قال فاخذني فغطني الثالثة ثم ارسلني فقال اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ○ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ○ فرجع بها رسول الله يرجف فؤاده فدخل علي خديجة بنت خويلد فقال زملوني زملوني فزملوه حتي ذهب عنه الروع فقال لخديجة واخبرها الخبر لقد خشيت علي نفسي فقالت خديجة كلا والله ما يخزيك الله ابدا انك لتصل الرحم وتحمل الكل وتكسب المعدوم وتقري الضيف وتعين علي نوائب الحق فانطلقت به خديجة حتي اتت به ورقة بن نوفل بن اسد بن عبد العزى ابن عم خديجة وكان امرأ تنصر في الجاهلية وكان يكتب الكتاب العبراني فيكتب من الانجيل بالعبرانية ماشاء الله ان يكتب وكان شيخا كبيرا قد عمي فقالت له خديجة يا ابن عم اسمع من ابن اخيك فقال له ورقة يا ابن اخي ماذا ترى فاخبره رسول ﷺ خبر ما رأى فقال له ورقة هذا الناموس الذي نزل الله على موسى يا ليتني فيها جذعا يا ليتني اكون حيا اذ يخرجك قومك فقال رسول الله ﷺ او مخرجي هم قال نعم لم يأت رجل قط بمثل ما جئت به الا عودي وان يدركني يومك انصرك نصرا مؤزرا ثم لم ينشب ورقة ان توفي وفتر الوحي الخ (بخاری ج ۱ ص ۳)

حضرت جبرئیلؑ کا پہلی وحی لے کر تشریف لانا:

اچانک حضرت جبرئیلؑ اپنی اصلی شکل میں ظاہر ہوئے اور فرمایا اِقْرَءْ (پڑھو) آپ ﷺ نے فرمایا میں مَا اَنَا بِقَارِیٍ (کہ میں کوئی پڑھا ہوا نہیں ہوں) تو حضرت جبرئیلؑ نے زور سے دبوچا پھر فرمایا اِقْــــرَءْ (پڑھو) پھر حضور ﷺ نے عرض کیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں تو پھر دوبارہ سینے سے لگا کر دبوچا پھر تیسری مرتبہ دبوچا حضرت جبرئیلؑ کے اس طرح دبوچنے سے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے سینہ مبارک کو کھول دیا، پھر حضرت جبرئیل امینؑ نے قرآن کی وہ آیتیں جو سب سے پہلے اتری اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ہ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ہ اِقْرَءْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ ہ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ہ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ (سورۂ علق آیت ۱) یہ پانچ آیتیں سب سے پہلی وحی ہے جو شروع میں اتری جب تین مرتبہ دبوچ لیا پھر حضور ﷺ کو پڑھنے کے لئے کہا تو حضور ﷺ نے پڑھنا شروع کیا۔

نزول وحی کے بعد آپ ﷺ کا گھبرا جانا:

لیکن چونکہ پہلی مرتبہ وحی آئی اور حضرت جبرئیلؑ کو اپنی شکل اصلی میں پہلی مرتبہ دیکھا تو حضور ﷺ پر ایک خاص قسم کی گھبراہٹ طاری ہوگئی، کپکپی طاری ہوگئی گھر پر تشریف لے گئے اور حضرت خدیجہؓ [1] سے فرمایا کہ میرے بدن پر کمبل ڈالدو چنانچہ حضرت خدیجہؓ نے کمبل اور

---

[1] حضرت خدیجہؓ سب سے پہلے آپ ﷺ نے جس سے نکاح کیا وہ حضرت خدیجہ بنت قصی بن خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب ہیں وہ آپ ﷺ کے نکاح ہی میں تھی کہ اللہ نے آپ ﷺ کو نبوت عطا فرمائی تو وہ ایمان لائیں آپ ﷺ سے قبل ان کے دو نکاح ہو چکے تھے پہلا نکاح کنوارے پن کے زمانہ میں عتیق بن عائذ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم سے ہوا اس سے ایک بچی پیدا ہوئی پھر شوہر مر گیا تو دوسرا نکاح عائذ بن زرارہ سے ہوا بعض نے کہا کہ ہند بن زرارہ تمیمی سے ہوا اس سے ایک لڑکی اور ایک لڑکا پیدا ہوئے پھر یہ دوسرا شوہر بھی مر گیا تو حضور ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا۔ ....

چادر ڈالدی. جب وہ حالت دور ہوئی تو آپ ﷺ نے پوری تفصیل بتلائی اور آپ ﷺ کو یہ احساس ہوا کہ گویا میری جان نکل جائیگی۔

غم گسار بیوی کے کلمات تسلی:

حضرت خدیجہؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالی آپکو ضائع نہیں کریگا آپ ﷺ کی بہت ساری صفات بتلائی کہ آپ تو رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہو مساکین اور غریبوں کی مدد کرتے ہو اللہ آپکو ضائع نہیں کریگا حضرت خدیجہؓ کے ایک چچازاد تھے ورقہ بن نوفل ایہ عیسائی مذھب اختیار کر چکے تھے جو اس زمانہ کا صحیح مذھب تھا انکے پاس لے گئی اور بتلایا کہ دیکھو آپ کے بھتیجے کو

...... وہ آخر وقت تک آپ ﷺ کے نکاح میں رہی آپ ﷺ ہی کے پاس انکا انتقال ہوا آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کے انتقال کے تین دن بعد حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہوا اور انکی زندگی تک آپ ﷺ نے دوسرا نکاح نہیں کیا روایت میں ہے کہ عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ بنت خویلد اسلام لائی۔

۱۔ ورقہ بن نوفل ورقہ بن نوفل بن عبد العزیٰ حضرت خدیجہؓ کے چچازاد بھائی ہیں ورقہ بن اسد کے بیٹے ہیں اور خدیجہ خویلد بن اسد کی بیٹی ہے یہ مذھب یہودیت و نصرانیت کے بڑے زبردست عالم، علامات نبوت کے ماہر، اصول دین کے شناسا، توریت و انجیل کا سریانی زبان سے عربی زبان میں ترجمہ کیا کرتے اور بوجہ ضعف بصارت سوائے نیک منش باخبر علماء کی صحبت میں وقت صرف کرنے کے کہیں آتے جاتے نہ تھے مکہ میں کچھ نیک طبیعت افراد بت پرستی سے متنفر تھے ان میں ورقہ اور زید بن عمر بن نفیل بھی تھے یہ دونوں دین حق کی تلاش میں شامل ہو گئے تھے ورقہ کو بعض ایسے راہب مل گئے جو اصل دین نصرانیت پر قائم تھے چنانچہ وہ انکے ہاتھ پر نصرانی ہو گئے۔ حضور ﷺ پر جب وحی آئی تو حضرت خدیجہ آپ ﷺ کو ورقہ کے پاس لے گئی ورقہ نے تمام باتیں سنی اسکے بعد آپکے سر مبارک پر جھک کر بوسہ دیا اور کہا کہ تم! گھبراؤ نہیں تم کو پیغمبری کا خلعت مرحمت ہوا ہے اور بے شک تم وہی نبی ہو جنکی بشارتوں سے آسمانی کتابیں تمام اہل مذاہب کو تمہارا منتظر بنا رہی تھی۔ تم کو مبارک ہو یہ جاوید دولت تم کو عطا ہوئی تم کو یاد رکھنا چاہیے وہ زمانہ بھی آنے والا ہے کہ تمہاری قوم تمہیں جھٹلائیگی اور تمہاری مخالف ہو دشمن ہو کر تم سے لڑیگی اور آخر تم کو جلاوطن کریگی پس تمہیں مکہ چھوڑنا پڑیگا اگر اسوقت میں زندہ رہا تو تمہاری مدد کر کے عزت حاصل کروں گا ورقہ کی حسرت دل کی دل ہی میں رہی اسلئے کہ چند روز بعد انکو دنیا چھوڑنی پڑی۔

یہ حالت پیش آئی تو ورقہ بن نوفل نے کہا کہ یہ وحی ناموس اکبر ہے یعنی جبرئیل امین ہے جو حضرت موسیٰ کے پاس آتے تھے گویا بشارت دیدی کہ آپ پر وحی کا سلسلہ جاری ہوگیا اور یہ بھی کہا کہ ایک وقت ایسا آئیگا کہ اس وقت آپکی قوم آپکو مکہ سے نکلنے پر مجبور کریگی کاش کہ میں اسوقت زندہ ہوتا تو میں آپکی ضرور مدد کرتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا میری قوم مجھے یہاں سے نکالے گی؟ تو کہا کہ ہاں ہر نبی کے ساتھ ایسے ہی حالات پیش آئے ہیں چنانچہ ہجرت کا واقعہ پیش آیا اور حضور ﷺ کو ہجرت کرنی پڑی اور مکہ مکرمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ آنا پڑا۔ بہرحال اس موقع پر حضور ﷺ نے کمبل اور چادر اوڑھ لی تو بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ اسی ادا کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں جتلایا کہ **یٰٓاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ** اے کمبل اوڑھے ہوئے **قُمِ الَّيْلَ** رات بھر اللہ کی عبادت کے لئے قیام کرو، کھڑے رہو **اِلَّا قَلِيْلًا** مگر رات کا تھوڑا حصہ چھوڑ دو **اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا** یا اس سے بھی کچھ کم کردو یا آدھی رات عبادت کرو اور آدھی رات اپنے آرام کے لئے رکھو یا اس پر کچھ اضافہ کرو۔ مطلب یہ ہے کہ ابتداء میں حضور ﷺ پر پوری رات عبادت فرض تھی لیکن بعد میں پھر اس میں تخفیف ہوگئی، آسانی ہوگئی اخیر میں حضور ﷺ کا زیادہ تر معمول یہ رہا کہ رات کے آخری تہائی حصہ میں آپ ﷺ اللہ کی عبادت کے لئے جاگتے تھے تو ابتداء میں حضور ﷺ پوری پوری رات قرآن پاک پڑھتے تھے تو بعض کافرین، مشرکین چپکے چپکے قرآن سننے کے لئے آجاتے تھے اس زمانہ میں جو قریش کے بڑے بڑے سردار تھے ان میں ایک ابوجہل تھا جو بہت معروف و مشہور شخص تھا، ابوسفیان[1] اخنس بن شریق یہ سب بڑے بڑے سردار تھے۔ اور

---

[1] ابوسفیان: ابوسفیان حضور ﷺ کے ہم عمر اور انکے ہم جولی تھے دونوں ایک زمانہ میں پیدا ہوئے تھے اور ایک ہی خاندان میں انکی نشو و نما ہوئی وہ حضور ﷺ کے قریبی عزیز بھی تھے انکے والد حارث اور رسول اللہ ﷺ کے والد عبداللہ ایک ہی صلب یعنی عبد المطلب سے تھے مزید برآں یہ کہ وہ آپ ﷺ کے رضاعی بھائی بھی تھے سیدہ حلیمہ سعدیہ نے ان دونوں کو ایک ہی وقت میں دودھ پلایا تھا ان تعلقات کے . . . .

چلا جاؤں اور اخنس نے بھی یہی سوچا ہر ایک یہ سوچ رہا ہے کہ میں اکیلا جا رہا ہوں حالانکہ تینوں پہونچ گئے پھر پوری رات قرآن پاک سنتے رہے دوسری صبح کو پھر ملاقات ہوئی ایک دوسرے پر خوب برسے، ایک دوسرے کو لعنت ملامت کی لیکن کہا کہ چلو بھائی! آج غلطی ہوگئی اب پختہ ارادہ کر لیتے ہیں کہ اب نہیں جائینگے. چنانچہ تیسری رات قرآن سننے کے لطف اور مزے نے انہیں بے چین کر دیا اب انکو یقین تھا کہ آج تو پختہ وعدہ ہوا ہے اسلئے کوئی آنے والا نہیں ہے ہر ایک نے سوچا کہ میں اکیلا جا رہا ہوں اور پھر تینوں پہونچ گئے. تیسری رات بھی قرآن پاک سنا اب جب تیسری صبح کو ملے تو ایک دوسرے کا منہ تکتے رہے کوئی بولنے کو تیار نہیں کہ کیا ہوا چپ چاپ اپنے اپنے گھر چلے گئے اور صبح ہی صبح اخنس بن شریق اپنی لاٹھی لے کر پہلے ابو جہل کے پاس گیا اور کہا کہ سچ سچ بتلاؤ کہ تمہارا کیا خیال ہے انکے متعلق اور انکے قرآن کے متعلق؟ ابو جہل نے کہا کہ دیکھو سچی بات یہ ہے کہ انکا اور ہمارے خاندان کا پہلے سے مقابلہ رہا ہے (یہ سب جتنے قریش کے قبیلے تھے وہ سب بیت اللہ کے خدام تھے. اس زمانہ میں بیت اللہ کی خدمت کے بڑے بڑے عہدے اور منصب تھے اور بہت بڑا اعزاز اسکو سمجھا جاتا تھا. کوئی کعبۃ اللہ میں پانی پلانے کی خدمت انجام دیتا، کوئی حاجیوں کو کھانا کھلانے کی، کسی کے پاس کعبۃ اللہ کی چابی ہوتی، ہر ایک کے الگ الگ عہدے تھے) تو کہا کہ ہمارا اور انکے خاندان کا ہمیشہ اچھی باتوں میں مقابلہ رہا کبھی یہ غالب ہوتے ہیں اور کبھی ہم غالب ہوتے ہیں اب انکے خاندان میں (بنو ہاشم میں) یہ نبی پیدا ہوئے یہ کہتے ہیں کہ مجھ پر وحی آتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں سے قرآن اترتا ہے تو دیکھو ابو جہل کو بھی یقین ہے کہ نبی تو ہے اور اللہ ہی کی طرف سے نبی تو آیا کرتا ہے. ابو جہل نے اخنس کو کہا کہ اب چونکہ انکے خاندان میں یہ نبی ظاہر ہوئے اور ان پر وحی آتی ہے، قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اب

ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ ہم کوئی بناوٹی نبی بنا کر پیش کر دیں اور اگر بنا بھینگے تو بھی اس پر ایسا کلام اترنے والا نہیں ہے اسلئے ہم نے سوچ لیا کہ اب کچھ بھی ہو جائے انکی بات نہیں ماننی نہیں ہے ہمیں تو انکی مخالفت کرتے رہنا ہے مان تو لیا کہ یہ نبی ہیں اور ان پر جو وحی آتی ہے وہ اللہ تعالی کی طرف سے ہے لیکن تکبر، بڑائی اور اپنی قوم کی غیرت نے انہیں ایمان سے روکے رکھا! اسکے بعد اخنس بن شریق ابوسفیان کے پاس گیا اور کہا کہ تمہارا کیا خیال ہے؟ ابوسفیان نے کہا کہ دیکھو بات یہ ہے کہ یہ بالکل سچے نبی ہے ان پر کلام بھی اللہ کی طرف سے اترتا ہے لیکن کیا کریں ہم مانیں گے تو ہماری سرداری چلی جائیگی، ہمارا عہدہ اور منصب ختم ہو جائیگا اسلئے ہم ماننے سے مجبور ہیں (پھر بعد میں اللہ تعالی نے انہیں ہدایت دی اور بعد میں وہ ایمان لے آئے) اخنس بن شریق نے کہا کہ میں بھی یہی کہتا ہوں کہ یہ سچے نبی ہیں اور ایک وقت ایسا ہوگا کہ یہ پورے جزیرۃ العرب پر غالب آجائینگے لیکن وہ بھی ایمان نہیں لایا۔ بہر حال اس واقعہ سے یہ پتلاتا ہے کہ حضور ﷺ جب قرآن پاک کی تلاوت کرتے تھے اور اس تلاوت میں ایسا لطف اور مزہ اور ایسی حلاوت ہوتی تھی کہ مسلمان تو مسلمان، غیر مسلم اور وہ بھی جانی دشمن مست ہو جاتے تھے اور پوری پوری رات قرآن سننے کے اندر چلی جاتی تھی تو ایک مقصد آپ ﷺ کی بعثت کا ہے "تلاوت کلام"۔

آپ ﷺ کی بعثت کا دوسرا مقصد "تزکیہ":

دوسرا مقصد ہے **یزکیھم** کہ حضور ﷺ اسلئے تشریف لائے تاکہ امت کی ظاہری اور باطنی نجاستوں کو دور کرے اور انکو پاک صاف کر دیں ظاہری نجاست تو ہم سب جانتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمیں پاک صاف رہنے کی کتنی تعلیم دی دنیا کے مذاھب میں یا ہمارے معاشرے میں یا مختلف اقوام میں آج کل نظافت کا تو ذرا اہتمام ہو جاتا ہے لیکن طہارت کا

انکے یہاں کوئی تصور نہیں۔

نظافت اور طہارت میں فرق ہے:

نظافت اور طہارت میں تھوڑا فرق ہے نظافت کہتے ہیں ظاہری عیب ناپ کو، اور طہارت تو بدن کے ہر ہر جزء کو پاک صاف رکھنے کا نام ہے اب دیکھئے بہت سے وہ لوگ جو اسلام سے دور ہیں اسلام میں طہارت کی جو تعلیمات ہیں وہ انکو معلوم نہیں ہے ایسے لوگ روز غسل بھی کرینگے، اور روزانہ صاف ستھرا لباس بھی پہنیں گے اور سینٹ بھی چھڑک لینگے لیکن پیشاب پاخانہ کا موقع آیا تو ویسے ہی اعضاء پیشاب کو چھوڑ دیا نہ اسکو دھونے کا نظام ہے اور بڑے استنجاء میں بھی کوئی طہارت کا انتظام نہیں اگر جنابت پیش آگئی تو اس میں بھی ویسے ہی پانی بہالیا کوئی طہارت اور پاکی کا نظام ہی نہیں تو بظاہر سینٹ کی خوشبو آرہی ہے لیکن اندر سے دیکھا جائے تو سب جراثیم سے بھرے ہوئے ہیں یہ طہارت کا نظام اسلام نے دیا کسی مذہب کے اندر نہیں، ہماری حدیث کی کتابوں میں ایک کتاب پڑھائی جاتی ہے "ابوداؤد شریف" بخاری شریف، مسلم شریف اور تیسرے نمبر پر صحت کے اعتبار سے ابوداؤد کا درجہ ہے

حضرت امام ابوداؤد کا فن حدیث میں مقام:

امام ابوداؤد[1] کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کی احادیث کے لئے چن لیا تھا سہل بن عبداللہ تستری[2] بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں یہ ایسے اللہ والے تھے کہ تین دن میں ایک

---

[1] حضرت امام ابوداؤد کے حالات ج ۱ ص ۲۳۵ پر ملاحظہ ہوں۔

[2] شیخ سہل بن عبداللہ تستری قدس سرہ کنیت ابو محمد ہے آپ مرید حضرت شیخ ذوالنون مصری کے تھے بچپن ہی سے آپ صاحب ولایت تھے آپ فرماتے تھے میں تین سال کی عمر میں قیام اللیل کرتا تھا اور چھ سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا بارہ برس کی عمر میں ... سے فراغت پائی آپ بڑے ... اور علم عراقی سے ... میں ... صاحب ... تھے۔

ہی قلم لکھا نا لکھا یا کرتے تھے اتنے بڑے آدمی تھے اور یہ امام ابوداؤد کے زمانہ میں تھے۔ ایک مرتبہ امام ابوداؤد کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت آپ سے مجھے ایک ضروری کام ہے آپ میرا کام کر دینگے؟ حضرت نے فرمایا اگر ممکن ہوگا اور میرے بس میں ہوگا تو کر دونگا تو کہا کہ نہیں آپکو ضرور کرنا پڑیگا کوئی زیادہ بڑا کام نہیں ہے تو کہا کہ بتلاؤ کیا حاجت ہے، کیا کام ہے؟ تو کہا کہ آپ کی زبان مبارک باہر نکالئے۔ امام ابوداؤدؒ نے اپنی زبان باہر نکالی تو سہل بن عبداللہ تستری نے انکی زبان کو چوس لیا اور انکا لعاب نگل گئے اور فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حدیث کو آپکے لئے پیدا کیا اور آپ کو حدیث کے لئے پیدا کیا خُلِقَ الْحَدِیْثُ لَکَ وَخُلِقْتَ لِلْحَدِیْثِ کہ حدیث آپ کے لئے پیدا کی گئی اور آپ حدیث کے لئے پیدا کئے گئے۔ یعنی حضور ﷺ کی احادیث کی خدمت کے لئے گویا اللہ تعالیٰ نے آپکو زندگی عطا کی اسلئے علماء نے لکھا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جیسے حضرت داؤد کے لئے لوہے کو نرم کردیا تھا وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِیْدَ (سورۃ سبا آیت ۱۰) قرآن میں ہے کہ ہم نے داؤد کے لئے لوہے کو نرم کردیا۔ اس لوہے سے وہ جو بنانا چاہتے جیسے آٹے کے گولے سے بچے جو بنانا چاہے بناتے ہیں حضرت داؤد کے ہاتھوں میں لوہا ایسا نرم تھا کہ وہ اس سے تلوار، کوئی چاقو، کوئی زرہ جو چیز بنانی ہوتی وہ اسکو اپنے ہاتھ سے جس سانچے میں ڈھالتے وہ ڈھل جاتا تو اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت امام داؤدؒ کے لئے حدیث کو آسان کردیا تھا گویا رات دن انکا یہی مشغلہ تھا۔ اسلئے امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کی چار لاکھ احادیث میں سے چار ہزار آٹھ سو حدیثیں چن چن کر کے جمع کی اور اپنی اس کتاب سنن ابوداؤد شریف کے اندر میں نے اسکو لکھا چار ہزار آٹھ سو حدیثیں جیسے قرآن پاک میں تیس پارے ہیں ایسے بخاری شریف کے بھی تیس پارے ہے اور ابوداؤد شریف کے اندر بتیس (۳۲) پارے ہیں ان بتیس (۳۲) پاروں میں چار ہزار آٹھ سو حدیثیں انہوں نے جمع کی ان میں سے انہوں نے طہارت کے بیان سے حدیث پاک کو شروع کیا تو جو ابواب ہوتے ہیں بڑا ایک ہیڈنگ (عنوان) ہوتا ہے پھر ہیڈنگ میں بہت سی چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہے۔ تو

ابوداؤد شریف کے اندر فقط پچیس (۲۵) ابواب انہوں نے ایسے قائم کئے جو طہارت پر شامل ہیں ایک باب میں کئی کئی حدیثیں. تو اندازہ لگایے کہ فقط پاکی اور طہارت کے متعلق حضور ﷺ نے کتنی حدیثیں بیان فرمائی ہیں. امام ابوداؤدؒ نے تقریباً پچیس (۲۵) ابواب قائم کئے اور پچیس (۲۵) ابواب میں پچاسوں حدیثیں۔ تو ظاہری طور پر بھی حضور اکرم ﷺ نے پاکی وطہارت کو کتنے اہتمام سے بیان فرمایا کہ بھائی! استنجاء کرو تو ڈھیلا استعمال کرلو. اس زمانہ میں پانی کی کمی تھی. اگر ڈھیلا نہیں ہے تو پانی کا استعمال کرے غسل جنابت پیش آجائے تو غسل کرنا ضروری ہے۔

وضوءظاہری طہارت کا ایک بہترین نظام ہے:

ہر نماز کے موقع پر پانچ مرتبہ ہمیں وضوء کرنا ضروری ہے بغیر وضوء کے نماز صحیح نہیں. دنیا کے کسی مذہب میں دن میں پانچ مرتبہ یہ وضوء والا عمل نہیں پایا جاتا چاہے وہ اپنے طور پر صبح میں دوپہر میں کچھ ہاتھ منہ دھولیوے لیکن یہ جو نظام ہے اور اس نظام میں جو جو فوائد ہیں آج کل ڈاکٹروں نے اور سائنس دانوں نے اس معاملہ میں بڑا ریسرچ کیا ہے کہ وضوء کے ہر ہر رکن میں بلکہ ہر ہر سنت اور مستحب کے اندر بہت سارے فوائد ہیں۔

غیروں کا وضوء سے متاثر ہونے کا ایک واقعہ:

دعوت وتبلیغ کی نسبت سے ایک جماعت فرانس گئی تھی جب وہ ایرپوٹ پر اترے تو اچھا خاصہ ان کا جائزہ لیا گیا کیونکہ وہاں تو برہنگی وعریانیت کے سوا کچھ ہے ہی نہیں پورا لباس جب ہوتا ہے تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ کوئی یہ جن تو اٹھ کر کے نہیں آگیا؟ وہ برہنہ ہی رہتے ہیں. معمولی سے دو چیتھڑے بدن پر ہوتے ہے۔ بہرحال دیکھا کہ بڑے بڑے لمبے جبے ہے سر پر عمامہ بھی ہے اور بڑی داڑھی ہے تو انکو روک لیا گیا اور پہلے انکو بڑی اسپتال میں بھیجا گیا کہ اچھی طرح انکی جانچ کی جاوے کہ یہ کوئی دماغی بیماری میں مبتلا تو نہیں. بہرحال دماغ کے بڑے بڑے

ڈاکٹروں نے انکے دماغ کے ایکسرے (x-ray) کیلئے city screen کروایا جو بھی اس سلسلہ کی تشخیص ہوتی ہے وہ تشخیص کروائی اور دو چار دن انکو ہسپتال میں رکھا لیکن جب وہ اجازت لیتے تو انکو وضوء اور نماز کی اجازت دے دی جاتی، چنانچہ جب وہ پانچ وقت وضوء کرتے تھے تو اپنی گردن پر مسح کرتے تھے۔ نماز میں رکوع کرتے سجدے میں جاتے ، بعد میں ڈاکٹروں نے انکے متعلق یہ رپورٹ دی کہ ویسے ظاہر میں تو ہم کو کچھ مجنون قسم کے لوگ لگ رہے ہیں لیکن حقیقت میں یہ جو دن میں پانچ مرتبہ عمل کرتے ہیں گردن پر پانی کا ٹھنڈا ہاتھ لگاتے ہیں سجدے کے اندر زمین پر اپنا سر ٹیکتے ہیں، کہا کہ جو لوگ اس طرح کرتے ہیں تو ہماری ڈاکٹری لائن سے انکو کبھی دماغ کی اور جنون کی بیماری نہیں ہو سکتی کہ بھائی دن میں اگر اپنے گردن کی رگوں پر ٹھنڈا ہاتھ کوئی لگا لے اور بار بار دماغ، سر کو زمین پر اس طریقہ سے کر سکے تو ہماری ڈاکٹری کی لائن کہتی ہے کہ ایسے آدمی مجنون اور پاگل نہیں ہو سکتے۔ بہر حال انہوں نے یہ رپورٹ پیش کی ہے تو حقیقت یہ ہے کہ ایک تو اس میں ظاہری نظافت بھی ہے اور طہارت تو ہے ہی مگر اسکے ساتھ ساتھ صحت اور تندرستی کے اعتبار سے بھی بہت سارے فوائد ہیں۔

مسواک کرنے کا ایک عظیم فائدہ:

مسواک پر آج کل کتنا ریسرچ کیا گیا کہ مسواک کے متعلق کتنے فوائد حضور ﷺ اپنے بتلا گئے اطباء کہتے ہیں مسواک کا اہتمام کرنے سے بہت سارے امراض دور ہوتے ہیں من جملہ ان فوائد میں سے ہے کہ مسواک کرنے سے منہ صاف ہوتا ہے اور اللہ کی خوشنودی

حدثنی عبدالرحمن بن ابی عتیق قال حدثنی ابی قال سمعت عائشۃ عن النبی ﷺ قال السواک مطہرۃ للفم مرضاۃ للرب (نسائی ج ا ص ۳، ص ۶)

حاصل ہوتی ہے حضرت شیخ زکریاؒ نے فضائل اعمال میں ستر(۷۰) سے زیادہ فائدے مسواک کے لکھے ہیں اور ایک ایسا فائدہ ہے جسکی ہم سب کو ضرورت ہے کہ مرتے وقت کلمۂ طیبہ نصیب ہوتا ہے تو بتلانا یہ ہے کہ حضور ﷺ نے یہ تعلیمات دی. غسل کا حکم دیا[1] جمعہ کے دن خاص طور پر اپنے ناخنوں کو کاٹنا، بغل کے اور زیر ناف کے بال کاٹنا یہاں تک حکم دیا گیا کہ اگر چالیس(۴۰) دن گذر جائیں تو انسان گنہگار ہوگا [2] اور ایسا کرنا اسکے لئے مکروہ تحریمی ہے چالیس ۴۰ دن کے اندر اندر انکی صفائی ہونی چاہئے اب آپ اندازہ لگائیں کہ طہارت اور نظافت کا ایسا انتظام کسی اور مذہب کے اندر ہے؟ ظاہری طور پر بھی حضور ﷺ نے کتنا اہتمام کیا بستر کو صاف کرنے کا حکم دیا [3] اپنے کپڑوں کو صاف کرنے کا حکم دیا قرآن نے حکم دیا وثیابک فطھر اے نبی ﷺ آپ اپنے کپڑوں کو صاف اور پاک رکھئے۔

مسلمان پاکی وصفائی سے کافی دور ہیں:

یہ اور بات ہے کہ آج ہم مسلمان اسلامی تعلیمات سے بہت دور ہیں ہماری بداخلاقی کی وجہ سے عموماً لوگوں کے ذہنوں میں یہ بیٹھا ہوا ہے کہ مسلمان بہت گندے، میلے،

---

[1] عن الزهري عن سالم عن ابيه انه سمع النبي ﷺ يقول من اتى الجمعة فليغتسل (ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۱۱)

[2] عن انس بن مالك قال قال انس وقت لنا في قص الشارب وتقليم الاظفار ونتف الابط وحلق العانة ان لا نترك اكثر من اربعين ليلة (مسلم شریف ج ۱ ص ۱۲۹)

[3] عن ابي هريرة قال قال رسول الله ﷺ اذا اوى احدكم الى فراشه فلينفض فراشه بداخلة ازاره فانه لايدري ما خلفه عليه ثم ليضطجع على شقه الايمن ثم ليقل باسمك ربي وضعت جنبي وبك ارفعه ان امسكت نفسي فارحمها وان ارسلتها فاحفظها بما تحفظ الصالحين من عبادك (ابوداؤد کتاب الادب ص ۶۹۸)

کچیلے ہوتے ہیں اور حقیقت میں ایسا ہے بھی کہ کچھ لوگ اپنے آپ کو اسلامی تعلیمات سے غافل رکھ کر کے نہ اپنے آپ کو صاف ستھرا رکھتے ہیں اور نہ نظافت وطہارت کا اہتمام کرتے ہیں. ورنہ حقیقت یہ ہے کہ یہی طہارت ونظافت ایسی چیز ہے کہ جسکی وجہ سے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے۔

صفائی دیکھ کر اسلام وقبول کرنے کا واقعہ:

میں نے کسی سے یہ بات سنی تھی کہ کسی یورپ کے ملک میں تعلیمی ترقی کے لئے وہاں جاتے ہیں تو ایک کمرہ کے اندر چند اسٹوڈنٹس (students) کرایہ سے رہتے تھے ان میں زیادہ تر تو عیسائی تھے اور ایک مسلم بچہ تھا ایک خادمہ روزانہ انکے کپڑے دھوتی تھی تو جب وہ دوسروں کے کپڑے دھونے کے لئے لے جاتی تو دیکھتی کہ وہ میلے کچیلے ہوتے اور ان میں بدبو بھی بدبو ہوتی لیکن یہ مسلم بچہ جو تھا اس نے اسکے کپڑے میں کبھی بھی کوئی ایسی بدبودار چیز نہیں دیکھی تھوڑا بہت میل کچیل تو ہو جاتا ہے اس نے ایک دن اس سے پوچھا کہ کیا بات ہے کہ کبھی آپکے کپڑوں میں بدبو محسوس نہیں ہوتی ہیں صاف ستھرے ہی نظر آتے ہیں؟ اس نے کہا کہ میں مسلمان ہوں اور ہمارا اسلام ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ پیشاب پاخانہ کے بعد استنجاء کرے، وضوء کرے اور غسل کی حاجت ہو تو غسل کرلیوے. اس وجہ سے میرے کپڑوں میں اس قسم کی بدبو نہیں ہوتی ہے. تو اس خادمہ نے اسکی اس طہارت اور نظافت سے متأثر ہو کر اسلام قبول کرلیا کہ اسلام اتنا پاکیزہ مذہب ہے اسکی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے ایمان کی دولت سے مالا مال فرمایا تو حضور ﷺ کی بعثت کا یہ مقصد ہے "تزکیہ" ظاہری طور پر بھی اور باطنی طور پر بھی. باطن سے مراد دل ہے اس لئے انسان کے دل میں بھی بہت سی بیماریاں ہوتی ہیں۔

ظاہری صفائی کے ساتھ باطنی صفائی بھی ضروری ہے:

عام طور پر ہم اسکو ضروری سمجھ لیتے ہیں کہ ہم نے نماز پڑھ لی، زکوۃ دیدی ہمارا ایمان کامل ہوگیا حالانکہ ابھی دل کے اندر بہت سی بیماریاں بھری ہوئی ہیں کہ کوئی آدمی کسی سے میٹھی میٹھی باتیں کر لے تو یہ اچھے اخلاق والا کہلانے کے لائق؟ یہ تو ظاہر میں اچھا بولتا ہے لیکن اخلاق کا تعلق اصل میں دل سے ہوتا ہے۔

تکبر ایک باطنی بہت بڑا مرض ہے:

چنانچہ دل کے اندر جو بیماریاں ہیں ان میں سے ایک بڑا مرض ہے تکبر اور بڑائی. بہت ساری چیزیں ہم میں ایسی ہوتی ہیں جسکی وجہ سے ہم اپنے آپکو بہت اونچا اور اعلیٰ سمجھتے ہیں اور دوسروں کو حقیر جانتے ہیں اور انکو گری ہوئی نظروں سے دیکھتے ہیں تو نتیجۃً ان کے ساتھ برا سلوک کرینگے، ظلم کرینگے، انکے حقوق کی پامالی کرینگے کیوں کہ ہمارے دل میں تو یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ ہم تو بہت اعلیٰ قسم کے لوگ ہیں۔

تکبر ہی نے شیطان کو ہمیشہ کے لئے ملعون کیا:

یہ تکبر اور بڑائی اتنی خطرناک بیماری ہے کہ اسی نے شیطان کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے دربار سے نکلوا دیا حالانکہ ایک وقت ایسا تھا کہ یہی شیطان فرشتوں کا بھی معلم تھا معلم الملائکہ تھا. اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدمؑ کا پتلا بنایا اس میں روح پھونک دی اور فرشتوں کو حکم دیا کہ انکے سامنے سجدہ کرو. (یہاں سجدہ سے مراد سجدۂ تعظیمی ہے یعنی انکی تعظیم بجالانا ہے. سجدہ تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو جائز نہیں ہے اسلئے یہاں مراد سجدۂ تعظیم ہے) سارے فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کا حکم مان لیا اَبیٰ وَاستَکبَرَ وَکانَ من الکافرین (سورۃ البقرۃ آیت ۳۴) لیکن

شیطان نے انکار کیا اور تکبر کیا اور ہمیشہ کے لئے کافروں میں سے ہو گیا اس نے اللہ کے سامنے کہا خلقتنی من نار و خلقتہ من طین (سورۃ ص آیت ۷۶) کہ اے اللہ! تو نے تو مجھے آگ سے بنایا اور حضرت آدم کو مٹی سے بنایا مٹی تو ذلیل چیز ہے اور آگ کے اندر بڑائی ہے کہ وہ اوپر کی طرف اٹھتی ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اعلی اور برتر ہوں اور اسکے سامنے سجدہ کروں؟ میں تو سجدہ نہیں کر سکتا اللہ تبارک و تعالی نے اسے دربار سے نکال دیا۔ تو تکبر ایسی خراب چیز ہے اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور دوسروں کو حقیر سمجھنا۔ بہت بری چیز ہے اسکی وجہ سے انسان اللہ تعالی کی نظر سے گر جاتا ہے دنیا میں چاہے تکبر کی وجہ سے تھوڑے دن اپنی حکومت چلالے اور کچھ اپنے کام کاج کروالے لیکن اللہ تعالی کو یہ چیز پسند نہیں ہے۔ حضرت سفیان ثوری[1] بہت بڑے تابعی گذرے ہیں اور کتنی حدیثیں انہوں نے نقل کی ہیں ایک مرتبہ چند دن انکی تہجد چھوٹ گئی تو بہت افسوس ہوا کہ میری تہجد کبھی نہیں چھوٹی تھی اور چند دن تہجد کیسے چھوٹ گئی تو انہوں نے اللہ تعالی سے دعا کی کہ اے اللہ! یہ تکلیف مجھے کیوں پیش آئی کہ تہجد کے لئے آنکھ نہیں کھل رہی ہے آج تو ہم سے فرض بھی چھوٹ جاتی ہے تو بھی دعا نہیں کرتے کہ اے اللہ! تو توفیق دے اور میرا جو گناہ ہو گیا وہ معاف کر دے کہ فرض نماز مجھ سے چھوٹ رہی ہے اور وہاں یہ حال ہے کہ دو تین تہجد چھوٹ گئی تو اللہ کے سامنے رو رہے ہیں کہ یا اللہ! مجھ سے کیا گناہ ہو گیا کہ میری تہجد چھوٹ گئی تو اللہ تعالی نے انکے دل میں یہ القاء کیا کہ ایک آدمی اللہ تعالی سے دعاء کر رہا تھا تو تو نے اسکے متعلق بدگمانی کی، اور اسکو حقیر جانا اور تیرے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ تو ریا کار ہے دوسروں کو دکھلاوے کے لئے دعاء کر رہا ہے گویا تو نے میرے ایک بندے کو حقارت والی نگاہوں سے دیکھا اور یہ سوچا کہ یہ تو ریا کار ہے اسکی وجہ

---

[1] حضرت سفیان ثوری کے حالات ج ا ص ۸۷ پر ملاحظہ ہوں۔

سے میں نے تہجد کی نعمت چھین لی پھر بہت روئے اور معافی مانگی کہ اے اللہ! معاف کر دے مجھ سے گناہ ہو گیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے تہجد کے لئے توفیق عطا فرمائی لیکن آج ہمارے دلوں میں اپنے مال و دولت پر، اپنے عہدے و منصب پر، اور کچھ طاقت و قوت کی بنیاد پر، یا علم و ہنر کی بنیاد پر ہم سمجھتے ہیں کہ ہم بہت اونچے ہیں اور یہ سارے حقیر و ذلیل ہیں ایک بات ذہن میں رکھئے کہ انسان اپنے آپکو افضل سمجھے اور دوسروں کو حقیر جانے یہ تو حرام ہے اور ایک ہے کہ اپنے کو باکمال سمجھے اور دوسروں کو بے کمال سمجھے اسکی اجازت ہے ایک مثال سے سمجھئے کہ ایک ڈاکٹر ہے جو M.D ہے اور ایک ڈاکٹر M.B.B.S ہے تو M.D والا یہ خیال کرے کہ میری ڈگری اونچی ہے اسکے مقابلہ میں تو اسکے لئے کوئی گناہ نہیں حقیقت بھی یہی ہے کہ اسکا درجہ زیادہ ہے اور M.B.B.S کا درجہ اس سے کم ہے لیکن M.D ڈاکٹر اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے اس M.B.B.S ڈاکٹر کے ساتھ برا سلوک کرے اسے حقیر نگاہوں سے دیکھے یہ اسکے لئے جائز نہیں ہے ایک آدمی ہے جسکو افتاء میں مہارت حاصل ہے وہ مفتی ہے اور ایک فقط عالم ہے تو یہ مفتی کے لئے یہ تو جائز نہیں ہے کہ کسی عالم کو حقیر نگاہوں سے دیکھے لیکن اسکو جو اللہ نے علم دیا اور مہارت دی اس بنیاد پر یہ کہہ سکتا ہے کہ فتویٰ دینے کا کام میرا ہے آپکا کام نہیں ہے لیکن اسکو حقیر جاننا اور اپنے کو بڑا جاننا یہ درست نہیں ہے تو بتلانا یہ ہے کہ تکبر بہت بری چیز ہے۔

حضرت حسن بصریؒ کا ایک واقعہ:

حضرت حسن بصریؒ[1] بہت بڑے زاہد و بزرگ گذرے ہیں ایک مرتبہ دریا کے کنارے سے جا رہے تھے تو دیکھا ایک حبشی بیٹھا ہوا ہے اور اسکے پاس صراحی ہے پہلے زمانہ میں صراحی

---

[1] حضرت حسن بصریؒ کے حالات ج ۲ ص ۴ پر ملاحظہ ہو۔

ہوئی تھی جس میں پانی ٹھنڈا ہوتا تھا اور ایک عورت اسکے پاس بیٹھی ہوئی تھی اس دل میں خیال آیا اور اسے ذرا حقیر سمجھا دیکھئے اللہ والے اپنے آپ کو سب سے برا مانتے ہیں، ہر ایک کو اپنے سے افضل سمجھتے ہیں۔ اہل اللہ کی یہ خاصیت ہوتی ہے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کو اپنے سے افضل سمجھتے ہیں کہ یہ مجھ سے اچھا ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی فرماتے تھے کہ میں اس وقت بھی ہر مسلمان کو اپنے سے افضل اور اعلیٰ سمجھتا ہوں یہ وہ شخصیت ہے جنہوں نے دین کی نسبت سے ایک ہزار کتابیں لکھی ہے تم تو انکے نام بھی معلوم نہیں ہے اتنی زبردست کتابیں انہوں نے لکھی ہیں اور کوئی لمحہ ان کا یہ نہیں گذرتا تھا کہ دین کے کام میں صرف نہ ہو پھر بھی کہتے تھے کہ میں ہر مسلمان کو اپنے سے افضل سمجھتا ہوں اللہ کے یہاں کس کی کیا ادا پسند آجائے ہمیں کیا معلوم؟ بڑوں کی پکڑ ہوجاوے اور چھوٹوں کی بخشش ہوجاوے اسکو کوئی پوچھنے والا نہیں تو حضرت حسن بصریؒ نے اسکے متعلق دل میں سوچا کہ دیسے میں چاہے بہت برا ہوں لیکن اس سے تو اچھا ہی ہوں اللہ تعالیٰ دلوں کے حال کو جاننے والا ہے کہ اس نے میرے بندے کو حقیر جانا اور یہ سوچا کہ میں اس سے تو اچھا ہوں کیونکہ اسکی صراحی میں شراب ہے اور ایک عورت کے ساتھ بیٹھا ہے یہ اسکے دل میں بدگمانی آئی تھوڑی دیر میں کشتی آئی اور اس میں دس آدمی بیٹھے ہوئے تھے اور موجوں کے اندر وہ کشتی الٹ گئی اور نو آدمی غرق ہونے لگے یہ حبشی کودا اور انکو بچا کر کنارے پر لے آیا اور حضرت حسن بصریؒ سے کہا کہ اگر تو مجھ سے اچھا ہے تو ایک کو بچا کر بتلا دے اور کہا کہ سن لے! کہ اس صراحی میں پانی ہے اور یہ عورت میری ماں ہے اللہ تعالیٰ نے اسکے دل میں یہ بات ڈالدی کہ حضرت حسن بصریؒ نے تمہیں حقیر جانا ہے اور اسکی کرامت بتادی کہ دیکھ میں نے نو ۹ کو بچایا تو ایک کو بھی بچا نہیں سکتا۔

تکبر کو دور کرنے کا نبوی علاج:

تو بتاتا یہ ہے کہ یہ تکبر بہت بری چیز ہے اسی لئے حضورﷺ نے تکبر کو دور کرنے کے علاج بتائے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوذر غفاریؓ[1] کی حدیث میں ہے ان سے بہت سی حدیثیں مروی ہیں کہتے ہیں کہ میں حضورﷺ کی خدمت میں پہونچا تو حضورﷺ نے مجھے حکم دیا" اَمَرَنِیْ خَلِیْلِیْ بِسَبْعٍ " کہ میرے خلیل نے مجھے سات چیزوں کا حکم دیا " اَمَرَنِیْ بِحُبِّ الْمَسَاکِیْنِ وَالدُّنُوِّ مِنْہُ" کہ مجھے حضورﷺ نے مسکینوں سے محبت کرنے اور ان سے قریب رہنے کا حکم دیا[2] (مسکین یعنی جسکے دل میں مسکنت اور عاجزی ہو، تواضع ہو، بڑائی اور تکبر نہ ہو) حضورﷺ نے فرمایا کہ ان سے محبت رکھو اور ان سے قریب رہو اسلئے کہ انسان جیسے ماحول میں رہتا ہے ویسا اثر ہوتا ہے اگر برے لوگوں کے ساتھ، ظالم اور متکبرین کے ساتھ رہیگا تو انہیں کا اثر انسان کے دل میں آئیگا۔ اور اگر اچھے اور نیک صالح لوگوں کی صحبت میں رہیگا تو انکا اثر آئیگا۔

جانوروں کی خصلتیں بھی انسان میں آتی ہے:

انسان ہی نہیں بلکہ جانوروں کی خصلتیں بھی انسان میں آتی ہے اسلام کے اندر یہ جو درندے ہیں کتا، شیر، چیتا پھاڑ کھانے والے جانور انکا گوشت حرام قرار دیا اسکی وجہ علماء نے یہی لکھی ہے ویسے بھی اگر انسان انکا گوشت نہیں کھاتا ہے تب بھی بعض انسان ظلم وستم

---

[1] حضرت ابوذر غفاریؓ کے حالات ج اص ۱۱۴ پر ملاحظہ ہو۔

[2] عن ابی ذر قال اوصانی خلیلی ان انظر الی من ھو اسفل منی ولا انظر الی من ھو فوقی وان احب المساکین وان ادنو منھم وان اصل رحمی وان قطعونی جفونی وان اقول الحق وان کان مرا ولا اخاف فی اللہ لومۃ لائم وان لا اسال احدا شیئا وان استکثر من لاحول ولا قوۃ الا باللہ فانھا من کنز الجنۃ (کنز العمال ج ۱٦ ص ۱۰۲)

میں درندوں سے بھی بڑھ جاتے ہیں تو اگر انکا گوشت کھائینگے تو درندوں والی صفات پھاڑ کھانے کی دشمنی وعداوت کی اور ضد کی انسان میں پیدا ہوگی اسلئے اسلام نے اسے حرام قرار دیا یہی نہیں بلکہ ایک حدیث میں تو حضور ﷺ نے چیتے کے چمڑے پر بیٹھنے سے بھی منع کیا ہے[1] کیونکہ قالین کی جگہ بچھا کر اس پر بیٹھنا اسکی وجہ بھی یہی لکھی ہے کہ اس چمڑے کا اثر بھی انسان کے اندر آئیگا۔

بکری میں بھی تواضع ہے اسلئے انبیاء سے بھی بکریاں چروائی گئی:

اسکے برعکس بکریوں کے چرانے کی انبیاء کو مشق کرائی گئی بکری ایک مسکین جانور ہے، تواضع والا جانور ہے۔

حضرت موسیٰ[2] کا بکریاں چرانے کا واقعہ:

حضرت موسیٰ نے بھی بکریاں چرائی حضرت موسیٰ مصر سے مدین کی طرف چلے گئے تھے کیونکہ فرعون نے انکے قتل کا وارنٹ جاری کیا تھا وہاں پہنچے تو ایک کنویں پر حضرت شعیب کی دو لڑکیاں اپنی بکریوں کے ساتھ پانی کیلئے رکی ہوئی تھیں حضرت موسیٰ اکیلے پہنچے نہ وہاں ان کا کوئی رشتہ دار اور نہ کوئی پہچان والا دعا کی کہ اے اللہ! جو بھی فیصلہ تو میرے حق میں

---

۱ عن معاویۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لا ترکبوا الخز ولا النمار (ابوداؤد شریف کتاب اللباس ص ۵۶۷ ش)

۲ حضرت موسیٰ جلیل القدر نبی ہیں حق تعالیٰ نے ان سے کئی مرتبہ کلام فرمایا بنی اسرائیل کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے حضرت ہارون آپ کے بڑے بھائی تھے آپ کی دعا سے انکو نبوت ملی آپ کی زبان میں لکنت تھی حضرت موسیٰ کی زبان پر اثر تھا آپ نے رب سے کہا میری زبان کی گرہ کھول دے اور ہارون کو میرا وزیر بنا دے وہ مجھ سے زیادہ فصیح ہیں (مدارک التنزیل ص ۲۲۳) اس شخص کا نام حضرت شعیب تھا جن سے حضرت موسیٰ نے ملاقات کی (مدارک التنزیل ص ۲۲۳)

فرمائیں میں اسکا محتاج ہوں. حضرت موسیٰ انکے قریب گئے اور پوچھا کہ تم دونوں یہاں کیوں کھڑی ہو؟ پانی کیوں نہیں پلا رہی ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم دونوں لڑکیاں ہیں (اور یہ دونوں ایک نبی کی لڑکیاں تھی اور اس زمانہ میں عورتوں میں حیاء و شرم خاص طور پر تھی) تو کہا کہ ہم اس وقت تک پانی نہیں پلاتے جب تک یہ قافلہ پانی پلا کر فارغ نہ ہو جائے اور وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ (سورۃ القصص آیت ۲۳) کہ ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں. حضرت موسیٰ نے سوچا کہ انکی مدد کرنی چاہئے ابھی تک حضرت موسیٰ کو نبوت نہیں ملی تھی اور وحی نہیں آئی تھی. قریب میں ایک کنواں تھا اس پر بہت بڑا پتھر رکھا ہوا تھا جسکو دس بیس آدمی بھی مل کر نہیں اٹھا سکتے تھے حضرت موسیٰ نے پوچھا کیا یہ بھی کنواں ہے اور اس میں بھی پانی ہے؟ کہا کہ ہاں یہ کنواں ہے اور اس میں بھی پانی ہے حضرت موسیٰ نے وہ بڑا پتھر اور بسہل اٹھا کر پھینک دیا اور پانی کھینچ کر انکی بکریوں کو پلایا. آج یہ اپنے گھر پہنچیں تو وقت سے پہلے پہنچ گئی. حضرت شعیب نے پوچھا کہ بیٹا! آج کیوں جلدی آگئی ہو؟ حضرت شعیب کی ان بیٹیوں نے کہا کہ ابا جان ایک نوجوان مسافر آگیا اس نے ہماری مدد کی اور اس پتھر کو ہٹا کر ہماری بکریوں کو پانی پلا دیا حضرت شعیب نے فرمایا ایک نوجوان مسافر ہے بے سہارا ہے تم نے ایسے ہی چھوڑ دیا جاؤ ان

۱؎ حضرت شعیب: حضرت موسیٰ کے خسر تھے حضرت موسیٰ نے نبوت سے پہلے مصر سے روپوش ہو کر آپ ہی کے گھر میں پناہ لی تھی اور آپکی صاحبزادی سے نکاح کیا تھا جسکا مفصل واقعہ قرآن کریم نے سورۃ القصص میں بیان فرمایا ہے۔ حضرت شعیب جس قوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے قرآن میں کہیں مدین اور کہیں اصحاب الایکہ کہا گیا ہے بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ یہ دونوں الگ الگ قومیں تھی اور آپ مدین والوں پھر اصحاب الایکہ کی طرف مبعوث ہوئے حضرت سید سلیمان کی تحقیق یہی ہے اور انکا رجحان اسی طرف ہے کہ مدین اردن کی حدود میں واقع ہے اور ایک چھوٹے گاؤں کا نام ہے اور بعض مفسرین کی رائے ہے کہ یہ ایک ہی قوم کے دونوں نام ہیں مدین اس قوم کا نسبی نام ہے کیونکہ مدین حضرت ابراہیم کے ایک صاحبزادے تھے اور یہ قوم انہی کی نسل سے تھی اور اصحاب الایکہ (بن والے) انکا جغرافی نام تھا یہ لوگ جس جگہ آباد تھے وہاں نہایت گھنا جنگل تھا اسی لئے انکو اصحاب الایکہ کہتے تھے

کو بلا کر کے لاؤ تا کہ ہم ان کو کچھ بدلہ دے دیں انکی دعوت کریں، انکو کھانا کھلا دیں دیکھو کیسی حیا بھی اس زمانہ میں قرآن نے عجیب انکا واقعہ ذکر کیا ہے جب وہ ایک بچی حضرت موسیٰ کو بلانے کے لئے آئی تو حضرت موسیٰ کے سامنے آ کر اپنی نگاہوں کو نیچے جھکاتے ہوئے کہتی ہے اِنَّ اَبِیۡ یَدۡعُوۡکَ لِیَجۡزِیَکَ اَجۡرَ مَا سَقَیۡتَ لَنَا (سورۃ القصص آیت ۲۵) میرے والد آپکو بلا رہے ہیں میں بلانے نہیں آئی میرا آپ سے کوئی تعلق نہیں ہے آپ بھی نوجوان، میں بھی نوجوان قرآن نے حیاء کو بتلایا کہ اس نے جو الفاظ کہے اس سے بھی حیا ٹپک رہی ہے کہ دیکھو بھائی میرے والد آپکو بلا رہے ہیں میں آپکی طرف مائل ہو کر نہیں آئی اسلئے بلا رہے ہیں تا کہ آپ نے ہماری بکریوں کو جو پانی پلایا اسکا کچھ معاوضہ دیدیں۔ حضرت موسیٰ نے چونکہ اللہ سے دعاء کی تھی کہ اجنبی مقام اور جگہ میں ہوں جو بھی میرے حق میں فیصلہ ہوا اے اللہ میں قبول کروں گا اسلئے سوچا اللہ کی طرف سے میری مدد ہے اس بچی کے ساتھ چلے گئے اور بھی زیادہ حیا یہاں کی گئی اب دیکھا کہ بھائی یہ بھی نوجوان بچی، میں بھی نوجوان، اسلئے حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ میں آگے آگے چلوں گا تا کہ میری نظر تم پر نہ پڑے اور تم میرے پیچھے پیچھے چلتی رہو اگر کہیں راستہ بتلانے کی ضرورت ہو ادھر ادھر راستہ پر موڑ آجاوے تو اس طرف ایک کنکر پھینک دینا میں سمجھ جاؤں گا کہ اس طرف مجھے مڑنا ہے۔

نبی نبوت ملنے سے پہلے بھی گناہوں سے محفوظ ہوتا ہے:

چونکہ یہ بھی نبی ہونے والے تھے حضرات انبیاء کے متعلق ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ نبی نبوت ملنے سے پہلے بھی ہر گناہ سے محفوظ ہوتا ہے چھوٹا ہو یا بڑا۔ اور نبوت ملنے کے بعد تو ظاہر ہے کوئی گناہ ان سے ہو ہی نہیں سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ دیکھو رسول اللہ ﷺ نے جب اہل مکہ کے سامنے نبوت کا دعویٰ کیا تو اہل مکہ آپکے جانی دشمن بن گئے لیکن اسکے باوجود نبی ﷺ پر کوئی

تہمت نہیں لگا سکے۔ یہ نہیں کہا کہ بھائی کیوں بہت باتیں کرتے ہو ہمارے ان بتوں کے لڈو حلوے تو تم پہلے بہت کھاتے تھے اور اب ہم کو منع کر رہے ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے کبھی کسی بت کے سامنے سر نہیں جھکایا اور ان کے اوپر چڑھاوے کا ایک دانہ لقمہ اپنے پیٹ میں نہیں ڈالا ورنہ اگر ایک لڈو بھی کھا لیتے تو وہ کہتے کہ بھائی تم تو بہت پیٹ بھر بھر کے کھاتے تھے اور اب منع کرتے ہو۔

آپ ﷺ کے بچپن کا ایک واقعہ:

اللہ کے رسول ﷺ کے متعلق کتابوں میں لکھا ہے کہ بیت اللہ کی تعمیر ہو رہی تھی اس وقت آپ ﷺ چھوٹے تھے چھوٹی عمر کے تھے بیت اللہ کی تعمیر ہو رہی تھی تو قریش اینٹ اور پتھر اور گارا لا لا کر کے ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے حضور اکرم ﷺ بھی اپنے دادا اور چچا کے ساتھ بیت اللہ کی تعمیر میں شریک تھے اتفاق سے ایک چھوٹی سی لنگی آپ ﷺ نے باندھی ہوئی تھی جو گھٹنوں سے بھی بہت نیچی تھی اتفاق ایسا ہوا کہ پتھر اٹھانے میں حضور اکرم ﷺ کی لنگی چھوٹ گئی حالانکہ آپ تو بچے تھے اور آپکا ستر کھل گیا چنانچہ یہ واقعہ ہوتے ہی حضور ﷺ پر بے ہوشی طاری ہو گئی گویا اس معمولی سے ستر کھلنے کو بچپن میں بھی آپ ﷺ نے گوارا نہیں کیا کہ بھائی یہ کام مجھ سے کیا ہو گیا کہ میرا ستر کھل گیا پھر جلدی سے آپکو ہوش آیا اور اپنا کپڑا آپ نے باندھ لیا تو بتلانا یہ ہے کہ حیاء یہ سارے انبیاء میں زمانہ طفولیت اور بچپن سے رہتی ہے اور سارے انبیاء ہر چھوٹے بڑے گناہ سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں) تو حضرت موسیٰ گھر پہ پہنچے حضرت شعیبؑ سے پوری بات بیان کی کہ میں یہاں اکیلا آدمی ہوں فرعون کے ڈر سے یہاں آ گیا ہوں حضرت شعیبؑ نے بہر حال ان سے گفت وشنید کی کھانا کھلایا بعد میں انکی ایک لڑکی نے حضرت شعیبؑ کو یہ مشورہ دیا کہ ابا جان! اگر آپ اپنے گھر پر مزدور رکھ لیجئے کام

کاج کے لئے رکھ لیجئے۔ کیوں؟ خاص دو صفت جتلائی جب والد نے پوچھا کیوں؟ کہا مزدور کے اندر خادم کے اندر دو خوبیاں ہونی چاہئے ایک تو وہ مضبوط اور طاقت ور ہو تاکہ سب کام انجام دے سکے، دوسرا امانت دار ہو جو کام اسے سپرد کیا جائے اس میں کوئی خیانت نہ ہو. حضرت شعیبؑ نے بچی سے پوچھا کہ آخر تو نے کونسی طاقت دیکھ لی ہے اور کونسی امانت تو نے انکی دیکھی ہے؟ بچی نے واقعہ سنایا کہ ایک تو وہی کہ دس آدمی مل کر کے بھی اس پتھر کو اٹھا نہیں سکتے تھے اس اکیلے نے اٹھا کر پھینک دیا اور ہماری بکریوں کو پانی پلایا اس سے معلوم ہوا بہت مضبوط طاقت ور ہے اور امانت کا یہ حال ہم نے دیکھا کہ میں جب بلانے گئی تو انہوں نے میری طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا بلکہ کہا کہ میں آگے آگے چلوں گا اور تم میرے پیچھے پیچھے چلو راستے کا موڑ آئے اس طرف کنکری مار دینا اس سے معلوم ہوا کہ انکی نظر میں اتنی پاکی ہے، حیاء اور شرم ہے اس سے زیادہ امانت دار کون ہو سکتا ہے؟ حضرت شعیبؑ نے کہا بہت اچھا۔ حضرت شعیبؑ نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا کہ کیا آپ اس بات پر راضی ہے کہ اِنّیٓ اُنۡکِحَکَ اِحۡدَی ابۡنَتَیَّ ھٰتَیۡنِ عَلٰٓی اَنۡ تَاۡجُرَنِیۡ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ کہ میں اپنی ایک بیٹی کا نکاح تم سے کروانا چاہتا ہوں اب انہوں نے مزدوری کو ختم کر دیا کہ بھائی اتنا امین ہے تو ایسا داماد کہاں ملے گا پس میں چاہتا ہوں کہ اپنی ایک لڑکی کا نکاح کروادوں لیکن اس شرط کے اوپر کہ مہر کے اندر آٹھ سال تک میرے یہاں بکریاں چرانی پڑینگی اور اگر دس سال پورے کر دو تو یہ تمہاری طرف سے احسان ہوگا۔ حضرت موسیٰ تو بے سہارا تھے اسلئے قبول کر لیا کہ ٹھیک ہے میں آٹھ سال تک آپکی بکریاں چراؤں گا۔ بس مجھے تو یہ عرض کرنا ہے کہ حضرت موسیٰ کو بھی اللہ تعالیٰ نے بکریاں چرانے کے لئے مامور کیا تھا وہ تو بڑے جلالی تھے اور بکریاں مسکین جانور ہوتی ہے اور نبی کی طبیعت میں بھی تواضع، مسکنت اور شفقت و رحمت آئی

دوسری بات یہ کہ جب پتہ نہیں ہے تو اپنی ضرورت کے لئے مانگنا چاہئے تو وہ کسی سے مانگتے بھی نہیں ہے جس میں پتہ نہیں ہے اسکے باوجود کسی سے مانگتا نہیں ہے کہ چھوڑ زبان سے نہ مانگے کم از کم اشارے سے یا کنایہ سے یا کچھ ایسے اپنے حال کو ظاہر کر دے کہ میں غریب ہوں۔ مسکین ہوں نہیں بلکہ اسکی پیشانی سے بھی کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں ضرورت مند ہوں اتنا خوش باش رہے کہ لوگ سمجھیں کہ یہ تو بہت خوش حال ہے حالانکہ اسکے پاس پیسہ بھی نہیں لیکن کسی سے مانگتا بھی نہیں مطلب یہ کہ اسکا تعلق اللہ سے اتنا مضبوط ہے اور اتنا توکل ہے کہ میری سب ضرورتیں اللہ پوری کرنے والا ہے کسی سے پوچھے مانگتا نہیں ہے اور نہ کسی کے سامنے اپنے حال کو ظاہر کرتا ہے فرماتے ہیں یہ حقیقی مسکین ہے تو اس حدیث کا خلاصہ کلام یہ ہوا کہ حضور ﷺ نے ایسے مسکینوں سے محبت کرنے کا حکم دیا ظاہر بات ہے ایسے لوگوں کی محبت میں آدمی رہیگا تو دل میں جو بڑائی کا مرض اور بیماری ہے وہ دور ہوگی اور وہ بھی اپنے کو کمزور سمجھے گا تو حضور ﷺ نے یہ علاج بتلایا۔

"تواضع" عباد الرحمن کی صفت ہے:

اسی طرح قرآن پاک میں ایسے لوگ جو تکبر کرنے والے ہیں انکی برائی بیان کی گئی ہے اور رحمن کے خاص بندوں کی صفت ہی یہ بتلائی کہ ان میں تواضع ہوتی ہے سورۂ فرقان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا [illegible]

کہ رحمن کے بندے وہ ہوتے ہیں جو زمین پر چلتے ہیں تو بہت تواضع اور عاجزی سے چلتے ہیں جو اکڑ کر اور سینہ تان کر اور اپنے آپکو پہلوان بتلاتے ہوئے نہیں چلتے وہ جب چلتے ہیں تو نگاہیں جھکی ہوئی ہیں اسکے چلنے سے پتہ لگتا ہے کہ یہ کتنی عاجزی والا آدمی ہے اسکی چال میں

بھی تواضع اور عاجزی آجاتی ہے اور یہ تو انکا خود کا معاملہ ہے کہ جب چلتے ہیں تو تواضع اور عاجزی کے ساتھ، تکبر اور بڑائی کے ساتھ نہیں۔ اصل میں یہ ہے کہ انکے دل میں تواضع ہے اسکا اثر انکی چال پر آرہا ہے دل میں جو ہوتا ہے اسکی زبان اور اسکے ظاہر پر اسکا اثر ہوتا ہے ایک آدمی غمگین ہوتا ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ اسکا چہرہ بڑا غمگین ہوتا ہے پوچھتے ہیں کہ کیا بات ہے آج آپکا چہرہ مرجھایا ہوا ہے حالانکہ اس نے کچھ کہا نہیں لیکن دل میں جو غم ہے اسکا اثر چہرے پر آیا اور جب آدمی بہت خوش وخرم ہوتا ہے تو پوچھتے ہیں کہ کیا بات ہے بہت خوش معلوم ہورہی ہے چہرہ کھلا ہوا ہے اس نے تو کچھ کہا نہیں لیکن دل میں جو خوشی ہے اسکا اثر چہرے پر آیا ایسے دل میں جو تواضع ہے اسکا اثر اسکی رفتار اور گفتار پر اور اسکی ہر ادا پر آجاتا ہے تو اللہ کے یہاں یہ محبوب اور پسندیدہ چیز ہے اور دوسروں کے ساتھ اسکا سلوک کیسا ہوتا ہے؟ تو خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا بعض دفعہ سر پھرے لوگ ہوتے ہیں، جاھل اور انپڑھ ہوتے ہیں خواہ مخواہ بحث کرنا شروع کردیا تو جسکے دل میں تواضع ہوگی وہ ان سے سلامتی کی بات کہے گا کہ بھائی! میرا پیچھا چھوڑ دو، چلو مجھ سے غلطی ہوگئی، مجھے معاف کردو دیکھو تواضع کی وجہ سے سلامتی کی بات کہہ دیتے ہیں بات کو آگے نہیں بڑھاتے یہ اصل انسان کی تواضع کا اثر ہے۔ یہ اللہ کے ایسے بندے ہوتے ہیں جو اللہ کے یہاں محبوب اور پسندیدہ ہوتے ہیں مجھے عرض کرنا ہے کہ حضور ﷺ نے اس طرح ہمیں تعلیم دی ہے ظاہری نجاستوں سے بھی حضور ﷺ نے ہمیں پاک رہنے کا حکم دیا اور دل میں جو برائیاں ہوتی ہیں ان سے دور رہنے کے لئے قرآن میں بھی تعلیم ہے اور حضور ﷺ کی اس حدیث میں بھی، اَمَرَنِیْ بِحُبِّ الْمَسَاكِينِ وَالدُّنُوِّ مِنْهُ کہ حضور ﷺ نے مجھے اس بات کا حکم دیا کہ میں مسکینوں سے محبت کروں اور ان سے قریب رہوں۔

مسکین کے ساتھ رہنے سے شکر کی دولت ملتی ہے:

حضرت حسن بصریؒ نے واقعہ بھی ذکر کیا وہ فرماتے ہیں کہ میں پہلے بہت بڑے بڑے صاحب دولت لوگوں کے محلے میں رہا کرتا تھا تو جب میں ان کے مکان کو، ان کی سواری کو یا کسی چیز کو دیکھتا تو میرے دل میں ناشکری کے جذبات پیدا ہوتے تھے پھر میں نے اپنا مکان بدل دیا اور غریب اور مساکین کے محلے میں رہنے لگا تو میرا مکان ان سے اچھا تھا اور میری سواری ان سے اچھی تھی تو ہر وقت مجھے اللہ کا شکر پیدا ہوتا کہ اللہ کا احسان ہے کہ مجھے اچھا مکان دیا، اچھا لباس دیا، اچھی سواری عطا فرمائی یہ ایک فائدہ بھی ہوتا ہے کہ مساکین کو دیکھنے اور ان سے تعلق رکھنے سے شکر کی دولت انسان کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔ بہرحال یہ چند باتیں عرض کی گئیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

ویعلمھم الکتب والحکمۃ

حضرت مفتی محمد کلیم صاحب دامت برکاتہم کا

یہ بیان ۲۴ رمضان المبارک کو شب جمعرات میں

مسجد انوار شاہ روڈ پر ہوا

تخلیہ و تحلیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ امابعد ! فَاَعُوْذُ بِاللہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ o ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ o (سورۂ جمعہ آیت ۱)

ان آیتوں میں یہ بتلایا گیا کہ اللہ تبارک وتعالی نے امیین میں، ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں اور انکا تزکیہ کرتے ہیں، یعنی انکو پاک اور صاف کرتے ہیں، اور انکو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

مقاصد نبوت:

رسول اللہ ﷺ کے بھیجے جانے کا مقصد کیا ہے؟ وہ اس آیت میں بتلایا ہے. تین مقصد اس آیت میں بتلائے گئے .(۱) ایک تو یہ کہ نبی کریم ﷺ قرآن کریم کی تلاوت کریں گے.(۲) دوسرا انسان میں جو بد اخلاقیاں، برائیاں بھری ہوئی ہیں اسکو پاک اور صاف کریں گے .ظاہری طور پر بھی پاکیزگی کا آپ ﷺ نے حکم دیا، اور باطنی یعنی دل کی بیماریوں کو بھی حضور ﷺ نے دور کیا، اور کتاب وحکمت (یعنی کتاب اللہ کی اور اپنی حدیث) کی تعلیم دینگے. تو کل اس سلسلہ میں عرض کیا تھا کہ حضور ﷺ نے مختلف انداز سے حضرات

صحابہ کرام کے سامنے ایسی چیزیں بیان فرمائی ہیں جن کے ذریعے سے دل کی بیماریاں، بداخلاقیاں دور ہوں اور انسان کا دل (آئینے جیسا بالکل صاف ہو جائے) یہ موضوع تو بہت طویل اور لمبا ہے لیکن اس سلسلہ کی چند باتیں کل بھی عرض کی گئی تھیں آج بھی عرض کی جاتی ہیں۔

تکبر ایک مہلک بیماری:

انسان کے اندر سب سے بڑا مرض بڑائی کا ہے انسان اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے یہ بیماری اور مرض ایسا ہے کہ خدا تعالیٰ کے یہاں یہ انسان کو مقبول ہونے نہیں دیتا دنیا میں جو لوگ تکبر کرتے تھے اور ظلم کیا کرتے تھے ان کے جسم کا وزن قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے وزن کے برابر بھی نہیں ہوگا[1] وہ وہاں اللہ تعالیٰ کے دربار میں ایک بہت ذلیل قسم کے لوگ ہوں گے۔

تکبر کو دور کرنے کا نبوی طریقہ:

تو اس تکبر اور بڑائی کو دور کرنے کے لئے حضور ﷺ نے امت کو مختلف چیزیں بتلائی جیسے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سات چیزوں کا حکم دیا ان میں سے ایک یہ ہے کہ اَمَرَنِیْ بِحُبِّ الْمَسَاکِیْنِ وَالدُّنُوِّ مِنْهُمْ کہ مجھے حضور ﷺ نے حکم دیا کہ مساکین کے قریب رہا کرو[2] اور ان سے محبت کیا کرو، ان سے دوست

---

[1] عن ابی ہریرۃ عن رسول اللہ ﷺ قال انہ لیاتی الرجل العظیم السمین یوم القیامۃ لا یزن عند اللہ جناح بعوضۃ (بخاری شریف ج ۲ ص ۶۹۰)

[2] عن ابی ذر قال اوصانی خلیلی ان انظر الی من ھو اسفل منی ولا انظر الی من ھو فوقی وان احب المساکین وان ادنو منھم وان اصل رحمی وان قطعونی وجفونی وان اقول الحق وان کان مرا وان لا اخاف فی اللہ لومۃ لائم وان لا اسأل احدا شیئا وان استکثر من لا حول ولا قوۃ الا باللہ فانھا من کنز الجنۃ (کنز العمال ج ۱۵ ص ۳۰۱)

رہا کرو آج کل بڑے بڑے آدمی کے قریب تو ہر آدمی رہنا چاہتا ہے لیکن مساکین، اور اللہ کے ساتھ تعلق رکھنے والے، اور دنیا سے بے رغبت لوگوں کی طرف کوئی دھیان نہیں دیتا اگر ایسے لوگوں کے ساتھ تعلق ہوگا تو دل کی بڑائی دور ہوگی، ور دل میں عاجزی اور انکساری پیدا ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ کو کفار قریش بار بار یہ کہتے تھے کہ آپ کے پاس جو نادار اور مفلس لوگ آکر بیٹھتے ہیں حضرت بلال[1] حضرت زید بن حارثہ حضرت سلمان فارسی[2] حضرت عمار بن یاسر[3] اور بھی کتنے صحابہؓ تھے جو دنیا سے خالی تھے۔ ان کے پاس کوئی مال و دولت کوئی عہدہ کوئی منصب نہیں تھا۔ وہ لوگ ایمان لائے تو کفار قریش تقاضا کرتے تھے کہ آپ ان لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹا دو تو ہم آپ کی بات سنیں گے اور آپ کے قریب آئیں گے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو حکم ہوا کہ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ (سورۃ انعام آیت ۵۲) کہ وہ لوگ جو آپ پر ایمان لائے انکو آپ اپنے پاس سے نہ ہٹائیے چاہے وہ غریب ہو۔ بلکہ کبھی ایسا ہوا کہ کسی مصلحت کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ نے کسی غریب اور مسکین کی طرف توجہ نہیں کی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے محبت آمیز عتاب نازل ہوا۔

---

[1] حضرت بلال کے حالات ج ۱ ص ۸۹ پر ملاحظہ ہوں

[2] حضرت سلمان فارسی کے حالات ج ۱ ص ۸۹ پر ملاحظہ ہوں

[3] عمار بن یاسر: ان کا سلسلہ نسب انس بن مالک سے جا ملتا ہے یہ قبیلہ مذحج کی شاخ عنس سے تھے حضرت عمار بن یاسر بن عامر بن مالک ... ہیں۔ ہجرتیں اور غزوات میں شریک رہے ... ہر لحاظ سے ... ممتاز تھے ... حضور ﷺ نے ... جنت کی بشارت دی ... رضی اللہ تعالیٰ عنہ ... حضرت عمار کی عمر بوقت شہادت قریب ۹۰ سال تھی حضرت عمار بن یاسر سے ۶۲ روایات ... ہیں ان کی عمر ۹۳ سال شہادت آئی ہے (اسلام کے اولین جان نثار ص ۴۴)

نبی کریم ﷺ پر محبت آمیز عتاب اور سورۂ عبس کا شان نزول:

قرآن پاک میں ۳۰ ویں پارے میں ایک سورۃ سورۂ عبس ہے۔ عَبَسَ وَتَوَلّٰى ۝ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۝ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰى ۝ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۝ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۝ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۝ (سورۂ عبس آیت ۱ تا ۶، پ ۳۰) واقعہ یہ ہوا کہ حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ[1] جو حضور ﷺ پر بہت پہلے ایمان لا چکے تھے ایک مرتبہ یہ حضور ﷺ کی مجلس میں تشریف لائے اور یہ نابینا تھے اس وقت حضور اکرم ﷺ کے پاس قریش کے بڑے بڑے سردار جیسے عتبہ بن ابی شیبہ، ابوجہل، حضرت عباسؓ[2] (آپ ﷺ کے چچا جو اسوقت ایمان نہیں لائے تھے) یہ سب موجود تھے تفسیر مظہری اور ابن کثیر کی ایک روایت میں ہے کہ یہ صحابی نابینا تھے اسلئے انہوں نے دیکھا نہیں کہ حضور ﷺ کی مجلس میں کچھ سرداران قریش ہیں اور آپ ﷺ گفتگو میں مشغول ہیں اسلئے وہ بار بار کچھ بات پوچھنے کے لئے حضور ﷺ کو آواز دینے لگے، اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ انہوں نے قرآن پاک کی ایک آیت کے متعلق حضور ﷺ سے مطالبہ کیا کہ فلاں آیت آپ ﷺ پڑھو، اس آیت کو پڑھوانے کے لئے بار بار

---

[1] حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ: آپ ﷺ کے دوسرے موذن تھے جو عہد رسالت میں اکثر فجر کی اذان دیا کرتے تھے مکہ مکرمہ کے باشندے تھے ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے ماموں زاد بھائی ہے بچپن ہی سے آنکھیں جاتی رہی تھی اور نابینا ہو گئے تھے پھر جب ہجرت کا سلسلہ شروع ہوا تو آپؓ حضور ﷺ سے پہلے ہی مدینہ میں جا کر مقیم ہو گئے تھے قرآن مجید میں سورۂ عبس کی ابتدائی آیتیں آپ کے بارے میں نازل ہوئی ہے حضرت عمرؓ کے دور میں ایران کے ساتھ مشہور آفاق جنگ قادسیہ میں آپ بھی شامل ہوئے تھے آپؓ نے ایک سیاہ رنگ کا جھنڈا اٹھایا ہوا تھا اور سینہ پر زرہ بھی پہنی ہوئی تھی جنگ قادسیہ کے بعد آپؓ کے حالات معلوم نہیں ہوتے بعض حضرات کو کہنا ہے کہ آپ جنگ قادسیہ میں ہی شہید ہو گئے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ وہاں سے مدینہ منورہ واپس آ گئے تھے اور مدینہ ہی میں آپ کی وفات ہوئی۔

[2] حضرت عباسؓ: یہ حضور ﷺ کے چچا ہے انہوں نے اسلام قبول کیا اور مدینہ کی طرف ہجرت کی اور حضور ﷺ سے تین سال بڑے تھے۔

اصرار کر رہے تھے حضور ﷺ چونکہ انکے ساتھ باتوں میں مشغول تھے اسلئے عبداللہ بن ام مکتومؓ کے اس طریقہ سے آپ ﷺ کو ناگواری ہوئی کہ ابھی یہ بڑے بڑے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں انکو میں ایمان کی دعوت دے رہا ہوں کیونکہ یہ لوگ اگر ایمان لے آئیں گے تو پورا ملک ایمان لا سکتا ہے اس امید میں حضور ﷺ نے انکی طرف توجہ نہیں کی اور آپ ﷺ کی پیشانی پر بل آ گئے اور اپنا چہرا پھیر لیا تو چونکہ یہ مسکین تھے لیکن بڑے کامل الایمان تھے جو لوگ بیٹھے تھے وہ تو ابھی کفر پر ہی تھے اللہ تبارک و تعالیٰ کو آپ ﷺ کی یہ ادا پسند نہ آئی اس لئے یہ سورۃ اتاری **عَبَسَ وَتَوَلّٰی** (سورۃ عبس آیت ۱) محمد ﷺ اپنی پیشانی پر بل لائے اور آپ نے روگردانی کی چہرہ پھیر لیا **اَنْ جَاءَهُ الْاَعْمٰی** (سورۃ عبس آیت ۲) اس بناء پر کہ ایک نابینا آپکی مجلس میں آیا **وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰی** (سورۃ عبس آیت ۳) آپکو کیا معلوم کہ یہ نابینا آپ سے سوال کر کے اپنا تزکیہ کرنا چاہتا ہے۔ یعنی یہ مؤمن ہے آپکی باتوں سے اسکو فائدہ ہوگا اسکا دل پاک صاف ہوگا۔ اور وہ لوگ جو کفر و شرک میں مبتلا ہیں آپ انکی طرف مشغول ہے حالانکہ یہ تو بے پرواہی برت رہے ہیں وہ آپکی بات سننا بھی نہیں چاہتے۔ چنانچہ جب یہ آیتیں اتری تو اللہ کے رسول ﷺ پر بڑا اثر ہوا اسکے بعد تو حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ جب حضور ﷺ کی مجلس میں آتے تو حضور ﷺ انکا بڑا اکرام فرماتے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں انکا اتنا اونچا مقام ہے کہ میں نے ان سے ذرا منہ پھیر لیا تھا تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھ سے قرآن میں خطاب کیا کہ ایسے کیوں کیا؟ مقصد یہ ہے کہ نبی آخر الزمان جناب رسول اللہ ﷺ کا مقام اللہ تعالیٰ کے یہاں کتنا اونچا ہے لیکن اسکے باوجود بھی ایک غریب و مسکین مسلمان کے ساتھ ایک مصلحت کی وجہ سے (چونکہ حضور ﷺ کے دل میں یہ بات تھی کہ یہ تو اپنے ہی آدمی ہے بعد میں بھی پوچھ لیں گے تو میں مسئلہ بتلا دوں گا یہ تو ایمان سے پھرنے والے نہیں اور یہ لوگ ہاتھ آتے نہیں

ہے)اس مصلحت کی وجہ سے آپ نے انکی طرف توجہ نہیں فرمائی لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ بات بھی پسند نہیں آئی۔

غرباء ومساکین کو حقارت کی نظر سے دیکھنا تکبر کی علامت ہے:

اس سے معلوم ہوا کہ مساکین ،غرباء کی انسان کے دل میں نفرت نہیں ہونی چاہئے یہ جو ہم کبھی حقارت سے لوگوں کو دیکھتے ہیں یا کوئی معاملہ ایسا کرتے ہیں جسکی وجہ سے انکی عزت و آبرو ختم ہو جاتی ہے ،سوسائٹی میں ذلیل کیا جاتا ہے یہ دلیل ہے اس بات کی کہ ہمارے دل میں تکبر ہے ،بڑائی ہے کہ ہم اپنے آپکو بہت اچھا اور اعلیٰ سمجھ رہے ہیں ،اسلئے اگر کسی سے تکلیف پہونچتی ہے تو ضرور اسکی تلافی کی اجازت ہے ہم اس سے انتقام لے سکتے ہیں ،اس نے جتنی زیادتی کی ہے اتنی ہی زیادتی اسکے ساتھ کی جاسکتی ہے ،اس نے جتنا ہمارا نقصان کیا ہے اتنا اس سے ضمان اور بھرپائی لی جاسکتی ہے ،لیکن یہ کہ اس نے معمولی سا گناہ کیا اور اسکے نتیجہ میں اسکی ساری عزت خاک آلود کردی جائے ،اسکو ذلیل اور رسواء کیا جائے ،حد سے تجاوز کیا جائے یہ جائز نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ (سورۂ نحل آیت ۱۲۶) (کہ اگر تم کسی کو سزا دو تو اتنی ہی سزا دینی چاہئے جتنا کہ اسکا جرم ہے اس سے زیادہ نہیں ہونا چاہئے)اسلئے حضور ﷺ نے یہ جو حکم دیا کہ "مسکین سے محبت رکھو" اسمیں آپ ﷺ کی یہی حکمت ہے کہ اس سے انسان کی بڑائی ٹوٹتی ہے۔ الگ الگ انداز سے حضور ﷺ نے امت کے دلوں کو پاک کرنا چاہا کہ میری ان باتوں پر عمل کرو تو دل پاک ہوگا ،ایک اور روایت ہے حضرت ابو مالک اشعریؓ کی اس روایت میں حضور ﷺ نے پہلے تو جنت کی طرف رغبت دلائی اور اسکی نعمتوں کی طرف رغبت دلائی عام طور پر انسان کے سامنے جس چیز کا نفع اور فائدہ نقد ہوتا ہے ،اور وہ سامنے ہوتا ہے اسکو حاصل کرنے کی تو

وہ بڑی کوشش کرتا ہے لیکن جس چیز کا نفع اسکی نگاہوں سے چھپا ہوا ہے ابھی نہیں ملنے والا ہے بلکہ ایک طویل زمانہ کے بعد ملیگا اس کے لئے وہ زیادہ سعی اور کوشش نہیں کرتے ہیں یہ ہمارا مزاج ہے کہ سامنے نفع ہو تو فوراً اسکے لئے بھاگ دوڑ کریں گے لیکن اگر نفع ملنے کی ابھی امید نہیں ہے تو اتنی کوشش نہیں کرینگے۔ اسی لئے آخرت کے کام میں ہمیں جتنی سبقت کرنی چاہئے ہم اتنی سبقت نہیں کرتے۔ دنیا کے معاملہ میں جتنی بھاگ دوڑ کرتے ہیں اتنی آخرت کے معاملہ میں نہیں ہوتی ہے۔ کیوں کہ آخرت کا نفع اور جنت کی نعمتیں ہماری نگاہوں سے چھپی ہوئی ہیں۔ اور دنیا کے فائدے ہمارے سامنے موجود ہے اسلئے حضور ﷺ نے اس سلسلہ میں رغبت دلائی تو حضرت ابو مالک الاشعریؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے " **إنَّ فِي الْجَنَّةِ غُرَفًا** " کہ بیشک جنت میں بالا خانے ہونگے اواسکی صفت بتلاتے ہیں۔ "**يُرَى ظَاهِرُهَا مِنْ بَاطِنِهَا وَبَاطِنُهَا مِنْ ظَاهِرِهَا**"[1] اللہ تبارک وتعالیٰ نے وہ محل ایسے بنائے ہیں کہ وہ اتنے صاف شفاف اور مفید ہوں گے کہ باہر والا آدمی اندر کے منظر کو دیکھ سکتا ہے۔ اور اندر بیٹھا ہوا آدمی باہر کے منظر کو دیکھ سکتا ہے اللہ نے اسکو ایسا بنایا ہے کہ دنیا کے کسی محل کے ساتھ اسکو تشبیہ نہیں دی جا سکتی۔

---

[1] عن علیؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ان فی الجنۃ لغرفا یری ظہورہا من بطونہا وبطونہا من ظہورہا فقال الیہ اعرابی فقال لمن ھی یا نبی اللہ قال ھی لمن اطاب الکلام واطعم الطعام وادام الصیام وصلی للہ باللیل والناس نیام (ترمذی شریف ج ۲ ص ۷۹۔ مشکوۃ رقم ۱۲۳۲)

عن ابی مالک الاشعریؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ان فی الجنۃ غرفا یری ظاہرہا من باطنہا وباطنہا من ظاہرہا اعدہا اللہ لمن الان الکلام واطعم الطعام وتابع الصیام وصلی باللیل والناس نیام. (رواہ البیہقی فی شعب الایمان) (مشکوۃ شریف ص ۱۰۹۔ رقم ۱۲۰۲)

جنت کی نعمتوں کی دنیا میں کوئی مثال نہیں :

کیوں کہ جنت کی نعمتیں ایسی ہیں کہ ایک حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے وہاں کی نعمتوں کے متعلق " ما لا عینٌ رَأتْ " کہ اللہ نے جنت میں ایسی چیزیں بنائی ہے کہ نہ آج تک کسی آنکھ نے اسکو دیکھا، اسکا پھل اور اسکا نمونہ دنیا میں کسی نے نہیں دیکھا " ولا اذنٌ سمعتْ " اور نہ کانوں نے سنا کہ فلاں جگہ فلاں شہر میں ایسی بلڈنگ ہے کہ جنت میں بھی ایسی ہی ہوگی کسی کان نے نہیں سنا۔ یہ جو قرآن پاک اور احادیث میں جن چیزوں کا تذکرہ آتا ہے کہ اللہ تعالی جنت میں محل عطا فرمائیگا، جنت میں میواجات ہونگے، انگور ہونگے، اور ہر قسم کے پھل ہونگے، دودھ کی نہر اور شہد کی نہر ہوگی۔ ان سب کا نام جو دنیا میں تصور کرتے ہیں یہ محض سمجھنے کے لئے ہے ورنہ جنت کے شہد کو دنیا کے شہد پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، یہاں کے دودھ اور وہاں کے دودھ میں کوئی مناسبت نہیں کیوں کہ وہاں کی نعمتیں کبھی سڑتی، گلتی اور ختم نہیں ہوتی۔ جنت میں شراب اللہ تعالی دیں گے دنیا کی شراب ایسی ہے یہاں انسان پیتا ہے تو اسکی عقل چھپ جاتی ہے، وہ پاگل بن جاتا ہے، مدہوش جیسا ہوجاتا ہے۔ لیکن وہاں کی شراب جب انسان پیئے گا تو اسکے اندر ایک خاص کیفیت ہوگی، خاص لذت ہوگی، ایک خاص قسم کا سرور اس کو نصیب ہوگا تو یہ سمجھنے کے لئے یہ نام دیئے گئے ہیں نام دینے کا مطلب یہ نہیں کہ جیسے دنیا میں ان ناموں کی یہ چیزیں ہیں جنت میں بھی وہی ہوگی، اسلئے حضور ﷺ نے فرمایا مَالا عَینٌ رَأتْ[1] کہ آج تک کسی آنکھ نے اسکو دیکھا ہی نہیں، وَلا اُذُنٌ سَمِعَتْ اور نہ کسی

---

[1] عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ قال اللہ تعالی اعددت لعبادی الصالحین مالا عین رأت ولا اُذُنٌ سمعت ولا خطر علی قلب بشر واقرؤا ان شئتم ولا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین (بخاری شریف ج ۱ ص ۴۶۰)

کان نے اسکو سنا، وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ، او کما قال علیہ الصلوۃ والسلام اور نہ کسی انسان کے دل پر اسکا گذر ہوا، کہ بھائی وہ جنت کی نعمتیں ایسی ہے کہ دنیا کی چیزوں کے بارے میں تو ہم ذرا دل میں سوچتے بھی ہے کسی چیز کا نام سنا تو سوچتے ہیں کہ ایسا ہوگا ایسا ہوگا۔ لیکن وہاں کی نعمت کے متعلق ہم سوچ بھی نہیں سکتے دل پر اسکا خیال بھی نہیں گذر سکتا۔ وہاں جانے پر ہی وہ نعمتیں ملیں گی۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے وہاں ایسے بالاخانے بلند و بالا عمارتیں تیار فرمائی ہے کہ جسکا باہر اندر سے اور اسکا اندر باہر سے نظر آئیگا اتنا صاف شفاف۔ اب یہ محل کس کو ملیں گے؟ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں: اَعَدَّهَا اللّٰهُ لِمَنْ اَلَانَ الْكَلَامَ وَاَطْعَمَ الطَّعَامَ وَتَابَعَ الصِّيَامَ وَصَلّٰى بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ چار خوبیاں جن لوگوں کے اندر ہونگی اللہ تبارک وتعالیٰ اسکو یہ محل عطا فرمائیں گے۔

نرمی سے کلام کرنے کی فضیلت:

پہلی خوبی ان لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ محل عطا فرمائیں گے جو "اَلَانَ الْكَلَامَ" کلام نرمی سے کرتے ہیں محبت آمیز جملے اختیار کرتے ہیں دیکھو یہاں بھی یہ بات جو حضور ﷺ نے بیان فرمائی خاص اسی لئے کہ وہ لوگ جن کے دل میں تکبر اور بڑائی ہوتی ہے پھر وہ نرمی سے بات نہیں کرتے وہی تکبر والی بیماری کو دور کرنے کے لئے ایک تو آپ ﷺ نے جنت کی نعمت کی رغبت دلائی کہ دیکھو ایسے بالاخانے ہونگے لیکن کن کے لئے؟ متکبرین کے لئے نہیں۔ بلکہ تواضع، عاجزی، مسکنت والے لوگوں کے لئے۔ جس کا اثر انکی زبان پر بھی ہوتا ہے کل میں نے بتلایا تھا کہ تواضع کا اثر انسان کی چال پر بھی ہوتا ہے اسلئے کہا عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا (پارہ ۱۹ سورہ فرقان آیت ۶۳) کہ رحمٰن کے بندے وہ ہے جو زمین پر بہت عاجزی اور تواضع سے چلتے ہیں تکبر کی چال نہیں چلتے۔ اور لِمَنْ اَلَانَ

الکلام جب انسان میں تواضع اور عاجزی ہوتی ہے اب کوئی بھی انسان ہو چاہے اس سے بڑا ہو اس سے برابری والا ہو، درجہ میں اس سے چھوٹا ہو، کسی بھی چیز میں اس سے چھوٹا ہو اگر اس سے وہ بات کریگا تو اسکی بات میں نرمی ہوگی، تواضع ہوگی تو جو لوگ نرم کلامی کرتے ہیں یعنی دل میں تواضع کی وجہ سے لوگوں سے نرمی سے بات کرتے ہیں سختی سے ڈانٹ ڈپٹ کر گالی گلوچ سے بات نہیں کرتے تو انکے لئے اللہ نے یہ نعمت رکھی ہے. یہ نرم کلامی بہت خوبی کی چیز ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ:

دیکھئے قرآن پاک میں ہے کل بھی میں نے حضرت موسیٰ کا واقعہ ذکر کیا تھا حضرت موسیٰ کا نکاح حضرت شعیبؑ کی لڑکی سے ہو گیا اور اسکے بعد آٹھ دس سال انہوں نے بکریاں چرائی. پھر وہاں سے روانہ ہو گئے راستہ میں چونکہ اندھیرا تھا. اور راستہ دیکھا ہوا بھی نہیں تھا تو ایک جگہ اپنی بیوی کو جو حاملہ تھی ٹھہرا دیا. کہ ٹھہرو! اندھیرا بھی ہے اور رات بھی سردی کی ہے مجھے کچھ آگ نظر آرہی ہے میں وہاں جا کر آگ کا شعلہ لے آؤں تو دو فائدے ہوں گے ایک تو راستہ بھی نظر آجائیگا اور سردی ہے اسلئے گرمی بھی پہنچ جائیگی. حضرت موسیٰ اس شعلہ کی طرف چلتے رہے لیکن جیسے جیسے آگے بڑھتے وہ شعلہ بھی آگے بڑھتا جاتا. یہاں تک کہ حضرت موسیٰ کوہ طور پر پہنچ گئے وہاں دیکھا کہ ایک درخت ہے جو بہت زیادہ روشن ہے جب اسکے قریب پہنچ گئے تو اللہ تعالی کی طرف سے حضرت موسیٰ کو آواز آئی "فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى" (سورۃ طٰہٰ آیت) اے موسیٰ تم اپنے جوتے نکال دو اسلئے کہ تم پاکیزہ وادی میں ہو چنانچہ آپ نے جوتے نکال دیے پھر اللہ تعالی کی طرف سے آواز آئی کہ میں تمہارا رب ہوں، میں تمہارا اللہ ہوں اس وقت حضرت موسیٰ کو کوہ طور پر نبوت ملی. پھر حضرت موسیٰ واپس آئے اور اپنی بیوی کو لے کر مصر کی

طرف چلے جو حضرت موسیٰ کا وطن تھا فرعون نے حضرت موسیٰ کے قتل کا وارنٹ جاری کیا تھا اس لئے آپ وہاں سے چلے گئے تھے اب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو حکم دیا کہ جاؤ فرعون کے پاس، جس نے بنی اسرائیل کو جو حضرت موسیٰ کی قوم تھی اور انبیاء کی اولاد تھی انکو فرعون نے غلام بنا کر رکھا تھا ان کی ہدایت کے لئے بھیجا حضرت یعقوب[1] کے بارہ لڑکے تھے تو بارہ قبیلے یہ بنی اسرائیل کہلاتے تھے ان میں بہت سے انبیاء آئے حضرت موسیٰ فرعون کے زمانہ میں آئے حضرت موسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغام پہنچانے کا حکم دیا وہاں انہوں نے دعا کی۔ حضرت موسیٰ کی زبان میں ہلکی سی لکنت تھی۔ بولنے میں تھوڑی رکاوٹ ہوتی تھی تو دعا کی کہ یا اللہ! میرے بھائی ہارون[2] کو بھی تو میرا وزیر بنا دے، کیونکہ وہ مجھ سے اچھے کلام کرنے والے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور حضرت ہارون کو بھی نبوت عطا فرمائی اب دونوں کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ (اِذْهَبَا) جاؤ فرعون کے پاس وہ بہت سرکش ہو گیا ہے کہ خود خدائی کا دعویٰ کرتا ہے اور سارے بنی اسرائیل کو غلام بنا کر رکھا ہے جب اللہ تعالیٰ نے دونوں کو بھیجا تو کیا فرمایا؟ اندازہ لگائیے کہ اوھر اتنا

---

[1] حضرت یعقوب: نسب نامہ حضرت یعقوب حضرت اسحاق کے بیٹے اور حضرت ابراہیم کے پوتے ہیں اور حضرت ابراہیم کے بھتیجے جو نخل کے نواسا کی والدہ کا نام رفقہ یا ربقہ تھا اپنی والدہ کے چہیتے اور پیارے تھا ان کا حقیقی بھائی عیص تھا والد کا پیارا اور محبوب اور دونوں حقیقی بھائی تھے حضرت یعقوب خدا کے برگزیدہ پیغمبر تھا اور کنعانیوں کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے انہوں نے بہ دین حق کی تعلیم دی قرآن میں جہاں جہاں ان کا ذکر ہے بیشتر حضرت یوسف کے ساتھ کیا گیا ہے قرآن میں حضرت یعقوب کا نام دس جگہ آیا ہے اگرچہ یوسف میں چند جگہ صرف ان کے اوصاف کے لئے آیا ہے اور بعض دوسری سورتوں میں مختلف عنوان میں اصحاف کے اعتبار سے ان کا تذکرہ موجود ہے تمام کے ساتھ صرف دو ہی جگہ ان کا ذکر کیا گیا ہے۔

[2] حضرت ہارون بنی اسرائیل کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے یہ حضرت موسیٰ سے تین یا چار سال بڑے تھے اور تین سال پہلے ہی وفات پائی جس وقت موسیٰ نے دعا کی تھی وہ مصر میں تھے حضرت موسیٰ کی دعا پر اللہ تعالیٰ نے بذریعہ فرشتہ انکو مصر میں ہی انکی اطلاع مل گئی جب حضرت موسیٰ کو مصر میں فرعون کی تبلیغ کے لئے روانہ کیا گیا تو خود ہدایت کر دی گئی تھی کہ وہ مصر سے باہر انکا استقبال کریں حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون کو یہیں پایا (معارف القرآن ج۹ ص۷۹)

ظالم و جابر بادشاہ ہے اور اتنا بڑا نافرمان کہ خدائی کا دعویٰ کیا ہے قرآن میں ہے کہ وہ کہتا تھا "اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى (پارہ ۳۰ سورہ نٰزعٰت آیت ۲۴) میں ہی تمھارا سب سے اعلیٰ رب ہوں ایک روز اس نے خواب دیکھا تھا اور نجومیوں نے اسکی تعبیر یہ دی تھی کہ بنی اسرائیل کے اندر ایک بچہ پیدا ہوگا جو تمہاری حکومت کا تخت پلٹ دیگا۔ جب اس نے یہ سنا تو اعلان جاری کر دیا کہ بنی اسرائیل کے اندر جتنے بھی بچے پیدا ہوں ان سب کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ اسکی پولیس پورے شہر بھر میں گھومتی رہتی تھی اور پتہ چلتا کہ کسی کے یہاں لڑکا پیدا ہوا ہے تو اسکو وہی قتل کر دیا جاتا تھا لڑکی کو زندہ چھوڑ دیتے تھے جب بچوں کا قتل عام ہونے لگا تو فرعون کے وزیروں نے کہا کہ اگر اسی طرح یہ لڑکے قتل کئے جائیں گے تو پھر ہماری غلامی، ہماری مزدوری اور ہمارے گھروں کے محلوں کے کام کاج کون کریگا؟ اسلئے کوئی اور تدبیر نکالو تو اس نے دوسرا حکم جاری کیا کہ اچھا ایسا کرو کہ ایک سال تو لڑکوں کو قتل کر دیا جائے اور ایک سال چھوڑ دیا جائے کمی بھی ہوگی اور بہت زیادتی بھی نہیں ہوگی۔ چنانچہ اسی طرح عمل شروع ہو گیا حضرت ہارون علیہ السلام تو اس سال پیدا ہوئے جس سال بچوں کا قتل بند تھا۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑے تھے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سال پیدا ہوئے جس سال بچوں کے قتل کا حکم تھا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تو والدہ کو بڑی فکر ہوئی کہ اب میرے بچے کا کیا ہوگا جلالین شریف جو تفسیر کی کتاب ہے اسکی شرح "الصاوی الجلالین" **للعلامة الصاوی المالکی**[1] مالکی مذہب کے عالم نے لکھی ہے اس میں لکھا ہے کہ پولیس کو جب بھی پتہ چلتا کہ فلاں گھر میں ولادت ہونے والی ہے تو وہ اسکے چکر لگاتے تھے اور جب پیدا

---

[1] علامہ صاوی کے حالات: نام احمد بن محمد الخلوتی المصری الصاوی، اپنے زمانے کے فقیہ اور مفسر تھے۔ ان کی پیدائش ۱۱۷۵ھ میں ہوئی اور ان کی وفات مدینہ منورہ میں ۱۲۴۱ھ میں ہوئی۔

ہوتا تو فوراً چھین کراسے قتل کر دیتے۔ سامنے ہی قتل کر دیتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے پاس بھی یہ آئے۔ عام طور پر جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو پیٹ کا ابھار ہوتا ہے تو حضرت موسیٰ کی والدہ کے پیٹ کا اس طرح ابھار نہیں تھا۔ وہ ہموار ہی تھا اسلئے پولیس کو اطلاع ہی نہیں ہوئی کہ اس گھر میں بچہ پیدا ہونے والا ہے لیکن ایک عورت جو فرعون کے خاندان سے تعلق رکھتی تھی وہ بطور دایہ کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے گھر میں آئی اس نے اطلاع دیدی کہ انکے یہاں بچہ پیدا ہوا ہے چنانچہ پولیس دوڑ کر آئی اور کہا کہ کہاں ہے تمہارا بچہ؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ جب پولیس آئے تو بچے کو تنور میں ڈال دینا۔ چنانچہ جب انکو محسوس ہوا کہ پولیس آ رہی ہے تو جلدی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چولھے میں جو جل رہا تھا ڈال دیا۔ انہوں نے پورے گھر کی تلاشی لی۔ ظاہری بات ہے کہ چولھے میں کون دیکھیگا؟ چنانچہ وہ چلے گئے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نکالا تو بالکل صحیح سالم تھے انکو آگ نقصان نہیں پہنچا سکی پھر بھی فکر ہوئی کہ جاسوس تو گھومتے ہی رہتے ہیں تو انکو بڑا خوف ہوا کہ اب کیا کرے؟ تو اللہ تعالیٰ نے انکے دل میں بات ڈالی کہ ایک صندوق لو اور اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بند کر دو اور اسکو دریائے نیل میں ڈالدو۔ حضرت موسیٰ کی والدہ صندوق خریدنے بازار میں گئی ایک بڑھئی کے پاس۔ اور وہ بڑھئی بھی فرعونیوں میں سے تھا اس نے بہت پوچھا کہ یہ صندوق کو تم کیا کروگی؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ چونکہ نبی کی والدہ تھی انہوں نے صحیح بتادیا کہ دیکھو! کسی کو بتلانا مت۔ میرے یہاں لڑکا پیدا ہوا ہے پولیس کو اطلاع ہوگی تو وہ قتل کردیں گے اسلئے میں نے سوچا کہ اس صندوق میں بچہ کو رکھکر اسے دریا میں ڈالدوں۔ اس نے موقع پایا کہ چلو میں جاکر پولیس کو اطلاع کردوں۔ چنانچہ وہ اطلاع کرنے کے لئے

چلا جب وہ آگے چلا تو اسکو اور اسکی سواری کو اللہ تعالیٰ نے زمین میں دھنسا دیا وہ ڈر گیا (اور بات کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسکی زبان کو روک لیا اور وہ بات کرنے پر قادر نہ رہا پس وہ اپنے ہاتھ سے اشارہ کرنے لگا پس پولیس نہیں سمجھے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے تو انکے بڑے نے کہا کہ اسکو مارو پس اسکو مارا گیا اور وہاں سے نکال دیا گیا جب وہ بڑھئی اپنے مکان پر آیا تو اللہ نے اسکی زبان کو لوٹا دیا پھر وہ بات کرنے لگا۔ پھر وہ دوسری مرتبہ چلا تا کہ پولیس کو خبر دے پس اللہ نے اسکی زبان اور اسکی آنکھ کو چھین لیا تو اس نے سچائی کو پہچان لیا پس اللہ نے اسکی زبان اور اسکی آنکھ کو لوٹا دیا پس اس نے اللہ کے سامنے سجدہ کیا اور کہا اے میرے رب! مجھے اس نیک بندہ کی معیت نصیب فرما) چنانچہ مفسرین نے لکھا ہے (علامہ صاویؒ نے) کہ جب حضرت موسیٰ نے نبوت کا دعویٰ کیا تو یہی بڑھئی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا تھا[1] حالانکہ یہ فرعونیوں میں سے تھا بنی اسرائیل میں سے نہیں تھا تو عرض کرنے کا منشاء یہ ہے کہ یہ پورا واقعہ اور بھی تفصیلات سے حضرت موسیٰ کا ذکر کیا ہے بتلانا یہ ہے کہ جب دونوں کو نبوت عطا کی گئی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے کہا کہ جاؤ فرعون کے پاس اِنَّہٗ طَغٰی بہت سرکش ہو گیا ہے۔ اس کی سرکشی میں بتلا رہا تھا کہ ایک طرف تو وہ خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اتنا سرکش تھا اور دوسری طرف بچوں کا قتل کرتا تھا لڑکوں کا قتل کرتا تھا حضرت موسیٰ کی اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی، دریائے نیل میں وہ صندوق ڈال دیا گیا فرعون ہی نے اس کو اٹھایا اور اسی نے پرورش کی اسی کے مال سے۔ اللہ تعالیٰ چاہتے ہے تو دیکھو اسی بچہ کو جس سے اسکی حکومت ختم ہونے والی تھی اس نے تو اسی بچہ کے خوف سے ہزاروں بچوں کو قتل کیا تھا لیکن اللہ اپنی قدرت بتلانا چاہتے ہیں کہ جس بچہ سے تو ڈر رہا تھا تیرے ہی محل میں اسکو بڑا کیا، اور اسکی

---

[1] حاشیۃ العلامۃ الصاوی علی تفسیر جلالین ج ۲ ص ۴۸۹ یہ روایت ہے اسکی کوئی سند نہیں ملی)

پرورش کی اسی کے محل میں اسکو پہنچا دیا۔

نرم کلامی کا حکم:

(اللہ نے حضرت موسیٰ و حضرت ھارون علیہما السلام کو فرعون جیسے ظالم کے ساتھ بھی نرم کلام کرنے کا حکم دیا)

بہر حال ان دونوں کو یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ھارون علیہ السلام کو اللہ نے جو حکم دیا مجھے وہ بتلانا ہے کہ اتنا زبردست ظالم و جابر بادشاہ خدائی کا دعویٰ کرنے والا اسکے پاس دونوں جارہے ہیں تو بھی اللہ نے انکو کیا حکم دیا؟" فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ" (پ ۱۶ سورۂ طٰہٰ آیت ۴۴) چاہے وہ بڑا ظالم ہے خدائی کا دعویٰ کرنے والا ہے لیکن پھر بھی تم جاؤ تو نرمی سے اس سے بات کرنا سختی سے بات مت کرنا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ نرمی اتنی پسند ہے کہ بڑا ظالم و جابر بادشاہ ہے اس کے پاس بھی گئے اور جانے والے بھی کون؟ نبی جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ھارون علیہ السلام انکو بھی تاکید کی کہ دیکھو سختی سے بات مت کرنا، الجھ کر کے بات مت کرنا بلکہ نرمی سے اسکے سامنے بات کرنا کہ نرم کلامی انسان کے اندر جو عاجزی تواضع ہوتی ہے اسکا اثر ہوتا ہے۔

نرم کلامی سے جھگڑے دور ہوتے ہیں:

اور اسکے بڑے فوائد ہیں انسان جب نرم کلامی اختیار کرتا ہے تو اسکی وجہ سے بہت سارے جھگڑے ختم ہو جاتے ہیں ہمارے معاشرے اور سوسائٹی میں خود ہمارے گھر کا ہم مشاہدہ کر لیں کتنے گھروں کے اندر جو لڑائیاں اور جھگڑے پیدا ہوتے ہیں وہ عام طور پر سخت کلامی سے۔ کہ شوہر اپنی بیوی کو سخت الفاظ کہے بیوی اپنے شوہر کو سخت کلمات کہے یا باپ اپنی

اولاد کو، یا اولاد اپنے باپ کو جب جھڑک کر کے غصے سے سختی سے کلمات کہیگا تو ہر انسان کی طبیعت میں ایک مادہ اللہ نے رکھا ہے غصہ کا، کہ جب وہ سخت بات سنتا ہے تو اسکا غصہ بھڑک اٹھتا ہے اور اس کی وجہ سے پھر آپس میں لڑائی اور جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں۔

حضور علیہ صلی اللہ کا اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ نرمی کا برتاؤ اور اپنی ازواج کو بھی نرمی کی تعلیم:

جناب رسول اللہ ﷺ کی ایک نہیں متعدد بیویاں تھی نو بیویاں آپ ﷺ کی وفات تک تھیں سب سے پہلی بیوی حضرت خدیجہؓ[1] ہے جو آپ ﷺ کی زندگی میں وفات پا گئیں اور ایک باندی تھی ایسے کل گیارہ تھی لیکن اتنی ازواج مطہرات کے ساتھ اتنی بیویوں کے ساتھ بھی حضور ﷺ مطلقاً نرمی اور اخلاق کا برتاؤ کرتے تھے حضرت انسؓ[2] دس سال حضور ﷺ کے خادم رہے فرماتے ہیں کہ کبھی حضور ﷺ نے مجھے طمانچہ نہیں مارا اپنی ازواج کو بھی

---

[1] واسماء نسائه ﷺ خديجة وعائشة وحفصة وام حبيبة وام سلمة وسودة وزينب وميمونة وام المساكين وجويرية وصفية ذكرهن في المرقات (حاشيه مشكوة شريف ص ۴۳ حاشيه ن ۹)

[2] حضرت انس: مشہور صحابی جب حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے تو حضرت انس بن مالکؓ ... بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی نجار انصاری ہیں حضور ﷺ نے انکی کنیت ابو حمزہ رکھی تھی کیونکہ وہ حمزہ نامی ایک بوٹی بہت پسند کرتے تھے حضرت انس نے حضور ﷺ کی دس سال خدمت کی اور آپ ﷺ سے بہت سی حدیثیں نقل کی چنانچہ ان سے ایک ہزار دو سو چھیاسی حدیثیں مروی ہیں جن میں سے ایک سو اٹھاسی حدیثیں متفق علیہ ہیں بخاری و مسلم [illegible] احادیث میں منفرد ہیں اور امام مسلم [illegible] حدیثوں میں۔ حضرت انس کی والدہ ماجدہ نے حضور ﷺ سے ان کے لئے مال و اولاد کی دعا کی تھی آپ نے ان کی مال اور اولاد دونوں میں برکت کے لئے دعا کی چنانچہ حضرت انس کی عمر سو سے متجاوز ہوئی بصرہ میں سب سے آخر میں وفات پانے والے صحابی حضرت انس تھے ۹۱ھ میں [illegible] کی کیفیت تھی کہ بصرہ میں آنے تک حضرت انس سو کے قریب اپنی اولاد دفن کر چکے تھے مال میں برکت کا اثر یہ تھا کہ انکا باغ سال میں دو مرتبہ پھل دیا کرتا تھا ۹۳ھ میں جب آپ کی عمر ۱۰۳ سال کی تھی بصرہ میں انتقال ہوا۔ بقیہ اگلے صفحہ پر

آپ ﷺ نے زندگی میں ایک دفعہ بھی نہیں مارا[1] ابوداؤد شریف کے اندر واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ[2] کے گھر میں حضور اکرم ﷺ تشریف رکھے ہوئے تھے حضور ﷺ کی ایک اور بیوی تھی حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب[3] یہودی کی بیٹی تھی حیی یہودی سردار تھا انکی یہ بیٹی تھی اور یہ قید ہوکر آئی تھی، پھر حضور ﷺ نے انکو آزاد کر کے ان سے نکاح کیا تھا بہت اچھا کھانا بنایا کرتی تھی کھانے بنانے کا انکو ذوق تھا تو ایک مرتبہ انہوں نے کچھ اچھا کھانا بنایا تو سوچا کہ حضور ﷺ کے لئے بھی بھیجوں اسوقت حضور ﷺ حضرت عائشہؓ کے گھر میں تھے تو حضرت صفیہؓ نے خادمہ کے ذریعہ پیالہ بھیجا جس میں کھانا تھا جب حضرت عائشہؓ کے گھر میں کھانا پہونچا تو حضرت عائشہ کو بہت غصہ آیا کہ کیا میرے یہاں کھانا نہیں ہے؟ میرے یہاں بھیجنے کی کیا ضرورت ہے؟ عام طور پر عورتوں میں سوکنوں میں یہ چیز ہوتی ہے بہت غصہ آیا تو اس پیالہ کو زور سے پھینک دیا کہ انکے کھانے کی ضرورت نہیں ہے، حضور ﷺ بھی یہ ماجرا دیکھ رہے تھے اب آپ ﷺ غصہ

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) امام محمد بن سیرین نے غسل دیا اور بصرہ سے ۲ فرسخ پر دفن ہوئے آپ کے تمام ترکہ میں آپ کی (کشف الباری ج۳ ص۴۲)

[1] عن انس بن مالک قال خدمت رسول اللہ ﷺ عشر سنین فما قال لی اف قط. مشکوٰۃ رقم ۵۸۰۱ [2] عن عائشۃ قالت ما ضرب رسول اللہ ﷺ بیدہ شیئا قط الا ان یجاهد فی سبیل اللہ ولا ضرب خادما ولا امرأۃ (شمائل ترمذی ص ۲۳)

[2] حضرت عائشہ کے حالات ص ۲۰۲ پر ملاحظہ ہوں۔

[3] حضرت صفیہ: آپ ﷺ نے حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب ابن ابی سعیہ بن عبید بن خزرج بن النضیر سے نکاح کیا یہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون بن عمران کی اولاد سے تھے ۷ھ میں خیبر سے گرفتار ہوئی تھیں حضور ﷺ نے انکو اپنے لئے منتخب فرمایا (صفی مال غنیمت کا وہ حصہ جس کو وقت اپنے لئے منتخب کرتا ہے) کہتے ہیں یہ تھا اور انکی آزادی کو مہر قرار دے کر نکاح کر لیا تھا آپ ﷺ سے پہلے کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح میں تھیں جسکو حضور ﷺ نے قتل کروایا تھا انکی وفات ۵۰ھ میں یا ۵۲ھ میں ہوئی بعض کا قول ہے کہ تمام امہات المومنین میں انکی وفات سب سے آخر میں ہوئی۔

ہو جاتے تو معاملہ بگڑ جاتا۔ اگر آپ ﷺ ڈانٹ ڈپٹ کرتے اور سخت کلامی کرتے تو حضرت عائشہؓ
بھی برہم ہو جاتیں اور یہ بھی کہہ سکتی تھیں آپ صرف انہی کی طرف توجہ کرتے ہیں میری طرف توجہ ہی
نہیں کرتے تو بحث و تمحیص میں جھگڑا شروع ہو جاتا مگر رسول اللہ ﷺ نے کچھ نہیں فرمایا بلکہ
اس کھانے کو جمع کیا اور خادم سے فرمایا کہ تمہاری ماں کو غیرت آ گئی[1] (حضرت عائشہؓ ہمارے
مومنین کی ماں ہے) اسلئے فرمایا کہ تمہاری ماں کو غیرت آ گئی کہ یہاں بھیجنے کی کیا ضرورت ہے؟
تمہارے یہاں آتے تو وہاں کھا لیتی اسی غیرت کی وجہ سے پیالہ توڑ دیا۔ اس کا نتیجہ کیا سب
اچھے ہوئے۔ ایک تو یہ کہ حضور ﷺ کی نہ حضرت عائشہؓ کے ساتھ کوئی بحث ہوئی اور نہ
حضرت صفیہؓ کے ساتھ کوئی بحث ہوئی جھگڑا ہی ختم ہو گیا دوسرا یہ کہ حضرت عائشہؓ کو خود اپنی
غلطی کا احساس ہوا اور شرمندہ ہوئی۔ جب غصہ ٹھنڈا ہوا تو حضرت عائشہؓ نے پوچھا یا
رسول اللہ ﷺ! میں نے یہ پیالہ توڑ دیا تو مجھے اسکا تاوان اور جرمانہ کیا دینا پڑے گا؟ حضور ﷺ
نے فرمایا کہ پیالہ کے بدلہ میں پیالہ دینا پڑے گا۔ اب ظاہر بات ہے کہ اگر حضور ﷺ غصہ ہو
جاتے تو اتنی جلدی وہ غلطی قبول نہ کرتی لیکن فوراً اسی مجلس میں تھوڑی دیر کے بعد خود پوچھنے لگی
کہ اب کیا کرنا ہے؟

نرم خوئی اور تواضع سے اونچا مقام ملتا ہے:

تو بتانا یہ ہے کہ نرم کلامی ایسی چیز ہے جس سے اچھے اچھے دشمن انسان کے مطیع اور فرمانبردار ہو
جاتے ہیں دنیا میں اللہ تعالیٰ جن بزرگوں کے مقام کو اونچا کرتے ہیں وہ اسی طرح تواضع نرم

[1] عن انس ان رسول اللہ ﷺ كان عند بعض نسائه فارسلت احدى امهات المؤمنين مع خادم بقصعة فيها طعام قال فضربت بيدها فكسرت القصعة، قال ابن المثنى فاخذ النبي ﷺ الكسرتين فضم احدهما الى الاخرى فجعل يجمع فيها الطعام ويقول غارت امكم (ابوداؤد كتاب البيوع ص ۲۰۲ مشكوة رقم ۲۹۴۰)

خوش خلقی سے، نرم کلامی سے اور اچھے اخلاق کی وجہ سے زمانہ گزر جاتا ہے پھر بھی لوگ ان کے نام لینے والے ہوتے ہیں۔ دنیا میں چار ائمہ مشہور گزرے ہیں جنہوں نے قرآن پاک اور احادیث سے مسائل نکال کر ہمارے سامنے پیش کئے اسکے مطابق ہم اپنی عبادات ادا کرتے ہیں اور معاملات حل کرتے ہیں انمیں سب سے بڑا درجہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کا ہے، یہ پہلی صدی میں پیدا ہوئے تھے یعنی ۸۰ھ میں پیدا ہوئے تھے حضور ﷺ کی ہجرت کو ابھی سو سال بھی نہیں گزرے تھے حضرت امام ابوحنیفہؒ کی ایک خصوصیت ہے کہ انہوں نے بہت سے صحابہؓ سے ملاقات کی ان کا بڑا درجہ اس وجہ سے بھی ہے کہ دوسرے تین ائمہ حضرات کی صحابہؓ سے ملاقات نہیں ہوئی اور حضرت امام اعظمؒ نے چند صحابہؓ سے ملاقات کی اسلئے آپؒ بہت بڑے درجہ کے تابعی ہیں صحابہؓ کو جس نے ایمان کی حالت میں دیکھا اور ایمان پر قائم رہے۔ سے تابعی کہا جاتا ہے، اور ۱۵۰ھ میں آپ کا انتقال ہوا ہے تو حضرت امام ابوحنیفہؒ کی عبادات و اخلاق کے واقعات کتابوں میں بھرے پڑے ہیں۔ بڑی بڑی ضخیم کتابیں ان کے حالات میں لکھی گئی ہیں۔[۱]

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی نرم خوئی اور تواضع:

اسی سلسلہ کا ایک واقعہ عرض کرتا ہوں کہ یہ لوگ اپنے نفس کو کس طرح ختم کر دیتے ہیں نفسانیت اور انانیت کو کیسے ختم کر دیتے ہیں؟ آج تو ہمارا حال یہ ہے کہ کوئی ہمیں کوئی اچھی بات بھی کہتا ہے تو ہم اس کے خلاف بھڑک جاتے ہیں انتقام لیتے ہیں، اس کو رسوا کرتے ہیں، بری بات کہی جائے تب تو پھر پوچھنا ہی نہیں آسمان پر ہوتے ہیں۔ کہا جاتا ہے امام ابوحنیفہؒ کے پاس ایک شخص آیا ایک نوجوان اور اس نے آپؒ کو طمانچہ مار دیا اتنے بڑے بزرگ اتنے

---

[۱] حضرت امام ابوحنیفہؒ کے حالات ج ۱ ص ۹۰ پر ملاحظہ ہوں

والے ان کو طمانچہ مار دیا۔ امام ابوحنیفہؒ نے کچھ نہیں کہا خاموش رہے تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو اس طمانچہ کے بدلہ میں تجھے بھی طمانچہ مار سکتا ہوں، بدلہ لے سکتا ہوں لیکن میں تجھ سے بدلہ نہیں لوں گا، پھر فرمایا اگر میں چاہوں تو امیر المومنین کے سامنے تیری شکایت درج کراؤں اور وہ تجھے اس حرکت کا بدلہ دیوے، سزا دیوے ایسا بھی کر سکتا ہوں لیکن میں یہ بھی نہیں کروں گا پھر فرمایا اگر میں چاہوں تو رات میں اٹھ کر کے تیرے لئے اللہ سے بددعاء کروں اور اللہ سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میری بددعاء قبول کریگا، تو ہلاک ہو جائیگا لیکن اس کے باوجود میں تیرے لئے بددعا نہیں کروں گا۔ آگے ایک بات ارشاد فرمائی یہ تو ہوگیا دنیا کا معاملہ۔ دنیا میں تو یہ تین چیزیں تھی تینوں میں سے کچھ بھی نہیں کروں گا آخرت میں جب اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیشی ہوگی ظالم اور مظلوموں کا حساب کتاب ہوگا تو اگر میں چاہوں تو یہ بھی کر سکتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے شکایت کروں کہ اے اللہ! اس فلاں شخص نے مجھے بلا وجہ ایک طمانچہ مارا تھا تو اس سے بدلہ لے۔ ایسا میں کر سکتا ہوں لیکن میں وہاں بھی ایسا نہیں کروں گا آخرت میں بھی تجھ سے کچھ بدلہ نہیں لوں گا بلکہ اس سے آگے ایک ایسا جملہ فرمایا کہ جو ہمارے لئے بڑی عبرت کی چیز ہے اور امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں جانے کا حکم دیگا کہ جاؤ جنت میں چلے جاؤ تو میں اسوقت تک جنت میں نہیں جاؤں گا جب تک اللہ تعالیٰ سے درخواست نہ کروں کہ اے اللہ! میں اسوقت تک جنت میں نہیں جاؤں گا جب تک میں اس شخص کو جنت میں نہ لے جاؤں جس نے مجھے طمانچہ مارا تھا جب تک میں تجھے نہیں لے جاؤں گا تب تک جنت میں نہیں جاؤں گا۔ حالانکہ اس نے کتنی بڑی بے ادبی کی، کتنی گستاخی کی لیکن اسکے ساتھ یہ کلام آپؒ نے کیا۔ تو یہ بات پیدا ہوتی ہے اصل تواضع سے، اندر جو تکبر کا شیطان ہوتا ہے وہ ختم ہو جاتا ہے تو انسان کو سب سے برا اپنا نفس معلوم ہوتا

ہے، سب سے حقیر اپنی ذات معلوم ہوتی ہے پھر دنیا کے لوگ اسکو خود سے اچھے معلوم ہوتے ہیں اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں جو تین نے ذکر کی فرمایا کہ یہ جنت کے بالا خانے یہ بڑے بڑے محل ان لوگوں کو ملیں گے لِمَنْ اَلَانَ الْکَلَام جو نرم کلامی کرتے ہیں۔

حضرت لقمانؒ کی اپنے بیٹوں کو نرم کلامی کی نصیحت:

اسی طرح کلام پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت لقمانؒ کا تذکرہ کیا پوری سورت ہی اسکے نام سے ہے چند نصیحتیں حضرت لقمانؒ کی قرآن میں نقل کی گئی جو انہوں نے اپنے بیٹے کو کی، اس میں بھی انہوں نے نصیحت کی وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ

---

۱ حضرت لقمان کا تعارف: لقمان کون تھے اور کس زمانہ میں تھے اس بارے میں صحیح یہ ہے کہ علماء تاریخ سے کچھ باتیں ثابت ہیں، یہ سب باتیں مروی روایات میں سے ہیں۔ صاحب روح المعانی نے لکھا ہے کہ وہ حضرت ایوب کی بہن کے بیٹے تھے یا خالہ زاد بھائی تھے، بعض کا قول ہے کہ آذر کی اولاد میں سے تھے، کہتے ہیں کہ ایک ہزار سال تک زندہ رہے اور داؤد کا زمانہ پایا اور ان سے علم بھی حاصل کیا اور فتویٰ دینے سے پہلے نقل کیا گیا ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے درمیان زمانہ میں تھے، ان کے نبی ہونے میں اختلاف ہے وہ نبی تھے یا نہیں، حضرت عکرمہ اور شعبی سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ نبی تھے لیکن اکثر لوگوں نے انہیں حکیم قرار دیا ہے، ان کے آزاد ہونے میں بھی اختلاف ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ان کا پیشہ کیا تھا؟ اس بارے میں کئی متعدد اقوال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ وہ بڑھئی تھے، بعض کہتے ہیں کہ وہ درزی تھے اور بعض کہتے ہیں کہ لکڑیاں کاٹتے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ بکریاں چراتے تھے یہ سب باتیں لکھنے کے بعد صاحب روح المعانی جلد ۲۱ ص ۸۳ میں فرماتے ہیں: ولا وثوق لی بشئ من ھذہ الاخبار غیر انی اختار انہ کان رجلا صالحا حکیما ولم یکن نبیا (یعنی ان باتوں میں سے کسی بات پر وثوق نہیں ہے ہاں اتنی بات ہے کہ وہ مرد صالح تھے حکیم تھے اور نبی نہیں تھے) جب نبی نہیں تھے تو انکو خطاب جو ہوا وہ بذریعہ الہام ہوا ہوگا یا اس زمانہ کے نبی کے ذریعہ ہوا ہوگا۔ بعض روایت میں ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے قاضی تھے حضرت لقمان سے بہت کلمات حکمت منقول ہیں۔ موطا امام مالک میں ہے کہ حضرت لقمان حکیم سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو جو فضل ملا ہے یہ کس وجہ سے ملا ہے؟ انہوں نے فرمایا تین باتوں پر عمل کرنے سے یہ مقام حاصل ہوا (۱) سچی بات کرنا (۲) امانت ادا کرنا (۳) لایعنی بات اور ایسے کام کو چھوڑ دینا (مشکوۃ المصابیح ص ۴۳۵)

صَوْتِکَ اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ (پارہ ۲۱ سورہ لقمان آیت ۱۹) کہ میانہ چال چلو، درمیانی قسم کی چال چلو اور بھاگ دوڑ بھی مت کرو اور بہت نزاکت کے ساتھ عورتوں کی طرح بھی مت چلو وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِکَ، اور اپنی آواز کو نرم اور پست کرو اور چیخ چیخ کر چلا چلا کر سخت کلامی مت کرو حضرت لقمانؑ نے بھی اپنے بیٹے کو یہی نصیحت کی وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِکَ کیوں؟ اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ سب سے زیادہ ناپسندیدہ آواز گدھے کی آواز ہے یعنی یہ چیخنا، چلانا، گالی گلوچ، ڈانٹ ڈپٹ اچھی اور پسندیدہ عادت ہوتی تو گدھے کی آواز پسندیدہ ہوتی معلوم ہوا کہ چیخ چیخ کر کے بولنا، بہت زور زور سے بولنا، ڈانٹ ڈپٹ کرنا اللہ تعالیٰ کے یہاں پسندیدہ نہیں ہے، دیکھا حضور ﷺ نے کس طرح امت کا تزکیہ کیا کہ دل میں سے اس برائی کو نکالو تو اضع پیدا کرو، کہ اس تواضع کا اثر تمہاری چال پر بھی ہونا چاہئے، تمہاری بات میں بھی ہونا چاہئے اسلئے حضور اکرم ﷺ نے اور بھی طریقے بتائے مثلاً یہ لباس کا بھی انسان کے دل پہ ایک اثر ہوتا ہے۔

ٹخنے سے نیچے پائجامہ یا پتلون کا لٹکانا تکبر کی نشانی ہے:

حضور ﷺ نے پائجامہ کے متعلق ایک خاص ہدایت دی کہ ٹخنے سے نیچے پائجامہ مت لٹکاؤ، فانھا المخیلۃ اسلئے کہ ٹخنے سے نیچے پائجامہ لٹکانا تکبر کی نشانی ہے، بڑائی کی نشانی ہے اس پر بڑی وعید ہے۔ آج کل ہمارے معاشرے میں اسکو لوگ گناہ نہیں سمجھتے بلکے آج کل لباس ہی ایسا بنایا جاتا ہے کہ پائجامہ ٹخنے سے نیچا ہی رہے۔ اس قسم کا فیشن ہی ایسا ہو گیا ہے حالانکہ حضور ﷺ نے اس سے منع بھی کیا اور یوں کہا کہ یہ تکبر کی علامت ہے۔

گناہ پر سخت وعید:

اور مسلم شریف کی روایت میں اس گناہ کے سلسلے کی بہت سخت وعید ہے. حضرت ابوذر غفاری رضؓ
اس حدیث کے راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا تین آدمی ایسے ہیں جنکو چار طرح کے
عذاب ہونگے ایک عذاب لَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيمَةِ. اللہ تبارک وتعالی ان لوگوں
سے کلام نہیں کرے گا اللہ تعالی اپنے مومنین مخلصین بندوں سے بات چیت بھی کریگا لیکن
حشر کے میدان میں کچھ لوگ ایسے ہونگے جن سے اللہ تبارک وتعالی ناراض ہوجائیگا اور کلام
نہیں کریگا کتنی محرومی کی بات ہے. دوسری چیز لَا يَنظُرُ إِلَيْهِم اللہ تبارک وتعالی ان کی طرف
رحمت کی نظر سے نہیں دیکھے گا. اب میدان حشر میں جبکہ بڑے بڑے انبیاء بھی ڈر رہے ہونگے
اور سہمے ہوئے ہونگے. اسوقت اللہ تعالی کی نظر بعض بندوں پر غصہ کی ہوگی تو کیا حال ہوگا؟
رحمت کی نظر سے اللہ نہیں دیکھے گا، بلکہ غضب کی نظر سے دیکھے گا، وَلَا يُزَكِّيهِمْ انسان کے
بعض گناہ ایسے ہوں گے جو قبر کے عذاب سے دھل جائیں گے، بعض گناہ ایسے ہوں گے جو
میدانِ حشر کی سختیوں سے دھل جائیں گے، اور جنت میں جانے کا حکم ہوگا، لیکن بعض گناہ تو
ایسے ہوں گے کہ یہ سب سختیاں جھیلنے کے بعد بھی اس کا اثر رہے گا، تو پھر اس کے صاف
کروانے کے لئے انسان کو جہنم میں ڈالا جائے گا، تو یہ گناہ جو بتلائے جارہے ہیں وہ بھی ایسے
ہیں کہ حشر کے میدان کی سختیوں سے بھی پاک نہیں ہونگے بلکہ اسکو پاک کرنے اور مانجھنے
کے لئے جہنم میں جانا پڑیگا" وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ " اور ظاہری بات ہے ایسے لوگوں کے
لئے دردناک عذاب ہوگا تو چار وعیدیں ہیں اللہ تعالی کلام نہیں کریگا. دوسرا اللہ تعالی رحمت کی
نظر سے نہیں دیکھے گا. تیسرا اللہ تبارک وتعالی انکو میدان حشر میں بھی پاک نہیں کریگا. اور چوتھا
انکے لئے دردناک عذاب ہوگا. تو حضرات صحابہؓ ایسی بات سنتے تو انکے دل دہل جاتے تھے،

ڈر جاتے تھے کہ یہ وعید ہے حضرت ابوذر غفاریؓ جو اس حدیث کے راوی ہے انہوں نے جب سنا تو عرض کیا یا رسول اللہ مَنْ هُمْ خَابُوْا وَخَسِرُوْا[1] یارسول اللہ کون ہے وہ لوگ جنکے لئے یہ چار قسم کی وعید ہے؟ وہ تو ناکام ہوئے اور انہوں نے خسارہ اور نقصان اٹھایا انکی کشتی ہی الٹ گئی۔ آج ہم اس گناہ کو معمولی سمجھتے ہیں لیکن حضور ﷺ نے یہ وعید بیان کی۔

(۱) پہلا شخص: ان میں سے ایک آدمی حضور ﷺ نے یہ بتلایا کہ جو ٹخنے سے نیچے اپنا پائجامہ کو لٹکاتا رہتا ہے۔ اَلْمُسْبِلُ اِزَارَهٗ یہ بہت سخت گناہ ہے ٹخنے کے نیچے پائجامہ لٹکانے کی حالت میں نماز بھی مکروہ تحریمی ہوتی ہے کوئی امام اگر اس طرح پہنے تو اسکی امامت بھی مکروہ ہے ہم لوگ اسکو معمولی سمجھتے ہیں۔

(۲) دوسرا شخص: اور دوسرا وہ آدمی جو اپنا سامان جھوٹی قسمیں کھا کر سیل (SEL) کرے اور فروخت کرے جھوٹی قسم کھا کر اپنا بزنس (Business) کرتا ہے اسکے لئے بھی یہ چاروں وعیدیں ہیں۔

(۳) تیسرا شخص: اور تیسرا وہ آدمی جو لوگوں پر احسان کرکے جتلاوے۔ موقع بموقع اسے تکلیف دے کہ فلاں وقت تیرا کام کیا تھا فلاں وقت ایسا کیا تھا دوسرے لوگوں کو

---

[1] عن ابی ذرؓ عن النبی ﷺ قال ثلثة لا یکلمهم الله یوم القیمة ولا ینظر الیهم ولا یزکیهم ولهم عذاب الیم قال فقرأها رسول ﷺ ثلاث مرات قال ابو ذرؓ خابوا وخسروا من هم یا رسول الله قال المسبل والمنان والمنفق سلعته بالحلف الکاذب (مسلم شریف ج ۱ ص ۷۱ مشکوۃ رقم ۲۷۹۵)

کہے کہ فلاں کے ساتھ تو میں نے ایسا احسان کیا اب وہ بیچارہ ممنون ہے اور اسے تکلیف ہوتی ہے کہ ضرورت کی وجہ سے میں نے لے لیا اور میرا کام ہو گیا لیکن یہ بار بار بولتا ہے اور بار بار مجھے لوگوں کے سامنے ذلیل کرتا ہے قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی'' کہ تم اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور تکلیف پہنچا کر ضائع مت کرو معلوم ہوا جو صدقہ دیا گیا اور دینے کے بعد اگر انسان احسان جتلاتا ہے اور تکلیف دیتا ہے تکلیف کا مطلب یہ کہ بار بار اسکو بولتا ہے (ٹارچر کرتا ہے) تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسا کر کے صدقہ ضائع مت کرو معلوم ہوا احسان جتلانے سے اور تکلیف پہنچانے سے کیا کرایا صدقہ بھی ضائع اور برباد ہو جاتا ہے اسکو ثواب نہیں ملتا تو دیکھو حضور ﷺ نے اسی تکبر کو دور کرنے کیلئے حکم دیا کہ اپنا پائجامہ ٹخنے سے اوپر کر لو۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے نوجوانوں کو جب کہا جاتا ہے کہ بھائی! ذرا پائجامہ اوپر کرو تو نہیں کریں گے چونکہ انکو اپنی شان میں کمی معلوم ہوتی ہے کہ لوگ کیا کہیں گے؟ معلوم ہوا دل میں بڑائی ہے وہ چاہتے ہیں کہ لوگوں کے سامنے ہم بہت باعزت نظر آئیں اس طرح کے لباس سے، حضور ﷺ نے اسی تکبر اور بڑائی اور شیطانیت کو دور کرنے کے لئے فرمایا کہ اپنے پائجامہ کو ٹخنوں سے اوپر کرو اگر آدمی اسکی عادت ڈالیگا لوگ چاہے کچھ بھی کہیں تو اس میں تواضع کی شان پیدا ہوگی مختلف طریقوں سے حضور ﷺ نے امت کا تزکیہ کیا ہے۔ اس حدیث میں دوسری بات حضور ﷺ نے ارشاد فرمائی کہ یہ اونچے اونچے محل اور بالاخانے ان لوگوں کے لئے رکھے ہیں کہ ''اَطْعَمَ الطَّعَامَ'' کہ لوگوں کو کھانا کھلا دے۔ حضور ﷺ امت کے روحانی طبیب ہیں اس لئے اندر جو امراض اور روگ ہیں، آپ ﷺ اسکو دور کرنا چاہتے ہیں ابھی بتلایا کہ کبر کو دور کرنے کے لئے کتنی بہترین باتیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمائی۔

بخل ایک بہت بڑا روحانی مرض ہے:

اسی طرح انسان کی طبیعت میں ایک چیز ہوتی ہے بخل اور کنجوسی کی عادت بھی بہت خراب مرض ہے اسکا اثر یہ ہوتا ہے کہ کہ انسان کے اوپر اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو مالی عبادات فرض کی ہے وہ بھی ادا نہیں کرتا ہے اور جو بندوں کے حقوق ہے اسکی بھی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے، بندوں کے حقوق بھی ادا نہیں کرتا ہے کیوں کہ اسکے دل میں مال کی اتنی محبت آگئی کہ وہ مال کو خرچ کرنا ہی نہیں چاہتا تو حضور ﷺ رغبت دلارہے ہیں کہ دیکھو تمہارا جو مال اللہ نے دیا ہے لوگوں کو کھلاؤ، انکی ضرورتیں پوری کرو، ان پر خرچ کرو تو یہ بخل اور کنجوسی کا جو مرض ہے وہ ختم ہوگا۔

بخل پر سخت وعید:

قرآن پاک میں بھی اور حدیث پاک میں بھی بخل پر بڑی وعیدیں آئی ہے، وہ بخل کہ جو انسان کو اللہ اور اسکے بندوں کے حقوق کو ادا کرنے سے روکتا ہے اس بخل پر قرآن پاک میں فرمایا گیا "وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ ثُمَّ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝" (پ ۱۰ سورۂ توبہ آیت ۳۴) وہ لوگ جو سونا اور چاندی کو جمع کرتے ہیں اور اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے انکو آپ دردناک عذاب کی خبر سنادو یہ آیت جب اتری تو اس میں تو مطلق حکم ہے کہ سونا چاندی جمع کرنا جائز نہیں، اللہ کے راستہ میں خرچ کرو جو جمع کرکے رکھیں گے اسکے لئے دردناک عذاب ہے، تو حضرات صحابہ کرامؓ بہت پریشان ہوگئے کہ ہر آدمی کچھ نہ کچھ ہفتہ، دو ہفتہ، مہینہ، چھ مہینہ، سال کے لئے گھر میں ذخیرہ کرکے رکھتا ہے، تو آیت میں تو ہے کہ جو جمع کرکے رکھے اور خرچ نہ کرے انکے لئے

دردناک عذاب ہے تو سب پریشان ہوئے کہ اب تو کسی نے مال جمع کرنے کی گنجائش ہی نہیں اللہ تعالیٰ ان حضرات صحابہ کرامؓ کو پوری امت کی طرف سے خوب جزائے خیر دے، کہ ہم جیسے کمزوروں کے لئے تو بڑی مصیبت ہو جاتی ایک ایک پائی میں ہماری تو جان اٹکی ہوئی ہے تو صحابہ کرامؓ کو بھی کچھ پریشانی ہوئی وہ حضرات تو ایسے تھے کہ اس وقت انکو حکم دیا جاتا کہ کچھ جمع مت کرو تو اسکے لئے بھی تیار ہو جاتے اور ایسا ہی کرتے حضرات صحابہؓ کے پاس جو آتا تھا وہ خرچ کرنے کے لئے تیار ہوتے تھے بعض صحابہ کرامؓ بہت اونچے درجے کے متوکل تھے جیسے حضرت ابوذر غفاریؓ جنکی بار بار میں روایتیں سنا رہا ہوں۔ یہ انہیں صحابہ میں سے تھے جو مال جمع کرنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے انکا یہ مذہب تھا، انکا اپنا یہ مسلک تھا کہ ضرورت کے مطابق رکھا جائے اور ضرورت سے زیادہ سب خرچ کیا جائے یعنی زکوٰۃ وغیرہ دو تو الگ ہے لیکن جو مال اور ہے زکوٰۃ دینے کے بعد، صدقہ خیرات دینے کے بعد، جو کچھ بچے اپنے اور بال بچوں کی مختصر ضرورت کے لئے رکھ کر خرچ کر دے۔ اسلئے حضرت ابوذر غفاریؓ جہاں جاتے تھے صاحب مال لوگوں کے خلاف تقریر کیا کرتے تھے تو جتنے غرباء فقراء ہوتے تھے ان کے ساتھ جمع ہو جاتے تھے انکو بڑا مزہ آجاتا تھا کہ چلو بھائی یہ انکے خلاف تقریر کر رہے ہیں تاکہ مال انکا نکلے اور ہماری ضرورتیں پوری ہوں حضرت معاویہؓ[1] حضرت عثمان بن عفانؓ کے دور خلافت میں شام کے گورنر تھے وہاں بھی گئے۔

۱؎ حضرت ... ص ۹۷ پر ...

حضرت ابوذر غفاریؓ کا ''توکل علی اللہ'':

حضرت ابوذر غفاریؓ انکے ہاتھ میں ڈنڈا اور لکڑی ہوتی تھی جہاں جاتے تقریر کرتے تھے کہ مال نکالو، جمع مت کرو وہاں بھی تقریر شروع کر دی تو لوگ انکے ارد گرد جمع ہو گئے. مالداروں کو ناگواری ہوئی کہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ نے مال جمع کرنے کی اجازت دی ہے جبکہ زکوۃ وصدقات واجبہ ادا کر دے. پھر یہ خواہ مخواہ تقریر کرتے رہتے ہیں. بہر حال حضرت معاویہؓ وہاں کے گورنر تھے انکو پتہ چلا کہ ابوذر غفاریؓ آئے ہوئے ہیں اور اس طرح یہاں تقریریں کر رہے ہیں تو انہوں نے امتحان کے لئے کہ دیکھیں انکا اس پر عمل بھی ہے یا نہیں. یا صرف تقریریں ہی کرتے رہتے ہیں. ایک بڑی تھیلی دراہم ودنانیر سے بھر کر خادم کے ساتھ بھیجی کہ یہ حضرت ابوذرؓ کو دیدینا. اب وہ رات کے وقت گئے اور حضرت ابوذرؓ کو دیا کہ یہ دراہم ودنانیر حضرت معاویہؓ نے آپکو دیئے ہیں. صبح ہوئی تو اس خادم کو حضرت معاویہؓ نے بلایا اور فرمایا کہ جاؤ! ابوذر غفاریؓ سے کہنا کہ حضرت معاویہؓ نے تو وہ دراہم و دینار مجھے کسی اور کو دینے کے لئے کہا تھا میں نے غلطی سے آپکو دیدیا اب وہ تھیلی واپس دیدو ورنہ حضرت معاویہؓ تو میری خیریت بگاڑ دیں گے. امتحان لینا تھا اسلئے یہ طریقہ اختیار کیا اب وہ خادم گیا اور حضرت ابوذر غفاریؓ سے کہا کہ دیکھو وہ تھیلی دوسرے کو دینی تھی میں نے غلطی سے آپکو دیدی آپ جلدی سے واپس کر دو ورنہ میری خیریت بگڑ جائیگی، مجھے سزا ملے گی. حضرت ابوذر غفاریؓ نے کہا کہ معاویہ کو کہنا کہ وہ تو رات ہی میں میں نے تقسیم کر دیا تھا ایک پائی بھی میرے پاس بچی نہیں ہے اب کچھ آئیگا تو دوں گا ورنہ میرے پاس کچھ نہیں ہے. حضرت معاویہؓ کو تو فقط امتحان لینا مقصود تھا جو کہتے ہیں تو اس پر تو عمل کرتے ہیں یا نہیں. حضرات صحابہؓ کا ذوق ایسا تھا کہ جو بات کہتے تھے اس پر عمل کرتے تھے ایسے ہی حضرت بلالؓ بھی اونچے درجہ کے توکل والے تھے بعض صحابہؓ کو حضور ﷺ نے مال جمع کرنے کی اجازت نہیں دی حضرت بلالؓ کے یہاں حضور ﷺ تشریف لے گئے

تو دیکھا کہ کھجوروں کا ڈھیر رکھا ہوا ہے پوچھا اے بلال! یہ کیا ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے لئے میں نے جمع کر کے رکھا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا "انفق یا بلال" اے بلال! جو ہے سب خرچ کر دو۔ "ولا تخش من ذی العرش اقلالا" اور عرش والے سے کمی کا ذرا بھی خوف مت رکھو۔ تمہارا اہتمام یہ ہے کہ تمہارے پاس مال نہیں ہونا چاہئے آج جو ہے خرچ کر دو کل کا اللہ مالک ہے یہ اونچے درجے کے صحابہ کا حال تھا۔ بہرحال بخل ایسی صفت ہے کہ اس کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کے اور اس کے بندوں کے حقوق ضائع کرتا ہے اسلئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں اور حضور ﷺ نے کئی مختلف طریقوں سے ترغیب دی ہے۔

صحابہ کرامؓ نے سوال کر کر کے ہمارے لئے آسانی کر دی:

تو میں بتا رہا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہمارے بہت سے مسائل حل کر دیئے حضور ﷺ نے حج کا اعلان کیا کہ تم پر حج فرض کر دیا گیا ایک صحابی کھڑے ہوئے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس سال کے لئے فرض ہے یا ہر سال کے لئے؟ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا نہیں بس زندگی میں ایک ہی مرتبہ انہوں نے یہ سوال کیا حضور ﷺ نے جواب دیا تو پوری امت کے لئے آسانی ہوگئی ورنہ ہر سال آپ ﷺ فرما دیتے تو لوگوں پر ہر سال جانا پڑتا تو صحابہ کرامؓ نے سوال کر کے ہمارے لئے بڑی آسانی کر دی[3]

---

[1] [illegible] ص ۱۸۸ [illegible]

[2] عن ابی ہریرۃ ان النبی ﷺ دخل علی بلال وعندہ صبرۃ من تمر فقال ما ھذا یا بلال؟ قال شیء ادخرتہ لغد فقال اما تخشی ان تری لہ غدا بخارا فی نار جہنم یوم القیامۃ انفق یا بلال ولا تخش من ذی العرش اقلالا (مشکوۃ شریف ص ۱۶۵)

[3] عن علی بن ابی طالب قال لما نزلت وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا قالوا یا رسول اللہ فی کل عام فسکت فقالوا یا رسول اللہ ﷺ فی کل عام قال لا ولو قلت [illegible]

حضرت عمرؓ کا حضور ﷺ سے سوال کرنا:

صحابہ کرامؓ پریشان تھے کہ مال جمع کرنے پر سخت دردناک عذاب کی وعید ہے تو اب کیا کریں گے؟ ہر ایک آدمی کچھ نہ کچھ تو رکھتا ہی ہے حضرت عمرؓ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ میں تمہاری مشکل آسان کر دیتا ہوں، حضور ﷺ کی خدمت میں گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ قرآن پاک کی آیت اتری ہے اور مال جمع کرنے کا حکم نہیں ہے جو جمع کریگا اسکے لئے دردناک عذاب ہے۔ آپ ﷺ کے صحابہؓ اس آیت کے اترنے سے بہت پریشان ہے حضور ﷺ نے فرمایا یہ وعید ان لوگوں کے بارے میں ہے جو سونا، چاندی، مال جمع کر کے رکھتے ہیں اور اسکی زکوۃ ادا نہیں کرتے اگر وہ زکوۃ دیدیں اور بقیہ مال جمع کر کے رکھیں انکے لئے یہ وعید نہیں ہے حضرت عمرؓ[1] نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور فرمایا کہ تمہارے لئے آسانی ہوگئی اور وہ آسانی ہم سب کے لئے بھی ہوگئی کہ زکوۃ، صدقہ جو ضروری ہیں انکو ادا کرنے کے بعد مال جمع کرنے کی گنجائش ہے۔[2]

. . (ماقبل سے تعلق حاشیہ) . . . . . نعم لو جبت فانزل اللہ تعالی یا ایہا الذین آمنوا لا تسألوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم۔ (ترمذی ج ۲ ص ۱۴۹)

[1] حضرت عمرؓ کے حالات صحابہ ص ۶۹ پر ملاحظہ ہو۔

[2] عن ابن عباسؓ قال لما نزلت هذه الآية والذين يكنزون الذهب والفضة قال كبر ذلك على المسلمين فقال عمر انا افرج عنكم فانطلق فقال يا نبي الله انه كبر على اصحابك هذه الآية فقال رسول اللہ ﷺ ان الله لم يفرض الزكوة الا ليطيب مابقي من اموالكم وانما فرض المواريث لتكون لمن بعدكم قال فكبر عمر ثم قال له الا اخبرك بخير ما يكنز المرء المرأة الصالحة اذا نظر اليها سرته واذا امرها اطاعته واذا غاب عنها حفظته (ابو داؤد باب حقوق المال ص ۲۳۵ مشکوۃ رقم ۱۷۸۱)

مال میں زکوۃ کے علاوہ دوسرے بھی حقوق ہے:

لیکن اسکے باوجود بھی جو مال ہمارے پاس ہے اسکے اندر بھی دوسرے حقوق ہیں۔ ماں باپ کے حقوق، اولاد کے حقوق، پڑوسیوں کے حقوق، اور امت کے بہت سارے کام ہوتے ہیں اس میں بھی زکوۃ کے علاوہ رقمیں خرچ کرنے کا انسان کو مزاج بنانا چاہئے۔ یہ حدیث اسی قبیل کی ہے " لِمَنْ اَطْعَمَ الطَّعَام " کہ جنت میں جو بالا خانے ہیں وہ اللہ نے ان لوگوں کے لئے رکھے ہیں جو لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں یعنی انکی ضرورتیں پوری کرتے ہیں اور ظاہری بات ہے کہ ہر ایک کو تو زکوۃ سے نہیں کھلا سکتے ماں باپ اگر ضعیف ہیں تو کیا انکو زکوۃ کھلائیں گے؟ اولاد کو زکوۃ کھلائیں گے؟ اصول وفروع یعنی دادا، پردادا، دادی، پردادی، نانا، نانی ان سبکو زکوۃ دینا جائز نہیں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ زکوۃ تو اپنی جگہ ہے ہی، صدقۂ فطر بھی واجب ہے، قربانی بھی واجب ہے۔ لیکن اسکے علاوہ بھی اپنے مال کے اندر اپنے والدین، اپنے اہل وعیال، اپنے رشتہ دار اور ضرورت مندوں کا حق اللہ تعالی نے رکھا ہے اس میں سے انکی ضرورتیں پوری کی جاوے۔ چنانچہ کسی ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنے کی بڑی فضیلت ہے۔

مسکین کسے کہتے ہیں؟:

بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں بیچارے جیسے میں نے کل بتلایا تھا کہ مسکین کی اصل تعریف یہ ہے کہ اسکے پاس کچھ نہ ہو اور کسی سے مانگے بھی نہیں اور نہ اپنے چہرے سے لوگوں کے سامنے اپنے فقر وفاقہ کو ظاہر کرے ایسے لوگ بہت سارے ہوتے ہیں بعض لوگ مانگتے پھرتے ہیں وہ حقیقی مسکین نہیں ہیں تو انکی ضرورت کو پورا کرنا اسکی بڑی فضیلت ہے۔

ضرورت مندوں کی مدد اللہ کی رضا کا سبب:

حدیث شریف[1] میں ہے کہ حشر کے میدان میں کچھ لوگوں کو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ "اے میرے بندے! میں دنیا میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا؟" تو بندہ عرض کریگا یا اللہ! تجھے کیا بھوک کی ضرورت؟ تو تو بے نیاز ہے، تو تو ان سب چیزوں سے پاک ہے "سبحان اللہ" انسانی ضرورتیں مختلف ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب سے پاک ہے لیکن اللہ تعالیٰ اسکے جواب میں فرمائیں گے کہ دنیا میں میرا فلاں بندہ بھوکا تھا اسکو اگر تو کھلاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے فقر و فاقہ کو دور کرنے میں اپنی رضامندی کو بتلایا کہ میری خوشی اور رضامندی اس غریب کی ضرورت کو پورا کرنے میں تھی۔ پھر اللہ بعض بندوں سے کہیں گے کہ میں پیاسا تھا تم نے مجھے پلایا نہیں؟ تو بندے کہیں گے یا اللہ! تو پیاسا ہو سکتا ہے؟ تجھے پانی پینے اور کسی چیز کے پینے کی کیا ضرورت ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ فلاں جگہ میرا فلاں بندہ پیاس سے تڑپ رہا تھا اسکو ضرورت تھی، فلاں گاؤں میں پانی کی ضرورت تھی، پانی کا قحط تھا اگر تو انکو پانی پلاتا تو مجھے انکے پاس پاتا مطلب یہ ہے کہ اللہ تو ہر جگہ ہے لیکن میری خوشی اور میری رضامندی انہیں کے پاس پاتا پھر

---

[1] عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ تعالی یقول یوم القیمۃ یا ابن آدم مرضت فلم تعدنی قال یا رب کیف اعودک وانت رب العلمین قال اما علمت ان عبدی فلانا مرض فلم تعدہ اما علمت انک لو عدتہ لوجدتنی عندہ، یا ابن آدم استطعمتک فلم تطعمنی قال یا رب کیف اطعمک وانت رب العلمین قال اما علمت انہ استطعمک عبدی فلان فلم تطعمہ اما علمت انک لو وجدت ذلک عندی، یا ابن آدم استسقیتک فلم تسقنی قال یا رب کیف اسقیک وانت رب العلمین قال استسقاک عبدی فلان فلم تسقہ اما انک لو سقیتہ وجدت ذلک عندی رواہ مسلم (مشکوۃ ص ۱۳۴ مشکوۃ رقم الحدیث ۱۵۲۸)

اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائیں گے کہ میں دنیا میں بیمار ہو گیا تھا تم میری بیمار پرسی اور مزاج پرسی کے لئے آئے نہیں؟ تو بندے کہیں گے یا اللہ! تو کہاں سے بیمار ہو سکتا ہے؟ تو تو سبکو شفاء دینے والا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائیں گے کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا تم نے اسکی خبر گیری نہیں کی۔ اسکا مزاج نہیں پوچھا۔ اگر تم اسکی بیمار پرسی کرتے تو مجھے اسی کے پاس پاتے تو بندے کے رسول ﷺ نے اسکے یہ فضائل بتائے ہیں تو انسان جب اپنے دل کو بنائے گا زکوۃ، صدقہ، فطرہ یہ سب تو اپنی جگہ واجب ہے اسکے علاوہ بھی مال کا کچھ حصہ ضرورت مندوں کی ضرورتوں میں خرچ کریگا تو یہ بخل اور کنجوسی کی صفت دور ہوگی ورنہ تو یہ بڑھتی ہی رہیگی۔ شیخ سعدیؒ نے ایسے لوگوں کے متعلق انہیں حدیثوں کی روشنی میں فرمایا۔

بخیل جنت میں نہیں جائیگا:

" بخیل بود اگر زاھد بحر وبر بہشتی نہ باشد بحکم خبر " (کریما)

کہ بخیل آدمی اگر دریا اور خشکی کا سب سے بڑا عبادت گذار ہے، عبادت میں کوئی کمی نہیں ہے، بہت بڑا عبادت گذار ہے لیکن اس میں ایک بیماری ہے بخل کی، کنجوسی کی اسکی بنا پر وہ بندوں کے حق ادا نہیں کرتا ہے تو فرمایا کہ حدیث کے حکم کے مطابق ایسا شخص جنتی نہیں ہے یعنی اپنے بخل کی سزا کے لئے جہنم میں جانا پڑیگا پھر برسوں کے بعد اسے جنت ملیگی، تو انسان عبادت گذار بھی ہو اور بخیل بھی ہو تو عبادت اپنی جگہ ہے لیکن بخل کی وجہ سے اسے چند دن جہنم میں جانا پڑیگا تو حضور ﷺ نے مختلف طریقوں سے اللہ کے راستوں میں خرچ کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔ بہرحال اس حدیث کے اندر ایک دو جز ہیں ان آیت کے متعلق

ل علامہ شیخ سعدیؒ کے حالات ج:۱ ص:۳۳ پر ملاحظہ ہو۔

انشاء اللہ پھر کبھی بات عرض کی جائیگی۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العلمین

ان الله وملئكته يصلون على النبي

يا يها الذين آمنوا

صلوا عليه وسلموا تسليما

حضرت مفتی محمد کلیم صاحب دامت برکاتہم کا

یہ بیان ۲۵ رمضان المبارک کو شب جمعہ میں

مسجد انوار نشاط روڈ پر ہوا

فضائلِ یومِ جمعہ

الحمد لأهله والصلوة على أهلها امابعد فأعوذ بالله من الشيطن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (سورة جمعه آيت ۱۲ پ ۲۸)

وقال الله تعالى في شان حبيبه ان الله وملئكته يصلون على النبي يا يها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما اللهم صل على سيدنا ومولانا محمد وعلى ال سيدنا ومولانا محمد وصحبه وبارك وسلم تسليما كثيرا كثيرا.

وعن ابى مالك الاشعرى ؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان في الجنة غرفا يُرى ظاهرها من باطنها أعد الله لمن الأن الكلام واطعم الطعام وتابع الصيام وصلى بالليل والناس نيام أو كما قال صلى الله عليه وسلم .(كنز العمال ج ۱۵ ص ۳۶۵ ايضا ترمذى ج ۲ ص ۷۹ .مثل الحديث مشكوة رقم ۱۲۳۲)

بزرگانِ محترم! یہ سورۂ جمعہ کی ابتدائی آیتیں ہیں پہلی آیت کا ترجمہ ہے کہ (اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہیں وہ ساری چیزیں جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے وہ اللہ جو بادشاہ ہے پاکیزہ ہے زبردست حکمت والا ہے۔

ھو الذی بعث :

وہ اللہ کہ جس نے بھیجا ان پڑھ لوگوں میں انہیں میں سے ایک رسول اور پیغمبر جو ان کے سامنے قرآن کی آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں اور ان کو پاک صاف کرتے ہیں اور انکو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اگرچہ یہ لوگ اس سے پہلے بڑی کھلم کھلی گمراہی میں تھے۔

بعثت نبی ﷺ کے تین مقاصد :

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے تین مقاصد اس آیت کے اندر بتائے گئے ایک تو رسول اللہ ﷺ امت کے سامنے تلاوت کرتے ہیں (تزکیہ کرتے ہیں) تزکیہ کا مطلب اس سے پہلے دو مجلسوں میں بتلایا جا چکا ہے کہ ظاہری طور پر جو ناپاکیاں اور گندگیاں ہیں حضور ﷺ نے امت کو انکی تعلیم دی کہ اپنے آپ کو بدن کو کپڑوں کو ان سب چیزوں سے پاک صاف رکھا جائے اور انسان کے باطن میں دل میں جو امراض بیماریاں اور روگ ہوتے ہیں ان کو بھی آپ نے دور فرمایا تو ایک روایت اس سلسلہ کی پیش کی تھی حضرت علیؓ[1] اور ابو مالک اشعریؓ کی کہ حضور نے امت کو یہ رغبت دلائی کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں بالا خانے بڑے اونچے محل رکھے ہیں[2] جن کی خوبی یہ ہے کہ اندر کی چیزیں باہر سے دیکھنے والوں کو نظر آئینگی باہر والا اندر کی چیزوں کو دیکھ سکے گا صاف

---

[1] حضرت علیؓ کے حالات جلد اص ۸۶ پر ملاحظہ ہو۔

[2] عن علیؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ان فی الجنۃ لغرفا یری ظھورھا من بطونھا وبطونھا من ظھورھا فقام الیہ اعرابی فقال لمن ھی یا نبی اللہ قال ھی لمن اطاب الکلام واطعم الطعام وادام الصیام وصلی للہ باللیل والناس نیام (ترمذی شریف ج ص ۷۹)

عن ابی مالک الاشعریؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ان فی الجنۃ غرفا یری ظاھرھا من باطنھا وباطنھا من ظاھرھا اعدھا اللہ لمن الان الکلام واطعم الطعام وتابع الصیام وصلی باللیل والناس نیام (مشکوۃ شریف ص ۱۰۹)

شفاف ہوں گے تو یہ ان لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے تیار کیا ہے جو نرم کلامی سے پیش آتے ہیں میں نے اس سے پہلے بتایا کہ سب سے بری چیز انسان کے دل میں وہ تکبر اور بڑائی ہوتی ہے اگر انسان میں تواضع اور عاجزی ہوگی تو اس کا کلام بھی نرم ہوگا دوسروں سے پیش آئیگا تو نرمی سے پیش آئیگا۔

بخل کی مذمت:

عن ابی ھریرۃؓ عن النبی ﷺ قال السخی قریب من اللہ قریب من الجنۃ قریب من الناس بعید من النار۔ والبخیل بعید من اللہ بعید من الجنۃ بعید من الناس قریب من النار[1]

دوسری چیز انسان کی طبیعت میں بخل اور کنجوسی یہ بھی بہت بڑا مرض ہے کل اس سلسلے میں گفتگو جاری تھی مال کی محبت انسان کو بخل میں مبتلا کر دیتی ہے اس سے حضور ﷺ نے اس بخل والی بری صفت کو دور کرنے کے لئے بھی اللہ کے راستے میں خرچ کرنے ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کرنے کی ترغیب دی اس روایت میں بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بالا خانے ان لوگوں کے لئے رکھے ہیں جو اللہ کے بندوں کو کھلاتے ہیں مطلب یہ ہے کہ انسان کو جو بھی ضرورت ہو ان ضرورتوں کو پورا کرنے میں اپنا مال خرچ کرے۔ ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ بالا خانے رکھے ہیں بخل بہت بری صفت ہے۔ حدیث شریف میں اس پر سخت وعید آئی ہے کیوں کہ اس کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی ادا نہیں کرتا ہے اور بندوں کے حقوق کو بھی ضائع کرتا ہے اس لئے ایک حدیث میں فرمایا۔ **السخی قریب من اللہ قریب من الجنۃ قریب من الناس بعید من النار۔** (جو آدمی اللہ کے راستے میں سخاوت

---

[1] ترمذی شریف جلد ثانی ص ۱۷ مشکوۃ رقم ۱۸۶۹

کرتا ہے اللہ تعالیٰ سے بھی قریب ہوتا ہے جنت سے بھی قریب ہوتا ہے، لوگوں سے بھی قریب ہوتا ہے) لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ہوتی ہے اس کی چاہت ہوتی ہے (اور جہنم سے بہت دور ہوتا ہے) اسکے برعکس جو بخیل ہے اس کے لئے وعید فرماتے ہیں والبخیل بعید من اللہ بعید من الجنۃ بعید من الناس قریب من النار (بخیل آدمی اللہ سے دور ہے جنت سے بھی دور ہے لوگوں سے بھی دور ہے اور جہنم سے بالکل قریب ہے) ایک حدیث میں فرمایا: "بخل" اور "سخا" یہ دو چیزیں بندوں کی صفات میں سے ہیں۔ کچھ بندے بخیل ہوتے ہیں کچھ سخی ہوتے ہیں تو "سخا" حشر کے میدان میں جنت کے اندر سے ایک ٹہنی نکلے گی گردن کی طرح۔ اور جو لوگ اللہ کے راستے میں سخاوت کرتے تھے، خرچ کرتے تھے ان کی گردنوں کو پکڑ پکڑ کر جنت کے اندر وہ لیکر جائے گی اور بخل بھی ایک ٹہنی کی طرح جہنم سے نکلے گی۔ اور بخیلوں کی گردن پکڑ کر ان کو جہنم میں ڈال دیگی۔ یہ بات اور ہے کہ اس بخل کی وجہ سے ایک مدت تک ان کو جہنم میں جلنا پڑیگا[1] اور پھر جنت کے اندر اللہ تعالیٰ ایمان کی برکت سے انہیں داخل کریگا لیکن اس صفت بخل کی وجہ سے کتنے دن جہنم میں جلنا پڑیگا وہ بھی انسان بتلا نہیں سکتا۔ ہزاروں برس جل سکتا ہے۔ تو منشا عرض کرنے کا یہ ہے کہ حضور ﷺ طبیب روحانی تھے روحانی بیماریوں کے علاج آپ نے بتلائے ہیں پہلی چیز کہ نرم کلامی سے پیش آنا یہ تواضع کی علامت ہے گویا اللہ کے رسول ﷺ تعلیم دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ جب گفتگو کرو تو بلا وجہ ان کو جھڑکنا ڈانٹ ڈپٹ کرنا سخت

---

[1] وعن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ السخاء شجرۃ فی الجنۃ فمن کان سخیا اخذ بغصن منہا فلم یترکہ الغصن حتی یدخلہ الجنۃ والشح شجرۃ فی النار فمن کان شحیحا اخذ بغصن منہا فلم یترکہ الغصن حتی یدخلہ النار رواہ البیہقی فی الشعب الایما (مشکوۃ ص ۱۶۷، رقم ۱۸۸۶)

کھانا کی کرنا یہ تواضع کی علامت نہیں ہے بلکہ کبر اور تکبر کی علامت ہے۔

بخل کا علاج :

اسی طرح مال اللہ نے دیا ہے تو انسان کا بخل کیسے دور ہوگا کہ زکوٰۃ ادا کرے، صدقۂ فطر ادا کرے، قربانی کرے، اسی طرح اپنے اوپر جو حقوق ہے۔ ماں باپ کے بال بچوں کے مساکین کے ضرورت مندوں کے وہاں پر خرچ کریں تو انسان کی طبیعت میں مال کی محبت کم ہوگی اور بخل اس کا دور ہوگا انسان جو کچھ خرچ کرتا ہے حقیقت میں وہی اللہ تعالیٰ کے یہاں باقی رہتا ہے ایک مرتبہ حضور ﷺ کے گھر پر بکری ذبح کی گئی حضور ﷺ تشریف لائے تو پوچھا گوشت کتنا باقی رہا؟ جب بکری ذبح کی گئی تو اس کا کافی گوشت تقسیم کر دیا گیا تھا تو ازواج مطہرات نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ فقط ایک ران باقی رہی ہے باقی سب کچھ ختم ہو چکا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس کو تم سمجھ رہے ہو کہ وہ ختم ہو چکا ہے وہ حقیقت میں اللہ کے یہاں باقی رہ گیا ہے۔ اب جو تم کھاؤ گے وہ ختم ہو جائے گا ایک ران جو باقی ہے وہ باقی نہیں وہ ختم ہونے والی ہے۔ اور جو دے چکے ہو وہ اللہ کے یہاں بینک میں جمع ہو گیا وہ اصل میں باقی ہے۔[1]

حضور ﷺ کی سخاوت :

اس لئے اللہ کے رسول ﷺ رمضان میں تیز ہوا سے بھی زیادہ سخی ہو جاتے تھے کیوں تو آپ ﷺ

---

[1] وعن عائشةؓ أنهم ذبحوا شاة فقال النبی ﷺ مابقی منها، قالت مابقی منها الا كتفها، قال بقی كلها غير كتفها، رواه الترمذی وصححه (مشكوة ص ۱۶۹)

[2] عن ابن عباسؓ قال كان رسول الله ﷺ اجود الناس بالخير وكان اجود ما يكون فی شهر رمضان ان جبرئیل عليه السلام كان يلقاه فی كل سنة فی رمضان حتى ينسلخ ...... بقیہ اگلے صفحہ پر

سخی تھے ہی لیکن رمضان میں آپ ﷺ کی سخاوت اور زیادہ بڑھ جاتی تھی آپ ﷺ یہ بھی گوارہ نہیں کرتے تھے کہ میرے گھر سے کوئی سائل خالی جائے، مشکوۃ شریف کے اندر حضرت ام سلمہ کی روایت ہے ان کے یہاں کسی نے گوشت ہدیہ بھیجا تو حضور ﷺ کو گوشت محبوب و پسندیدہ تھا حضرت ام سلمیٰؓ نے حضور ﷺ کے لئے رکھ دیا کہ آپ ﷺ تشریف لائینگے تو میں ان کو پیش کروں گی کوئی سائل آیا تو حضرت ام سلمہؓ نے کہا کہ اللہ تمہیں برکت دے یعنی کچھ نہیں ہے جب حضور ﷺ تشریف لائے پوچھا کچھ کھانے کے لئے ہے تو حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا جی ہاں گوشت آپکے لئے رکھا ہے خادمہ کو کہا طاق میں سے گوشت نکال کر لاؤ اور حضور ﷺ کے سامنے پیش کرو، وہ جب گئی تو وہاں دیکھا کہ گوشت سفید پتھر بن چکا ہے، سفید پتھر کی شکل میں بدل گیا تھا حضور ﷺ نے پوچھا کیا بات ہے کیا کوئی سائل آیا تھا اور تم نے انکار کردیا؟ کہا ہاں یا رسول اللہ ﷺ! ایک سائل آیا تھا ہم نے دعاء دے کر رواتہ کردیا ہم نے سوچا کہ آپ ﷺ ہی کو یہ پیش کریں گے، حضور ﷺ نے فرمایا جب نبی کے گھر سے کوئی سائل واپس جائے یہ اللہ کو پسند نہیں ہے۔ اس لئے دیکھو! اللہ تعالیٰ نے اس گوشت کو بھی پتھر بنا

(بقیہ صفحہ کا حاشیہ)...... فیعرض علیہ السلام القرآن فاذالقیہ جبرئیل کان رسول اللہ ﷺ اجود بالخیر من الریح المرسلۃ (مسلم شریف ج ۲ ص ۲۵۳ ، بخاری شریف ج ۱ ص ۵۰۲ ، مشکوۃ رقم ۲۰۹۸)

۱ حضرت ام سلمہؓ آپ ﷺ نے حضرت ام سلمہؓ بنت ابی امیہ ابن مغیرہ ابن عبداللہ ابن عمر ابن مخزوم ابن یقظہ ابن مرہ بن کعب بن لوی سے نکاح کیا آپ ﷺ سے پہلے ابوسلمہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم کے نکاح میں تھی اور اس شوہر سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی عمر اور زینب پیدا ہوئے تھے، یہ دونوں حضور ﷺ کے ربیب تھے اور یہ عمر جنگ جمل میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے حضرت علیؓ نے انکو بحرین کا والی بھی بنایا اور مدینہ میں انکی اولاد کا سلسلہ بھی باقی رہا حضرت ام سلمہؓ نے ۶۲ھ میں مدینہ میں وفات پائی اور بقیع میں دفن کی گئیں اور یہ حضور ﷺ کی بیویوں میں سب سے آخر میں وفات پانے والی ہے۔ بعض نے کہا کہ حضرت میمونہؓ کی وفات سب سے اخیر میں ہوئی۔

دیا۔ تو عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ حضور ﷺ نے خود بھی ان اخلاق پر عمل کیا، ویسے آپ تو اخلاق کا مکمل نمونہ تھے تواضع، انکساری، نرم کلامی اسی طرح لوگوں کو کھلانا، خرچ کرنا حضور ﷺ کے اندر مکمل طور پر موجود تھا۔

حرص بھی ایک قلبی روگ ہے:

اسی طرح انسان کی طبیعت کے اندر ایک اور برا وصف ہوتا ہے حرص اور لالچ، دل میں ہمیشہ حرص اور لالچ ہو بس یہی حرص اور لالچ انسان کو حسد میں بھی مبتلا کرتی ہے۔ جب مال کی حرص اور لالچ ہوتی ہے، عہدہ اور منصب کی لالچ ہوتی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ لالچ فقط مال ہی کی ہو آج کل کرسیوں کی، عہدہ اور منصب کی لالچ میں لوگ کتنے مبتلا ہو جاتے ہیں۔ جب حرص اور لالچ ہوگی مال کی، کسی عہدہ کی، منصب کی، تو آدمی کے اندر حسد پیدا ہوگا کہ جن لوگوں کو اللہ نے مال دیا، عہدہ دیا، منصب دیا، اور ہمارے پاس نہیں ہے تو انسان حسد کریگا پھر اس کے حاصل کرنے کے لئے بہت سے ناجائز طریقے بھی اختیار کریگا۔

حرص کو دور کرنے کا نبوی طریقہ:

تو حضور ﷺ نے اس حرص، طمع اور لالچ کو انسان کی طبیعت سے دور کرنے کے لئے روزہ کا حکم دیا، انسان کا جی چاہتا ہے کہ میں کھاؤں، پیوں اپنی شہوات کو پوری کروں لیکن جب روزہ رکھ لیتا ہے تو

---

[1] وعن مولى لعثمان قال اهدى لام سلمة بضعة من لحم وكان النبي ﷺ يعجبه اللحم فقالت للخادم ضعه في البيت لعل النبي ﷺ ياكله فوضعته في كوّة البيت وجاء سائل فقام على الباب فقال تصدقوا بارك الله فيكم فقالوا بارك الله فيك فذهب السائل فدخل النبي ﷺ فقال يا ام سلمة هل عندكم شئ اطعمه فقالت نعم قالت للخادم اذهبي فاتي رسول ﷺ بذلك اللحم فذهبت فلم تجد في الكوة الا قطعة مروة فقال النبي ﷺ فان ذلك اللحم عاد مروة لما لم تعطوه السائل. رواه البيهقي في دلائل النبوت (مشكوة شريف ص ١٦٢)

اپنے نفس کو کھانے پینے اور شہوات کی چیزوں سے بچاتا ہے تو گویا حضور ﷺ نے جو روزے کا حکم دیا قرآن وحدیث میں جو روزہ کا حکم دیا گیا اس کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ انسان کی طبیعت سے حرص اور لالچ کا مادہ ختم ہو جائے سامنے کھانا رکھا ہوا ہے پینے کی چیزیں موجود ہیں جی چاہ رہا ہے لالچ تو ہو رہی ہے لیکن کنٹرول رکھا گیا کہ نہیں ابھی شام تک رکے رہو تو اس طرح روزہ رکھنے سے آہستہ آہستہ انسان کی لالچ بھی ختم ہوتی ہے اس حدیث میں تیسرا جزو حضور ﷺ نے یہی بیان فرمایا و تابع الصیام یہ جنت میں بلند وبالا محل اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے رکھے ہیں جو پے بہ پے روزہ رکھنے کا اہتمام کرتے ہیں رمضان کے روزے تو فرض ہے ہی اس کے علاوہ شوال کے محرم کے ذی الحجہ کے ہر مہینے کے روزوں کی بھی حضور ﷺ نے بڑی ترغیب دی ہے خود حضور ﷺ کا عمل اس پر ایسا تھا کہ کوئی مہینہ ایسا نہیں چھوٹتا تھا کہ حضور ﷺ روزہ سے نہ رہتے ہوں حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہے اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ حضور ﷺ کو اس طرح دیکھے کہ پورا مہینہ گذر گیا اور آپ نے روزہ نہیں رکھا وہ اس طرح دیکھ نہیں سکتا اور اگر کوئی یہ چاہے کہ پورا مہینہ حضور ﷺ کو روزہ کی حالت میں دیکھے یہ بھی نہیں ہو سکتا سوائے رمضان کے[1] مطلب یہ ہے کہ ہر مہینہ میں کچھ دن آپ ضرور روزہ رکھتے تھے اور کچھ دن روزہ نہیں رکھتے تھے مسلسل روزے نہیں رکھتے تھے کہ پورا سال ہی روزہ سے رہے۔ حضرت داؤدؑ کے روزہ کا طریقہ یہ تھا کہ ایک دن روزہ رکھتے تھے ایک دن افطار کرتے تھے حضور ﷺ نے اس طریقہ کو پسند فرمایا سب سے زیادہ پسندیدہ میرے نزدیک صوم داؤدی ہے[2] ایک دن روزہ ایک دن

---

[1] وعن عبد الله بن شقيق قال قلت لعائشة اكان النبي ﷺ يصوم شهرًا كله قالت ما علمته صام شهرا كله الا رمضان ولا افطره كله حتى يصوم منه حتى مضى لسبيله ﷺ (مسلم شريف ج ۱ ص ۳۶۴ مشكوة رقم ۲۰۴۵)

[2] وعن عمرو بن دينار قال سمعت عمرو بن اوس قال سمعت عبد الله بن عمرو يقول قال رسول ﷺ احب الصيام الى الله صيام داؤدؑ فانه كان يصوم يوما و افطر يوما احب الصلوة الى الله صلوة داؤد كان ينام نصف الليل ويصلى ثلثه وينام سدسه (ابن ماجه ص ۱۲۳)

رکھنا رسول اللہ ﷺ کی عادت شریفہ مختلف رہی ہے اور اس میں بھی امت کی سہولت پیش نظر رکھی آپ ﷺ نے اپنے عمل سے ایک چیز نہیں اپنایا آپ ﷺ نے ہر مہینہ میں تین روزہ رکھنے کا بھی اہتمام کیا ہے ایام بیض[1] کے روزے کہلاتے ہیں ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ کا روزہ جس کی بڑی فضیلت ہے ایک روزہ کا ثواب ۱۰ روزہ کے برابر ہوتا ہے تو فرمایا گیا تین روزہ مہینہ میں رکھ لے پورے مہینے کے روزوں کا ثواب ملے گا[2] ایک طریقہ یہ رہا بھی آپ ﷺ پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے۔

شوال کے چھ روزوں کی فضیلت:

ابھی رمضان ختم ہو جائے گا تو شوال کے چھ روزے جس کو سر پوٹی روزہ کہتے ہیں، ششی روزہ فارسی میں کہتے ہیں اس کی بڑی فضیلت ہے فرمایا کہ چھ روزے جو شوال کے رکھ لے پورے سال کے روزہ رکھنے کا ثواب ملے گا[3] اب اس کے دو طریقے ہیں یا تو عید کا دن چھوڑ کر دوسرے دن سے شروع کر دے مسلسل چھ دن تو بھی یہ فضیلت حاصل ہوگی اور اگر شوال کا مہینہ ختم ہونے سے پہلے پہلے تک چھ روزے پورے کر لے تو بھی یہ فضیلت حاصل ہوگی ہفتہ میں ایک دو روزے رکھ لے دو تین ہفتہ میں پورے روزے ہو جائیں گے اس کا بھی اہتمام کریں اب عادت ہے روزوں کی تو یہ چھ روزہ بھی ہم رکھنے کی کوشش کریں اور دی

---

[1] عن موسی بن ابی طلحة قال سمعت اباذر یقول قال رسول الله ﷺ یا اباذر اذا صمت من الشهر ثلثة ایام فصم ثلث عشر واربع عشر وخمس عشر ترمذی کتاب الصوم ج ۱ ص ۱۶۵۔

[2] عن ابی ذر قال قال النبی ﷺ من صام من کل شهر ثلثة ایام فذلک صیام الدهر فانزل الله تبارک وتعالی تصدیق ذلک فی کتابه من جاء بالحسنة فله عشر امثالها الیوم بعشرة ایام ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۶۶۔

[3] عن ابی ایوب الانصاری انه حدثه ان رسول الله ﷺ قال من صام رمضان ثم اتبعه ستا من شوال کان کصیام الدهر مسلم شریف ج ۱ ص ۳۶۹ مسلم رقم ۲۰۲۳۔

قعدہ اس کے بعد آئیگا۔

عشرۂ ذی الحجہ کے روزے کی فضیلت:

پھر ذی الحجہ آئیگا یکم ذی الحجہ سے آٹھ ذی الحجہ تک روزوں کی فضیلت الگ ہے اور ۹ ذی الحجہ یوم عرفہ کے روزہ کی فضیلت الگ ہے حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک ذی الحجہ سے لیکر آٹھ دن تک کوئی آدمی روزہ رکھے ایک سال کے روزوں کے برابر ثواب ملیگا گویا آٹھ سال کے روزوں کا ثواب آٹھ روزوں میں ملتا ہے[1] اور ۹ ذی الحجہ کے روزہ کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی سے مجھے امید ہے کہ ۹ ذی الحجہ کا روزہ رکھنے والے کو اللہ تعالی ایک سال آگے اور ایک سال پیچھے کے گناہوں کو یعنی صغیرہ گناہ (جو چھوٹے ہے) اس کو اللہ معاف کردیگا[2] اس روزہ کی بڑی فضیلت ہے۔

عاشورہ کا روزہ اور اسکی فضیلت:

اسکے بعد محرم آئیگا محرم کے روزے بھی حضور ﷺ سے ثابت ہے پہلے دن ہی بتلایا تھا ابتداء میں تو عاشورہ کا روزہ فرض تھا بعد میں پھر رمضان کے روزے فرض ہوگئے[3] اب اس کا

---

[1] عن ابي هريرةؓ عن النبي ﷺ قال مامن ايام احب الي الله ان يتعبد له فيها من عشر ذي الحجة يعدل صيام كل يوم منها صيام سنة وقيام كل ليلة منها بقيام ليلة القدر (ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۵۸)

[2] عن ابي قتادةؓ ان النبي ﷺ قال صيام يوم عرفة اني احتسب على الله ان يكفر السنة التي بعده السنة التي قبله (ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۵۷)

[3] فقال رسول ﷺ لقنها بلالا فاذن بها بلال وقال في الصوم قال فان رسول الله ﷺ كان يصوم ثلثة ايام من كل شهر ويصوم يوم عاشوراء فانزل الله كتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من قبلكم لعلكم تتقون (مختصراً. ابوداؤد ص ۷۵) بعض حاشیہ آگے... بقیہ اگلے صفحہ پر

روزہ رکھنا سنت باقی رہ گیا ہے ایک دن ۹ تاریخ کو بھی روزہ رکھے اور عاشورہ دس تاریخ کو بھی ہے اور ۱۰ تاریخ کا روزہ رکھے اس کی بھی فضیلت ہے جو شخص عاشورہ کا روزہ رکھے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ایک سال کے گناہوں کو معاف فرما دیگا۔

روزوں کی ایک حکمت:

تو مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ نے انسان کو جو روزوں کی تاکید فرمائی اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس کے اندر جو حرص اور لالچ ہے جو ایک حیوانی صفت ہے انسانی صفت نہیں ہے اس حرص کو ختم کرنے کے لئے کثرت سے روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کا روزے سے عشق:

حضرت معاذ بن جبلؓ کی موت کا وقت جب قریب آیا تو حضرت معاذؓ رونے لگے لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے کیوں روتے ہو؟ دنیا سے جب حضور ﷺ گئے اس وقت آپ سے تو خوش تھے تو رونے کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا میں اس لئے نہیں رو رہا ہوں کہ موت آرہی ہے میں اسلئے رو رہا ہوں کہ میں خدا کے لئے گرمیوں کے موسم میں جو بڑا دن ہوتا ہے سخت گرمی کا موسم ہوتا ہے وہ جو روزہ رکھتا تھا اب وہ روزہ رکھنا چھوٹ جائیگا راتوں کو اللہ کے سامنے عبادات میں کھڑا رہتا تھا وہ سلسلہ موت آنے سے منقطع ہو جائیگا اس وجہ سے میں رو رہا

(آثار السنن [illegible]) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے شروع میں روزے تین تھے رمضان سے پہلے تین روزے رکھے۔ قصه قال ای معاذ فان رسول الله ﷺ کان یصوم ثلثة ایام من کل شهر ویصوم یوم عاشوراء فانزل الله ان فرض علیکم الصیام والمراد بها صیام رمضان وعاشوراء وثلثة ایام من کل شهر کتب علیه ﷺ صیامها حین هاجر ثم نسخت بشهر رمضان الخ

(المجهود ج ۳ ص [illegible])

(حضرت معاذ بن جبلؓ کے حالات [illegible])

ہوں کہ وہ روزوں میں جو لطف آتا تھا گرمی کے موسم میں رکھنے کا وہ لطف ختم ہو جائیگا۔ بہر حال حضور ﷺ کے بعض صحابہ کرامؓ تو ایسے گذرے کہ انہوں نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ زندگی بھر روزے رکھے۔

تین صحابہ کرامؓ کا واقعہ:

حدیث شریف کی کتابوں میں واقعہ ہے کہ تین صحابہ کرامؓ ازواج مطہرات کی خدمت میں پہنچے انہوں نے مشورہ کیا کہ ہم ازواج مطہرات سے معلوم کریں کہ حضور ﷺ کی عبادت کس طرح ہوتی تھی وہ اسلئے : ذہن میں ایک خاکہ لے کر گئے تھے کہ حضور ﷺ تو رسول ہے نبی ہے اسلئے ہمیشہ نمازوں میں مشغول رہتے ہوں گے روزہ سے رہتے ہوں گے اور ازواج مطہرات سے بھی زیادہ دلچسپی نہیں ہوگی، ان کے ذہن میں ایک خاکہ تھا تو چلو ہم حضور ﷺ کی بیویوں سے حضور ﷺ کی عبادت کا طریقہ معلوم کریں اور اس کے مطابق ہم بھی عمل کریں تین صحابہ حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور حضرت عثمان بن مظعونؓ تینوں حضرات آئے حضور ﷺ کی بیوی سے غالبا حضرت عائشہؓ سے ہی پوچھا حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ نماز کے متعلق، عبادت کے متعلق آپ کا طریقہ کار یہ ہے کہ رات کے کچھ حصہ میں آپ ﷺ سو بھی جاتے ہیں اور کچھ حصہ میں آپ ﷺ عبادت کرتے ہیں، اور کچھ حصہ میں اپنی ازواج کا حق ادا کرتے ہیں روزوں کے متعلق آپ ﷺ کا طرز یہ ہے کہ کبھی روزہ رکھتے ہیں اور کبھی نہیں رکھتے ہیں تو ان لوگوں نے حضور ﷺ کی عبادت کو اپنے ذہن کے اعتبار سے کم سمجھا اور یہ تاویل کی کہ اللہ کے رسول ﷺ تو معصوم ہے بخشے بخشائے ہیں ہم یہ سوچتے تھے کہ آپ ﷺ رات بھر نماز ہی پڑھتے ہوں گے ہمیشہ روزہ ہی رکھتے ہوں گے لیکن آپ تو معصوم ہے اسلئے آپ کو اتنی زیادہ عبادت کی ضرورت نہیں اسلئے انہوں نے سوچا کہ ہم تو نبی نہیں ہے،

کر چکے تھے کہ زندگی بھر روزہ رکھیں گے کبھی افطار نہیں کریں گے۔ ہمیں تو رمضان کے روزے بھی بڑے گراں معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن بہرحال ہمت کی ضرورت ہے سال بھر میں کم سے کم ایک دو روزے تو رکھنے ہی چاہئے پیر جمعرات کا رکھ لے کبھی ایام بیض کا رکھ لے تو اس کی بڑی فضیلت ہے اور انسان کو ملکوتی صفت اور بڑی نورانیت حاصل ہوتی ہے فرشتوں کی صفات حاصل ہوتی ہے یہ تین چیزیں ہوگئیں اس حدیث میں عرض کرنے کا منشاء یہ ہے کہ آپ ﷺ تزکیہ فرمارہے ہیں ہر چیز کا علاج کر رہے ہیں تکبر کا بھی علاج کیا، حرص ولالچ کا بھی علاج کیا اسی طرح انسان کے اندر سستی، کاہلی ہوتی ہے اس سے وہ اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے آگے اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں۔

تہجد کی نماز کی فضیلت:

اونچے محل ان لوگوں کے لئے ہیں صلی باللیل والناس نیام (جو رات کو نماز کا اہتمام کرے اس حال میں کہ لوگ سوئے ہوئے ہو) رات کے کسی بھی حصہ میں اللہ کے لئے اٹھنا، بیدار ہونا حالانکہ سب لوگ سوتے پڑے ہیں یہ ادا بھی اللہ کو بہت پسند ہے جس کو ہم تہجد کی نماز کہتے ہیں۔ تہجد کا لفظ تو قرآن میں بھی آیا ہے۔ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۷۹) کہ آپ رات میں اٹھ کر اللہ کی عبادت کیجئے جو مزید ایک اور فریضہ ہے پہلے بتلایا گیا تہجد کی نماز پہلے فرض تھی۔

تہجد اور آپ ﷺ کا معمول:

مسلم شریف میں روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہے کہ ابتداء میں حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ پر رات کا قیام یعنی رات کی عبادت فرض رہی ہے ایک سال تک پوری رات کا

تو حضور ﷺ پر بھی صحابہ پر بھی فرض رہا۔ بعد میں سورۂ مزمل کی چند آیات اتریں جس سے یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ بعض علماء کہتے ہیں امت کے لیے تو فرض نہیں رہی لیکن حضور ﷺ کے اوپر آخر تک فرض رہی لیکن بہت سے علماء کہتے ہیں حضور ﷺ پر تہجد کی نماز فرض نہ رہی اس کی فرضیت ختم ہوگئی لیکن سنت ہونا سب کے لئے رہا بہرحال حضور ﷺ اور حضرات صحابہ کا معمول یہ تھا کہ رات کے آخری تیسرے حصہ میں تہجد کے لئے بیدار ہوا کرتے تھے کچھ صحابہ کرام ایسے تھے جو رات کے اول حصہ میں نماز پڑھ کر سو جاتے تھے آخری حصہ میں بیدار نہیں ہوتے تھے یعنی یہ دونوں جماعتیں تھیں اسلئے علماء فرماتے ہیں افضل طریقہ یہ ہے کہ کچھ حصہ میں سو جائے پھر اٹھ کر بیدار ہو کر تہجد کو ختم کرے لیکن اگر کسی آدمی میں اس کی طاقت نہیں ہے اٹھ نہیں سکتا ہے کہ آنکھ کھلے تو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ عشاء کے بعد ہی سونے سے پہلے پہلے چار رکعت ہی تہجد کی نیت سے پڑھ لیا کرے۔ چار رکعت، آٹھ رکعت حضور اکرم ﷺ سے اکثر و بیشتر بخاری شریف کی روایت ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہے حضور ﷺ کی رمضان وغیر رمضان میں تہجد کی نماز آٹھ رکعت ہوا کرتی تھی لیکن اس سے کم بھی ثابت ہے کہ کبھی حضور ﷺ نے چار رکعت پڑھی ہے اور تین وتر

---

۱ عن قتادة ... فقلت أنبئيني عن قيام رسول الله ﷺ فقالت ألست تقرأ يا أيها المزمل قلت بلى قالت فإن الله عز وجل افترض قيام الليل في أول هذه السورة فقام نبي الله ﷺ وأصحابه حولا وأمسك الله خاتمتها اثني عشر شهرا في السماء حتى أنزل الله في آخر هذه السورة التخفيف فصار قيام الليل تطوعا بعد فريضة (مسلم ج ۱ ص [illegible])

۲ عن أبي سلمة بن عبد الرحمن أنه أخبره أنه سأل عائشة كيف كانت صلاة رسول الله ﷺ في رمضان فقالت ما كان رسول الله ﷺ يزيد في رمضان ولا في غيره على إحدى عشرة ركعة يصلي أربعا فلا تسأل عن حسنهن وطولهن ثم يصلي أربعا فلا تسأل عن حسنهن وطولهن ثم يصلي ثلاثا قالت عائشة فقلت يا رسول الله ﷺ أتنام قبل أن توتر قال يا عائشة إن عيني تنامان ولا ينام قلبي (بخاري ج ۱ ص [illegible])

ایسے سات رکعت بھی حضور ﷺ نے ۲ رکعت پڑھی ہے اور تین وتر ایسے ۹ رکعت ہو گئیں اور اکثر آپ ﷺ گیارہ رکعت پڑھتے تھے آٹھ رکعت تہجد کی اور تین رکعت وتر کی بہرحال کم سے کم یہ ہے کہ دو چار رکعت بھی ضرور انسان پڑھ لیا کرے تہجد کے بڑے فضائل حدیثوں کے اندر وارد ہوئے ہیں جتنے بھی اولیاء کرام گزرے ہیں کوئی بھی ولی ولایت کے مقام تک نہیں پہنچا جب تک اس نے تہجد کا اہتمام نہیں کیا جناب رسول اللہ ﷺ بڑی شفقت سے اپنی امت کو یہ حکم فرماتے ہیں **علیکم بقیام اللیل** (اے لوگو! رات کے قیام کو اپنے اوپر لازم کرو) یہ فرض نہیں ہے لیکن حضور ﷺ فرماتے ہیں لازم کرلو یعنی پابندی کرو تہجد جو ہے اپنے اوپر رات کے قیام کو لازم کرلو **فانه دأب الصالحین**[2] یہ حکم [illegible] ہو سکتا ہے امت یہ سوچے کہ رات کو جاگنے سے کیا فائدہ ہوگا یہ تو بہت بھاری کام ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں تمہارے اوپر کوئی یہ بوجھ نہیں ڈالا گیا ہے یہ تو تم سے پہلے جو نیک لوگ گزرے ان کا بھی طریقہ رہا ہے جیسے روزوں کے بارے میں کہا گیا کہ تم سے پہلی امتوں پر بھی فرض کئے گئے تاکہ امت اس کو آسان سمجھے کہ یہ ہمارے لئے ہی حکم نہیں ہے پہلے بھی لوگ رکھتے آئے ہیں اسی طرح حضور ﷺ نے اس حدیث میں فرمایا کہ اپنے اوپر رات کے قیام کو لازم کرلو یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ رہا پہلے بھی لوگ کرتے آئے ہیں تو تمہارے لئے کوئی مشکل بات ہے تم بھی اس کو اختیار کرو۔

۱؎ عن [illegible] طحاوی شریف باب صلوٰۃ الوسطیٰ ص ۱۲۳

۲؎ عن بلال ان رسول اللہ ﷺ قال علیکم بقیام اللیل فانه دأب الصالحین قبلکم وان قیام اللیل قربة الی الله ومنهاة عن الاثم وتكفير للسيئات ومطردة للداء عن الجسد (ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۹۵ مشکوٰۃ رقم ۱۲۲)

ایسا TABLET ہے کہ جو گناہ ہوتے ہیں وہ بھی جھڑ جائیں گے آہستہ آہستہ اور آئندہ گناہوں سے بچنے کی ہمت اور طاقت اور حوصلہ پیدا ہو جائے گا کتنی اہم باتیں اللہ کے رسول ﷺ نے بیان فرمائیں۔ حضرت مولانا محمد زکریا فرمایا کرتے تھے کہ آسان طریقہ ہے کہ صبح صادق سے آدھا گھنٹہ پہلے اٹھ جایا کرو کوئی مشکل نہیں فجر کی نماز کے لئے تو اٹھنا ہی ہے آدھا گھنٹہ پہلے اٹھ جاؤ استنجاء وضوء سے فارغ ہو جاؤ اور تہجد کی نماز پڑھ لو دس بیس منٹ میں بھی آدمی آٹھ رکعت بارہ رکعت پڑھ سکتا ہے اور اگر یہ بھی مشکل معلوم ہو رہا ہے تو اتنا تو ضرور ہر آدمی کر سکتا ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد جب آدمی گھر آجائے تو سونے سے پہلے چار رکعت آٹھ رکعت تہجد کی نیت سے پڑھ کر سوئے یہ تو کسی کے لئے مشکل نہیں ہے اس پر ہر ایک آدمی عمل کر سکتا ہے اسلئے کوشش تو کرے کہ رات کے اخیری حصہ میں اٹھے لیکن یہ بھی یاد رہے کہ تہجد کا اہتمام کیسے نصیب ہوگا۔

تہجد سے محرومی کے اسباب:

بعض چیزیں ایسی ہے کہ انسان چاہتا ہے کہ تہجد کا اہتمام کرے لیکن کچھ چیزیں انسان کو تہجد سے محروم کر دیتی ہے تہجد کے اہتمام کے لئے سب سے پہلے حدیث ہی میں علاج بتایا گیا کہ سب سے پہلے عشاء کے بعد جلدی سو جاؤ اور مسامرہ یعنی رات میں بات چیت بند کرو[1]

ہمارے معاشرہ کا ناسور:

آج ہمارے معاشرہ کا سب سے بڑا ناسور اور برائی یہی ہے کہ عام ماحول یہ ہو گیا ہے

---

[1] عن ابی برزۃ قال کان النبی ﷺ یکرہ النوم قبل العشاء والحدیث بعدھا (ترمذی ج ۱ ص ۴۲)

کہ رات کو عشاء کے بعد دیر تک لوگ جاگتے ہیں گھومتے پھرتے جاتے ہیں ایک ایک دو دو تین تین بجے سوتے ہیں ظاہر بات ہے کہ تین بجے کوئی سوئیگا تو فجر کے لئے نہیں اٹھیگا تو تہجد کے لئے تو کہاں سے آنکھ کھلے گی عام ماحول یہ ہو گیا ہے۔ حالانکہ حدیث شریف میں عشاء کے بعد گپ شپ کرنے پر سخت وعید آئی ہے لیکن آج کل لوگ
SUNDAY, MONDAY منانے دور دور تک بلکہ ممبئی تک جاتے ہیں وقت ان کا فضول ضائع ہو رہا ہے۔ پیسے ان کے برباد ہو رہے ہیں اور مقصد ان کا صرف کھانا ہے کسی کو اس کی پڑی نہیں ہے بہر حال ایک چیز: تو یہ ہے کہ جلدی سے سونے کا اہتمام کرے تو انشاء اللہ تہجد مل جائے گی۔

دوسری چیز: کھانے میں کچھ کمی کرے اتنا نہ کھالیوے کہ ایسی نیند آوے کہ دھکے دے کر اٹھانے تو بھی نہ اٹھے بہت بھوکا رہنا ہم لوگوں کے بس کی بات نہیں لیکن کم کھائے حضرت حکیم الامت تھانوی فرماتے تھے پیٹ بھر کے کھاؤ لیکن جی بھر کے نہ کھاؤ یعنی کھانا کھا رہے ہیں آپ کو اندازہ ہو گیا کہ پیٹ بھر گیا ہے لیکن نفس چاہتا ہے اور کھاؤں تو اس وقت بس کر دو پیٹ بھر کے کھاؤ لیکن جی بھر کے مت کھاؤ تو تھوڑا کم کھائیں گے نیند کم لگے گی کم کھانے میں پانی بھی کم پئے گا تو نیند کم آئیگی اور جتنا پانی زیادہ پیتا ہے اتنی نیند بھی آتی ہے۔

تیسری چیز: بہت زیادہ نرم نازک بستر استعمال نہ کرے اب اس کو تو کون چھوڑ سکتا ہے اس زمانہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک ٹاٹ تھی اکہرے بچھا کر اس پر سوتے تھے ایک رات حضور ﷺ کی کسی بیوی نے اس کو دو پٹ کر دیا یا چار پٹ کر دیا نرم ہو گئی۔ صبح میں آپ ﷺ نے فرمایا آج تم نے میرا بستر ذرا نرم کر دیا تھا تہجد میں اٹھنے میں مجھے گرانی ہو رہی

---

١. ابن ماجہ صفحہ ۔

تھی جیسا پہلے تھا اسی طرح کر دیا کرو۔ بہر حال آج ہمارا حال یہ ہے کہ پوری رات نرم گدوں میں (.A.C) میں پڑے رہتے ہیں اب آنکھ کہاں سے کھلنے والی ہے۔ بہر حال اللہ نے نعمتیں دی ہیں استعمال کریں کوشش کریں دو چیز تو ہم کر سکتے ہیں (۱) جلدی سو جائیں (۲) تھوڑا پیٹ کھانے میں کمی کریں اس کی وجہ سے ان شاء اللہ تہجد کا اہتمام نصیب ہوگا۔

چوتھی چیز یہ ہے کہ ہم دن میں بھی گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرے خاص طور پر اپنی نظر اور زبان کی حفاظت کریگا تو تہجد کا اہتمام نصیب ہوگا اور اگر نظر و زبان کے گناہ میں مبتلا رہیگا تو اس سے تہجد بھی چھوٹ جاتی ہے تہجد سے آدمی محروم ہو جاتا ہے حضرت حسن بصریؒ[1] سے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت میں تہجد میں اٹھنا چاہتا ہوں لیکن میں اٹھ ہی نہیں پاتا ہوں بہت کوشش کرتا ہوں حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا تم اپنے دن کے اعمال ٹھیک کرلو تو اللہ تمہیں رات کے اعمال ٹھیک کرنے کی توفیق دیگا دن میں تم برائیوں سے بچو تو رات اللہ عافیت کے ساتھ نیکیوں کے ساتھ گذار دیگا۔ بہر حال میرے بھائیو یہ رمضان کا مہینہ گذرا تراویح بھی ہم پڑھتے رہے روزے بھی رکھے، رات میں بھی کچھ نہ کچھ تہجد کا اہتمام ہوتا رہا اب چند دن رہ گئے ہیں اس لئے ان راتوں کو خوب اللہ کی عبادت میں گذاردیں آج کی یہ شب جمعہ کی

(باقی حاشیہ گزشتہ صفحہ) حدثنا عبد الله بن میمون انا جعفر بن محمد عن ابیه قال سئلت عائشة ما کان فراش رسول ﷺ فی بیتک قالت من ادم حشوه لیف وسئلت حفصة ما کان فراش رسول الله ﷺ فی بیتک قالت مسحا نثنیه ثنیتین فینام علیه فلما کان ذات لیلة قلت لو ثنیته اربع ثنیات کان اوطأ له فثنیناه باربع ثنیات فلما اصبح قال ما فرشتمونی اللیلة قالت قلنا هو فراشک الا انا ثنیناه باربع ثنیات قلنا هو اوطأ لک قال ردوه لحالته الاولی فانه منعتنی وطأته صلوتی اللیلة شمائل ترمذی ص ۲۳

۱؎ حضرت حسن بصریؒ کے حالات ص ۹۲ پر ملاحظہ ہو۔

ہے جو میں نے آیتیں پڑھی ہے وہ بھی سورۂ جمعہ ہی کی ہے پوری سورۂ جمعہ کی تفسیر کا تو موقع نہیں اس کے لئے کئی دن چاہئے لیکن چند باتیں عرض کرتا ہوں، ایک تو ان آیتوں میں حضور ﷺ کا جو مقام مجھے بتلانا تھا کہ حضور ﷺ تلاوت بھی کرتے تھے اور امت کو گناہوں سے بچانے کے لئے آپ ﷺ نے جو نسخے بتلائے ہیں اس کی طرف توجہ دلائی۔

یومِ جمعہ کی فضیلت:

اب یہ جمعہ کی شب ہے کل جمعہ کا دن ہے۔ جمعہ کا دن سارے دنوں کا سردار ہے حدیث شریف میں ہے کہ یہودیوں نے سنیچر کو اپنی عبادت کے لے منتخب کرلیا عیسائیوں نے اتوار کے دن کو منتخب کرلیا اور اس امت محمدیہ نے اللہ کی توفیق سے جمعہ کے دن کو منتخب کرلیا[1] جمعہ کا دن بڑا مبارک دن ہے۔ زمانہ جاہلیت میں یعنی اسلام آنے سے ۵۶۰ سال پہلے اس جمعہ کے دن کو یوم عروبہ کہا جاتا تھا حضور ﷺ کے دادا ؤں میں ایک دادا گزرے ہیں کعب بن لوی[2] یہ اس زمانہ میں بھی توحید پرست تھے انھوں نے کبھی بت پرستی نہیں کی تو انہوں نے اس

---

[1] عن ابي هريرة وعن ربعي بن حراش عن حذيفة قالا قال رسول ﷺ اضل الله عن الجمعة من كان قبلنا فكان لليهود يوم السبت وكان للنصارى يوم الاحد فجاء الله بنا فهدانا الله ليوم الجمعة فجعل الجمعة والسبت والاحد وكذلك هم تبع لنا يوم القيمة نحن الاخرون من اهل الدنيا والاولون يوم القيمة المقضي لهم قبل الخلائق وفي رواية واضل المقضي بينهم.

[2] كعب بن لؤي. وكان كعب عظيم القدر عند العرب فلهذا ارخوا لموته الى عام الفيل ثم ارخوا بالفيل فسمى ايام الجمع وخطبه مشهورة يخبر فيها بالنبي ﷺ (ابن لؤي) ولكعب ولم لؤي عاتكة ابنة يخلد بن النضر بن كنانه وهي اول العواتك اللاتي ولدن رسول ﷺ من قريش وله اخوان أحدهما تيم الادرم والادرم نقصان في الذقن. قيل انه كان ناقص اللحي والآخر قيس ولم يبق منهم أحد وآخرت من مات منهم في زمن خالد بن عبدالله القسري. فبقي ميراثه لا يدرى من يستحقه. وقيل ان امهم سلمى بنت عمرو ربيعة وهو يحيى بن حارثة الخزاعي. (الكامل في التاريخ ج ۱ ص ۵۵۹ دار الكتب العلمية بيروت)

یوم عروبہ کا نام بدل کر یوم الجمعہ رکھا[1] اور اس دن یہ لوگوں کو کعبۃ اللہ کے پاس جمع کرتے تھے اور ان کے سامنے خطبہ دیتے وعظ کرتے تب سے یعنی اسلام کے آنے سے ۵۶۰ سال پہلے اس کا نام یوم الجمعہ رکھا گیا بڑی فضیلت ہے حدیث شریف میں ہے جمعہ کا دن اتنا مبارک دن ہے کہ اسی دن حضرت آدمؑ[2] کی پیدائش ہوئی ہے اسی دن حضرت آدمؑ کی وفات ہوئی اسی دن حضرت آدمؑ کو جنت میں داخل کیا گیا اسی دن جنت سے ان کو دنیا میں بھی اتارا گیا اور اسی دن قیامت قائم ہوگی اور جمعہ کے دن ایک ایسی قبولیت کی گھڑی ہے کہ انسان جو دعا کرتا ہے

---

[1] والیوم الجمعۃ العروبۃ ۔ واول من نقل العروبۃ الی یوم الجمعۃ کعب بن لؤی۔ بذل المجہود ج ۶ ص ۴ طبع ندوۃ العلماء لکھنؤ)

[2] حضرت آدمؑ کے حالات: جس نئی مخلوق کو پیدا فرمانے اور زمین میں خلیفہ بنانے کا اللہ نے ارادہ فرمایا تھا وہ حضرت آدمؑ اور انکی ذریت ہے حضرت آدمؑ فرشتوں سے افضل تھے کیونکہ انکو فرشتوں سے زیادہ علم دیا گیا تھا (انوار البیان ج ۱ ص ۶۸) آپ اور آپکی بیوی سے جو خطا ہوئی اسکی وجہ سے انکو بہت زیادہ ندامت تھی اللہ کی طرف سے چند کلمات بتلائے گئے تاکہ ذریعہ توبہ کریں جب انہوں نے توبہ کی تو اللہ نے انکی توبہ کو قبول فرمایا (انوار البیان ج ۱ ص ۷۵) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت آدمؑ سے دو ہزار سال پہلے جنات زمین پر آباد تھے ابوالعالیہ سے فرماتے ہیں کہ فرشتے بدھ کے دن پیدا ہوئے اور جنات کو جمعرات کے دن پیدا کیا گیا اور جمعہ کے دن حضرت آدمؑ پیدا ہوئے (تفسیر ابن کثیر اردو ج ۱ ص ۹۲) ایک مرتبہ حضرت ابوذرؓ نے حضورﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ کیا حضرت آدمؑ نبی تھے؟ آپﷺ نے فرمایا نبی بھی اور رسول بھی بلکہ خدا نے ان سے آمنے سامنے بات چیت کی اور انہیں فرمایا کہ تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۰۰) محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ اہل کتاب وغیرہ علماء سے بروایت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ابلیس کی ڈانٹ ڈپٹ کے بعد حضرت آدمؑ کا علم ظاہر کرکے پھر ان پر اونگھ ڈال دی گئی اور انکی بائیں پسلی سے حضرت حواؑ کو پیدا کیا جب آنکھ کھول کر حضرت آدمؑ نے انہیں دیکھا تو اپنے خون اور گوشت کی وجہ سے دل میں انس و محبت پیدا ہوئی پھر پروردگار نے ان کو انکے نکاح میں دیا اور جنت میں رہائش کا حکم عطا فرمایا۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت آدمؑ کے جنت میں داخل ہو جانے کے بعد حضرت حواؑ پیدا کی گئی ابن عباسؓ، ابن مسعودؓ وغیرہ صحابہ سے مروی ہے کہ ابلیس کو جنت سے نکالنے کے بعد حضرت آدمؑ کو جنت میں جگہ دی گئی الخ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۰۱)

اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں لیکن وہ گھڑی کونسی ہے اللہ نے اس کو چھپا کر رکھا ہے[1] جیسے شب
قدر کو چھپا کر رکھا خاص طور پر رمضان میں تلاش کرو آخری راتوں میں جاگنے کا اہتمام کرو تو
جو آخری راتوں میں جاگیں گے اس کو یہ رات مل جائیگی اسی طرح یہ گھڑی بھی چھپا کے رکھی
گئی تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ جمعہ کی ساعتوں میں دعاؤں کا اہتمام کریں اس گھڑی کے
متعلق مختلف اقوال منقول ہیں لیکن دو قول راجح ہیں ایک اس وقت کہ امام جب خطبہ دینے
کو خطبہ سے فارغ ہونے تک یہ قبولیت کی گھڑی ہے لیکن اس وقت یاد رہے کہ ہاتھ اٹھا کر
زبان سے دعا کرنے کی اجازت نہیں ہے دل ہی دل میں جو مانگ لے۔ تنہا جو مانگ سکتے ہیں
اور دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قبولیت کی گھڑی جمعہ کی آخری گھڑی ہے غروب
سے کچھ پہلے حضور ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہ ہر جمعہ کو اپنی باندی کو سورج دیکھنے کے
لئے بھیجا کرتی تھی دیکھو سورج ڈوبنے کے قریب ہو جاوے تو مجھے اطلاع دیا کرو چنانچہ وہ
باندی جاتی اور جب سورج ڈوبنے کے قریب ہوتا تو حضرت فاطمہ کو آکر خبر دیتی اب تھوڑی
دیر باقی ہے سورج ڈوبنے میں اس وقت حضرت فاطمہ دعا میں مشغول ہو جاتی اور فرماتی کہ
یہ قبولیت کی گھڑی ہے[2]

جمعہ کے دن کے اعمال:

اس لئے ایک عمل تو جمعہ کی رات میں بھی اور یہ رمضان کے آخری جمعہ کی رات

---

[1] عن ابی ہریرة قال قال خیر یوم طلعت فیہ الشمس یوم الجمعة فیہ خلق آدم وفیہ ادخل الجنة وفیہ اهبط منها وفيه ساعة لا يوافقها عبد مسلم يصلي يسأل الله فيها شيئا الا اعطاه اياه ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۱۰

[2] وكانت فاطمة تراعي ذلك الوقت وتأمر خادمها ان تنظر الى الشمس فتؤذنها بسقوطها فتأخذ في الدعاء والاستغفار الى ان تغرب وتخبر بان تلك الساعة هي المنتظرة وتنقل ذلك عن ابيها ﷺ كذا ذكره الدارقطني في العلل واخرجه البيهقي في الشعب فتح الملهم شرح صحيح مسلم ج ۲ ص ۳۹۵

ہے۔اس لیے اور زیادہ اس کی اہمیت ہے آج کی رات میں بھی خوب دعا کا اهتمام کرنا ہے کل جمعہ کے دن بھی ہمیں دعاؤں کا اهتمام کرنا ہے۔ایک عمل دعاؤں کا اهتمام، دوسری چیز جمعہ کے اعمال میں دو سورتیں پڑھنے کی بڑی فضیلت آئی ہے آج کی رات میں سورۃ دخان مختصر سورت ہے۔۲۵ ویں پارہ میں ہے۔

سورۃ دخان کی فضیلت:

اس کی فضیلت حدیث میں فرمائی گئی کہ جو شخص جمعہ کی شب میں سورۂ دخان پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادیتے ہیں[1]۔

سورۂ کہف کی فضیلت:

دوسری سورت سورۂ کہف ہے سورۂ کہف کی بھی بڑی فضیلت ہے قرآن پاک کی جو سورتیں اور آیتیں حضور ﷺ پر اتری ہیں ایک فقط سورۂ فاتحہ مکمل اتری ہے اور ایک سورۃ جو مکمل اتری وہ سورۂ کہف ہے۔ باقی جتنی سورتیں ہیں وہ ایک ساتھ نہیں اتری دو آیتیں ۵ آیتیں جیسا جیسا موقع رہا تھوڑی تھوڑی آیتیں اتری پوری مکمل ایک ساتھ نہیں اتری فقط سورۂ فاتحہ اتری اور سورۂ کہف اتری اور جب سورۂ کہف اتری اس کو لے کر ستر ہزار فرشتے زمین پر آئے تھے اتنی اس کی فضیلت ہے۔سورۂ کہف کی فضیلت میں مسلم شریف، ابوداؤد شریف، ترمذی شریف، نسائی شریف، مسند احمد یہ سب کتابوں میں ابوالدرداء راوی[2] ہے حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص سورۂ کہف کی ابتدائی دس آیتیں حفظ کرلے وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہیگا[3]۔اور

---

[1] عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من قرأ حٰمٓ الدخان فی لیلۃ الجمعۃ غفر لہ (ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۱۷ مشکوۃ رقم ۲۱۵۰)

[2] [3] حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھنے کا حکم:

تیسری چیز جمعہ کے دن کثرت درود کا حکم حافظ ابن قیمؒ سے نقل کیا گیا ہے جمعہ کا دن یہ سارے دنوں کا سردار ہے اور حضور ﷺ سارے انبیاء کے سردار ہیں اس لئے اس سردار دن کے اندر حضور ﷺ پر یعنی سردار انبیاء پر کثرت سے درود بھیجو، جتنا تم پڑھتے ہو عام دنوں میں اس سے زیادہ پڑھو۔[1]

جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھنا چاہیئے:

ہم روزانہ ایک تسبیح پڑھتے ہیں صبح شام کی سو مرتبہ۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ[2] فرماتے ہیں کہ کثرت پر عمل اس وقت ہوگا جب کہ آدمی کم سے کم آج کی رات میں اور کل کے دن میں ۳۰۰ مرتبہ درود شریف پڑھ لے۔ کیونکہ ۳ کا عدد کثیر کہلاتا ہے اور تین سے کم قلیل ہی ہوتا ہے

---

[1] فضائل اعمال۔ فضائل درود ص ۲۴

[2] حضرت رشید احمد گنگوہی: الشیخ الامام المحدث رشید احمد بن ہدایت احمد بن پیر بخش بن غلام حسن بن غلام علی بن علی اکبر بن قاضی محمد اسلم انصاری رامپوری ثم گنگوہی آپ کی ولادت ۶ ذی قعدہ ۱۲۴۴ھ مطابق ۱۸۲۹ء دوشنبہ کے دن گنگوہ ضلع سہارنپور میں ہوئی قرآن مجید کی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی پھر اپنے ماموں کے پاس کرنال چلے گئے وہاں ان سے فارسی کی کتابیں پڑھیں پھر مولوی محمد بخش رامپوری سے صرف و نحو کی تعلیم حاصل کی ۱۲۶۱ء میں دہلی میں مولانا مملوک علی نانوتوی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا جو مدرسہ عربی سرکاری (دہلی کالج) میں مدرس تھے آخر میں حضرت شاہ عبدالغنی مجددی کی خدمت میں رہ کر علم حدیث کی تحصیل کی پھر سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی خدمت میں رہ کر سلوک کی منزل طے کی اور صرف چالیس دن کی قلیل مدت میں خلافت سے سرفراز ہوئے۔ حدیث اور فقہ حضرت گنگوہی کے دو خاص موضوع تھے چنانچہ گنگوہ کے قیام میں درس حدیث کے ساتھ فقہ و فتاوی کا سلسلہ بھی جاری تھا ہندوستان کے علاوہ بیرون ملک سے بھی کثرت سے استفتاءات آپ کی خدمت میں آتے تھے حضرت نانوتوی عموماً استفتاءات حضرت گنگوہی کے سپرد کرتے تھے نیز حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی اپنے قیام تھانہ بھون کے زمانہ میں اہم مسائل میں آپ ہی سے رجوع ہوتے تھے۔ آپ کی تالیفات سبیل الرشاد، امداد السلوک، اوثق العریٰ، ہدایۃ الشیعہ، ہدایۃ المعتدی، زبدۃ المناسک، فتاویٰ رشیدیہ ہیں آپ کی وفات ۸ جمادی الآخر ۱۳۲۳ھ بعمر ۷۸ سال جمعہ کے دن ہوئی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ۔

اس لئے ہر بھائی اس کا اہتمام کرے، اہل خانہ کو بھی اس کا اہتمام کرائیں، کم سے کم کثرت ۳۰۰ ہے اس سے زیادہ پڑھنا ہے ۵۰۰، ۶۰۰، ۱۰۰۰، بعض اللہ والے تو ایسے گذرے ہیں روزانہ سوا لاکھ مرتبہ درود شریف پڑھتے تھے۔

درود شریف پڑھنے کا فائدہ:

درود شریف کا ایک اہم فائدہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مجھ سے سب سے زیادہ قیامت کے دن وہ شخص قریب ہوگا جو کثرت سے مجھ پر درود پڑھنے والا ہو[1] قیامت کے دن سب نفسا نفسی کے عالم میں ہوں گے ایسے موقع پر شفیع المذنبین جناب رسول اللہ ﷺ کا قرب و نزدیکی کس کو نصیب ہوگی آپ ﷺ فرماتے تھے جو مجھ پر کثرت سے درود پڑھنے والا ہو، ہم اپنے اوقات کو ادھر ادھر فضول باتوں میں ضائع کردیتے ہیں آج کل پتہ نہیں لوگوں کا کیا مزاج ہوگیا ہے ہماری زبانیں خاموش نہیں رہتی۔ جہاں بیٹھیں گے گپ شپ شروع کریں گے ماحول یہ ہوگیا کہ مسجدوں میں بھی ہم لوگ دنیوی باتوں سے باز نہیں آتے۔

مسجد کے اندر دنیوی باتیں کرنے پر وعید:

ابن امیر الحاج[2] ایک بہت بڑے فقیہ گذرے ہیں انہوں نے اپنی کتاب **کتاب المدخل** کے اندر روایت نقل کی ہے جب کوئی آدمی دنیا کی بات مسجد کے اندر کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے انسان جب مسجد میں آتا ہے تو دعاء پڑھتا ہے۔ **اللھم افتح لی ابواب رحمتک**

---

[1] عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اولی الناس بی یوم القیمۃ اکثرھم علیّ صلوۃ، رواہ الترمذی۔ (مشکوۃ ص ۸۶)

[2] اگلے صفحہ پر ....

رمضان ہے۔ پھر انہوں نے کہا میں مولانا منور صاحب پر جو غصہ ہوا تھا اب وہ غصہ کم ہوا پھر میں آیا ظہر کے وقت اور ملاقات کا سوچا تو حجرہ کا دروازہ بند ہو چکا تھا مجھے منع کیا تو کہا میں ملوں گا نہیں کھٹکھٹایا اندر گئے اور کہا بھائی صاحب بات نہیں کروں گا لیکن ایک جملہ کہتا ہوں رمضان تو ہمارے یہاں بھی آتا ہے لیکن اس طرح بخاری کی طرح نہیں آتا کہ آپ کسی سے ملتے نہیں پھر بھی حضرت شیخ نے کچھ نہیں کہا صرف سلام کا جواب دیا رمضان کسی سے بات چیت کا ہے ہی نہیں۔ بہر حال اتنی پابندی تو نہیں کر سکتے لیکن اتنا ضرور کریں فضول باتوں سے اپنے آپ کو ضرور بچائے خاص طور پر اعتکاف میں اسی کی طرف حضرت مفتی احمد خانپوری صاحب بھی بار بار توجہ دلاتے ہیں کہ دیکھو اعتکاف کے لئے آئے ہو تو اعتکاف کے مقصد کو سمجھو ایک چیز یہ ہے کہ نیند ہم کو نکالنی ہے جو سوتے رہیں گے تو ایک بجے انھیں گے سونے کی بھی حد ہوتی ہے پتہ نہیں اتنی نیند کیسے آتی ہے اب ایک بجے تو اٹھتے ہیں پھر تلاوت کا کیسے اہتمام ہوگا؟ اعتکاف کا مقصود اللہ سے تعلق کو قوی کرنا ہے۔ اور یہ دنیا کے جھمیلوں کو چھوڑ کر اللہ کی لو اور عشق میں لگنا ہے۔ مقصد کو مد نظر رکھیں تو انشاء اللہ اسکے برکات اور فوائد حاصل ہوں گے اللہ کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں جو اعتکاف نہیں کرتے پھر بھی انکو وہ حلاوت اور مزے حاصل ہوتے ہیں جو اعتکاف کرنے والوں کو نصیب نہیں ہوتے کیوں کہ وہ سب سے منقطع رہتے ہیں کسی سے کوئی تعلق ہے ہی نہیں کہ رمضان میں کسی سے ملنے جلنے کا ہی نہیں۔ ایک بات یہ ہے کہ بات چیت بند کر دیں اور جتنا ہو سکے درود شریف پڑھے۔ (میں نے پہلے بھی کسی موقع پر واقعہ سنایا ہوگا)۔

"دلائل الخیرات" کی فضیلت:

ہمارے سلسلہ کے بزرگوں کے یہاں درود شریف کی ایک کتاب پڑھی جاتی ہے

"دلائل الخیرات" نام کی دلائل الخیرات میں سات دن کی سات منزلیں ہیں آسانی سے سے اس کو سات حصہ میں رکھا ہے کہ ہفتہ میں پوری کتاب ہو جائے۔ پوری کتاب درود شریف سے بھری ہوئی ہے اور ہمارے بزرگوں کا الحمد للہ اس کے پڑھنے کا معمول بھی ہے۔

ہمارے اکابرین کے بارے میں ایک بدگمانی:

آج کل بعض لوگ خواہ مخواہ ہمارے اکابر کے بارے میں غلط فہمی میں رہتے ہیں بعض لوگ تو نماز کے بعد یا رسول اللہ، یا نبی اللہ کہتے ہیں اس کے بعد تو کچھ ہوتا ہی نہیں ہمارے اکابر جو درود شریف پڑھتے ہیں وہ کتابوں میں آئے ہیں اور حضور ﷺ سے منقول ہیں اس کو کہنا چاہئے کہ MADE IN MADINA درود شریف ہے MADE IN INDIA والا درود شریف نہیں ہے، وہ کسی کتاب میں نہیں ہے۔ یا نبی سلام علیک، یہ سلام زور زور سے پڑھنا کسی کتاب میں نہیں (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی) ابھی جو ہم نے ۴۰ درود پڑھوائے اور دو بار پڑھوائے وہ اس لئے کہ آج شب جمعہ ہے یہ چالیس درود جو حضرت شیخ زکریا نے فضائل درود میں بھی جمع کیا ہے اور اس کو الگ سے بھی کتاب میں جمع کیا ہے تا کہ کم سے کم امت اس کو تو پڑھ لے۔

"دلائل الخیرات" لکھنے کی وجہ:

اور "دلائل الخیرات" جس نے لکھی ہے ان کا واقعہ میں نقل کرتا ہوں شیخ محمد ابن سلیمان الجزولی[1] بہت بڑے اللہ والے گذرے ہیں اپنے زمانے کے شیخ بھی تھے، مدرس بھی تھے ایک مرتبہ وہ اپنا قافلہ لے کر بغداد کی طرف جا رہے تھے یا بغداد سے واپس آ رہے تھے غالباً تو ایک جنگل کے اندر ظہر کی نماز کا وقت آ گیا پانی نہیں تھا تو پریشان ہوئے کہ کیا کریں۔

---

[1] سیدنا جزولی کے حالات کے لئے ص ۲۰۸ پر ملاحظہ ہو۔

(تیمم کر لے) پانی تلاش کر رہے ہیں کہ ادھر ادھر سے مل جائے تو وضوء کر لیوے وقت بھی کم رہ گیا تھا اچانک انہیں چھوٹی سی جھونپڑی نظر آئی اور وہاں کنواں بھی نظر آیا تو جلدی جلدی اس کنویں پر گئے تو دیکھا کہ پانی تو بہت ہے لیکن ڈول اور رسی نہیں ہے ادھر ادھر دیکھا تو ایک بچی نظر آئی اس کو بلایا تو وہ دوڑتی ہوئی آئی اپنا تعارف کرانے کے لئے جلدی سے اپنا اصلی نام کہہ دیا تا کہ جلدی سے ڈول لے آوے کہا میں شیخ محمد بن سلیمان الجزولی ہوں اس لڑکی نے کہا! اچھا وہ بغداد کے پیر صاحب اتنے بڑے آدمی کہا ہاں میں وہی ہوں کیا بات ہے؟ کہا بیٹا وضوء کی ضرورت ہے نماز کا وقت ہو چکا ہے پانی تو ہمیں جلدی سے مل گیا ڈول رسی لے آنا تا کہ ہم وضوء کر لیوے انہوں نے کہا آپ اتنے بڑے پیر صاحب ہے آپ کو ڈول رسی کی کیا ضرورت ہے ایسے ہی پانی آپکو نکالنا چاہئے تو سلیمان الجزولی نے کہا کیوں مذاق کرتی ہو؟ ابھی نماز کا وقت ختم ہو رہا ہے بغیر ڈول رسی کے پانی بھی نکلتا ہے؟ لڑکی نے کہا روزانہ ہم پانی اسی طرح اس میں سے نکتے ہیں تو کہا کیسے؟ اس بچی نے اس میں تھوک دیا جیسے ہی تھوکا تو پانی اوپر آیا ساری منڈیروں سے بہنے لگا پورے قافلہ والوں نے وضوء کیا اپنے مٹکے، مشکیزے بھر لئے سیراب ہو گئے پھر وہ شیخ جھونپڑی کے پاس گئے اس بچی کو آواز دیا اور پوچھا بیٹا یہ کرامت تمہیں کیسے حاصل ہوئی اس بچی نے جواب دیا کہ میری ماں نے مجھے ایک درود شریف سکھایا ہے (وہ بچی ۹ سال کی تھی) جب تک میں دن میں روزانہ ہزار مرتبہ درود نہیں پڑھتی ہوں مجھے سونے نہیں دیتی ہزار مرتبہ پڑھ کر ہی سوتی ہوں اب اس کی برکت یہ ہے کہ جب کبھی ہمیں اس قسم کی ضرورت پیش آتی ہے میں تھوک دیتی ہوں (اس درود کے اور بھی برکات ہے) تو اس درود شریف کی برکت سے ہمیں پانی مل جاتا ہے اور پریشانی دور ہو جاتی ہے شیخ محمد بن سلیمان الجزولی بڑے شرمندہ ہوئے کہ ایک بچی کو درود کی برکت سے اللہ نے

یہ کرامت دی چلواب میں جا کر درود شریف کے جتنے الفاظ الگ الگ آئے ہیں سب کو جمع کروں گا۔ چنانچہ شیخ گئے اور بہت سی کتاب میں جو درود بکھرے ہوئے پڑے تھے سب کو ایک کتاب میں جمع کر دیا اور اس کا نام انہوں نے دلائل الخیرات رکھا۔ یہ جو درود شریف ہے اس کا نام ہے صلوۃ البیر۔ اگر پوری کتاب پڑھیں گے تو اسمیں بھی یہ درود آجائے گا بعض علماء نے کہا کہ اخیری جو منزل ہے ساتویں منزل میں ایک جگہ ہے **صلوة مقبولة دائمة** یہ وہی درود ہے جو لڑکی پڑھا کرتی تھی۔ بتلانا یہ ہے کہ چھوٹی چھوٹی بچیوں کو بھی مائیں ہدایت کرتی تھی اسلئے ضروری ہے کہ آج کا یہ مبارک دن ہے مبارک رات ہے اخیری ہے رمضان میں ویسے بھی فرض کا درجہ بڑھ جاتا ہے نفل کا درجہ بڑھ جاتا ہے اسلئے عام دنوں کے مقابلہ میں جو جمعہ کے دن درود پڑھتا ہے وہ رحمتیں اترتی ہیں اب تو اور زیادہ اسکا ثواب بڑھ گیا تو آج کی شب اور کل کے دن کو ہم زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھنے میں صرف کریں۔ جتنا ہو اتنا درود شریف پڑھنے کا اہتمام کریں۔

جمعہ کے دن کی سنتیں:

اور چوتھی چیز جمعہ کے سلسلہ میں جمعہ کی سنتوں کا اہتمام کرنا۔ جمعہ کی چند سنتیں ہیں

(۱) غسل کرنا

(۲) مسواک کرنا مسواک لوگ بھول جاتے ہیں

(۳) اچھا لباس پہننا

(۴) خوشبو لگانا۔ یہ سب ہم لوگ کر لیتے ہیں

(۵) ایک خاص سنت جمعہ کی ہے تبکیر۔ (تبکیر کے معنی ہے جلدی مسجد کے اندر آجانا) امام غزالی فرماتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں لوگ جمعہ کے لئے جلدی جانے کا اتنا اہتمام کرتے تھے

کہ بعض لوگ تو فجر کی نماز سے پہلے ہی غسل کرکے مسجد پہنچ جاتے تھے اور پھر جمعہ پڑھ کر ہی گھر پر آتے تھے۔ بہر حال جلدی آنا جو سنت ہے اسکا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ زوال سے پہلے مسجد آجانا چاہئے ۱۲:۳۰ کو زوال ہو رہا ہے تو کم سے کم ۱۲:۰۰ بجے ہی مسجد میں آجائے اور اسی وقت سورۃ کہف یا جو بھی عمل ہو پڑھیں یہ جلدی آنے کا عمل ہے۔ یہ چند سنتیں ہیں ایکیں ایک اور سنت کا خاص خیال رہے کہ جمعہ کے دن خطبہ کے دوران لغو بات کرنے سے منع کیا گیا کوئی بھی بات کرنے سے، یہاں تک کہ زبان سے تلاوت ذکر کو بھی منع کیا گیا۔ اور ایک سنت یہ بھی ہے کہ جب مسجد میں آوے تو آگے اگر جگہ ہے تب تو آسکتے ہیں آگے کی جگہ بھری ہوئی ہے تو گردنیں پھاند کر آنے کو منع کیا گیا اس سے جمعہ کی فضیلت اور ثواب ختم ہو جاتا ہے ان سنتوں کا اہتمام کریں لے

صلوٰۃ التسبیح کی فضیلت:

اور جمعہ کے دن خاص ایک اور عمل ہے جو ہمارے بزرگوں سے چلا آرہا ہے جو صرف جمعہ کے دن خاص نہیں ہے لیکن ہفتہ میں ایک دن اگر معمول بنائے تو اسکی بڑی فضیلت ہے وہ ہے

لے حدثنی عطاء الخراسانی عن مولی امرأته ام عثمان قال سمعت علیاً علی منبر الکوفة یقول اذا کان یوم الجمعة غدت الشیطین برایاتها الی الاسواق فیرمون الناس بالترابیث او الربائث ویثبطونهم عن الجمعة وتغدو الملئکة فتجلس علی باب المسجد فیکتبون الرجل من ساعة والرجل من ساعتین حتی یخرج الامام فاذا جلس الرجل مجلسا یستمکن فیه من الاستماع والنظر فانصت ولم یلغ کان له کفلان من اجر فان نای وجلس حیث لا یسمع فانصت ولم یلغ کان له کفل من الاجر وان جلس مجلسا یستمکن فیه من الاستماع والنظر فلغا ولم ینصت کان علیه کفل من وزر فان جلس مجلسا یستمکن فیه من الاستماع والنظر فلغا ولم ینصت کان علیه کفلان من وزر ومن قال لصاحبه یوم الجمعة صه فقد لغا ومن لغا فلیس له فی جمعته تلک شئ ثم یقول فی اٰخر ذلک سمعت رسول ﷺ یقول ذلک (ابوداؤد ص ۱۵۱)

صلوٰۃ التسبیح کا عمل صلوٰۃ التسبیح یہ ایک نماز ہے جو حضور ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ کو
بیان فرمائی فرمایا اے میرے چچا! کیا میں آپ کو کوئی چیز بخشش نہ کروں؟ کوئی چیز عطیہ نہ دوں؟
انہوں نے عرض کیا ضرور یا رسول اللہ ﷺ تو حضور ﷺ نے یہ نماز بتائی کہ دس قسم کے گناہ
اس سے معاف ہو جائیں گے اور وہ اسکی اہمیت آپ نے بتائی ہو سکے تو روزانہ اس نماز کو
پڑھو اگر روزانہ نہیں پڑھ سکتے ہو تو ہفتہ میں ایک دفعہ پڑھو اور ہفتہ میں نہیں پڑھ سکتے ہو تو
مہینہ میں ایک مرتبہ پڑھ لو مہینہ میں نہیں پڑھ سکتے ہو تو سال میں ایک دفعہ پڑھ لو سال میں
بھی نہیں پڑھ سکتے ہو تو کم سے کم زندگی میں ضرور اس نماز کو پڑھو یہ حدیث کی مشہور کتابوں
میں یہاں تک روایت ہے۔[1]

"صلوٰۃ التسبیح" پڑھنے کا طریقہ

صلوٰۃ التسبیح کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ چار رکعت نفل کی نیت کرے۔ پھر اللہ
اکبر (تکبیر تحریمہ) کہہ کر اس کے بعد ثناء پڑھو اور اسکے بعد ۱۵ مرتبہ تیسرا کلمہ

---

[1] عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ قال للعباس بن عبد المطلب یا عباس یا عماہ الا اعطیک الا
امنحک الا احبوک الا افعل بک عشر خصال اذا انت فعلت ذلک غفر اللہ لک ذنبک اولہ و آخرہ
قدیمہ و حدیثہ خطاہ و عمدہ صغیرہ و کبیرہ سرہ و علانیتہ عشر خصال ان تصلی اربع رکعات تقرا فی
کل رکعۃ فاتحۃ الکتاب و سورۃ فاذا فرغت من القراءۃ فی اول رکعۃ وانت قائم قلت سبحان اللہ والحمد
للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر خمس عشرۃ مرۃ ثم ترکع فتقولہا وانت راکع عشرا ثم ترفع راسک من
الرکوع فتقولہا عشرا ثم تہوی ساجدا فتقولہا وانت ساجد عشرا ثم ترفع راسک من السجود فتقولہا
عشرا ثم تسجد فتقولہا عشرا ثم ترفع راسک فتقولہا عشرا فذلک خمس وسبعون فی کل رکعۃ تفعل
ذلک فی اربع رکعات ان استطعت ان تصلیہا فی کل یوم مرۃ فافعل فان لم تفعل ففی کل جمعۃ مرۃ فان
لم تفعل ففی کل شہر مرۃ فان لم تفعل ففی کل سنۃ مرۃ فان لم تفعل ففی عمرک مرۃ (ابو داؤد شریف
ص ۱۸۴ مشکوۃ شریف ۲۲۸)

(سبحان اللہ والحمد للہ و لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر) لا حول ولاقوۃ الا باللہ بھی ملا دے تو اسکی اور زیادہ فضیلت ہے نہیں تو کم از کم اللہ اکبر تک پڑھے اسکے بعد سورۃ فاتحہ پڑھے پھر قرأت کرے، اور پھر اسکے بعد ۱۰ مرتبہ تیسرا کلمہ پڑھے، یہ ۲۵ مرتبہ ہو گیا رکوع میں جائے تو پہلے رکوع کی تسبیح پڑھ لے اس کے بعد ۱۰ مرتبہ یہ تیسرا کلمہ پڑھ لے رکوع سے اٹھنے کے بعد سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد کہکر پھر ۱۰ مرتبہ پڑھے سجدہ میں جائے تو پہلے سجدہ کی تسبیح پھر یہ ۱۰ مرتبہ پڑھے پھر جب بیٹھے جلسہ میں (دو سجدوں کے بیچ میں) اس وقت ۱۰ مرتبہ پڑھ لے۔ پھر دوسرے سجدہ میں ۱۰ مرتبہ پڑھے تو کل یہ ۷۵ مرتبہ ہوا ایک طریقہ تو یہ ہے پھر دوسری رکعت میں کھڑے ہو کر فوراً ۱۵ مرتبہ پڑھے۔ پھر قرأت شروع کرے پھر اخیر میں دس مرتبہ پڑھے۔ تیسری، چوتھی رکعت میں بھی اسی طرح کرے۔

''صلوۃ التسبیح'' کا دوسرا طریقہ:

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ قرأت کر لینے کے بعد ۱۵ مرتبہ تیسرا کلمہ پڑھے۔ پھر رکوع میں ۱۰، پھر قومہ میں ۱۰، سجدہ میں ۱۰، جلسہ میں ۱۰، پھر دوسرے سجدہ میں ۱۰۔ پھر جب کھڑا ہو تو اللہ اکبر کہکر بیٹھ جائے اور ۱۰ مرتبہ پڑھ لیوے اور پھر بغیر تکبیر کے کھڑا ہو کر قرأت شروع کر دیوے تو یہ بھی ۷۵ مرتبہ ہو جائے گا۔ اسی طرح جب قاعدہ میں بیٹھے تو پہلے تسبیح پڑھ لے اس کے بعد التحیات پڑھے۔ اور پہلی اور تیسری رکعت کے بعد کھڑے نہیں رہنا ہے بلکہ بیٹھکر ۱۰ مرتبہ پڑھنا ہے۔ تو اس طریقہ سے یہ نماز پڑھی جاوے۔ اور کوئی شخص کسی رکن میں کوئی تسبیح بھول گیا تو دوسرے رکن میں اس کو پڑھنا ہے جیسے کوئی آدمی رکوع میں تسبیح بھول

گیا تو اب قومہ میں نہ پڑھے بلکہ سجدہ میں جا کر ۱۰ دوسری ملالے۔ یا اگر کوئی آدمی پہلے سجدہ میں بھول گیا تو اب جلسہ واجب ہے فرض نہیں ہے لہذا اس میں نہ پڑھے بعد دوسرے سجدہ میں پڑھے دوسرے سجدہ میں بھول گیا تو قیام سے تیسری رکعت کا تو اس میں پڑھ لیوے اس طرح اگر بھول جاوے تو ایک رکن کی تسبیح کی قضا دوسرے رکن میں کی جاسکتی ہے۔ حضرت مولانا شیخ زکریاؒ اس کا بڑا اہتمام کرتے اور دوسروں کو بھی کرواتے۔ جیسے زوال ابھی ۱۲:۴۲ پہ ہوتا ہے تو اس سے ۱۰،۲۰ منٹ پہلے ہی پڑھ لیتے جس کی سہولت ہو دیا کرتے۔ اور رمضان ہی میں نہیں ہمیشہ اسکی عادت بنالیوے۔ آج تو خاص طور پہ یہ عمل دو مرتبہ کرنا ہے۔ رات میں بھی کرے یہ رمضان کی اخیری جمعہ کی رات ہے تو ثواب اور بڑھ جائیگا اور پھر کل دن میں بھی پڑھنی ہے۔ نہ سمجھ میں آئے تو علماء سے پوچھ سکتے ہیں اور اپنے گھر کی مستورات اور بچوں کو بھی بتلائیں۔ یہ جمعہ کی چند باتیں بتلائی۔ اس پہ عمل کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين

بعث بعد الموت

حضرت مفتی محمد کلیم صاحب دامت برکاتہم کا

یہ بیان ۲۶ رمضان شب سنیچر

مسجد انوار نشاط روڈ پر ہوا

....

بعث بعد الموت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ لاھلہ والصلوٰۃ علی اھلھا امابعد! فَاَعُوْذُ باللہ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلَمْ تَرَاِلَی الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰھِمَ فِیْ رَبِّہٖ اَنْ آتَاہُ اللّٰہُ الْمُلْکَ اِذْ قَالَ اِبْرٰھِمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَاُمِیْتُ قَالَ اِبْرٰھِمُ فَاِنَّ اللّٰہَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِھَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُھِتَ الَّذِیْ کَفَرَ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ہ اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَۃٍ وَّھِیَ خَاوِیَۃٌ عَلٰی عُرُوْشِھَا قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ ھٰذِہِ اللّٰہُ بَعْدَ مَوْتِھَا فَاَمَاتَہُ اللّٰہُ مِائَۃَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَہٗ قَالَ کَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَۃَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِکَ وَشَرَابِکَ لَمْ یَتَسَنَّہْ وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِکَ وَلِنَجْعَلَکَ آیَۃً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ کَیْفَ نُنْشِزُھَا ثُمَّ نَکْسُوْھَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَہٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھِمُ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَۃً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْھُنَّ اِلَیْکَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی کُلِّ جَبَلٍ مِّنْھُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُھُنَّ یَاْتِیْنَکَ سَعْیًا وَّاعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ (سورہ بقرہ آیت ۲۵۸ تا ۲۶۰ پ ۳) صدق اللہ العظیم ۔

ایمان کی تعریف:

ایمان چند چیزوں کے ماننے کا نام ہے، اللہ تعالیٰ کے وجود کو تسلیم کرنا، اللہ تعالیٰ تنہا ہے، اکیلا ہے، اسکی ذات وصفات میں کوئی شریک نہیں اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے، نہ اسکی کوئی بیوی ہے، اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ ماننا ضروری ہے۔

فرشتوں پر ایمان لانا:

اسی طرح اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے اللہ تعالیٰ نے بے شمار فرشتے بنائے ہیں انکی تعداد کتنی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے لیکن کچھ فرشتے ایسے ہیں جو انسان کے ساتھ رہتے ہیں اور کچھ فرشتے ہیں جو نیکی کے لکھنے پر مامور ہے اور کچھ فرشتے انسان کی برائی لکھنے پر مامور ہیں۔

بیت المعمور کسے کہتے ہیں؟:

مسلم شریف کی روایت میں ہے کعبہ اللہ کی بالکل سیدھ میں ساتویں آسمان پر ایک اور کعبہ ہے جس کو بیت المعمور کہا جاتا ہے یہاں ہم اسکو بیت اللہ کہتے ہے اور اسکی سیدھ میں ایک اور کعبہ ساتوے آسمان پر ہے اسکو بیت المعمور کہا جاتا ہے وہ فرشتوں کا کعبہ ہے تو اس روایت میں یہ فرمایا گیا روزانہ ستر ہزار فرشتے اس کعبہ کا یعنی بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں اور ایک مرتبہ جو فرشتہ طواف کر لیتے ہیں پھر دوسری مرتبہ اسکی باری نہیں آتی[1] سالہا سال برسہا برس سے یہ سلسلہ جاری ہے اس سے تو اندازہ لگانا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے کتنے بنائے ہم ان کو شمار نہیں کر سکتے اللہ ہی جانتا ہے لیکن ہمیں ایمان لانے کا حکم دیا گیا کہ

---

[1] عن انس بن مالکؓ ... البیت المعمور یدخلہ کل یوم سبعون الف ملک اذا خرجوا منہ لم یعودوا (مسلم شریف ج ۱ ص ۹۱)

(۲) انجیل۔

(۳) زبور۔

(۴) قرآن مجید۔

قرآن حضور ﷺ پر نازل ہوا اور ان کے علاوہ ۱۰۰ صحیفے ہیں جو حضرت شیث علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام وغیرہ انبیاء پر اتارے گئے تو یہ بھی ماننا ضروری ہے کہ اللہ کی جتنی کتابیں اتری ہیں سب سچی اور برحق ہیں لیکن اب دنیا میں قرآن پاک کے احکام چلیں گے یہ ماننا بھی ضروری ہے کہ اب کسی کتاب کا حکم نہیں ہے کہ صرف قرآن کے احکام دنیا میں چلیں گے۔

تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے:

اور پانچویں نمبر پر تقدیر پر ایمان لانا دنیا میں جو بھی اچھا برا، نفع نقصان، موت، حیات جو کچھ ہوتا ہے وہ پہلے ہی سے اللہ کے یہاں لکھا ہوتا ہے۔

بعث بعد الموت کا عقیدہ بھی ضروری ہے:

اور یہ بھی ہے مرنے کے بعد پھر ایک روز قیامت ہوگی، انسان ختم ہو جائیگا، ساری دنیا ختم ہو جائیگی جب اللہ کو دوبارہ پیدا کرنا مقصود ہوگا تو پھر صور پھونکا جائیگا، پہلا صور جو پھونکا جائیگا اس سے تو یہ دنیا، کائنات سب ختم ہو جائیگی، زمین آسمان، انسان، جن، ہر چیز ختم ہو جائیگی پھر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا تب دوسرا صور پھونکا جائیگا اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کو زندہ فرمادیں گے، سارے انسان اپنی قبروں سے اٹھکر حشر کے میدان میں جمع ہونگے پھر اسکے بعد حشر کے میدان میں حساب کتاب ہوگا اہل جنت جنت میں اور اہل جہنم جہنم میں جائینگے یہ

ایمان رکھنا ضروری ہے، یہ یقین رکھنا بھی ضروری ہے تب جا کر انسان مؤمن کہلاتا ہے۔ یہ چھ چیزیں بہت ضروری ہے ان میں سے ایک چیز کا انکار کر دے وہ مؤمن نہیں ہو سکتا مثلاً ساری چیزوں کو مانے اور مرنے کے بعد کی زندگی کا انکار کر دے وہ مؤمن نہیں ہو سکتا۔ آج کل ہمارے معاشرہ میں بلکہ دنیا کی اکثریت لوگوں کی ایسی ہے جو اللہ کی ذات ہی کے منکر ہے اللہ تعالی پر انکا ایمان نہیں ہے اور جب اللہ تعالی پر ایمان نہیں تو دوبارہ زندہ ہونے پر بھی انکو ایمان اور یقین نہیں لیکن بہت سے وہ لوگ بھی ہیں جو اپنے آپکو مسلمان کہتے ہیں انکے دلوں میں بھی مرنے کے بعد کی زندگی میں شک وشبہ رہتا ہے کہ پتہ نہیں کون زندہ ہوگا کون دیکھتا ہے؟ اگر کوئی آدمی مرنے کے بعد کی زندگی کا انکار کر رہا ہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ کتنا بھی کلمہ پڑھے، نماز پڑھے مؤمن نہیں ہو سکتا ایمان کے لئے یہ چھ چیزیں ضروری ہے سو فیصد ہمیں یقین ہے کہ آگ جلاتی ہے، پانی میں انسان بہہ جاتا ہے اس طرح یقین ہونا چاہئے کہ مرنے کے بعد ہمیں زندہ ہونا ہے۔

توحید اور بعث بعد الموت کا عقیدہ تمام انبیاء کی تعلیمات کے اندر داخل ہے:

جناب رسول اللہ ﷺ اور جتنے بھی انبیاء تشریف لائے ہیں ان تمام کی تعلیمات اصولی طور پر مشترک رہی ہے احکام میں فرق رہا ہے تمام انبیاء نے یہ تعلیم دی کہ اللہ موجود ہے اسی کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ، ایک تعلیم تو سارے انبیاء کرام کی یہ رہی کہ شرک سے منع کیا اللہ ہی کی عبادت کرے اسکے علاوہ کسی کی عبادت نہیں۔ اور دوسری بات سارے انبیاء یہ بتلاتے رہے کہ دیکھو مرنے کے بعد زندہ ہونا ہے۔ یہ دو چیزیں تو

خاص طور پر رہیں اسی لئے قرآن کریم نے مرنے کے بعد کی زندگی کو مختلف مثالوں سے سمجھایا ہے، مختلف طریقوں سے سمجھایا ہے بعض تو مثالیں دی، بعض تو سچے واقعات بیان کئے جو اللہ کی قدرت سے پیش آچکے ہیں یہ جو رکوع پڑھا گیا خاص اسلئے کہ لوگ قرآن پاک کو پڑھے اور پھر اسکا یقین رکھے کہ اللہ تعالی اس پر قادر ہے کہ مرنے کے بعد ہمیں دوبارہ زندہ کریگا۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام اور نمرود کا واقعہ:

پہلی آیتوں میں حضرت ابراھیم علیہ الصلوۃ والسلام اور انکے زمانہ کا بڑا ظالم وجابر نمرود بادشاہ تھا انکا مکالمہ ذکر کیا ہے یہ نمرود بہت ہی ظالم بادشاہ تھا اللہ نے اسے بے پناہ دولت عطا فرمائی تھی اس کے خزانوں کی کنجیاں اونٹوں پر لاد کر لائی جاتی تھی اتنے خزانے تھے، ۶۰ اونٹوں پر تو فقط خزانوں کی چابیوں کو لایا جاتا تھا تو خزانے کتنے ہوں گے؟ لیکن اسکے باوجود اللہ کا منکر تھا وہ مانتا ہی نہیں تھا کہ اللہ تعالی کوئی ذات ہے حضرت ابراھیم کا اس سے مباحثہ ہوا، اور مباحثہ اس بات پر ہوا کہ حضرت ابراھیم نے فرمایا کہ میرا رب اور پروردگار تو وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے، جلانے کا مطلب بے جان چیز میں جان پیدا کرتا ہے اور موت کو تو سبھی جانتے ہیں کہ ایک زندہ انسان چل رہا ہے روح قبض ہوگئی ختم ہو گیا حضرت ابراھیم کے سامنے نمرود انکار کر رہا تھا اور حضرت ابراھیم فرماتے ہیں کہ میرا رب اور پروردگار وہ ہے جو جلاتا ہے بے جان چیز میں جان پیدا کرتا ہے اور جاندار کی روح قبض کر لیتا ہے۔

عقل کی نعمت مال کی نعمت سے بہتر ہے:

بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان کے پاس مال و دولت خوب ہوتی ہے لیکن عقل اسکی موٹی ہوتی ہے، احمق ہوتا ہے ایک بزرگ راستہ سے جارہے تھے تو ایک شہر پر سے گذر ہوا تو شہر کے چاروں طرف کے دروازے بند تھے (پہلے زمانہ میں شہروں پر گیٹ ہوتے تھے آج بھی جو پرانے شہر ہے اس زمانہ کے گیٹ آج بھی موجود ہے ہر ایک کے کچھ الگ الگ نام بھی دیئے ہوئے ہیں پورا شہر دیواروں کے اندر بسا ہوا ہوتا تھا) وہ راستہ سے گذر رہے تھے شہر کے دروازے بند، دروازے کے باہر چوکی دار کھڑے ہوئے تھے، پوچھا کیا بات ہے شہر کے سب دروازے بند ہیں؟ ان چوکی داروں نے کہا کہ ہمارے بادشاہ کا باز گم ہو گیا ہے (باز پرندہ ہوتا ہے اسکے ذریعہ شکار بھی کیا جاتا ہے) اسلئے دروازے بند کئے گئے کہ کہیں شہر سے باہر نہ نکل جاوے، تو ان بزرگ کو بڑی ہنسی آگئی کہ اے اللہ! تیری بھی عجیب قدرت ہے اتنا بڑا شہر اور اسکا بادشاہ اتنا بیوقوف؟ اب یہ کوئی باز چوپایہ تو نہیں ہے کہ چل کر باہر نکلے گا وہ پرندہ ہے اڑ کر دیوار کو پھاند کر بلکہ اس سے بھی اونچے اڑ کر باہر بھاگ سکتا ہے یہ دل ہی دل میں سوچ رہے تھے کہ مال بھی دیا اور اتنی ہی زیادہ حماقت بھی، انکے دل میں یہ بات ڈالی گئی، اللہ تعالی کی طرف سے انکو الہام ہوا کہ کیا آپ اس بات پر راضی ہے کہ آپکو جو اللہ نے عقل دی ہے وہ لے لی جائے اور اس بادشاہ کو دیدی جائے؟ اور اس بادشاہ کی دولت وحکومت آپکو دے دیوے، اور اسکی حماقت اور بے وقوفی بھی آپکو ساتھ ساتھ مل جاوے؟ انہوں نے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ! ایسی حماقت اور بے وقوفی دولت کے ساتھ مجھے نہیں چاہئے تو یہ ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ میں جو نمرود تھا بہت مال و دولت کا

مالک تھا لیکن عقل اسکی بہت موٹی تھی، حضرت ابراھیمؑ تو یہ فرمارہے ہیں کہ میرا رب وہ ہے جو جلاتا ہے اور موت دیتا ہے جلانے کا مطلب ہر ایک آدمی یہ سمجھتا ہے کہ بے جان چیز میں جان پیدا کرتا ہے ایک نطفہ کو اللہ تعالیٰ انسانی شکل عطا فرمادیتے ہیں تو اس نے کیا کہا کہ یہ کونسی بڑی بات ہے میں بھی ایسا کرسکتا ہو۔ دو قیدیوں کو بلایا ایک کی گردن اڑادی کہ دیکھو میں نے مارنے کا کام کیا کہ نہیں میں نے اسکو موت دے دی۔ اور دوسرے کو چھوڑ دیا کہ جا تو آزاد ہے میں نے اسکو زندہ چھوڑ دیا حضرت ابراھیمؑ کو بڑا تعجب ہوا کہ کتنا بیوقوف ہے، جلانے کا یہ مطلب نہیں ہے یہ تو پہلے ہی سے زندہ ہے اسکو چھوڑنے کا مطلب یہ تھوڑا ہے کہ زندہ کیا اسی مضمون کو یہاں ذکر کیا۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَاجَّ اِبْرٰهٖمَ فِىْ رَبِّهٖٓ (پارہ ۳ سورۃ بقرۃ) (کیا آپ نے نہیں دیکھا اس شخص کو یعنی نمرود کو کہ جس نے ابراھیم سے بحث کی انکے رب کے بارے میں) حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسکو خوب مال عطا کیا تھا اسکا تقاضہ تو یہ تھا کہ وہ شکر گذار بنتا لیکن اسکے باوجود وہ اللہ کے متعلق بحث کر رہا ہے اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّىَ الَّذِىْ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ (جب کہ ابراھیمؑ نے فرمایا کہ میرا رب تو وہ ہے جو جلاتا ہے اور موت دیتا ہے) تو اس نے کہا قَالَ اَنَا اُحْىٖ وَاُمِيْتُ (میں بھی جلاسکتا ہوں اور موت دے سکتا ہوں) اس نے ایک آدمی کو بلایا اور قتل کردیا اور ایک کو بلا کر چھوڑ دیا، دیکھو میں نے ایک کو ماردیا اور ایک کو زندہ چھوڑ دیا۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام کا نمرود کو لاجواب کردینا:

حضرت ابراھیمؑ نے سوچا کہ بہت موٹی عقل کا ہے اب ایسی دلیل اسکے سامنے پیش کروں کہ وہ جواب ہی نہ دے سکیں قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِىْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِىْ كَفَرَ (حضرت ابراھیمؑ نے فرمایا

کہ میرا رب تو وہ ہے جو مشرق سے سورج کو نکالتا ہے) اور مغرب میں ڈوبتا ہے اگر تو خدائی کا دعوی کرتا ہے تو (تو مغرب سے سورج کو نکال) اور مشرق میں ڈبووے (تو وہ کافر نمرود لاجواب ہوگیا) یہاں ایک سوال ہوتا ہے کہ نمرود نے حضرت ابراھیمؑ کو کیوں نہیں کہا؟ کہ چلو میں یہ کام نہیں کرسکتا ہوں تمہارے رب کو کہو کہ اب تک تم مشرق سے سورج نکالتے تھے مغرب سے سورج نکال دو ایسا الٹا اس نے نہیں کہا اسلئے کہ ویسے تو وہ دل میں جانتا تھا کہ حضرت ابراھیمؑ جو بات کہتے ہیں وہ بالکل صحیح ہے جب انکا رب اس بات پر قادر ہے کہ مشرق سے سورج نکالے تو اس پر بھی قادر ہے کہ وہ مغرب سے نکالے اگر میں ایسا کہوں اور ایسا ہو جاوے تو سارے لوگ ایمان لے آئیں گے پھر میری بادشاہت کا کیا ہوگا؟؟ اس نے اسطرح الٹ کر کچھ کہا ہی نہیں خاموش ہوگیا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (جو لوگ اپنی ذاتوں پر ظلم کرتے ہیں اللہ تعالی پھر انکو ہدایت نہیں دیتا ہے) یعنی جو لوگ ماننے کے لئے تیار ہی نہیں، سمجھنے کے لئے تیار ہی نہیں تو پھر اللہ انکو ہدایت نہیں دیتا ہے، تو بہر حال اس واقعہ میں بتلانا یہ ہے کہ دیکھو اللہ تبارک وتعالی زندہ بھی کرتا ہے، موت بھی دیتا ہے، جب پہلی مرتبہ اس نے زندہ کیا تو دوسری مرتبہ بھی انسان کو زندہ کریگا، اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے

بعث بعد الموت کا عقیدہ اور حضرت عزیرؑ کا واقعہ:

دوسرا واقعہ اس سے بھی زیادہ واضح بتایا گیا أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا قرآن پاک میں واقعہ کے تمام جزئیات کو بیان نہیں کیا جاتا جو اہم بات ہوتی ہے اسکو ذکر کردیتے ہیں (یا اس شخص کی طرح جو گذرا ایک بستی پر اس حال میں کہ اس بستی کی چھت ستونوں کے اوپر گری

ہوئی تھی) قَالَ اَنّٰی یُحۡیِیۡ.... (وہ شخص کہنے لگا اس بستی کو اللہ موت کے بعد کیسے زندہ کریگا؟) فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ (تو اللہ نے اسکو سو سال تک موت دیدی پھر اسکو دوبارہ زندہ کیا) قَالَ كَمۡ لَبِثۡتَ (پوچھا تم کتنا ٹھیرے) قَالَ لَبِثۡتُ يَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ يَوۡمٍ (انہوں نے کہا ایک مکمل دن یا دن کا کچھ حصہ) قَالَ بَلۡ لَّبِثۡتَ مِائَةَ عَامٍ (اللہ نے فرمایا نہیں بلکہ تم سو سال ٹھیرے) فَانۡظُرۡ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمۡ يَتَسَنَّهۡ (دیکھو تم اپنے کھانے پینے کی طرف کہ وہ ابھی گلا سڑا نہیں ہے) وَانۡظُرۡ اِلٰى حِمَارِكَ (اور اپنے گدھے کی طرف دیکھو) وَلِنَجۡعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ (تا کہ ہم آپکو لوگوں کے لئے نشانی بنادے) وَانۡظُرۡ اِلَى الۡعِظَامِ (اور دیکھو ہڈیوں کی طرف) كَيۡفَ نُنۡشِزُهَا (کیسے ہم اسکو جمع کر دیتے ہیں) ثُمَّ نَكۡسُوۡهَا لَحۡمًا (پھر اسکے اوپر گوشت چڑھا دیتے ہیں) فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ (جب یہ بات انکے سامنے واضح ہوگئی) قَالَ اَعۡلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ (تو انہوں نے کہا کہ میں اس بات کو اچھی طرح جانتا ہوں یقین رکھتا ہوں کہ بے شک اللہ تعالی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے) ان آیتوں میں دوبارہ زندہ ہونے کے سلسلے میں دوسرا واقعہ ذکر کیا گیا یہ واقعہ حقیقت میں پیش آیا ہے فقط مثال نہیں ہے. لیکن قرآن پاک میں انکا نام ذکر نہیں کیا ہے تفسیر کی کتابوں میں اس شخصیت کا نام ذکر کیا گیا ہے. ایک روایت کے اعتبار سے معلوم ہوتا ہے کہ ان آیتوں میں جس شخصیت کا ذکر ہے وہ حضرت عزیر علیہ الصلوۃ والسلام ہے۔ بیت المقدس پر بخت نصر بادشاہ نے حملہ کیا جس کے نتیجہ میں پوری بستی ہلاک و برباد ہوگئی بیت المقدس کے خزانے بھی اٹھا کر لے گیا ۷ ہزار لوگوں کو اس نے قید کر لیا تو حضرت عزیر علیہ الصلوۃ والسلام کو حکم ہوا کہ وہ اس بستی کی طرف جائیں. حضرت عزیر جب اس بستی پر سے گذرے دیکھا عجیب حال

ہے کہ ان بستیوں میں گھر تھے انکی چھت پہلے گر گئی ہے چھت کے اوپر انکے ستون گرے ہوئے ہیں، اس طرح اس بستی کا حال ہے انکے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اللہ انکو موت دینے کے بعد دوبارہ کیسے زندہ کریگا؟ قَالَ أَنّٰى يُحْيِي هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا یہ خیال آنا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے کہ دیکھو ہماری قدرت کیسی ہے فَأَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ تو حضرت عزیزؑ پر موت طاری کر دی، سو سال تک وہ اسی جگہ پر پڑے رہے سو سال کے بعد پھر اللہ نے انکو زندہ کیا جس وقت یہ اس بستی پر سے گذر رہے تھے ایک گدھے پر سوار تھے، اپنے ساتھ توشہ دان تھا (ٹیفن) تھا اسکے اندر کھانے کی چیزیں بھی تھی، زیتون کے پھل وغیرہ، پینے کے لئے کچھ پانی بھی تھا، تو انکو اللہ تعالیٰ نے موت دیدی جس وقت انکو یہ خیال پیدا ہوا وہ غالباً صبح کا وقت تھا اور اللہ نے سو سال کے بعد زندہ کیا وہ شام کا وقت تھا عصر کے قریب قریب کا وقت تھا۔ جب انکی آنکھ کھلی تو دیکھ رہے ہیں کہ یہ شہر جو بالکل ویران تھا پھر سے آباد ہو گیا ہے۔ تعجب کر رہے ہیں کہ یہ کیا ہوا ابھی میں صبح میں دیکھ رہا تھا سب ویران تھا اور ابھی شام تک سب آباد بھی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی۔ ان سے پوچھا گیا کہ تم اس جگہ پر کتنا ٹھہرے ہو؟ وہ تو یہ سمجھ رہے تھے گدھے پر سوار ہو کر جا رہا ہوں تھوڑی دیر یہاں لیٹ چکا آرام کیا اسلئے انہوں نے اپنے خیال کے مطابق جواب دیا یا اللہ ایک دن یہاں ٹھہرا ہوں، یا دن کا بھی کچھ حصہ، پورا دن بھی نہیں کیونکہ عصر سے پہلے انکی آنکھ کھل گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں بلکہ پورے سو سال تمہیں یہاں گذر چکے، تو وہ سمجھ رہے ہیں کہ ایک ہی دن میں یہاں ٹھہرا، اب اللہ نے انکو حکم دیا کہ تم جو کھانا اپنے ساتھ لیکر چلے تھے اسکو دیکھو، دیکھا کہ وہ ٹیفن بالکل تر و تازہ ہے کھانا جیسا تھا ایسا ہی ہے سو سال تک بھی اس میں کوئی سڑن کوئی تبدیلی بھی پیدا نہیں ہوئی

ہے لَمْ يَتَسَنَّهْ ذرا بھی بد بو دار نہیں ہوا اچھا گدھا، تو وہ کہاں گیا؟ کہا کہ دیکھو بھائی گدھے کی طرف وہ تو گل سڑ چکا ہے صرف ہڈیاں نظر آ رہی تھی اللہ نے فرمایا اب غور سے دیکھو کیسے زندہ ہوتا ہے چنانچہ تھوڑی ہی دیر میں اسکی ہڈیاں آپس میں ملنے لگی ڈھانچہ تیار ہو گیا اور تھوڑی ہی دیر میں گوشت پوست کھال تیار ہو گئی اور گدھا زندہ ہو گیا اللہ تعالی نے حضرت عزیرؑ کو دوبارہ زندہ کر کے اپنی قدرت و کرشمہ بتلایا کتنی چیزیں بتلائی۔ ایک تو خود انکی ذات کہ انکو موت دیدی پھر دوبارہ زندہ کیا۔ دوسری چیز کہ سو برس تک یہ کھانے پینے کی چیز اچھی رہی (سو برس کیا چند گھنٹے بھی نہیں رہ سکتی) لیکن ہم نے چاہا تو اس میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔ تیسری چیز جو گدھا سڑ کر مر چکا تھا ہم نے حکم دیا تو اسکی ہڈیاں، اسکا بدن، جسم سب تیار ہو کر زندہ ہو گیا جب حضرت عزیرؑ نے دیکھا اللہ نے فرمایا یہ واقعہ ہم نے کیوں کر کے دکھایا لِنَجْعَلَكَ آيَةً لِّلنَّاسِ (تا کہ ہم آپکو بھی لوگوں کے لئے نشانی بنادیں) بعد میں آنے والے لوگ اس واقعہ کو پڑھ کر عبرت حاصل کرے کہ دیکھو حضرت عزیر علیہ الصلوۃ والسلام کو اللہ نے کیسے زندہ کیا۔ انکے گدھے کو بھی زندہ کیا تا کہ مرنے کے بعد کی زندگی پر انکو یقین ہو جاوے کہ جب کوئی مر گیا، سڑ گیا، عضو عضو ختم ہو گیا کیسے دوبارہ زندہ ہو گا؟ تو فرمایا! ہم اس طرح زندہ کریں گے ہر عضو کو جوڑیں گے فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ جب یہ چیز حضرت عزیرؑ کے سامنے کھل کر آ گئی تو انہوں نے کہا کہ اے اللہ میں اب اچھی طرح یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ تو یہ واقعہ قرآن میں کوئی ایسے ہی مثال اور کہانی نہیں ہے ایک حقیقی واقعہ ہے تا کہ لوگ اس عقیدہ پر یقین رکھے کہ بھائی ہم کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے ایسا نہیں ہے جیسا کہ غیر مسلموں کا عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں ہونا ہے، یہ ان لوگوں کا عقیدہ ہے جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے۔ اہل ایمان کی صفت

جگہ جگہ بتلائی گئی۔ وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ آخرت پر وہ یقین رکھنے والے ہیں کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے اور ایک اور زندگی آنے والی ہے۔

چار پرندے اور حضرت ابراھیمؑ کا واقعہ:

تیسرا واقعہ اس کے آگے ذکر کیا گیا ہے۔حضرت ابراھیمؑ بڑے جلیل القدر پیغمبر ہیں۔ انہوں نے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ تو مجھے یہ بتلادے کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ کریگا؟ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ کیا تم کو یقین اور ایمان نہیں ہے۔اس بات پر وہ تو نبی تھے۔انہوں نے کہا یا اللہ کیوں نہیں۔ قال بلی ولکن لیطمئن قلبی یا اللہ کیوں نہیں۔مجھے سو فیصد یقین ہے لیکن میری دلی خواہش ہے کہ اطمینان قلب کے لئے کوئی ایسا نمونہ بتلادے کہ کس طرح تو مردوں کو زندہ کریگا؟ اللہ نے ان کو حکم فرمایا تم چار پرندے لو۔

چار پرندے کونسے تھے؟:

قرآن نے ان کا نام نہیں بتلایا ہے کونسے پرندے تھے۔تفسیری روایتیں مختلف ہیں۔ بعض مفسرین نے کہا ان میں ایک مور تھا،ایک مرغ تھا،ایک کوا تھا اور ایک کرگس تھا۔یہ چار پرندے تھے چار پرندے لے لو فَصُرْھُنَّ اِلَیْکَ اور ان پرندوں کو خوب پھسلا لو جیسے بکری، مرغی انسان سے مانوس ہوجاتی ہے آواز دیتے ہیں تو یہ جانور آتے ہیں ویسے چاروں پرندوں کو ایسے بہلاؤ پھسلاؤ کہ تم سے محبت کرنے لگے اسکے بعد انکو ذبح کردو چاروں پرندوں کے گوشت،انکی ہڈیاں انکے پر، بالکل قیمہ کی طرح باریک کردو اور اسکے بعد چار حصہ کرو۔ایک ایک حصہ چار پہاڑوں پر رکھدو ظاہر بات ہے کہ چار پرندوں کے گوشت کی بوٹی بوٹی ہوگئی۔پھر چار حصے کردیئے گئے تو کون امتیاز کرسکتا ہے کہ کس کی ہڈی

کہاں ہے؟ کون جدا کر سکتا ہے؟ اللہ نے حکم دیا کہ اس طرح کرو مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اسی طرح کیا البتہ انکے سر اپنے پاس رکھے انکا دھڑ پورا قیمہ کر دیا اور چاروں پہاڑوں پر رکھ دئے گئے لیکن چاروں کے سر اپنے پاس رکھے اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے انکو حکم دیا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا پھر انکو پکارو اے مرغ آجاؤ اے کرگس آجاؤ اے مور آجاؤ اے کوا آجا جو بھی پرندے ہو آپ آواز دو وہ دوڑ کر آپکے پاس آجائینگے۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے ایسے حکم دیا تو چاروں پہاڑوں پر گوشت کے ہڈیوں کے ذرات آپس میں ملتے گئے جیسے ہوا انکو آواز دی ہو اور بالکل تیزی سے مل کر مرغ تیار ہو گیا، مور تیار ہو گیا، کوا تیار ہو گیا، کرگس تیار ہو گیا انکا سر حضرت ابراہیمؑ کے پاس تھا اسی دھڑ کے ساتھ دوڑتے دوڑتے آرہے ہیں اڑ کر نہیں قرآن نے کہا دوڑ کر آئیں گے اسلئے کہ ہوسکتا ہے کہ کوئی یہ شک کرے کہ اللہ نے تو دوسرے پرندے اڑا دئے ہوں۔ یہ شک بھی دور کر دیا کہ یہ شک کرنے کی ضرورت نہیں تم خود اپنی نگاہوں سے دیکھ رہے ہو کہ وہ زمین سے وہ پرندہ دوڑ کر آرہے ہیں اور چلتے چلتے دوڑتے آئے کوے کا دھڑ کوے کے سر کے ساتھ لگ گیا، مور کا دھڑ مور کے سر کے ساتھ لگ گیا، کرگس کا سر اسکے دھڑ کے ساتھ لگ گیا اور مرغ کا دھڑ مرغ کے سر کے ساتھ لگ گیا۔ اللہ نے یہ واقعہ بتلا کر حضرت ابراہیمؑ کو اطمینان دلا دیا لیکن پوری امت کو اور ہر انسان کو اس واقعہ سے عبرت دلانا مقصود ہے کہ دیکھو ہم اس طریقہ سے انسانوں کو دوبارہ زندہ کریں گے اسلئے آگے فرماتے ہیں وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ جان لو اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔ اسکے علاوہ بھی بہت سے واقعات اور مثالیں قرآن پاک کے اندر ذکر کی ہیں کہ دیکھو بھائی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے اس پر یقین رکھو۔

اصحاف کہف کا مختصر واقعہ:

سورۂ کہف آج جمعہ کا دن گذر رہا ہے اسکی بڑی فضیلت بھی ہے سورۂ کہف تو بڑی طویل ہے مختصر میں اسکا ایک جز ذکر کرتا ہوں ایک بادشاہ گذرا ہے جسکا نام دقیانوس تھا وہ بڑا ظالم و جابر بادشاہ تھا اور لوگوں کو شرک اور کفر پر مجبور کرتا تھا اسکے زمانہ میں کچھ لوگ اہل ایمان تھے جو اللہ کو ماننے والے تھے اور شاہی گھرانے کے تھے اس نے انکو بھی کفر و شرک پر مجبور کیا لیکن انہوں نے اسکی بات نہیں مانی تو اس نے انکو تھوڑی مہلت دی کہ دیکھو تم اپنی اس خدا پرستی سے باز آجاؤ ورنہ ہم تمہیں قتل کر دینگے، چونکہ وہ بڑے گھرانے کے لوگ تھے اسلئے فوری طور پر اس نے سزا نہیں دی ان نوجوانوں نے سوچا کہ ہمیں کسی طریقہ سے اپنا ایمان بچانا چاہئے اسلئے موقع پاکر وہ حضرات شہر سے دور ایک غار میں چھپ گئے وہاں پر وہ گئے تو اللہ تعالی نے انکو موت عطا فرمادی وہاں جاکر وہ مر گئے راستہ میں ایک شخص بکریاں چرا رہا تھا ساتھ میں اس کا کتا بھی تھا وہ کتا بھی ان اصحاب کہف کے ساتھ چلا گیا.وہ بھی غار کے منہ پر بیٹھ گیا اور اسکو بھی موت واقع ہوگئی یہ پورا واقعہ تفصیل سے ذکر ہے مجھے پورا بیان نہیں کرنا ہے وَكَلْبُهُم بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ (سورۂ کہف پ ۱۵آ۱۸)(انکا کتا بھی اس غار کی چوکھٹ پر ہاتھ آگے کر کے بیٹھا ہوا ہے) تو یہ نوجوان غار میں گئے انکو موت واقع ہوگئی ادھر جو دقیانوس بادشاہ تھا اس نے اعلان کیا کہ جہاں کہیں بھی یہ نوجوان ہوانکو پکڑ کر لایا جائے بہت سال گذر گئے وہ نہیں ملے تو اس نے شاہی خزانے اور دفتر کے اندر ان کے نام لکھے کہ بعد میں بھی کہیں بھی یہ ملے انکو پکڑ کر لایا جائے انکی تصویریں بھی رکھی گئی لیکن جب تک وہ دقیانوس رہا انکا کسی کو پتہ ہی نہیں چلا،اسکے بعد سو سال گذرے،دو سو سال گذرے،تین سو سال گذرے تین صدیاں گذر گئیں اسکے بعد اللہ تعالی کو اپنی قدرت بتلانی تھی اور یہ بھی کہ

میں لوگوں کو دوبارہ کیسے زندہ کروں گا؟ تین سو سال گذرنے کے بعد اس بستی میں جو بادشاہ تھا وہ بڑا نیک مومن تھا اہل ایمان بھی بہت سارے تھے کچھ لوگوں میں آپس میں اختلاف اور لڑائی جھگڑا ہو گیا ایک جماعت کہنے لگی کہ مرنے کے بعد کوئی دوبارہ زندہ ہونے کا نہیں لیکن بادشاہ اور بہت سارے اہل ایمان کہتے تھے کہ ہمیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے یہ جھگڑا شروع ہو گیا۔

اخلاص سے مانگی ہوئی دعاء رد نہیں ہوتی:

بادشاہ بڑا اللہ والا تھا تو اس نے ٹاٹ کے کپڑے پہنے اور راکھ کے ڈھیر پر بیٹھ گیا اور اللہ سے دعاء میں مشغول ہو گیا کہ اے اللہ تو ہی کوئی فیصلہ فرما دیں کہ میری قوم کا یہ جھگڑا ختم ہو جائے اور جو لوگ مرنے کے بعد کی زندگی کا انکار کر رہے ہیں انکو پھر سے یقین آ جائے. اللہ نے اسکی دعاء قبول کر لی اس واقعہ سے ان لوگوں کو اور قیامت تک آنے والے لوگوں کو بھی یہ بتانا مقصود تھا کہ دیکھو ہماری قدرت کیسی ہے ادھر انکو اللہ نے بیدار کر دیا، زندہ کر دیا اسلئے کہ اصل تو وہ مر چکے تھے اس غار کے اندر اللہ نے انکو اس طریقہ سے رکھا کہ وہ کروٹیں بدلتے رہتے تھے اسلئے وہ گلے سڑے نہیں تھے صحیح سالم تھے تین سو سال تک۔ قرآن میں سورۂ کہف میں یہ مضمون ہے کہ دیکھنے والا یہ سمجھے کہ سوئے ہوئے ہیں مرے ہوئے نہیں ہیں وہ غار کا منہ اس طرح تھا کہ اس پر دھوپ نہیں آتی تھی اسلئے بدبودار ہونے سے اور سڑنے گلنے سے وہ محفوظ رہیں اب تین سو سال گذرنے کے بعد انکی آنکھ کھلی تو انہیں بھوک محسوس ہوئی وہ تو سمجھ رہے ہیں کہ ابھی تک صبح سوئے ہیں تو ایک آدھ دن ہوا ہوگا انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ چلو کھانے کا انتظام کریں بھوک لگ رہی ہیں۔

اصحاف کہف کے احوال کا انکشاف:

ان میں سے ایک جسکا نام تملیخا تھا اسکو کہا گیا کہ بھائی تم پیسے لو اور بازار سے کچھ خرید کر لاؤ لیکن دیکھو ذرا احتیاط سے جانا دقیانوس اور اور اسکے جاسوسوں کی نظر ہم پر نہ پڑ جائیں اسلئے وہ چالاکی سے چھپتے چھپتے شہر میں گیا اس نے دیکھا کہ سارا منظر بدلا ہوا ہے پہلے جیسا کوئی نقشہ نہیں سب نقشے بدل چکے ہیں لیکن پھر بھی ایک دوکان پر کھانے پینے کی اشیاء خریدنے کے لئے گیا تو اس دوکاندار نے دیکھا کہ یہ روپے پیسے تو آج کا کوئی سکہ نہیں ہے اس پر تاریخ وغیرہ دیکھی تو کہا کہ یہ تو تین سو سال پرانا سکہ ہے تو اس نے دوسرے دوکان داروں کو بلایا کہ بھائی یہ پہلے زمانہ کا خزانہ (سکہ) لایا ہے یہ آدمی کون ہے؟ دوکاندار جمع ہوئے سب کہنے لگے کہ تم نے کہیں سے یہ خزانہ کھودا ہے پہلے زمانہ کے اندر لوگ حفاظت کے لئے زمینوں میں خزانہ رکھا کرتے تھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم کوئی خزانہ کھول کر لائے ہو اس نے کہا نہیں یہ تو ہمارے ساتھیوں کے پیسے ہیں بہت لے دے ہوئی تو ان دوکانداروں نے کہا کہ چلو ہم بادشاہ کے پاس لے جاتے ہیں بادشاہ اسوقت دعاء کے اندر ہی مشغول تھا جب وہ دعاء سے اٹھا تو پورا واقعہ سنایا کہ ایک شخص اس زمانہ کے سکے لایا ہے اور کہتا ہے کہ یہ تو ہمارے ہی ہے بادشاہ نے اپنا خزانہ کھولا تو اسکے اندر انکی تصویریں تھی اور انکے نام لکھے تھے اور اس میں لکھا تھا کہ یہ مجھ سے بغاوت کر کے فرار ہو گئے ہیں جہاں کہیں ملے انکو قتل کر دیا جائے بادشاہ سمجھ گیا تھا کہ یہ تو ایمان والے لوگ ہیں جو یہاں سے فرار ہو گئے تھے اب جب اس نے دیکھا تو انکے نام پوچھے تمہارے کیا نام ہے وہی نام بتلائے جو خزانہ کے دفتر میں لکھے ہوئے تھے انکی تصویریں دیکھی تو ایک تصویر ونکی نظر آئی جو وہ پیسہ لیکر آیا تھا۔

جو اللہ کے لئے ہجرت کرتا ہے اللہ اسے عزت عطا فرماتا ہے:

بادشاہ خوش ہوا کہ اللہ نے میری دعا قبول کرلی اس نے پورے واقعہ کی تفصیل پوچھی کہا کہ اس شہر میں دقیانوس بادشاہ رہتا تھا وہ ہمیں کفر وشرک پر مجبور کرتا تھا ہم اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے یہاں سے نکل چلے، بھاگ گئے اور ایک غار کے اندر چھپ گئے اور اب ہم بیدار ہوئے اور یہ پیسے لیکر آیا ہوں اس نے کہا تم کو معلوم ہے کہ یہ دقیانوس کا اور تم کو کتنے سال ہو گئے؟ کہ تمہیں کہ ابھی سوئے ہیں، کہا تین سو سال گذر چکے ہیں اب بادشاہ کو یقین آگیا وہ اپنے ساتھ سارے لوگوں کو لے کر گیا اس سلسلہ میں دو روایتیں ہیں ایک روایت تو یہ ہے کہ اس تملیخا نے کہا کہ ابھی تم یہیں ٹھہرو میں اپنے ساتھیوں کو جا کر اطلاع دیتا ہوں کہ بادشاہ تم سے ملنے آئے ہیں کہیں وہ وہی دقیانوس سمجھ کر تم سے ڈر نہ جاویں اسلئے میں جا کر اطلاع کرتا ہوں چنانچہ وہ گیا اور اپنے ساتھیوں کو اطلاع کی اسکے بعد وہ بادشاہ اور اسکے ساتھ جتنے لوگ حاضر تھے ان سب سے اصحاب کہف کی ملاقات ہوئی اور سب کے سامنے یہ بات ظاہر ہوئی کہ تین سو سال ان پر موت طاری رہی اسکے بعد پھر اللہ نے دوبارہ زندگی اور سارے لوگوں نے اس بات کا اقرار کرلیا کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے ہمارے بادشاہ کی اللہ نے دعا قبول کرلی ہے اور ایک نمونہ اور واقعہ ہم کو بتلا دیا ہے اسکے بعد پھر سے اللہ نے موت طاری کر دی۔ اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ وہ تملیخا اندر گیا تو اندر جاتے ہی اللہ نے موت طاری کر دی لیکن اتنا ضرور انکو یقین ہو گیا یہ سب کے سب تین سو سال کے بعد زندہ ہوئے ہیں اب اسکے بعد یہ طے ہوا مشورہ ہوا اس مبارک جگہ پر کوئی عمارت بنائی جائے مشورہ میں یہ طے ہوا کہ یہاں مسجد بنائی جائے بہر حال یہ غار کہاں ہے کدھر ہے حقیقی علم اسکا اللہ کو ہے اس واقعہ سے تو قرآن ہمیں یہ بتانا چاہتا ہے دیکھو ۳۰۰

سال کے بعد بھی اللہ نے مردوں کو زندہ کیا۔

قرآن پاک کے واقعات پر ہمیں یقین ہونا چاہئے:

اسلئے میرے بھائیوں قرآن پاک پڑھنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ قرآن میں جو حقیقتیں بتلائی گئی ہیں اسکا ہمارے دل میں یقین ہو دیکھو حضرت عزیرؑ کو سو سال اللہ نے موت دی پھر دوبارہ اللہ نے زندہ کیا، انکے گدھے کو انہوں نے خود اپنی نگاہوں سے دیکھا انکی ہڈیاں، گوشت، پوست سب بکھرا ہوا پڑا ہے، اللہ نے اسکو جوڑ دیا اور سارا گوشت اللہ نے جوڑ دیا ، اور پھر دوبارہ زندہ ہو گیا حضرت ابراھیمؑ کو اللہ نے چار پرندے پالنے کا حکم دیا اور چاروں پرندوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کے بعد پھر سے دوبارہ زندہ کردیا۔ اسی طرح چاہے انسان قبر میں مٹی ہو جائے ریزہ، ریزہ ہو جائے لیکن ایک وقت آئیگا کہ اسکو اللہ دوبارہ زندہ کریگا یہاں تک علماء نے لکھا ہے کہ اگر کسی انسان کو درندہ کھا گیا ہو درندہ نے اسے اپنا لقمہ اور غذا بنالی ہو۔ظاہر بات ہے وہ تو اسکے بدن کا جزو بن گیا اب اس انسان کا کوئی حصہ ہم کو نظر نہیں آتا شیر کے پیٹ میں، اژدہے کے پیٹ میں چلا گیا اور جب وہ مریگا تو وہ بھی راکھ ہو جائیگا تو بھی اللہ تعالی اس انسان کو زندہ فرمائے گا، کسی انسان کو جلا دیا گیا اور اسکی راکھ دور دراز دریاؤں میں ڈال دی گئی، ہواؤں کے اندر اڑا دی گئی، کوئی ذرہ کسی ملک میں، کوئی ذرہ کسی ملک میں ساری دنیا میں اسکی راکھ کو پھیلا دیا جائے تب بھی اللہ تعالی جب حکم دیگا فوراً زندہ ہو جائیگا اجزاء سب مل جائیں گے۔

بعث بعد الموت پر یقین کئے بغیر مؤمن نہیں:

اس بات کا یقین اور ایمان رکھنا ضروری ہے تب ہی جا کر انسان کا ایمان ہوگا ورنہ ایمان

نہیں ہوگا اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے بھی حدیث شریف میں اسکی طرف توجہ دلائی اور کئی سینکڑوں حدیثیں ہیں جو ہمیں سبق دلاتی ہیں کہ مرنے کے بعد کی زندگی پر یقین رکھو۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت ہے[1] رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے الدواوین ثلثۃ مرنے کے بعد انسان زندہ ہوں گے تو اللہ کے دربار میں تین کچہریاں قائم ہوگی۔ تین دفتر قائم ہوں گے۔ ایک کچہری ایسی ہوگی کہ اس میں جو لوگ جائیں گے انکی تو مغفرت اور بخشش نہیں ہوگی دیوانٌ لا یغفرُ اللّٰہُ لہ الاشراکُ باللہ۔ وہ دیوان جس میں لوگوں کی بخشش اور مغفرت نہیں وہ اللہ کے ساتھ شرک کرنے والوں کی کچہری ہوگی اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اعلان کردیا اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں اللہ انکی مغفرت نہیں کریگا۔ اسکے علاوہ کوئی کتنا بھی بڑا گنہگار رہو اللہ تعالیٰ چاہیگا اپنا فضل کردے گا اسکو معاف کردیگا۔ جن لوگوں نے دنیا میں اللہ کا انکار کیا یا اللہ کو مانتے تھے لیکن اللہ کی ذات و صفات اور عبادت میں کسی کو شریک ٹھہراتے تھے انکی مغفرت نہیں ہوگی۔

شرک کی اقسام:

شرک کی تین قسمیں ہیں:

(۱) شرک فی الذات۔

(۲) شرک فی الصفات۔

---

[1] عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ ﷺ الدواوین ثلاثۃ دیوان لا یغفر اللہ الاشراک باللہ یقول اللہ عز وجل ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ، ودیوان لا یترکہ اللہ ظلم العباد فیما بینھم حتی یقتص بعضھم من بعض، ودیوان لا یعبأ اللہ بہ ظلم العباد فیما بینھم وبین اللہ فذاک الی اللہ ان شاء عذبہ وان شاء تجاوز عنہ (رواہ البیھقی فی شعب الایمان (مشکوۃ باب الظلم ص ۴۳۵ رقم ۵۱۳۳)

(۳) شرک فی العبادۃ۔

(۱) **شرک فی الذات**: جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات میں شریک ٹھہرانا بعض عیسائی فرقوں میں انکا عقیدہ ہے کہ ''اللہ تعالیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت مریم تینوں مل کر ایک خدا ہیں۔ عربی میں اسکو تثلیث کہتے ہیں تینوں مل کر ایک خدا ہے، بعض نے کہا حضرت عیسیٰ ہی خود خدا ہے، مشرک یا بت پرست لوگ بتوں کو بھی معبود مانتے ہیں۔

(۲) **شرک فی الصفات**: دوسری قسم شرک فی الصفات ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تو مانے اسکی ذات کو بھی تسلیم کرے لیکن اللہ کے جو صفات ہے اس میں دوسروں کو شریک ٹھہرائے۔ جیسے اللہ کی صفت ہے **الحی** (حیات دینے والا) **الممیت** (موت دینے والا) **الرزاق** (روزی دینے والا) اللہ کے ۹۹ نام ہیں اس میں یہ سب صفات ہمیں سمجھ میں آئیں گی **العلیم** (علم والا ہر وقت ہر چیز کا اللہ کو علم ہے۔ **الخبیر** (ہر چیز پر اللہ باخبر ہے) اگر کوئی شخص اللہ کی ان صفات میں کسی دوسرے کو شریک ٹھہراوے۔ **عالم الغیب** (غیب کو جاننے والا) وہ چیزیں جاننے والا جو ہماری نگاہوں سے چھپی ہوئی ہیں اسکے لئے تو کچھ غیب ہے ہی نہیں اسکے سامنے تو سب حاضر ہے یہ تو ہمارے اعتبار سے کہا جاتا ہے کچھ چیزیں ہم دیکھتے ہیں کچھ چیزیں نہیں دیکھتے جو چیزیں ہم نہیں دیکھ رہے ہیں اللہ تعالیٰ اسکو بھی دیکھ رہا ہے اللہ کے سامنے ہر وقت ہر چیز موجود ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں **عالم الغیب والشھادۃ، الخبیر، العلیم، الرزاق، البصیر** سب صفات ہیں اب کوئی اللہ کو مانتا ہے لیکن اللہ کی ان صفات میں کسی دوسروں کو شریک ٹھہراتا ہے۔ مثلاً اللہ کی صفت ہے زندگی دینا کوئی یہ یقین رکھے کہ اللہ کے علاوہ کوئی فلاں بزرگ کسی کو زندگی دیتا ہے۔ یا اللہ روزی دیتا ہے یہ تو اسکی صفت ہے لیکن کوئی یقین رکھے کہ فلاں روزی دیتا

ہے یا اسکی صفت میں شریک ٹھہرانا ہوا، کفار مکہ شرک میں مبتلا تھے اور وہ کہتے تھے کہ اللہ نے پانی برسانے کا کنٹراکٹ (CONTRACT) فلاں بت کو دیا ہے. شفاء کا کنٹراکٹ فلاں بت کو دیا ہے. اولاد نہیں ہوتی ہے تو اولاد کا کنٹراکٹ فلاں بت کو دیا ہے یہ انکے عقیدے تھے ویسے اللہ کو مانتے تھے انکار نہیں کرتے تھے ایک جگہ نہیں قرآن نے دسیوں جگہ اس بات کو نقل کیا کہ ان سے پوچھو ولئن سالتھم من خلق السموات والارض لیقولن اللہ (پارہ ۲۱ سورہ لقمن) اور اے محمد! ان سے پوچھو آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا کون ہے؟ تو وہ کہیں گے ضرور اللہ نے پیدا کیا انکار نہیں کرتے تھے لیکن اللہ کو ماننے کے ساتھ اس شرک والی بیماری میں مبتلا تھے شرک فی الصفات کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ جو بت ہیں جنکے سامنے ہم منتیں مانگتے ہیں چڑھاوے چڑھاتے ہیں یہ اللہ کے مقرب ہیں، لیقربونا یا اسلئے ہے تاکہ اللہ سے ہم کو قریب کردے ہم عبادت اسلئے نہیں کررہے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کا انکار کررہے ہیں بلکہ یہ بت اللہ کی ذات سے قریب کررہے ہیں یہ اللہ کے دربار میں ہماری شفارش کریں گے، اللہ کے عذاب سے ہم کو چھڑائیں گے یہ عقیدہ رکھتے تھے اسلئے انکا اللہ کو ماننا کوئی معتبر نہیں ہوا اسکو شرک فی الصفات کہتے ہیں۔ اور ایک ہے،

(۳) شرک فی العبادہ: کہ اللہ کو اپنا رب، خدا سب کچھ مانیں، عبادت اسکی بھی کریں لیکن اللہ کے علاوہ دوسرے کی عبادت بھی کریں، دوسرے کے سامنے بھی سجدہ کرے یہ ہے شرک فی العبادہ۔ بہر حال شرک کی تینوں قسم اس دیوان کے اندر کے لوگ جانتے تھے جو اللہ کی ذات میں، اللہ کی صفات میں، اللہ کی عبادت میں کسی کو بھی شریک ٹھہراتے تھے.

اسی وجہ سے صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ سے کہا جو تمام حضرات سے بڑھ کر زیادہ حضور ﷺ پر کون جان فدا کرنے والا ہوسکتا ہے۔

حضرات صحابہ کرامؓ اور عشق نبی:

حضرات صحابہ کرامؓ حضورﷺ کے پیر میں کانٹا چبھنا بھی پسند نہیں کرتے تھے انکے لئے جان دینا پسند تھی لیکن کانٹا چبھنا گوارا نہیں حضرت ابو طلحہؓ[۱] انصاری غزوہ احد کے موقع پر حضورﷺ پر دشمنوں کے تیر آنے لگے تو حضرت ابو طلحہؓ کھڑے ہوگئے اپنی پشت کو حضورﷺ کے سینہ مبارک کی طرف کر لیا اور جتنے تیر تھے سب اپنے اوپر جھیلنے لگے بعد میں دیکھا گیا تو حضورﷺ کو بچانے کے لئے ستر سے زیادہ زخم ان تیروں کے تھے مطلب انکو اپنی جان کی پرواہ نہیں تھی اتنے زیادہ حضورﷺ کے عاشق تھے انہوں نے حضورﷺ سے ایک دفعہ کہا کہ یا رسول اللہ یہ قیصر روم جو کہ روم کے بادشاہ قیصر، ایران کے بادشاہ کسریٰ انکی رعیت، انکی پرجا انکے سامنے سجدہ کرتی ہے آپ تو ان سے زیادہ لائق ہے کہ ہم آپ کے سامنے سجدہ کرے یہ بھی بڑے ہی درخواست کی تھی کہ وہ جب ان کی پوجا کرتے ہیں سجدہ کرتے ہیں آپ ہمیں بھی اجازت دیں ہم آپ کے سامنے سجدہ کریں اللہ کے رسولﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں اللہ کے علاوہ کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں اگر اللہ کے علاوہ کسی کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ وہ شوہر کے سامنے سجدہ کرے لیکن اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کی اجازت نہیں اس لئے بیوی کو بھی شوہر کے سامنے سجدہ کا حکم نہیں دیا گیا[۲]

۱۔ [illegible]

۲۔ [illegible]

حضور ﷺ کی ایک دعا:

اللہ کے رسول ﷺ نے اسی بناء پر اللہ سے دعا کی اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا، اے اللہ میری قبر کو بت مت بنانا[1] جیسے بتوں پر جاجا کر لوگ سجدہ کرتے ہیں، منت مانگتے ہیں، چڑھاوے چڑھاتے ہیں میری قبر کو ایسا بت مت بنانا۔ اللہ نے حضور ﷺ کی یہ دعاء قبول کی اور آج تک وہاں یہ نظام ہے چاہے دنیا نے اولیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا لیکن اللہ کے رسول ﷺ کی قبر مبارک پر کسی کی ہمت نہیں ہوسکتی کہ وہاں سجدہ کریں، یا کوئی چڑھاوا چڑھاوے، حضور ﷺ کی دعاء قبول ہوئی دنیا میں اگر حضور ﷺ پر ہی سجدے ہونے لگتے تو دنیا میں کوئی قبر ایسی نہ رہتی جس پر لوگ سجدے نہ کرتے۔ تو بہر حال بتلانا یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ حضور ﷺ کی روایت نقل کرتی ہے کہ دیکھو مرنے کے بعد زندہ ہونا ہے اور وہاں پر تین کچہریاں ہونگی ایک کچہری کے اندر وہ لوگ جائیں گے جنکی مغفرت نہیں ہوگی وہ شرک کرنے والے ہوں گے شرک فی الذات ہو، فی الصفات ہو، یا شرک فی العبادت ہو اور فرمائی ہیں۔

دوسری کچہری:

دوسری کچہری وہ ہوگی جس کے اندر لوگوں کا حساب کتاب ہوگا کہ اللہ ان کو انصاف

(ماقبل صفحہ کا حاشیہ)۔ [2] عن قیس بن سعد قال اتیت الحیرۃ فرأیتھم یسجدون لمرزبان لھم فقلت رسول ﷺ احق ان یسجد لہ قال فاتیت النبی ﷺ فقلت انی اتیت الحیرۃ فرأیتھم یسجدون لمرزبان لھم فانت یا رسول اللہ احق ان نسجد لک قال ارایت لو مررت بقبری اکنت تسجد لہ قال قلت لا قال فلا تفعلوا لو کنت امرا احدا ان یسجد لاحد لامرت النساء ان یسجدون لازواجھن لما جعل اللہ لھم علیھن من الحق (ابو داؤد کتاب النکاح ص ۲۹۱)۔ [1] عن عطاء بن یسارؒ قال قال رسول اللہ ﷺ اللھم لا تجعل قبری وثنا یعبد اشتد غضب اللہ علی قوم اتخذوا قبور انبیاء ھم مساجد۔ رواہ مالک مرسلا (مشکوۃ ص ۷۲)

ولائے بغیر نہیں چھوڑیگا یا تو اللہ اپنے فضل سے انکو بدلہ دیگے، یا عدل وانصاف کرکے انکو بدلہ دلوائیں گے، دو قوں ہوں گے؟ ظالمین، مظلومین، دنیا میں جن لوگوں نے دوسروں پر ظلم کیا وہ مظلوم انکو فریاد کریں گے اللہ ان مظلوموں کو ان ظالمین کی نیکیاں دلوائیں گے، اور نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو پھر ان مظلوموں کے گناہ ان ظالموں کے سر پر ڈالے جائیں گے جہاں تک یہ فیصلہ نہیں کریں گے وہاں تک انکے قدم آگے نہیں بڑھیں گے۔ حدیث شریف میں ہے مسلم شریف وغیرہ کی روایت ہے کہ بہت سے لوگ اپنے ساتھ نماز، روزے، صدقہ وغیرہ کا ڈھیر لیکر جائیں گے لیکن دنیا میں لوگوں کے حقوق ادا نہیں کئے تو ایسے لوگ وہاں مفلس ہوں گے[1]

ظلم کی تین قسمیں ہیں:

بندوں کے اوپر ظلم کرنے کی تین قسمیں علماء نے بتائی ہیں:

(۱) ظلم بالمال: کسی کا ناحق مال لیا چاہے تو زبردستی لے لیا، چرا کر لیا، خیانت کر لی، یا کسی سے قرض لیا تھا ادا نہیں کیا، میراث کا حق دینا تھا ایک بھائی دبا کر بیٹھ گیا دوسرے کو نہیں دیا یہ سب صورتیں ہیں۔

(۲) ظلم بالبدن: کسی کو راہ چلتے بلاوجہ کسی پر ظلم کیا یہ ظلم ہوگیا ہاتھ کا ظلم۔

---

[1] عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال اتدرون ما المفلس، قالوا المفلس فینا من لا درھم لہ ولا متاع، فقال ان المفلس من امتی من یاتی یوم القیامۃ بصلوۃ وصیام وزکوۃ ویاتی قد شتم ھذا وقذف ھذا واکل مال ھذا وسفک دم ھذا وضرب ھذا، فیعطی ھذا من حسناتہ وھذا من حسناتہ فان فنیت حسناتہ قبل ان یقضی ما علیہ اخذ من خطایاھم فطرحت علیہ ثم طرح فی النار (مسلم شریف، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظلم، ج ۲ ص ۳۲۰)

(۳) ظلم باللسان: زبان سے کسی کو گالی دی، تہمت لگائی، اسکی عزت کسی کے سامنے ختم کی، یہ سارے لوگ آئیں گے اور اپنا حق اللہ سے طلب کریں گے اللہ تعالیٰ انکو جب تک حق نہیں دلوائیں گے وہاں تک ان ظالموں کو آگے جانے نہیں دیں گے۔ مطلب یہ کہ جہنم میں جانے سے پہلے انکا فیصلہ ہوگا پھر بعد میں انکو جہنم میں بھیجیں گے یہ بات اور ہے کہ اللہ اپنے فضل سے، ایمان کی برکت سے کسی موقع پر جنت میں انکو داخل فرمائیں گے۔

تیسری کچہری:

اور تیسری کچہری حضرت عائشہ عن حضور ﷺ کی اس حدیث میں فرماتی ہے تیسری کچہری وہ ہے کہ لا یعبأ بہ اللہ (اللہ کو کوئی پرواہ نہیں ہوگی) یعنی یہ کہ اللہ کے حقوق جو فرض ہیں، اب لوگوں نے اس میں بے پرواہی کی، احکام چھوڑے، گناہ کئے۔ اب اللہ کے یہاں دو سلسلے چلیں گے کبھی اللہ کسی کو اپنے فضل سے معاف کردیں گے اسکی پکڑ نہیں کریں گے اللہ کو پرواہ نہیں ہے۔ اور اگر اللہ عدل وانصاف کریں گے ایک ایک نیکی اور برائی کی چھان بین ہوگی بعض لوگ ایسے ہوں گے کہ انکا نامۂ اعمال پورا نیکیوں سے بھرا ہوا ہوگا ایک نیکی کی جگہ خالی ہوگی اسکی وجہ سے جنت میں داخلہ رک جائیگا، اور کبھی اللہ بڑے سے بڑے گنہگار کو بھی بخش دینگے اسکو کوئی پوچھنے والا نہیں اس حدیث کے دیگر واقعات کے عرض کرنے کا منشاء یہی ہے کہ مرنے کے بعد ہمیں دوبارہ زندہ ہونا ہے اپنے گھروں میں، مجلسوں میں اسکا تذکرہ کرنا چاہئے۔

ہمارے معاشرے میں عقیدۂ بعث بعد الموت کے سلسلے میں کمزوری پائی جاتی ہے۔

آج کل ہمارے معاشرہ میں اس عقیدہ کے اعتبار سے بڑی کمزوری پائی جاتی ہے بہت سارے لوگ اسکا اشکال کرتے ہیں کہ مرنے کے بعد کیسے زندہ ہوں گے کس نے دیکھا ہے؟ گویا انکو یقین نہیں. دیکھو! قرآن پاک نے کتنے واقعے ذکر کئے ثبوت کے لئے تین واقعے بتلائے. ایک حضرت ابراہیمؑ کا، دوسرا حضرت عزیرؑ کا، اور تیسرا اصحاب کہف کا واقعہ. بہر حال اسکا یقین رکھنے کی ضرورت ہے. اللہ ہمیں ان حقائق پر یقین رکھنے کی اور ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائیں۔

وآخر دعوانا الحمد لله رب العلمين

حضرت لقمانؑ کی زریں نصیحتیں (۱)

حضرت مفتی محمد کلیم صاحب دامت برکاتہم کا
یہ بیان ۲۷ رمضان شب اتوار
مسجد انوار نشاط روڈ پر ہوا

باسمہ تعالیٰ

حضرت لقمانؑ کی زرّیں نصیحتیں (۱)

نحمده ونصلي على رسوله الكريم أما بعد! فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم (۱) وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ أَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ہ وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ہ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيْرُ ہ (سورۂ لقمان آیت ۱۴)

وَإِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰى أَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ہ يٰبُنَيَّ إِنَّهَا إِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمٰوٰتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللّٰهُ إِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ہ

یہ سورۂ لقمان کی چند آیتیں ہیں حضرت لقمانؑ حضرت ایوبؑ کے بھانجے ہوتے ہیں اللہ نے انکی عمر بہت طویل فرمائی یہاں تک کہ یہ حضرت داؤدؑ کے زمانہ تک رہے بلکہ حضرت داؤدؑ کے زمانہ میں یہ لوگوں کو فتویٰ دیا کرتے تھے، دین کی باتیں بتایا کرتے تھے لیکن جب حضرت داؤدؑ کی نبوت ظاہر ہوئی، نبی بنا کر بھیجے گئے تو انہوں نے پھر فتویٰ دینا بند

کر دیا۔

حضرت لقمانؑ کا نبوت کے بجائے حکمت کو اختیار کرنا:

بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت لقمانؑ کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا کہ تمہیں نبوت لینی ہے یا حکمت کی باتیں لینی ہے، حکمت کہتے ہیں دانشمندی، عقل مندی، حضرت لقمانؑ نے عرض کیا کہ اے اللہ! اگر آپ کی طرف سے نبوت کا حکم ہو تو ضرور میں اس حکم کو بجالانے کے لئے تیار ہوں، لیکن اگر آپ کی طرف سے دونوں چیزوں میں سے کسی ایک کا اختیار ہو، نبوت کا یا حکمت کا، تو پھر مجھے حکمت ہی عطا فرما دیجئے۔ (معارف القرآن ج ۷ ص ۳۴)

حضرت لقمانؑ نبی نہیں تھے:

چنانچہ اکثر علماء اس بات پر متفق ہے کہ حضرت لقمانؑ نبی نہیں تھے، لیکن بہت بڑے اللہ کے مقرب بندے اور حکیم گذرے ہیں اللہ نے انکی زبان سے ایسی حکمت کی باتیں نکالی ہیں کہ وھب بن منبہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت لقمانؑ کے ۱۰ ہزار ابواب کا Research اور مطالعہ کیا۔

نبوت اختیار نہ کرنے کی وجہ:

ان سے کسی نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو نبوت بھی دینی چاہی، پھر نبوت چھوڑ کر حکمت کیوں اختیار کی؟ تو حضرت لقمانؑ نے فرمایا اگر اللہ کی طرف سے مجھے ایک ہی چیز کا حکم ہوتا کہ تم نبی بن جاؤ تب تو اسکی ذمہ داری اللہ پر رہتی اور اسکی طرف سے مدد اور نصرت بھی کی جاتی، لیکن جب اللہ نے دونوں چیزوں میں سے ایک کا حکم دیا، اگر میں اپنے ارادہ سے نبوت کو اختیار کر لیتا تو اسکی ذمہ داری میرے کندھوں پر ہوتی۔ بہر حال یہ بڑے حکیم

گذرے ہیں ویسے ظاہری طور پر تو انکے پاس کوئی کمال نہیں تھا، مثلاً ظاہر میں ایک انسان بہت مالدار اور دولت مند ہوتا ہے بہت حسین وجمیل خوبصورت ہوتا ہے ایسی کوئی چیز انکے پاس نہیں تھی بلکہ یہ تو ایک غلام تھے، اور پستہ قد تھے، رنگ بھی نہایت ہی کالا تھا ناک بھی تھی بالکل چپٹی تھی، لیکن اللہ نے انکو حکمت ایسی دی کہ انکی حکمت کی باتوں کو قرآن میں ذکر کیا گیا، بلکہ ایک سورۃ انکے نام سے اتاری گئی، اور مختلف حدیثوں کے اندر بھی انکی حکمت کی مثالیں بیان کی گئی ہیں۔

حضرت لقمان کو حکمت ملنے کی وجہ:

ایک مرتبہ لوگوں کے سامنے وعظ ونصیحت بیان فرمارہے تھے اور یہ سلسلہ انکا جاری تھا کہ لوگ دور دراز سے انکی باتیں سننے کے لئے آیا کرتے تھے اور نصیحت وعبرت حاصل کرتے تو ایک مرتبہ وعظ ونصیحت کی مجلس لگی ہوئی تھی کہ ایک شخص آیا اور حضرت لقمان کو کہا کہ اے لقمان تم وہی شخص نہیں ہو کہ میں اور تم جنگل میں بکریاں چرایا کرتے تھے؟ حضرت لقمان نے کہا کہ ہاں میں وہی ہوں کہا کہ پھر اللہ نے آپکو اتنا اونچا مقام کیسے دیا کہ لوگ آپکی دانشمندی کی باتیں سننے دور دراز سے آتے ہیں؟ حضرت لقمان نے فرمایا میں نے دو چیزوں کو زندگی میں اپنایا اسکی وجہ سے اللہ نے مجھے یہ دولت عطا فرمائی ایک تو سچائی دوسری فضول گوئی سے میں نے اجتناب کیا یعنی جب میں نے اپنی زبان سے بات نکالی تو سچ کہا جھوٹ کبھی نہیں کہا اور فضول باتوں سے اپنے آپ کو بچایا اس کی وجہ سے اللہ نے مجھے حکمت کی باتیں عطا کی، اور ایک روایت میں ہے کہ چند چیزیں میں نے اپنائی، زبان کی سچائی، نگاہوں کی پاکیزگی، کبھی بری نظر کسی پر نہ ڈالی، امانت میں کبھی میں نے کوئی خیانت نہیں کی (یعنی وفاداری کی کبھی میں نے کوئی وعدہ خلافی نہیں کی) اسکے علاوہ میں نے کسی کو

اپنی ذات سے کوئی تکلیف نہیں پہنچائی۔ یہ چند چیزیں ایسی ہیں جسکی وجہ سے اللہ نے مجھے یہ بلند مقام عطاء فرمایا تو بہر حال بہت بڑے درجے کے آدمی گذرے ہیں۔ کئی چند نصیحتیں خود قرآن میں بیان کی گئی ہے ویسے آسمانی کتابیں ہیں، توریت، زبور، انجیل، اس میں بھی بیان کی گئی ہیں۔

خطبہ میں پڑھی گئی آیت کا ترجمہ:

ابتدائی آیتوں کا ترجمہ یہ ہے (بے شک ہم نے لقمان کو دانشمندی اور حکمت عطاء کی) اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ (یہ حکمت کی باتیں اسلئے عطا تاکہ تم اللہ کا شکر ادا کرو) پھر فرمایا (جو شخص اللہ کا شکر ادا کرتا ہے تو اللہ کو اسکا کوئی فائدہ نہیں پہونچتا ہے اللہ کسی کا محتاج نہیں خود انسان کو نفع پہونچتا ہے ورنہ اللہ تو مستغنی ہے) جب وہ شکر گذاری کرتا ہے تو اللہ نعمتوں کو اور بڑھاتا ہے۔ وَمَنْ كَفَرَ (اور جو نعمت کی ناشکری کرتا ہے) فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ (تو اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور ستودہ صفت ہے) یعنی ہمیشہ سے تعریف کی جاتی ہے اور تعریف کی جاتی رہیگی۔ اللہ کو کسی کی تعریف، ثناء، شکر کی ضرورت نہیں۔ اس میں ہمارا فائدہ ہے۔

حضرت لقمانؑ کی پہلی نصیحت:

اب آگے نصیحت بیان کی جاتی ہے، سب سے پہلی نصیحت جو حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو کی ہے۔ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝ (اس وقت کو یاد کرو جب حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اس حال میں کہ وہ اپنے بیٹے کو نصیحت کر رہے تھے اے میرے پیارے بیٹے! اللہ کے ساتھ تو کسی کو شریک مت ٹھیرا، بے شک شرک البتہ بہت بڑا ظلم ہے)۔

اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرانے کی عقلی وجہ:

انسان کو اللہ نے وجود بخشا ہے اور دنیا کی بے شمار نعمتیں اسکو عطا فرمائی ہیں جس سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے۔ اسکا تقاضہ یہ ہے کہ انسان اپنے پیدا کرنے والے کو اور اپنے محسن کو پہچانے، اسکی عبادت کرے، اس کے علاوہ کسی کی بھی عبادت نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھ بوجھ جانوروں کو بھی عطا کی کہ اپنے محسن کا شکر گذار رہیں اسی کا ہو کر رہے۔ اس کے علاوہ کسی کے یہاں نہ جائیں، ایک کتا دیکھیے اسکا لعاب ناپاک ہے لیکن اسکی وفاداری مشہور ہے جس گھر کا ٹکڑا کھاتا ہے کبھی اسکا در نہیں چھوڑتا ہے، بلی جو روٹی پاتا ہے اس کے گھر جانے پینے کا اہتمام کرتا ہے وہ اسی کے گھر میں رہ جاتی ہے دوسرے کے پاس نہیں جاتی لیکن انسان کتنا ناشکرا ہے کہ جانور سے بھی کہیں بدتر ہو جاتا ہے کہ اپنے رب کو بھول کر غیر اللہ کی عبادت میں لگ جاتا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم میں مشرکین کے متعلق فرمایا گیا **بل ھم اضل** (سورۃ الاعراف آیت ۱۷۹) کہ وہ لوگ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔ کیونکہ ایک جانور تو اپنے محسن و منعم کا شکر گذار ہوتا ہے اور انسان اپنے رب کو بھولا ہوا ہوتا ہے۔

شیخ سعدیؒ کے فارسی اشعار:

حضرت شیخ سعدیؒ نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اور اس کے مقابل انسان کی ناشکری کو دو فارسی شعروں کے اندر ذکر کیا ہے۔

ابر و باد و مہ خورشید و فلک در کارند
تا تو نانے بکف آری و بغفلت نہ

خوری ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمانبردار
شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرمان نہ بری

فرماتے ہیں یہ بادل، چاند، سورج، زمین و آسمان، اور یہ دنیا کی بڑی بڑی ساری مخلوقات اے انسان! تیری خدمت میں لگے ہوئے ہیں تاکہ تو روٹی کا ایک ٹکڑا اپنے منہ کے اندر ڈالے وہ بھی غفلت سے نہ کھائے۔ پھر فرماتے ہیں بڑی بے انصافی کی بات ہے کہ ساری مخلوقات کو اللہ تعالیٰ نے تیری خدمت میں لگا دیا لیکن تو اپنے رب کو بھولا ہوا ہے۔ پیٹ بھر کے انسان کھانا کھاتا ہے خوب مزے سے اڑاتا ہے لیکن وہ سوچتا نہیں ہے کہ یہ دانہ یہ غذا کس نے تیار کی۔

انسان کے شرک کرنے پر پرندوں کا افسوس کرنا:

اسلئے پرندوں کو بھی ہماری اور انسان کی بدعملیوں پر افسوس ہوتا ہے شرک و کفر پر وہ افسوس کرتے ہیں ایک پرندہ حباری ہے[1] پرندہ جب انسان کی بدعملیوں اور گناہوں کو دیکھتا ہے تو اپنی روزی تلاش کرتا ہے لیکن اسکو روزی نہیں ملتی ہے تو وہ انسان کے گناہوں کی وجہ سے روزی میں جو کمی ہوتی ہے اڑتا اڑتا تھک ہار کر مر جاتا ہے اور وہ اپنے دل میں کہتا ہے کہ کیسے انسان ہے کیا کیے گناہوں کی وجہ سے میری روزی میں تنگی ہوئی۔ حضرت سلیمانؑ کا تذکرہ قرآن پاک میں تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے۔ حضرت سلیمانؑ کو اللہ نے ایسی حکومت عطا کی تھی کہ ایسی حکومت آج تک کسی کو عطا نہیں کی گئی اللہ نے ہوا کو آپکے تابع بنا دیا تھا، جن آپکے تابع تھے، چرند پرند آپکے تابع تھے۔ جب آپ کہیں دور دراز سفر کرنا چاہتے تو تخت بنوا کے اوپر رکھوا دیتے اور ہوا کو حکم دیتے وہ اڑا کر لیجاتی جہاں جانا چاہتے وہاں پہنچ

[1] عن ابی ہریرۃ بیہقی حیاۃ الحیوان الکبریٰ ج ۱ ص ۲۳۳

جاتے ساتھ میں جن بھی ہوتے، پرندے بھی ہوتے۔ ایک مرتبہ حضرت سلیمان[1] نے جو پرندے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے ان میں ایک پرندہ ہدہد نام کا جس کی چونچ بڑی ہوتی ہے۔ وہ اس زمانہ کا انجینیر تھا حضرت سلیمان کو جس جگہ جانا ہوتا تو وہ پرندہ اس زمین میں چونچ مارتا کہ اس میں پانی ہے یا نہیں۔ اللہ اسکے ذریعہ سے اس کو بتلا دیتے کہ یہ پانی میٹھا ہے، کھارا ہے، نمکین ہے اور پھر آکے حضرت سلیمانؑ کو خبر دیتا تھا پھر آپ وہاں جاتے تھے۔ ایک دن مجلس کے اندر وہ غیر حاضر تھا قرآن پاک نے کہا۔(۱) وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ۔ (سورۃ النمل آیت ۲۰) حضرت سلیمان نے پرندوں کی حاضری لی تو ہدہد کو غائب پایا تو فرمایا کہ میں اسکو سخت سزا دونگا یا پھر اس کو ذبح کر دونگا یا یہ کہ میرے پاس کوئی خبر لے آئے چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد وہ آیا اور کہا میں آپ کے پاس ایسی قوم کی خبر لایا ہوں جس پر ایک عورت حکومت کرتی ہے اسکے پاس بڑا تخت ہے اسکی قوم کو سورج کو سجدہ کرتے ہوئے پایا۔ حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تو سچ بات کہتا ہے یا غلط، جا اس خط کو لیکر اسکی طرف ڈال دے پھر دیکھ وہ لوگ کیا کرتے ہیں تو بلقیس نے خط پڑھ کر اپنے وزراء سے مشورہ کیا تو وزراء نے مشورہ دیا کہ ہم مقابلہ بھی کر سکتے ہیں معاملہ آپ کے ہاتھ میں ہے ہم آپ کے فیصلہ سے راضی ہے بہر حال اس نے یہ فیصلہ کیا (۲) اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً

---

[1] حضرت سلیمانؑ: آپ کے والد کا نام داؤدؑ تھا ۲۱ رمضان کو بطن بنت حنانہ سے پیدا ہوئے اور عمر ۲۳ سال پوری روئے زمین کے بادشاہ ہو گئے تھے جن اور طیور ورہوا آپ کے تابع تھی اور مسجد اقصیٰ جنات نے آپ کے حکم سے بنائی کہتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ کو ۳۰۰ منکوحہ اور ۷۰۰ سریہ تھیں اور آپ کو ایک لڑکا کہ جسکی رحم ایک عورت سے پیدا ہوا تھا کہ ناقص الارکان یعنی یک چشم یک گوش و یکدست و یک پا رکھتا تھا با آخر بسبب دعائے آصف بن برخیا وزیر سلیمان کے صحیح الارکان ہو گیا اور بسبب بلوغ عقل بہم و صغرسن میں آپ کے باپ آپ سے مشورہ کرتے تھے اور خاتم سلیمانؑ مشہور ہے کہ آپ جسوقت اسکو اپنی انگشت میں ڈالتے تو تمام بادشاہان جن و شیاطین و طیور آپ کی خدمت میں آتے اور حکم آپکا بجا لاتے تھا وفات آپ کی ۱۵۲ سال یا ۱۴۰ کی واقع ہوئی (مورخ الاولیاء ج ۱ ص ۱۳۴)

اَفْسَدُوْهَا ۔بے شک کوئی بادشاہ جب کسی ملک پر حملہ کرتا ہے تو وہاں فساد مچاتا ہے، خون ریزی ہوتی ہے یہاں تک کہ وہاں کے باعزت لوگ ذلیل ہوتے ہیں، کتنوں کو غلام باندیاں بنایا جاتا ہے اس لئے ہوری رائے یہ ہے کہ ہم ان سے لڑنے کے لئے تیار تو ہوں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ یہ واقعی اللہ کے نبی ہیں یا نہیں اسلئے کچھ ہدیے تحائف بھیجے۔ جو بہت قیمتی تھے۔قاصد کو کہا کہ دیکھئے وہ ہمارے ہدیئے کو قبول کرتے ہیں یا نہیں۔وہاں بھیجا تو حضرت سلیمانؑ نے سارے ہدیے واپس کردیئے اللہ نے مجھے بہت دیا ہے ان سب چیزوں کی ضرورت نہیں ہے۔بہرحال اس کے بعد حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں بلقیس اپنے وزراء کے ساتھ آئی پھر اس نے اسلام قبول کرلیا پورا واقعہ مجھے بتلانا نہیں۔فقط اس آیت سے یہ بتلانا ہے کہ شرک اتنا بڑا گناہ ہے کہ اللہ کے جو گونگے جانور ہیں وہ بھی ان کو برا جانتے ہیں قوم سورج کی پوجا کرتی تھی سورج کی پوجا کرنے والوں کو اس نے کتنا برا جانا حضرت سلیمانؑ کے سامنے بڑے درد سے وہ پرندہ کہنے لگا ایک عورت پائی میں نے جو ان پر حکومت کرتی ہے اور سورج کی پرستش کرتی ہے۔بہرحال اسی لئے حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ اے میرے پیارے بیٹے! دیکھو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرانا یہ بہت بڑا ظلم ہے۔

حضرت یعقوبؑ کی اپنے بیٹے کو شرک سے بچنے کی تاکید:

حضرات انبیاءؑ کو بھی اپنی اولاد کی یہی فکر ہوتی تھی چنانچہ حضرت یعقوبؑ کی وفات کا وقت قریب آیا آپ کے بارہ لڑکے تھے حضرت یعقوبؑ نے اپنی تمام اولاد کو بلا کر پوچھا کہ بتاؤ تم میرے بعد کس کی عبادت کروگے؟ اذ قال لبنیہ ماتعبدون من بعدی (سورۃ البقرۃ آیت ۱۳۳) یہ نہیں کہا کہ میرے پاس اتنا بیلنس ہے، فیکٹریاں ہیں اب اسکو کیسے تقسیم

کرو گے پہلی ہی بات حضرت یعقوب نے فرمائی (۱) کہ میری وفات کے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ (لڑکے بھی انبیاء کی اولاد تھی)، ہم آپکے اور آپکے والد یعنی اسحاق اور آپ کے دادا حضرت ابراھیم کے رب کی عبادت کریں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر انسان کو اپنی اولاد کی اور انکے اعمال کی زیادہ سے زیادہ فکر ہونی چاہئے۔

حضرت علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا فکرِ اولاد کے سلسلہ میں ایک قول:

مفکر اسلام حضرت علی میاں ندویؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مجھے کہدے کہ ایک چوراہے پر جہاں سے سارے لوگوں کی آمدورفت ہے کوئی بورڈ لکھدیا جائے اور مجھ سے کہا جاوے کہ کوئی ایسی بات لکھ دو جو ہمارے کام آئے، سب کے لئے مفید ہو تو کہا میں یہی حضرت یعقوب کا جملہ نقل کروں گا، جو قرآن نے بتلایا کہ وفات کے وقت اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے مرنے کے بعد تم کس کی عبادت کرو گے۔ اولاد کی تعلیم وتربیت اتنی اہم ہے کہ

۱؎ حضرت مولانا علی میاں ندوی: شیخ العرب والعجم، مفکر اسلام، بلند پایہ خطیب وادیب، جلیل القدر عالم دین، رابطہ عالم اسلامی کے رکن، دار العلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن رہتے، مسلم پرسنل لا کے صدر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی خانوادۂ نبوت کے چشم وچراغ تھے، آپ حسنی سید تھے، آپ کی ولادت ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۴ء میں رائے بریلی دائرہ شاہ علم اللہ میں ہوئی، آپ کی ابتدائی تعلیم گھر میں ہوئی، اعلیٰ تعلیم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں ہوئی، اکابرین دیوبند سے فیض حاصل کرنے کی غرض سے کچھ عرصہ دار العلوم دیوبند میں بھی قیام رہا جہاں حضرت مدنی سے حدیث کے انوارات حاصل کئے، تفسیر میں مہارت کے لئے لاہور جا کر مفسر قرآن حضرت مولانا احمد علی لاہوری سے کسب فیض کیا، اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کی خدمت میں حاضر ہو کر منازل سلوک طے کئے، اور اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے، ۱۹۳۴ء میں آپ کا تقرر ندوۃ العلماء میں ہوا، جہاں آپ نے بڑی جاں فشانی کے ساتھ دس سال تک تفسیر، حدیث اور ادب کی مختلف کتابیں پڑھائیں، نیز دوران تدریس کئی اخبار کی ایڈیٹنگ بھی کی، اور ۱۹۶۲ء سے تادم حیات ندوہ کے ناظم اعلیٰ کے منصب پر فائز المرام رہے، آپ نے ہر موضوع پر قلم اٹھایا ہے، خواہ علمی ہو یا ادبی، سیاسی ہو یا سماجی، دینی ہو یا فقہی، آپ کی تصانیف درجنوں سے زائد ہیں، جن میں سے ہر ایک عالمی شہرت یافتہ ہیں، آپ کی وفات ۳۱ دسمبر ۱۹۹۹ء میں ہوئی، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرما کر درجات عالیہ نصیب فرمائے۔

انبیاء کی اولاد باوجودیکہ نبوت کے گھرانے میں ہے اس کے باوجود انہیں یہ فکر تھی کہ میرے جانے کے بعد کہیں یہ دین سے نہ پھر جائیں تو ایک نصیحت یہ فرمائی اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ اے میرے پیارے بیٹے شرک بہت بڑا گناہ ہے۔

انگریزی اسکولوں میں ایمان کو ختم کرنے کی تعلیم:

میرے بھائیوں! انگریزی اسکولوں میں ہمارے بچوں کو ہم بڑے شوق سے ڈالتے ہیں کوئی منع بھی نہیں کرتے ہیں لیکن منع اس وجہ سے کرتے ہیں کہ ہمارے چھوٹے چھوٹے بچے وہاں انکی اس طرح تربیت ہوتی ہے کہ وہ بچپن ہی سے جوان ہونے تک اپنے ایمان کو کھو چکے ہوتے ہیں ایک نہیں متعدد واقعات سننے میں آئے۔ چھوٹے بچے جب پڑھتے ہیں تو انکے ذہن میں وہاں کی تعلیم کا اثر ہوتا ہے۔ ایمان، اللہ، رسول کیا ہے وہ انکے دل و دماغ سے غائب ہوتا ہے۔

حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کا ایک واقعہ:

ہمارے ایک بزرگ حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ[1] ایک مرتبہ بنگلور کے ایک سفر میں تھے روز

---

[1] فدائے ملت امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد مدنی نور اللہ مرقدہ، پیدائش ۱۲/۳ ذی قعدہ ۱۳۴۶ھ مطابق ۲۷/ اپریل ۱۹۲۸ء بروز جمعہ بمقام جگراؤں ضلع مراد آباد یوپی، ۱۳۶۵ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی، فراغت کے بعد ذی قعدہ ۱۳۶۸ھ تا ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ مدینہ منورہ میں قیام، ماہ رمضان المبارک ۱۳۶۸ھ میں اپنے والد ماجد شیخ الاسلام کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے ۱۰/ اگست ۱۹۷۳ء کو جمعیۃ علماء ہند کے صدر منتخب ہوئے جس پر تادم حیات فائز رہ کر ملک وملت کے لئے عظیم خدمات انجام دیں، ۷/ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ مطابق ۶/ فروری ۲۰۰۶ء بوقت ۱ بجے بمقام اپولو ہسپتال دہلی یہ آفتاب حریت غروب ہو گیا، ۸/ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ مطابق ۷/ فروری ۲۰۰۶ء کو صبح ۱۰:۲۵ منٹ پر دارالعلوم میں حضرت مولانا محمد سالم صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور مزار قاسمی دیوبند میں اپنے والد کے پہلو میں ہمیشہ کے لئے آسودۂ خواب ہو گئے۔ (مستفاد از خطبات فدائے ملت)

اعلیٰ تعلیم یافتہ لیکن وہ اس بات سے ناواقف ہے کہ جنازہ کی نماز کس کو کہتے ہیں اور باپ اور ماں کا آخری حق بھی ان سے ادا نہیں کیا جا سکتا تو میرے بھائیوں! اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی کوئی ممانعت نہیں ہے اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم، اور اچھے ڈاکٹروں کی بھی ہمیں ضرورت ہے، اچھے انجینیروں کی ہمیں ضرورت ہے، اعلیٰ سے اعلیٰ ہنر مندوں کی بھی ہمیں ضرورت ہے لیکن ضرورت اسکی ہے کہ سب سے پہلے ہمارا ایمان پختہ کرے، ہماری اولاد کو اسکولوں کی تعلیم کے ساتھ ابتداء ہی سے مدارس، مکاتب، بزرگوں کی صحبت میں رکھیں تاکہ انکا ایمان ایسا مضبوط ہو جائے کہ وہاں جائے تو ایمان دے کر آوے نہ کہ کھو کر آوے اسکی ضرورت ہے۔

ایک شخص کے متعلق سنا کہ انہوں نے اپنے لڑکے کو یورپ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجا جب وہ وہاں سے تعلیم حاصل کر کے آئے تو بڑے فخر سے اپنے احباب کو، دوستوں کو، رشتہ داروں کو کہا میرا بیٹا تو بہت ترقی کر کے آیا ہے بڑی بڑی ڈگری حاصل کر کے آیا ہے صرف اتنا ہے کہ وہ ذرا بے دین ہو گیا ہے۔ حضرت مفتی تقی عثمانی مدظلہ العالی[1] نے اس پر ایک

---

[1] حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی: شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی صاحب بیک وقت ایک جید ترین عالم و محقق، مفسر و مدبر، محدث و فقیہ، مصنف و مؤلف، بہترین متکلم اور شیخ کامل ہیں آپ مفتی اعظم حضرت مفتی محمد شفیع عثمانی کے فرزند ارجمند ہیں اور پاکستان کے ممتاز ترین علماء میں سے ہیں آپ ۵ شوال ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۳ء دیوبند ضلع سہارن پور میں پیدا ہوئے، رجب ۱۳۶۸ھ مئی ۱۹۴۹ء میں والد محترم کے ساتھ پاکستان ہجرت کی مختلف اساتذہ سے ابتدائی تعلیم حاصل کی، پھر دار العلوم کراچی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرکے سند فراغت حاصل کی، پھر دو سال تکمیل افتاء کیا پھر پنجاب یونیورسٹی سے میٹرک، جامعہ کراچی سے .B.A، سندھ مسلم سے .L. L. B اور جامعہ پنجاب سے .M.A عربی اور LOW کرکے امتیازی پوزیشن سے کامیابی حاصل کی۔ آپ دارالعلوم کراچی کے نائب مہتمم، ماہنامہ البلاغ کے مدیر اور اسلام کی متعدد دینی مجلسوں کے معزز رکن اور پاکستان کے کئی بڑے دینی مدارس کے شوریٰ کے رکن اعلیٰ بھی ہیں نیز آپکو عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحی عارفی اور مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی سے بیعت و اجازت کا شرف بھی حاصل ہے آپکی تصنیفات میں تکملہ فتح الملہم، انعام الباری، درس ترمذی، اصلاحی خطبات، اور بحوث فقہیہ معاصرہ کا شہرہ چہار دانگ عالم میں ہے حق تعالیٰ نے آپکو بہت سے اوصاف و کمالات سے نوازہ ہے

مثال لکھی کہ دین کتنا سستا ہے وہ کہہ رہا ہے ذرا بے دین ہو گیا یہ تو ایسا ہی ہے کہ کوئی شخص اسکی طبیعت serieas ہو گئی اب بڑے ڈاکٹر کو بلوایا گیا چیک کروایا گیا چیک کر کے جب باہر نکلا تو اس کے رشتہ داروں نے جب پوچھا کہ pessiont کی طبیعت کیسی ہے تو کہنے لگا بہت اچھا ہے کوئی فکر کی بات نہیں بس ذرا سی روح نکل گئی ہے لوگ اس ڈاکٹر کو بیوقوف نہیں کہے روح ہی تو اصل تھی یہ تو ایسی ہی ہے کہ بہت ترقی کر لی، بہت تعلیم حاصل کر لی، لیکن ذرا سا بے دین ہو گیا دین ہی زندگی سے نکل گیا تو رہا کیا میرے بھائیوں! ضروری ہے کہ اپنے ایمان کی، اپنی اولاد کی فکر کریں، ہماری لڑکیوں کے ایمان کی فکر کریں ایک دو واقعہ نہیں ہر چند دنوں میں واقعہ سننے میں آتا ہے ہماری مسلم لڑکیاں غیر مسلموں کے ساتھ نکاح کر رہی ہے باقاعدہ اسکی مہم چلائی جا رہی ہے۔ بعض فرقہ پرست عناصر ایسے ہیں جو باقاعدہ اسکی کوشش کرتے ہیں مسلم بچیوں کو زیادہ سے زیادہ بہکایا جائے. ماں باپ اپنی اولاد سے حسن ظن رکھتے ہیں کہ ہماری بچیاں ایسی ہو ہی نہیں سکتی۔

اولاد کی نگرانی کرنا والدین کی ذمہ داری ہے:

میرے بھائیوں! اسکی نگرانی کی ضرورت ہے اللہ نے ہمیں اپنی اولاد کی ذمہ داری سپرد کی ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا (اے ایمان والوں تم اپنے آپ کو بھی جہنم سے بچاؤ اور اہل و عیال کو بھی جہنم سے بچاؤ) یہ اہم ذمہ داری ہے. بخاری، مسلم اور حدیث کی کتابوں میں ہے کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ [۱]

---

[۱] عن عبداللہ قال النبی ﷺ کلکم راع وکلکم مسئول رعیتہ فالامام راع وھو مسئول والرجل راع علی اھلہ وھو مسئول والمرأۃ راعیۃ علی بیت زوجھا وھی مسئولۃ والعبد راع علی مال سیدہ وھو مسئول عن وکلکم راع وکلکم مسئول (بخاری ج ۲ ص ۷۷۹، مسلم شریف ج ۳ ص ۱۲۲)

میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک کو اپنے ماتحتوں کے متعلق سوال ہوگا کہ اس کے ایمان کی ، اعمال کی فکر کی تھی یا نہیں قرآن پاک نے جگہ جگہ نصیحت بیان فرمائی ہے اور انبیاء علیہم السلام نے اپنی اولاد کی فکر کی ہے تو پہلی نصیحت اس میں ہے، حضرت لقمان نے فرمایا اے میرے پیارے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرانا یعنی ایمان کے ساتھ رہو، اسی کو ایک مانو، اسی اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ، کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ یہ توحید (ایک ہی اللہ کو ماننا، اس کی ذات وصفات میں کسی کو شریک مت ٹھہرانا) بچپن ہی سے آتی ہے ایک چھوٹا سا بچہ جب کھلونا لاتا ہے تو اس کا بھائی یا کوئی بھی ہو اس کو نہیں دیتا partnership پسند نہیں کرتا۔ جب ایک چھوٹا سا بچہ شرکت پسند نہیں کرتا تو رب العالمین اپنی عبادت میں دوسروں کی شرکت کیسے پسند کرسکتا ہے؟ وہ تو بے نیاز ہے، سب کا خالق ومالک ہے۔ اسلئے سب کچھ معاف ہوسکتا ہے اللہ کے یہاں بڑے سے بڑا گناہ معاف ہوسکتا ہے، اللہ نے ارشاد فرمایا اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ بے شک اللہ شرک کو معاف نہیں کریگا لیکن اسکے علاوہ جس کو چاہیگا اسکی مرضی ہے معاف کردیگا۔ آج ماحول اس طرح ہوگیا ہے کہ اسکی وجہ سے انسان کا ایمان ختم ہوجاتا ہے اس کو پتہ بھی نہیں ہوتا۔

والدین کی اطاعت کا حکم:

آگے کی آیت میں فرمایا وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ۔ قرآن پاک کا یہ طرز ہے کہ جہاں قرآن نے اللہ کی عبادت کا حکم دیا اور شرک سے انسان کو روکا اسکے بعد فوراً والدین کی اطاعت کا حکم دیا، انکی فرمانبرداری کا حکم دیا، اسلئے کہ دنیا میں انسان کو وجود بخشنے

والا وہ تو حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن یہ دنیا اسباب کی جگہ ہے سبب کے درجہ میں ہمارے وجود کا ذریعہ وہ ماں باپ بنتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہی حقیقی وجود بخشنے والا ہے لیکن سبب کے درجہ میں ماں باپ ہے اسلئے اپنی اطاعت کے بعد دوسرے نمبر پر ماں باپ کی اطاعت کا حکم دیا۔

والدین کی نافرمانی کبیرہ گناہ ہے:

حدیث میں بھی جہاں بڑے بڑے گناہ بتلائے، چنانچہ[۱] مسلم، ترمذی، مشکوٰۃ میں بہت ساری روایتیں ہیں اس میں جہاں حضور ﷺ نے کبیرہ گناہ کو بتایا یا ہلاک کرنے والے گناہ کونسے ہے اس میں سب سے پہلے تو شرک بتلایا اور دوسرے نمبر پر عقوق الوالدین یعنی والدین کی نافرمانی اسلئے اس آیت میں کہ ہم نے انسان کو وصیت کی انکے والدین کے بارے میں، کہ اسکی ماں نے اسکو اٹھا کر رکھا مشقت کے ساتھ، مشقت در مشقت کے ساتھ، اور اسکی دودھ چھڑانے کی مدت ۲ سال رہی، یہ کہ وہ بندہ میرا بھی شکر ادا کرے اور اپنے ماں باپ کا بھی شکریہ ادا کرے۔ اور میری طرف اسکو لوٹنا ہے۔ اس آیت میں یہ بتلایا گیا کہ ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کی اطاعت کا حکم دیا، انکی فرمانبرداری کا، ان کے ساتھ حسن سلوک کا، اسلئے کہ ماں ۹ نو ماہ تک اپنے بچہ کو اٹھا کر رکھتی ہے، اور تکلیف پر تکلیف اٹھاتی ہے، اور کمزوری پر کمزوری کو برداشت کرتی ہے اس کے بعد بھی یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا، دو ڈھائی سال تک دودھ پلاتی ہے، چھڑاتی ہے، کتنی خدمت کرتی ہے اسلئے ہم نے حکم دیا کہ انکے ساتھ اچھا سلوک کرے اور میں چونکہ حقیقت پیدا کرنے والا ہوں تو میں ہوں میرا پہلے

---

[۱] عن انس عن النبی ﷺ فی الکبائر قال الشرک باللہ وعقوق الوالدین وقتل النفس وقول الزور۔ (مسلم شریف ج ۱ ص ۶۴۔ ترمذی ج ۱ ص ۱۲۔ مشکوٰۃ رقم ۵۰)

شکر ادا کرے، اور اس کے بعد اپنے ماں باپ کا شکر ادا کرے، اور سن لے (یہ انسان کو خطاب ہے) اگر انسان دنیا کے اندر ماں باپ کی ناشکری کریگا، یا اللہ کی ناشکری کریگا میرے پاس لوٹ کر آنا ہے وہاں سب جزا و سزا ملنے والی ہے۔

والدین کی نافرمانی علامات قیامت میں سے ہیں:

آج کل ہمارے معاشرہ میں یہ وبا اور یہ مصیبت بہت پھیل گئی ہے اولاد کی نافرمانی ویسے بھی قیامت کی علامتوں میں سے ہے بخاری شریف[1] کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ کے پاس انسانی شکل میں حضرت جبرئیل آئے اور چند سوال کئے۔ ان میں سے ایک سوال یہ کیا تھا قیامت کب آئیگی حضور ﷺ نے فرمایا، قیامت اسکا حقیقی علم ما المسئول عنها باعلم من السائل۔ جس سے قیامت کے بارے میں سوال کیا جارہا ہے یعنی مجھ سے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے۔ ما المسئول عنها بأعلم من السائل۔ فرمایا جیسے تم قیامت کے بارے میں سوال کررہے ہو، تمہیں علم نہیں تو مجھے بھی علم نہیں۔ جبرئیل امین نے کہا چلو آپکو بھی علم نہیں مجھے بھی علم نہیں نشانیاں تو بتلادو، حضور ﷺ نے فرمایا أن تلد الأمة ربتها، وأن ترى الحفاة العراة العالة رعاء الشاء،

---

[1] عن ابی هريرةؓ قال كان النبی ﷺ بارزا يوما للناس فاتاه رجل فقال ما الايمان؟ قال الايمان ان تؤمن بالله وملائكته وبلقائه ورسله وتؤمن بالبعث قال ما الاسلام؟ قال الاسلام ان تعبد الله ولا تشرك به وتقيم الصلوة وتؤدى الزكوة المفروضة وتصوم رمضان. قال ما الاحسان؟ قال ان تعبد الله كانک تراه فان لم تكن تراه فانه يراک. قال متى الساعة؟ قال ما المسئول عنها باعلم من السائل وساخبرک عن اشراطها اذا ولدت الامة ربها، واذا تطاول رعاة الابل البهم فی البنيان فی خمس لا يعلمهن الا الله ثم تلا النبی ﷺ ان الله عنده علم الساعة الآية ثم ادبر فقال ردوه فلم يروا شيئا فقال هذا جبرئيل جاء يعلم الناس دينكم قال عبدالله جعل ذلک كله من الايمان (بخاری ج ۱ ص ۱۲)

یتطاولون فی البنیان دو نشانیاں اس حدیث میں بتلائی گئی، ایک نشانی تو یہ کہ أن تلد الأمة ربتها، اس جملہ کا مطلب حدیث کے شارحین نے اسکی مختلف تشریح کی ہیں آسان سا یہ مطلب بتلایا گیا کہ قیامت سے پہلے حالات میں تبدیلی آجائیگی گھر کے اندر ماں کی حیثیت وہ تو آقائی کی ہے، اور اولاد بیٹیوں کی حیثیت وہ خادم کی ہے اولاد اپنے ماں باپ کی خدمت گزار ہونی چاہئے لیکن قیامت سے پہلے ایسا حال ہو جائیگا اولاد پیدا ہوگی تو ان کی ماں باندی ہوگی اور اولاد ان کی آقا کی طرح حاکم بن جائے گی ماں باپ تو غلام باندی کی طرح عاجز ہو جائیں گے اور اولاد ان پر حکومت کرے گی اولاد ان پر ظلم کرے گی اولاد ان سے خوب خدمت لے گی یہ حال قیامت سے پہلے ہو جائیگا۔

قیامت کی دوسری علامت:

اور دوسری علامت بتلائی أن ترى الحفاة العراة ۔ "حفاة" حافی کی جمع ہے ایک وقت ایسا تھا کہ ان کے بدن پر کپڑے بھی میسر نہیں تھے ننگے پیر تھے ان کو جوتا بھی نصیب نہیں ہوتا تھا "العراة" ننگے بدن تھے ان کو کپڑا بھی نصیب نہیں ہوتا تھا اور "رعاء الشاة" علم سے حکمت سے، دانشمندی سے کوئی واسطہ نہیں تھا بکریاں چراتے تھے، جاہل تھے لیکن ایک وقت ایسا انقلاب آجائیگا کہ تو دیکھے گا کہ ننگے بدن، ننگے پیر بکریاں چرانے والے بالکل احمق بیوقوف لوگ دنیا کے حاکم اور بادشاہ بن جائینگے آج یہی حال ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی پیشین گوئیاں ہو بہو صادق آرہی ہے ایسے حکام ہوتے ہیں کوئی درد، کوئی دانشمندی کوئی حکمت نہیں ہوتی بڑے بڑے حکام ہیں اور ایسی گالی گلوچ کرتے ہیں کہ گھٹیا درجہ کا آدمی بھی ایسی گالی گلوچ نہیں کر سکتا اللہ کے رسول ﷺ کی یہ سب پیشین گوئی صادق آرہی ہے مقصد یہ کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ اپنے ماں باپ کی اطاعت کی

ہم نے تمہیں تاکید کی ہیں۔ حدیث میں جناب رسول اللہ ﷺ نے کبیرہ گناہ جہاں شمار کئے، بڑے گناہ جو بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے ہیں ان میں ایک "**عقوق الوالدین**" ماں باپ کی نافرمانی جن لوگوں کے ماں باپ ناراض ہوں ان سے قطع تعلق ہو ان کو ستایا گیا ہو رمضان کا عید ہے اس لئے تو استغفار کرنا چاہئے تو پا الگ ہے اس گناہ کی توبہ یہ ہے کہ ماں باپ سے معافی مانگیں، ماں باپ کو راضی کریں، خوش کریں تو یہ گناہ معاف ہوگا ورنہ یہ گناہ معاف نہیں ہوگا۔

حضرت جبرئیل کی تین بددعاء اور ان پر حضور ﷺ کا آمین کہنا:

حدیث میں اسکی بڑی وعیدیں آئی ہیں ہم نے یہ حدیث سنی حضرت کعب بن عجرہؓ[1] کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ تم قریب آجاؤ صحابہ منبر کے قریب آگئے اور آپ ﷺ نے منبر پر قدم رکھا (تو سیڑھی پر قدم رکھتے ہیں تو پتہ چلتا نہیں ہے) لیکن اس مرتبہ حضور ﷺ نے زور سے آمین کہا اس کا مطلب ہے کہ کوئی دعاء کی جا رہی ہے اور آمین تو دعاء کے موقع پہ کہتے ہیں۔ آمین عربی زبان کا لفظ ہے اس کا مطلب ہے کہ اے اللہ قبول کر حضور ﷺ نے آمین کہا گویا آپ ﷺ کہہ رہے ہیں کہ اے اللہ قبول کر پھر دوسری سیڑھی پر قدم رکھا اور کہا آمین اے اللہ تو قبول کر۔ پھر تیسری سیڑھی پر قدم رکھا پھر فرمایا آمین اے اللہ تو قبول کر۔ جب آپ ﷺ کا وعظ ختم ہو گیا تو صحابہؓ نے پوچھا کہ کیا بات ہے کہ آج آپ منبر پہ چڑھتے تو آپ کی زبان مبارک سے آمین نکلی ہے آپ آمین بول رہے ہیں؟[2]

---

[1] کعب بن عجرہ البلوی الانصاری آپ مشہور صحابی تھے۔ بیعت رضوان میں آپ بھی شریک تھے ۵۲ھ میں آپ کی وفات مدینہ منورہ میں واقع ہوئی۔

[2] (مستدرک حاکم)

پہلی بددعا:

حضور ﷺ نے فرمایا جبرئیل امین میرے پاس آئے جب میں منبر پر چڑھ رہا تھا اور انہوں نے بددعا دی (حضرت جبرئیل سب سے بڑے فرشتے ہیں، سب سے مقرب فرشتے ہیں) حضرت جبرئیل نے بددعا دی کہ یا اللہ وہ برباد ہو وہ شخص کہ جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور اسکا حق یعنی گناہوں سے توبہ، روزے اور مغفرت نہیں کروائی، روزے نہیں رکھے ظاہر بات ہے اللہ کا مجرم ہوا اپنے گناہوں سے توبہ استغفار کر کے اپنی مغفرت نہیں کرائی تو وہ ہلاک و برباد ہو۔ انہوں نے بددعا دی جبرئیل امین نے اور میں نے انکی بددعا پر آمین کہی کہ اے اللہ انکی بددعا کو قبول کر لے۔ ایک معمولی سا انسان جب بددعا دیتا ہے جب پر سائل آتا ہے اگر اسکا سوال پورا نہیں کرتے اور اس کا مطلوب نہیں ملتا اور وہ ادھر ادھر بول کر چلا جاتا ہے تو ہم ڈرتے ہیں کہ بددعا مت دے جاؤ۔ یہاں تو کون بددعا دے رہا ہے؟ جبرئیل امین، جو اللہ کے دربار کے سب سے مقرب فرشتے ہیں انکی طاقت ایسی جب حضور ﷺ نے انکو اپنی اصلی شکل میں دو مرتبہ دیکھا کہ دو پر انہوں نے پھیلائے ایک پر پورے مشرق میں پھیل گیا، دوسرے پر نے مغرب کی سمت کو بھر دیا، اتنے بڑے فرشتے ہیں، وہ بددعا کر رہے ہیں اس پر آمین بھی کون کہہ رہے ہیں؟ جناب رسول اللہ

[illegible] عن جابر بن سمرة قال صعد النبي ﷺ المنبر فقال آمين آمين آمين قال أتاني جبريل عليه السلام فقال يا محمد من أدرك أحد والديه فمات فدخل النار فأبعده الله فقل آمين فقلت آمين فقال يا محمد من أدرك شهر رمضان فمات فلم يغفر له فأدخل النار فأبعده الله قل آمين فقلت آمين قال ومن ذكرت عنده فلم يصل عليك فمات فدخل النار فأبعده الله قل آمين فقلت آمين. رواه الطبراني (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد) ص ۱۶۶ ج ۱۰ مكتبه دار الاشاعت [illegible]

[illegible]

ﷺ جن کی دعاء اور بددعاء کے قبول ہونے میں کوئی شک نہیں ہے آج ہمیں سوچنے کی ضرورت ہے کہ رمضان کو ہم نے ایسا وصول کیا؟ کیا ہم نے رمضان کی ایسی قدر کی کہ ہماری مغفرت ہو جائے اللہ کی ذات سے ہم امید رکھتے ہیں اسکے فضل سے ضرور امید رکھنا چاہئے لیکن ہم اپنے اعمال پر غور کریں روزے ہم نے برابر رکھے ہیں گناہ چھوڑے یا نہیں رمضان میں بھی اللہ کی نافرمانی ہماری چلتی رہی واقعہ یہی ہے کہ رمضان چلتا رہا لیکن روزے میں بھی ہم سے گناہ نہیں چھوٹے ، اللہ کی نافرمانی ہم سے نہیں چھوٹی۔

دوسری بددعاء:

اور دوسری سیڑھی پر جب قدم رکھا تو جبرئیل امین نے فرمایا کہ ہلاک ہو، برباد ہو وہ شخص جس نے اپنی زندگی میں ماں باپ کو پایا یا دونوں میں سے کسی ایک کو پایا، ایک کا انتقال ہوگیا دوسرا موجود ہے پھر بھی وہ اپنی مغفرت نہیں کرا سکا، ماں باپ ناراض رہے، انکو اذیت پہنچائی تو کہاں سے وہ خوش ہونے والے ہیں؟ اگر ایسا کوئی آدمی ہے کہ ماں باپ دنیا سے چلے گئے یا ابھی بھی ہیں لیکن ناراض ہیں اسکی بھی مغفرت یعنی اللہ اسکو جلدی سے معاف نہیں کریگا۔

ماں باپ کی نافرمانی کی سزا دنیا میں بھی ملتی ہیں:

ایسے بہت سے گناہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں معاف کردیتے ہیں یا آخرت میں سزا دیں گے، لیکن ماں باپ کو ستانا ایسا گناہ ہے کہ دنیا میں بھی اللہ اسکو سزا دیتے ہیں اسکا بدلہ دیتے ہیں۔ ہمارے دارالعلوم دیوبند میں حضرت مولانا ارشد صاحب مدظلہ العالی ہیں حضرت مفتی احمد صاحب مدظلہ العالی سناتے ہیں انہوں نے واقعہ سنایا تھا کہ ایک مرتبہ

دیوبند میں راستے سے جارہا تھا تو میں نے ایک نوجوان کو دیکھا کہ اس نے اپنے باپ کا گریبان پکڑا، اسکو مارا پیٹا سامنے ہی دوکان کے تالی تھی، تالی کے اندر مت دبا کر مارنے لگا مجھے اس پر بڑا ترس آیا ایک عرصہ گذر گیا لیکن دل میں خیال آتا رہا۔ ماں باپ کے ساتھ جیسا سلوک کرے گے انکی اولاد انکے ساتھ ایسا ہی سلوک کرے گی، فرمایا میں سوچتا تھا کہ پتہ نہیں اسکا کیا حال ہوگا اب اسکے باپ کا تو انتقال ہوگیا یہ آدمی بھی جوانی سے بوڑھاپے کی طرف مائل ہوگیا، بوڑھا ہوگیا۔ ایک واقعہ میں نے بچپن میں اس کی جوانی کا دیکھا تھا۔ اور پھر فرمایا دوسرا واقعہ پیش آیا جو میں نے بوڑھاپے میں دیکھا تو فرمایا میں ایک دن وہیں سے گذر رہا تھا تو اسی جگہ جہاں پر اس آدمی نے اپنے باپ کو مارا تھا میں نے دیکھا ایک برقع پوش لڑکی آئی اور اس نے اسکو مارا جوتے ہی اسی جگہ اسکا منہ دبایا جس جگہ اس نے اپنے باپ کا منہ دبایا تھا میں کھڑا رہا پھر تحقیق کی کہ کون ہے یہ لڑکی جو اس پر ظلم کر رہی ہے؟ تو کسی نے بتلایا کہ یہ تو اسی کی لڑکی ہے اس نے اسکو اس طرح بیدردی سے مارا، تو کہا دیکھو اللہ نے اسکا بدلہ اسی کی لڑکی سے دلوایا لڑکا نہیں تھا تو ضرورت ہے کہ ماں باپ کی اطاعت کرے، اور انکو راضی کرے، اور خوش کرے۔

ماں باپ کی نافرمانی سے سوئے خاتمہ کا اندیشہ ہے:

یہ گناہ تو ایسا ہے کہ مرتے وقت کلمہ بھی نصیب نہیں ہوتا ہے۔ ایک صحابی جو حضور ﷺ کی صحبت میں رہے ہیں انکا انتقال ہونے لگا علقمہ انکا نام ہے لوگ انکو کلمہ پڑھا رہے ہیں لیکن انکی زبان سے کلمہ ادا نہیں ہوتا ہے حضور ﷺ پہونچے، حضور ﷺ کے سامنے بھی پڑھا نہیں جا رہا ہے، زبان رک رہی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ آخر ان سے کوئی گناہ صادر ہوا ہوگا۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت انکی والدہ ان سے ناراض ہے۔ انکی والدہ کو بلایا گیا

اُف تک مت کہو جھڑک کر بات مت کرو۔

بچپن اور بوڑھاپا ایک جیسا ہوتا ہے:

اور بچپن اور بوڑھاپا یہ دونوں برابر ہوتے ہیں۔ کسی کتاب میں واقعہ میں نے پڑھا کہ ایک مرتبہ ایک بوڑھے باپ اپنے بیٹے کے ساتھ گھر کے صحن میں بیٹھے ہوئے ہیں گھر کی دیوار پر ایک کوا آکر بیٹھا باپ نے اپنے اس نوجوان بیٹے سے پوچھا کہ یہ کیا ہے اس نے کہا ابا یہ کوا ہے تھوڑی دیر کے بعد پھر پوچھا بیٹا یہ کیا ہے اس نے آواز ذرا سخت کی کہہ تو رہا ہوں کہ کوا ہے تھوڑی دیر کے بعد پھر تیسری بار پوچھا بیٹا یہ کیا ہے؟ تمہارا دماغ خراب تو نہیں ہو گیا کہہ تو رہا ہوں کہ یہ کوا ہے بیچارے باپ نے گردن جھکا دی اور اپنے گھر میں سے پرانی ڈائری نکالی اور ایک ورق پر ایک مہینہ، تاریخ اور دن لکھا تھا، بیٹے کو بلایا بیٹے ذرا ادھر آؤ یہ پڑھو، کہا کہ دیکھو جب تم چھوٹے سے تھے بڑی پیار محبت سے ہم نے تم کو پالا جب تم بولنے لگے تو کتنی شفقتیں ہماری تمہارے اوپر رہی ہیں تو ایک دن میں بیٹھا ہوا تھا تم میرے قریب بیٹھے ہوئے تھے اور کوا بیٹھا ہوا تھا تو تم نے یہی بات (دن، تاریخ، سال برابر پڑھو) پوچھی تھی کہ ابا یہ کیا ہے؟ تو میں نے کہا کہ بیٹا یہ کوا ہے، دوسری دفعہ پھر تم نے پوچھا کہ ابا یہ کیا ہے؟ کہا میری شفقت اور بڑھی کہ بیٹا یہ کوا ہے کہا اس طرح دیکھو میں نے لکھا ہے ۲۵ دفعہ سوال کیا اور ۲۵ مرتبہ میں نے محبت ہی سے جواب دیا، ایک دفعہ بھی غصہ نہیں ہوا اور تم نے تیسری مرتبہ پوچھا تو تمہارا لہجہ بدل گیا تیسری دفعہ تم نے غصہ سے مجھے ڈانٹ دیا۔

اولاد بڑی ہوکر اپنے ماں باپ کے احسان کو بھول جاتی ہے:

حقیقت یہی ہے کہ انسان اپنے ماں باپ کے احسانات کو بھول جاتا ہے کتنی شفقتوں سے اور کتنی پریشانیوں سے ماں باپ اپنی اولاد کو پالتے ہیں اور بعد میں اولاد نافرمان ہو جاتی ہے ایک اسٹوڈنٹ گریجویٹ ہو گیا اسکے والد بیچارے سید ھے سادے لباس میں اسکے دفتر میں office میں گئے اس کے سب ساتھی بیٹھے ہوئے تھے اندر گئے سلام کیا آفس میں موجود اور لوگوں نے پوچھا یہ کون ہے؟ اس کے بیٹے نے کہا میرے ملنے والے ہیں باپ بھی تو بہت ہوشیار تھے انہوں نے کہا کہ نہیں بیٹا میں اسکے ملنے جلنے والوں میں سے نہیں ہوں اسکی ماں کا ملنے والا ہوں یعنی اسکا باپ۔ انہوں نے اس طرح جواب دیا۔

آج کی انگریزی تعلیم کی قباحت:

بہر حال آج انگریزی تعلیم کا حال یہ ہے کہ اسکی وجہ سے باپ کو باپ کہنے پر بھی شرم آتی ہے میں نے خود اپنی آنکھوں سے بعض جگہ دیکھا انگریزی تعلیم یافتہ جو ہوتے ہیں باپ کو آفس میں آنے نہیں دیتے کہ بھئی بڑے میاں گھر پر ہی جاؤ، انکو شرم آتی ہے کتنی اسکی اعلی تعلیم ہو گئی۔ اسلام کی تعلیم کیا ہے کہ باپ کیسا بھی ہو تمہارا باپ اگر مشرک ہو اور تمہاری ماں اگر مشرکہ ہو، اگر شرک پر مجبور کرے شرک مت کرو لیکن انکی خدمت تب بھی تم پر واجب ہے آگے اسلئے فرمایا۔ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا٘ وَّ اتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ اگر ماں اور باپ تمہیں مجبور کرے کہ تم اللہ کے ساتھ شرک کرو، اللہ کی نافرمانی کرو اس میں انکی بات مت مانو لیکن دنیا میں رہتے ہوئے انکے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرو خدمت، اطاعت، صلہ رحمی وہ چھوڑنے کی ضرورت نہیں

اسلامی تعلیم کا حسن:

ایک حکم قرآن نے دیا اسلامی تعلیم یہ ہے کہ ماں باپ تمہارے مشرک بھی ہوں تب بھی انکی خدمت، اطاعت، صلہ رحمی کرو اسلئے حضرت لقمان کی نصیحت کے ساتھ قرآن نے ماں باپ کا بھی ذکر کیا، اور آگے کی آیت میں ہے واتبع سبیل من اناب الی ان لوگوں کا راستہ اختیار کرو جو میری طرف رجوع کرتے ہیں ماں باپ کا راستہ اختیار مت کرو ثم الی مرجعکم پھر میری طرف تمہیں لوٹ کر آنا ہے فانبئکم بما کنتم تعملون دنیا میں جو کچھ تم کرتے تھے میں تمہیں سب چیزوں کی خبر دونگا، ماں باپ کی تم نے شرک میں اطاعت نہیں کی دونگی میں تمہیں بتلا دوں گا تو آج اسکی بھی ضرورت ہے کہ اولاد کو انکی تعلیم دی جائے کہ اولاد ہماری مطیع فرمانبردار رہے ابتداء ہی سے دینی مزاج بنایا جائے اللہ کا خوف بچپن ہی سے دلوں میں ہوگا ایمان بھی انکا رہیگا اور وہ بھی مطیع فرمانبردار ہونگی۔

حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو دوسری نصیحت کہ اللہ کی ذات کا استحضار رکھنا:

دوسری نصیحت: یبنی انھا ان تک مثقال حبۃ من خردل فتکن فی صخرۃ او فی السموت او فی الارض یات بھا اللہ ان اللہ لطیف خبیر ایک نصیحت حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو کی کہ اللہ کے ساتھ شرک مت کرو اور دوسری نصیحت میں اللہ کی ذات کا استحضار اور دھیان کی انسان کو تعلیم دیتے ہیں۔

کوئی چیز اللہ سے مخفی نہیں ہے:

اے میرے پیارے بیٹے! بے شک اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی کوئی چیز ہوگی، اور وہ چیز کسی چٹان کے اندر ہوگی یا آسمان میں ہوگی یا زمین کے اندر ہوگی اللہ تعالیٰ اسکو پیش کردے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین ہے اور ہر چیز پر باخبر ہے رائی کے دانہ کے برابر اصل میں ہمارے سامنے رائی کا دانہ سب سے چھوٹا ہوتا ہے ورنہ اس سے بھی کوئی چھوٹی چیز اور چٹان کے اندر رکھی ہو یا آسمانوں کے اندر ہو کتنا بڑا ہے آسمان کہاں سے ابتداء کہاں پر انتہاء ہمیں کچھ پتہ نہیں یا زمین میں کہیں بھی وہ دانہ ہو مراد اس سے کہ کوئی چھوٹی سے چھوٹی بھلائی کہیں بھی کی گئی ہو یا چھوٹا سے چھوٹا گناہ کہیں بھی کیا گیا ہو اللہ تعالیٰ ہمارے سامنے پیش کردے گا اللہ کی نگاہ سے کوئی چھپ نہیں سکتا کوئی انسان کتنے پردوں میں، اندھیروں میں، تاریکیوں میں کوئی گناہ کرے ان گناہوں کو اللہ کی نگاہ سے کوئی چھپ نہیں سکتا۔ بلکہ انسان کے دل میں جو خیال آتا ہے نیکی کرنے کا، برائی کرنے کا وہ خیال بھی اللہ تعالیٰ جانتا ہے قرآن میں بھی واقعات بتلائے، احادیث میں بھی۔ کہ اللہ تعالیٰ ان دلوں کی باتوں کو کیسے جانتا ہے، چپکے چپکے باتیں کی ہیں کسی نے سنا نہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان کو برابر بتلاتا ہے۔

انسان کی بزرگی کا مدار تقوی پر ہے:

جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو حضور ﷺ نے حضرت بلال کو اذان دینے کا حکم دیا کعبۃ اللہ کی چھت پر چڑھ کر انہوں نے اللہ اکبر کی صدا بلند کی اس وقت جو بڑے بڑے کافر تھے انہوں نے کہا کاش کہ اس دن سے پہلے ہماری موت ہو جاتی تو اچھا ہوتا کہ یہ دن ہمیں

دیکھنا نہ پڑتا کہ ایک حبشی غلام کعبۃ اللہ پر اذان دے رہا ہے۔ جو اللہ کے ساتھ شرک کرنے والے تھے انکو عار آئی، غیرت آئی کہ کاش اس دن سے پہلے مر جاتا۔ ایک نے کہا محمدؐ کو اس کالے کلوٹے کوے کے سوا کوئی ملا ہی نہیں آج مکہ فتح ہوا ہے کسی اچھے آدمی کو اذان دینے کا کہتے، ایک کہنے لگا میں کچھ نہیں بولتا ہوں ابھی کچھ بولوں گا تو اللہ وحی اتار دیگا، یہ انکی گفتگو ہورہی تھی کہ اللہ نے آیت اتار دی کہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ دنیا میں کالے، گورے غلام، آزاد کا فرق ہے لیکن اللہ کے یہاں سب سے با عزت وہ ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ والا ہو۔ بلالؓ[1] تقویٰ والا ہے اسلئے اسکے رسولؐ نے اس کو یہ مقام دیا مکہ کے فتح کے موقع پر اس سے اللہ کی بڑائی کا اعلان کروایا گیا۔ وہ بات تو انہوں نے چھپ کر کی تھی لیکن اللہ نے اپنے نبی کو بتلا دیا انکی بات سن لیجئے۔

ظہار کی تعریف:

آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک عورت آئی اسکے ساتھ اسکے شوہر نے ظہار کیا تھا، ظہار کس کو کہتے ہیں؟ آدمی اپنی بیوی کو یہ کہدے کہ تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے تو اسکی وجہ سے اسلام سے پہلے نکاح ختم ہو جاتا تھا طلاق کے حکم میں تھا تو ایک صحابی حضرت اوس بن صامتؓ[2] ہے انہوں نے اپنی بیوی کو یہ الفاظ کہدئے اَنْتِ عَلَیَّ کَظَهْرِ اُمِّیْ تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے ابھی اسکا حکم اسلام میں نہیں آیا تھا لوگ یہ سمجھے کہ نکاح ختم ہو گیا ان

---

[1] حضرت بلالؓ کے حالات ج ۱ ص ۹۹ پر ملاحظہ ہو۔

[2] اوس بن صامت بن قیس بن اصرم بن فہر بن ثعلبہ بن غنم بن سالم بن عوف الخزرجی۔ بدر، واحد اور تمام مشاہد میں معیت رسول پاک ﷺ حاضر ہوتے رہے امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ کی خلافت میں وفات پائی، یہ وہی ہے جنہوں نے اپنی بیوی سے ظہار کیا تھا اور پھر تعلق ازدواج کی بحالی کی سعی کرنی تھی۔

کی بیوی خولہ بنت ثعلبہؓ[1] حضور ﷺ کی خدمت میں آئی اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرے شوہر نے مجھے ایسا کہہ دیا لیکن اب دو چیزیں ہیں میرے بال بچے، اور میں اس سے جدا ہو جاؤں گی تو فقر و فاقہ سے یہ مر جائیں گے نکاح ختم ہو گیا تو میں ان کے ساتھ رہ ہی نہیں سکتی اسلئے کچھ تو کچھ حل نکالئے حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں یہ عورت آئی تھی حضرت عائشہؓ کہہ رہی تھی کہ وہ حضور ﷺ سے اس طرح راز کی بات کہہ رہی تھی کہ میں اپنے حجرہ میں قریب ہوتے ہوئے بھی سن نہیں پا رہی تھی کہ وہ کیا کہہ رہی ہے لیکن قرآن نے اعلان کیا (۱)
قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُکَ فِیْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِیْۤ اِلَى اللّٰهِ (پ۲۸) (اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو اے نبی آپ سے بحث کر رہی تھی اپنے شوہر کے بارے میں اور شکایت کر رہی تھی اللہ سے) اے اللہ کوئی حل نکال دے۔ حضور ﷺ خاموش رہے کیوں کہ ابھی تک کوئی حکم نہیں اترا تھا۔

کفارۂ ظہار:

اب حکم اتر گیا جن لوگوں نے ایسا کر لیا ہو نکاح ختم نہیں ہوگا البتہ کفارہ دینا ضروری ہے (اس زمانہ میں غلام ہوتے تھے) کہ ایک غلام آزاد کرو اگر وہ نہیں تو ساٹھ ۶۰ مسکینوں کو دو

[1] خولہ بنت ثعلبہ بن صرم الانصاریہ الخزرجیہ۔ انھوں نے جلدی ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا جس طرح نیک لوگوں کی شان ہوتی ہے جنھیں اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرماتے ہیں اور ان پر ایمان قبول کرنے کی صورت میں احسان فرماتے ہیں، حضور کے مدینہ آتے ہی حضور کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی، اس کے سبب اوس بن صامت کے نکاح میں تھیں ان کا خاوند اوس بن صامت حضرت عبادہ بن صامت کا بھائی تھا اس کے یہاں بیٹا پیدا ہوا جس کا نام الربیع بن اوس تھا قد سمع اللہ قول التی تجادلک الخ مذکورہ آیت حضرت خولہ انصاریہ کی ان دو میں تھیں جن کے بارے میں اللہ نے قرآن کی آیت نازل فرمائی۔ حضرت خولہ نے امیر المومنین حضرت عمرؓ کا پیش رو خلافت دیکھا لیکن تاریخ اس کے یوم وفات سے خاموش دکھائی دیتی ہے لیکن آثار و علامات یہ بتاتے ہیں کہ وہ دورِ خلافت راشدہ میں ہی وفات پا گئی۔ واللہ اعلم۔ صحابیات طیبات ص ۳۲۸ حافظ محمد یوسف)

وقت کا کھانا کھلادو، ورنہ دو مہینہ کے روزے رکھ لو۔ وہ عورت خوش خوش لوٹ گئی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں بھی نہیں سن پارہی تھی اور اللہ نے سن لی قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ (اللہ نے اس عورت کی بات سن لی وہ بار بار اصرار کررہی تھی حضور ﷺ نے کہا میں کیا کروں کوئی حکم آئیگا بتلاؤں گا۔ بہرحال کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ دلوں کی باتوں کو جاننے والا ہے۔

اللہ دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے:

ایک صحابی ہے عبداللہ بن سلامؓ یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے اسلام قبول کرلیا یہودی کے عالم ہونے کی وجہ سے تورات کے اندر یہ حکم تھا کہ اونٹ کا گوشت نہیں کھا سکتے تو انہوں نے زندگی بھر عمل کیا اور اونٹ کا گوشت کبھی نہیں کھایا اسلام قبول کرلیا اب حضور ﷺ کی خدمت میں آئے انکے دل میں فقط یہ خیال آیا علامہ آلوسیؒ نے تفسیر ”روح المعانی“[1] میں لکھا ہے کہ ان کے دل میں فقط یہ خیال آیا کہ میں نے زندگی میں اونٹ کا گوشت نہیں کھایا ابھی بھی نہیں کھاؤں گا، جی نہیں چاہتا ہے اب فرق یہ ہوگیا پہلے میں اونٹ کے گوشت کو حرام سمجھتا تھا اب اسلام میں اسکو حلال سمجھ رہا ہوں لیکن وہ زمانہ ایسا تھا اگر حضرت عبداللہ بن سلامؓ گوشت نہ کھاتے تو لوگ اعتراض کرتے یہ کیا پکے مسلمان ہوئے دیکھو یہودیوں کی طرح گوشت سے پرہیز کرتے ہیں اور پھر مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں ان کے اسلام کے بارے میں شک وشبہ ہوجاتا، لوگوں کو کہنے کا موقع ملتا، اللہ نے انکے متعلق قرآن میں آیت نازل کردی حالانکہ انہوں نے دل سے فقط ارادہ کیا تھا اللہ تعالیٰ کو انکے دل کی بات معلوم ہوگئی اور فرمایا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً (اے

---

[1] تفسیر روح المعانی ج ۲ ص ۹۸ ، ج ۱ ص ۶۴

ایمان والوں! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ) ایسا نہیں چلے گا کہ کچھ یہودی مسلک پر عمل کرلو اور کچھ اسلام کے مسلک پر اب گوشت کی نہ پڑیگی تو اسلام میں پورے داخل ہوئے حضرت عبداللہ بن سلام نے اپنے اس ارادہ کو توڑ دیا بتانا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دلوں کی بات کو جاننے والا ہے اس آیت میں بتایا گیا کہ دیکھو ذرہ برابر کوئی چیز چٹان میں رکھی ہو آسمان میں ہو، زمین میں ہو اللہ اسکو پیش کر دیگا یعنی اللہ اسکو جانتا ہے **لطیف** کے معنی ہر باریک سے باریک چیز کو جاننے والا ہے اور **خبیر** کے معنی ہر چیز پر باخبر ہے۔ یہ اسلئے بتایا گیا کہ اللہ **لطیف و خبیر** ہے تو جب تم یہ یقین رکھتے ہو کہ اللہ مجھے ہر حال میں دیکھ رہا ہے میری زبان سے نکلی ہوئی بات، میرے دل میں آئی ہوئی بات کو جان رہا ہے اسلئے اب ضروری ہے کہ اس کے ہر حکم کو بجا لاؤ اس کی نافرمانی سے اپنے آپ کو بچاؤ گویا یہ تعلیم اسلام نے دی کہ اللہ کی ذات کا یقین اور دھیان اس آیت میں بتلایا گیا ہے تو یہ دو نصیحت ہوئی اسکے بعد اور بھی نصائح ہیں وقت بہت ہو گیا انشاء اللہ کل پھر عرض کی جائیگی۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

(یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاصْبِرْ

عَلٰی مَا اَصَابَکَ اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ٥)

حضرت لقمانؑ کی زریں نصیحتیں ۲

حضرت مفتی محمد کلیم صاحب دامت برکاتہم کا
یہ بیان ۲۸ رمضان شب پیر
مسجد انوار نشاط روڈ پر ہوا

باسمہ تعالیٰ

حضرت لقمان کی زریں نصیحتیں ۲

نحمده ونصلي على رسوله الكريم أما بعد! فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم (۱) يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ہ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ (سورۃ لقمان آیت ۱۵ تا ۱۸)

بزرگان محترم! حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو چند نصیحتیں فرمائیں ان میں سے دو نصیحتوں کا کل ذکر ہو چکا ہے ایک یہ کہ میرے پیارے بیٹے! تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرا بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے، دوسری نصیحت کہ اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی کوئی چیز ہو پھر وہ کسی چٹان میں ہو یا آسمان میں ہو یا زمین میں ہو اللہ اسکو پیش کر دیگا یعنی اللہ گویا ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز کو دیکھنے والا ہے، اور اس سے باخبر ہے اس سے گویا انسان کے عقائد کی اصلاح ہوگئی کہ اسکا عقیدہ یہ ہونا چاہئے کہ ہر وقت ہر آن وہ چھوٹی بڑی چیز پر باخبر ہے کوئی چیز اس سے چھوٹ نہیں سکتی۔

حضرت لقمانؑ کی تیسری نصیحت نماز کو قائم کرنا:

اور تیسری نصیحت یہ فرمائی! اے میرے پیارے بیٹے! نماز قائم کرو اس نصیحت میں گویا

اصلاح اعمال کی طرف توجہ دلائی گئی۔ اعمال تو بہت سارے ہیں ان میں سب سے اہم عمل وہ نماز ہے ایمان کے بعد سب سے اہم عبادت وہ نماز ہے اگر انسان اپنی زندگی میں اسکی پابندی کرے تو شریعت کے دوسرے اعمال واحکامات اسکے لئے آسان ہوجاتے ہیں۔

نماز دین کا ستون ہے:

چنانچہ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ فَمَنْ اَقَامَھَا فَقَدْ اَقَامَ الدِّیْنَ وَمَنْ ھَدَمَھَا فَقَدْ ھَدَمَ الدِّیْنَ[1] نماز دین کا ستون ہے ستون کے بغیر کوئی عمارت کھڑی نہیں رہ سکتی جس نے نماز کو قائم کیا تو اس نے دوسرے احکام کو بھی قائم کیا اور جس نے نماز ہی کو ضائع کردیا تو اس نے دین کے دوسرے شعبوں کو بھی ضائع کردیا۔ نماز ایسی عبادت ہے کہ اس کی پابندی سے انسان دوسرے احکام پر بھی عمل پیرا ہوسکتا ہے اور اگر نماز ہی زندگی میں نہیں تو دوسرے اعمال بھی درست نہیں ہوسکتے۔

حضرت عمرؓ کا اپنے گورنروں کو نماز کا حکم دینا:

اسی بناء پر حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنے زمانہ میں اپنے ماتحت جو علاقے اور جو صوبے فتح ہوچکے تھے اور ان کے گورنر، وزراء وغیرہ تھے ان سب کو یہ حکم نامہ بھیجا اور اس میں لکھا "اِنَّ اَھَمَّ اُمُوْرِکُمْ عِنْدِیْ الصَّلٰوۃ" تمہارے امور میں سے سب سے زیادہ اہم امر میرے نزدیک نماز ہے حضرت عمر بن خطابؓ نے یہ مضمون کیوں لکھ کر بھیجا؟ ہوسکتا ہے کہ کوئی آدمی یہ خیال کرے، خاص طور پر کسی صوبہ کا وزیر، گورنر، والی، کہ میں تو قوم کی خدمت میں مشغول ہوں کتنے مقدمات ہوتے ہیں لوگوں کی سہولتوں کے لئے کوشش کرتا

---

[1] حاشیہ ہدایہ اولین ص ۷ حاشیہ نمبر ۱ کتاب الصلوۃ۔ منتخب احادیث میں یہ الفاظ ہیں۔ الصلوۃ عمود الدین ص ۵ مکتبہ قریشیہ بلدیہ

ہوں، لوگوں کی ضروریات کے متعلق سوچ، اور انکے سارے مسائل حل کرتا ہوں اب جب قوم کی ہمدردی میں، قوم کی ضروریات پوری کرنے میں، قوم کی حاجات پورا کرنے میں مشغول ہوں تو نماز میں سستی بھی کروں، غفلت بھی کروں اسکی طرف توجہ نہ کروں تو میرے لئے اسکی گنجائش ہوسکتی ہے کیونکہ میں بہت بڑے بڑے کاموں میں مشغول ہوں حضرت عمر بن خطابؓ نے یہ توجہ دلائی کہ چاہے تم بڑے بڑے اہم کاموں میں مشغول ہو لیکن ان میں سب سے زیادہ اہم کام میرے نزدیک نماز ہے۔

نماز اور صحابہؓ کی پابندی:

اسی بناء پر حضور ﷺ نے خود بھی نمازوں کا اہتمام کیا اور صحابہ کرامؓ بھی اتنے پابند تھے کہ کسی صحابی کی نماز چھوڑنے کی ہمت تو کیا جماعت چھوڑنے کی بھی ہمت نہ ہوا کرتی تھی حدیث کی کتابوں میں ہے کہ کوئی صحابی بیمار ہوتے لیکن مسجد تک آنے کی طاقت ہوتی یہاں تک کہ دو آدمیوں کے سہارے بھی آسکتے تھے تو بھی نماز پڑھنے آتے تھے[1] یعنی نماز چھوڑنا کسی بھی مسلمان سے تصور ہی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

نماز برکت کا ذریعہ ہے:

بادشاہ ہو، وزیر ہو، علمی خدمت کرنے والے ہو، کوئی بھی دین اور قوم کے کاموں میں مشغول ہو لیکن اگر نماز انکی زندگی میں نہیں تو پھر ان کے کاموں میں بھی برکت نہیں اور وہ کام صحیح طریقہ سے ادا نہیں ہوسکتا ایمان کے بعد سب سے اہم درجہ نماز کا ہے۔

---

[1] عن عبداللہ بن مسعودؓ قال لقد رأیتنا وما یتخلف عن الصلوۃ الا منافق قد علم نفاقہ او مریض ان کان المریض لیمشی بین رجلین حتی یاتی الصلوۃ ۔۔ الخ رواہ مسلم (مشکوۃ ص ۹۶ مشکوۃ رقم ۱۰۷۲)

نماز اسلام کی علامت ہے:

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے نماز پڑھائی کوئی شخص پیچھے سے آئے جو اپنے محلہ میں نماز پڑھ کر آرہے تھے اور وہ پیچھے بیٹھے رہے آپ ﷺ نے سلام پھیر کر دیکھا تو اندازہ ہو گیا کہ یہ جماعت میں شریک نہیں ہے آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ کیوں نماز نہیں پڑھی بیٹھے رہے پوچھا کیا آپ مسلمان نہیں ہے؟ یعنی اس وقت مسلمانوں سے نماز چھوٹنے کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا تھا۔[1]

حضور ﷺ نے ترک جماعت کے خلاف کتنی ناگواری کا اظہار کیا:

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ باوجودیکہ امت پر بہت شفیق اس امت کے خاطر اللہ کے رسول ﷺ رات رات بھر اللہ سے دعا میں کرتے تھے، حق تعالیٰ کو منت سے، اللہ کے دربار میں التجا کرتے کہ کسی طرح امت کی مغفرت ہو جائے، لیکن اسکے باوجود نماز چھوڑنے والے کے متعلق بلکہ جماعت چھوڑنے والے کے متعلق حضور ﷺ کو جو غصہ اور نفرت تھی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے حدیث کی متعدد کتابوں میں یہ واقعہ ہے کہ حضور ﷺ نے یہ فرمایا کہ میرا جی یہ چاہتا ہے کہ میں چند نوجوانوں کو لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں پھر ایسے

---

[1] عن يزيد بن عامر قال جئت رسول الله ﷺ وهو في الصلوة فجلست ولم ادخل معهم في الصلوة فلما انصرف رسول الله ﷺ رآني جالسا فقال الم تسلم يا يزيد قلت بلى يا رسول الله ﷺ قد اسلمت قال وما منعك ان تدخل مع الناس في صلوتهم قال اني كنت قد صليت في منزلي احسب ان قد صليتم فقال اذا جئت الصلوة فوجدت الناس فصل معهم وان كنت قد صليت تكن لك نافلة وهذه مكتوبة ابوداود ج ۱ ص ۸۵

اندر آگ لگادی جائے پھر میں اپنی جگہ پر کسی کو نماز پڑھانے کا حکم دیدوں (کیوں کہ حضور ﷺ ہی ساری نمازیں پڑھاتے تھے) پھر اسکے بعد جو لوگ بغیر عذر کے مسجد میں نہیں آتے ہیں گھر میں نماز پڑھ لیتے ہیں میرا جی چاہتا ہے کہ میں انکو انکے گھروں کے ساتھ جلادوں[۱] حضور ﷺ کی رحمت کا اندازہ تو اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ وفات کے وقت امت کی فکر تھی لیکن اسکے ساتھ جماعت چھوڑنے والے پر اتنا غصہ ہے نماز چھوڑ نہیں رہا ہے، قضا نہیں کر رہا ہے، لیکن جماعت چھوڑ رہا ہے اسکے متعلق حضور ﷺ نے یہ ارادہ ظاہر کیا تھا کہ میں چاہتا ہوں کہ انکو گھروں کے ساتھ جلادوں لیکن دوسری روایت میں ہے[۲] چونکہ گھروں میں عورتیں ہوتی ہے ان پر جماعت فرض نہیں، چھوٹے بچے ہوتے ہیں اس کی وجہ سے حضور ﷺ نے اس ارادہ پر عمل نہیں کیا۔

حضور ﷺ کے اس عمل سے عبرت حاصل کرنا:

لیکن ایک مومن جس کو اللہ کے رسول ﷺ سے محبت، عشق کا دعوی ہے وہ حضور ﷺ کی نفرت کا اندازہ لگا سکتا ہے کہ جو آدمی جماعت کے ساتھ نماز چھوڑتا ہے حضور ﷺ کو اس پر کتنا غصہ آیا ہے دل میں کتنی نفرت ہوتی کہ حضور ﷺ نے اسکے جلادینے کا ارادہ کیا تھا یہ اور بات ہے کہ آپ ﷺ نے اس پر عمل نہیں کیا اگر گھروں میں عورتیں، بچے نہ ہوتے تو حضور ﷺ اس پر عمل کر لیتے اس سے معلوم ہوا کہ نماز اتنا اہم فریضہ ہے۔

---

[۱] عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لقد ھممت ان امر بالصلوۃ فتقام ثم امر رجلا فیصلی بالناس ثم انطلق معی برجال معھم حزم من حطب الی قوم لا یشھدون الصلوۃ فاحرق علیھم بیوتھم بالنار (ابوداؤد شریف ۱ ص ۸۱. ترمذی ص ۵۴. مشکوۃ رقم ۱۰۵۳)

[۲] رواہ احمد من طریق سعید المقبری عن ابی ھریرۃ بلفظ لولا مافی البیوت من النساء والذریۃ. فتح الملھم ج ۲ ص ۲۰۸. اسلامی کتب خانہ

صحابہ کرامؓ کا نماز چھوڑنے کو کفر سمجھنا:

اسی وجہ سے حدیث شریف میں ہے ترمذی شریف کی روایت ہے کہ صحابہ کرامؓ نماز چھوڑنے کے علاوہ کسی گناہ کو کفر خیال نہیں کرتے تھے[1] یعنی کوئی گناہ صحابہ کرامؓ سے ہو جاتا تو اسکو کفر نہیں سمجھتے تھے لیکن نماز چھوڑنے کے بارے میں یہ خیال تھا کہ یہ آدمی مسلمان نہیں یا تو کافر ہے۔ یہ بات اور ہے کہ ہمارے ائمہ علماء نے تاویل کی کہ کوئی آدمی نماز چھوڑ دیتا ہے لیکن نماز کی فرضیت کا انکار نہیں کرتا ہے وہ بڑا گنہگار ہے لیکن کافر نہیں ہوتا لیکن صحابہ کا جو مزاج تھا وہ تو یہی تھا وہ تو سمجھتے تھے کہ مسلمان نماز چھوڑ ہی نہیں سکتا۔

نماز میں سستی اور ہمارا حال:

آج امت کا حال دیکھئے، ہمارے گھروں کا حال دیکھئے اپنا حال دیکھئے کتنی نمازیں زندگی میں ہم سے ضائع ہوگئی جان بوجھ کر معمولی بہانے سے ہم نمازوں کو ترک کرتے ہیں اور دل پر کوئی اثر بھی نہیں ہوتا ہے۔

حضرت فضیلؒ کا نماز چھوڑنے پر افسوس کرنا:

حضرت فضیل بن عیاضؒ[2] ایک بزرگ گذرے ہیں وہ فرماتے ہیں اگر کسی شخص کے گھر پر کسی کا انتقال ہو جائے تو لوگ تعزیت اور تسلی کے لئے جاتے ہیں جانا بھی چاہئے لیکن مجھے افسوس ہوتا ہے اس بات پر کہ اگر کسی شخص کی نماز چھوٹ جاتی ہے تو کوئی شخص اسکی

---

[1] وعن عبد اللہ بن شقیق قال کان اصحاب رسول اللہ ﷺ لا یرون شیئا من الاعمال ترکہ کفر غیر الصلوۃ (ترمذی شریف ج ۲ ص ۹۰ مشکوۃ رقم ۵۷۹)

[2] حضرت فضیل بن عیاض تمیمی آپ ابو علی کنیت ہے، ۱۰۵ھ میں پیدا ہوئے [illegible] ۱۸۷ھ میں وفات پائی۔

تعزیت اور تسلی کے لئے نہیں جاتا کیوں کہ کسی کی موت کو تو حادثہ اور مصیبت سمجھتے ہیں لیکن نماز چھوٹنے کو کوئی مسلمان مصیبت نہیں سمجھتا ایک معمولی سا کھیل ہے۔

جماعت کی ایک رکعت چھوٹنے کا خسارہ لڑکے کی موت سے بڑھکر ہے:

پھر قسم کھا کر کہتے ہیں کہ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا ایک عالم با عمل بیٹا ہو اور وہ مرجاوے اور دوسری طرف فقط نماز کی ایک رکعت چھوٹ جاوے (پوری جماعت بھی نہیں، نماز قضا ہونا بھی نہیں) میرے نزدیک جماعت کی ایک رکعت چھوٹ جانے کا جو خسارہ ہے ایک نوجوان عالم با عمل لڑکے کے مرجانے سے بھی زیادہ بڑا خسارہ ہے میرا وہ لڑکا مرجاوے اتنا مجھے نقصان نہیں جتنا کہ ایک رکعت میری جماعت کی چھوٹ جاوے۔ ان لوگوں نے نماز کو اپنے گلے سے لگایا نمازوں کا عشق اور محبت انکے دلوں کے اندر پیوست ہوگئی۔ (تفسیر روح البیان)

سعید بن مسیبؒ[1] اور پہلی صف کی پابندی:

سعید بن مسیبؒ مشہور تابعی ہے چالیس سال اس طرح انکے گذرے کہ انہوں نے کبھی کسی مصلی کی پیٹھ نہیں دیکھی پیٹھ نہ دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ پہلی صف میں نماز پڑھتے رہے، چالیس سال تک کبھی انکی تکبیر اولی بھی فوت نہیں ہوئی اندازہ لگائے کتنا اہتمام نمازوں کا ہوگا!! اس فریضہ کو ہم سمجھے اور اس کا اہتمام کریں۔

---

[1] سعید بن مسیب: تابعین میں سے تھے بڑے عالم اور فقہائے سبعہ میں شمار کئے جاتے تھے انکے والد کا نام مسیب اور دادا کا نام حزن ہے چالیس سال تک تکبیر اولی فوت نہیں ہوئی ٩٤ھ میں وفات ہوئی۔

حضرت لقمانؑ کی انمول نصیحت:

حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو یہی نصیحت کی یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ (اے میرے پیارے بیٹے! نماز کو قائم کرو) یہ نہیں کہا نماز پڑھو وصَلِّ الصَّلٰوۃَ کہ متقی لوگ وہ ہے جو نماز کو قائم کرتے ہیں۔

اقامت صلوٰۃ کا مطلب:

اور اقامت صلوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ نمازوں کا پورا پورا اہتمام کیا جائے کوئی نماز چھوٹنے نہ پائے، دوسری چیز نمازوں کو ان کے اوقات میں ادا کیا جائے، تیسری چیز نمازوں کو جماعت کے ساتھ ادا کیا جائے، اسی کے ساتھ ساتھ نمازوں کے جو فرائض ہیں، واجبات ہیں، سنتیں ہیں، مستحب ہیں، ان سب کی رعایت کے ساتھ نماز پڑھی جائے اس کا نام ہے اقامت صلوٰۃ. یہی وہ نماز ہے کہ اسی پر اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کے لئے کامیابی کا وعدہ کیا ہے. نماز میں خشوع وخضوع ہوگا اسکی پابندی ہوگی تو کامیابی ہوگی (وہ ایمان والے کامیاب ہے جن کی نمازوں کے اندر خشوع وخضوع ہے) قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰی (سورۃ الاعلیٰ آیت ۴) (بے شک کامیاب ہے وہ لوگ جنہوں نے اپنے آپ کو کفر وشرک سے پاک کیا اور اپنے رب کا نام لیا، یاد کیا پھر نماز پڑھی)

نماز پر کامیابی کے وعدے ہیں:

قرآن میں جگہ جگہ جو کامیابی کا وعدہ کیا گیا وہ نماز کے اہتمام پر ہے، اقامت صلوٰۃ پر ہے. آج امت کا کتنا بڑا طبقہ ہے جو نمازوں سے بالکل غافل ہے غیر رمضان کی تو بات چھوڑو۔

رمضان اور نماز سے غفلت:

رمضان ہی میں لاکھوں کروڑوں مسلمان ایسے ہیں کہ آج بھی انکو نماز سے واسطہ نہیں رمضان جیسا مبارک مہینہ گذر رہا ہے لیکن ایک نماز بھی وہ ادا نہیں کرتے. اس لئے اللہ نے ہمیں موقع دیا، علم دیا، سمجھ بوجھ دی خود بھی نمازوں کا اہتمام کرنا چاہئے. اپنے اہل وعیال کو بھی بچپن ہی سے اسکی عادت ڈالنی چاہئے. حدیث شریف میں بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں بڑی تاکید آئی ہے، آگے کی آیت میں اس طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے تو یہ تیسری نصیحت ہوگئی.

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم:

اور چوتھی نصیحت وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ (اے میرے پیارے بیٹے! بھلائی کا حکم کرتے رہو اور برائی سے روکتے رہو) انسان جس طریقہ سے اس بات کا مکلّف بنایا گیا ہے کہ خود ایمان لائے، خود اچھے اعمال کرے، خود بھی برائیوں سے بچے. اسے اس بات کا بھی حکم دیا گیا اور مکلّف بنایا گیا کہ دوسروں کو بھی ایمان کی دعوت دے، اعمال کی دعوت دے، برائی سے انکو بچاتے رہے. اللہ نے قرآن میں فرمایا. یا ایھا الذین آمنوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا (سورۃ التحریم آیت ۵) (اے ایمان والوں! اپنے آپ کو بھی جہنم کی آگ سے بچاؤ اور اپنے اہل کو بھی جہنم کی آگ سے بچاؤ)۔

حضرت عمرؓ کا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا کے متعلق سوال کرنا:

حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ،

نقی انفسنا فکیف نا باھلینا ۔اے اللہ کے رسول ﷺ اپنے آپ کو دوزخ سے بچانے کا مفہوم سمجھ میں آگیا ہم اپنے اہل وعیال کو کیونکر دوزخ سے بچا سکتے ہیں، فقال تنھو نھم عما نھاکم اللہ وتامرونھم بما امر اللہ ۔فرمایا تم اس طرح ان کو بچا سکتے ہو کہ جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں روکا ہے تم اپنے اہل وعیال کو بھی ان سے روکو اور جن کاموں کو بجا لانے کا اس نے حکم دیا تم انھیں حکم دو کہ وہ بھی بجا لائیں [1]

امت ھذا کی خصوصیت:

وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۔اس امت کی خصوصیت كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (تم بہترین امت ہو) اس امت کو تمام امتوں میں سب سے بہتر امت کہا گیا اسلئے کہ تمہارے اندر یہ خوبی ہے کہ تم بھلائیوں کا حکم کرتے ہو اور برائیوں سے اپنے آپ کو روکتے ہو، پہلے لوگ اپنی اصلاح میں لگے رہتے تھے اور بہت سے لوگ برائیاں کرتے تھے انکو روکتے نہیں تھے اللہ تعالیٰ نے جب ان گناہ کرنے والوں پر عذاب بھیجا تو انکے ساتھ وہ اچھے کام کرنے والے نیک لوگ بھی برباد ہوگئے اسلئے کہ انہوں نے دوسروں کو نہیں روکا اسلئے اس آیت میں اصلاح معاشرہ کا حکم دیا گیا آج مصیبت یہ ہے کہ کوئی برائی کرے، کوئی روکنا چاہے تو روک نہیں سکتا ہے کہ پتہ نہیں کیا نقصان کر دیگا اور کیا فتنہ کھڑا کر دیگا۔

نہی عن المنکر کے درجات:

اس لئے حدیث شریف میں اسکے درجات بتلائے کہ من رأی منکم منکرا فلیغیر بیدہ (تم میں کوئی آدمی اگر برائی دیکھے تو چاہئے کہ اپنی طاقت اور ہاتھ سے اسکو روک

---

[1] ضیاء القرآن ج ۵ ص ۳۰۰ بحوالہ تفسیر خازن

دے) اللہ نے اگر طاقت دی ہے مثلاً گھر میں اگر بچے برائی کر رہے ہیں اور باپ موجود ہے تو باپ انکو بزور ہی روک سکتا ہے اپنے ماتحت ہے انکو روک سکتا ہے فرمایا کہ ضرور اس کو روکے۔ فان لم یستطع فبلسانہ اگر اپنی طاقت سے اسکو نہیں روک سکتے تو کم از کم اپنی زبان سے سمجھایا جائے کہ بھائی! یہ گناہ ہے، یہ اللہ کی نافرمانی ہے اللہ کے واسطے اسکو چھوڑ دو زبان سے روک دے اور اگر ایسا ماحول ہے کہ زبان سے روکنے جائیں گے تو ہماری جان کے لوگ دشمن بن جائیں گے، لوگوں کے سامنے ہم کو ذلیل کر دیں گے، فتنہ کھڑا کریں گے۔ آج کل عام ماحول یہی ہے کوئی اگر حق بات کہتا ہے تو لوگ سمجھتے ہیں کہ ہمارا دشمن ہے پھر اس سے انتقام لیں گے، ذلیل کریں گے، اسکو رسوا کریں گے۔ اگر ایسا ڈر اور اندیشہ ہے کہ زبان سے بھی ہم روک نہیں سکتے تو فان لم یستطع فبقلبہ کم از کم وہ جو کام کر رہا ہے اسکو اپنے دل سے برا جانے، وہاں سے ہٹ جائے، انکے ساتھ شریک نہ ہو کم از کم انکی برائیوں سے نفرت کرے، اس برائی کی جگہ سے ہٹ جائے۔ اور ذلک اضعف الایمان[1] یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے، سب سے کمزور درجہ برائی کو برائی سمجھنا ہے

ہمارا مزاج یہ بن گیا ہے کہ برائی سے نفرت بھی ختم ہو گئی:

لیکن آج ہم دیکھتے ہیں کہ برائیوں کو دیکھتے دیکھتے دلوں سے نفرت بھی ختم ہو گئی۔ ہمارا معاشرہ تو ایسا ہے کہ بعض گناہوں کو تو ہم فخریہ انداز میں کرتے ہیں۔ ہماری شادیوں کے موقع پر، تقریبات کے موقع پر بے پردگی، بے حیائی اور تصاویر جنکی شریعت نے کسی طرح اجازت نہیں دی تصاویر کا کھینچنا حرام ہے۔

---

[1] عن ابی سعید الخدری قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول من رأی منکرا فاستطاع ان یغیرہ بیدہ فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و ذلک اضعف الایمان۔ (ابوداؤد کتاب الصلوۃ ص ۱۶۲ مشکوۃ رقم ۵۱۳۷)

تصویر کے متعلق سخت وعید:

بخاری شریف کی روایت ہے قیامت کے دن حق تبارک وتعالیٰ ان لوگوں کو جو تصاویر کھینچتے تھے یا بناتے تھے ان کو کہیں گے احیوا ما خلقتم[1] دنیا میں جن چیزوں کو بنایا اب ان میں جان پھونکو، روح ڈالو کہاں سے ڈال سکیں گے پھر اسکی وجہ سے انکو عذاب دیا جائیگا۔

جس گھر میں کتا اور تصویر ہو اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے:

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لا تدخل الملائکة بیتا فیه کلب وتصاویر او کما قال ﷺ[2] (جس کے گھر کے اندر کتا یا تصویر ہوتی ہے اس گھر کے اندر رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے) نبی سے بڑھکر بابرکت ذات کس کی ہوسکتی ہے؟۔ ایک مرتبہ حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے لیکن باہر ہی رہے اندر آتے نہیں حضور ﷺ انتظار کرتے رہے جب بعد میں ملاقات ہوئی تو حضور ﷺ نے فرمایا جبرئیل! آج کیا بات ہے کیوں

---

[1] عن نافع عن القاسم بن محمد عن عائشة زوج النبی ﷺ انها اخبرته انها اشترت نمرقه فیها تصاویر فلما راها رسول اللہ ﷺ قام علی الباب فلم یدخل فعرفت فی وجهه الكراهية وقالت یا رسول اللہ اتوب الی اللہ والی رسوله ماذا اذنبت قال ما بال هذه النمرقة قالت اشتريتها لتقعد عليها وتوسدها فقال رسول اللہ ﷺ ان اصحاب هذه الصور یعذبون یوم القيمة ویقال لهم احیوا ما خلقتم وقال ان البيت الذی فیه الصور لا تدخله الملائكة (بخاری شریف ج ۲ ص ۸۸۱ مشکوۃ رقم ۴۴۹۲)

[2] عن ابن عباس عن ابی طلحة عن النبی ﷺ قال لا تدخل الملائكة بیتا فیه کلب ولا صورة (مسلم شریف ج ۲ ص ۲۰۰ مشکوۃ ۴۴۸۹)

اپنی طاقت اور ہاتھ سے روک دو، اسکی طاقت نہ ہو زبان سے روک دو، اور زبان سے بھی طاقت نہیں ڈرہے اپنی جان کا، اپنی عزت کا اسلئے انکے کاموں میں شریک نہ ہو اور دل سے انکو برا جان کر وہاں سے ہٹ جائے۔

برائی کو نہ روکنا ہلاکت کا سبب ہے:

حدیث شریف میں اسکو مثال کے ذریعہ سے سمجھایا گیا، اگر کوئی جہاز دریا کے اندر جارہا ہے اب اس کے دو طبقے ہیں، نیچے بھی کچھ لوگ ہیں، اوپر والے حصے میں بھی کچھ لوگ ہیں، نیچے والے لوگوں کو پانی کی ضرورت پیش آتی ہے تو اوپر والے حصے میں جاتے ہیں اب انکے بار بار جانے سے اوپر والے منزلے کے لوگ کہتے ہیں کہ بھائی تمہارے آنے سے بار بار تکلیف ہوتی ہے اب نیچے والے کہتے ہیں چلو اچھی بات ہے اگر تکلیف ہوتی ہے تو نیچے ہی سوراخ کر لیتے ہیں اور وہیں سے پانی لے لیا کریں گے، اگر ان اوپر والوں کو اس کا علم ہو جاوے کہ نیچے والے سوراخ کر رہے ہیں پھر بھی انکو نہ روکے تو سوراخ کے اندر سے جہاز میں پانی بھر جائیگا اور جیسے یہ نیچے والے ڈوبیں گے ویسے ہی یہ اوپر والے ڈوبیں گے[1] اسی طرح جہاں معاشرہ میں برائیاں رائج ہو گناہوں کا ماحول ہو اور وہاں دیکھتے ہوئے بھی ہم انکو برا نہ جانے تو جیسے ان گناہ کرنے والوں پر پکڑ آئیگی اسی طرح ہم پر بھی پکڑ آئیگی اللہ کے یہاں کوئی چھوٹنے والا نہیں۔ اسی لئے اس آیت کے اندر ایک نصیحت حضرت لقمان نے یہ فرمائی

وأمر بالمعروف۔ (بھلائی کا حکم دو) وانہ عن المنکر (اور برائی سے روکو)۔

[1] سمعت النعمان بن بشیر عن النبی ﷺ قال مثل القائم علی حدود اللہ عزوجل و الواقع فیھا کمثل قوم استھموا علی سفینۃ فاصاب بعضھم اعلاھا و بعضھم اسفلھا فکان الذی فی اسفلھا اذا استقوا من الماء مروا علی من فوقھم فقالوا لو انا خرقنا فی نصیبنا خرقا ولم نؤذ من فوقنا فان یترکوھم وما ارادوا ھلکوا جمیعا وان اخذوا علی ایدیھم نجوا ونجوا جمیعا۔ (بخاری ج ص ۳۳۹، مشکوۃ رقم ۵۱۳۸، مکتبہ بلال)

مصائب پر صبر کرنے کا بدلہ:

واصبر علی ما اصابک. ابھی جیسے میں نے یہ بتلایا کہ یہ کام بڑا مشکل کام ہے کسی کو بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنے میں کبھی بڑی آزمائش ہوتی ہیں انسان کو اپنی جان تک کا خطرہ ہوجاتا ہے، اپنی عزت وآبرو و مال تک مٹا دینا پڑتا ہے. اسلئے حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو اس سے بھی متنبہ کردیا کہ دیکھنا حالات آئے تو گھبرانے کی ضرورت نہیں. واصبر علی ما اصابک اس راہ میں جو تکلیفیں پیش آئے اس پر صبر کرو اللہ تعالیٰ اس پر بہت بڑا بدلہ دیں گے. حضرت انبیاءؑ نے کتنی تکلیفیں اٹھائی۔

حضور ﷺ کا مصائب پر صبر کرنا:

سرکار دوعالم ﷺ نے اہل مکہ کو کیا حکم دیا تھا کونسی برائی کا حکم دیا تھا یہی امر بالمعروف کہ ایک اللہ کو مانو، اسکو ایک مانو، جتنی برائیاں پھیلی ہوئی تھی انکو چھوڑنے کا آپ ﷺ حکم دیتے تھے لیکن پورا مکہ آپ ﷺ کا جانی دشمن بن گیا یہاں تک کہ حضور ﷺ کو اپنا معروف ومحبوب وطن چھوڑ کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنی پڑی. اس سے زیادہ تکلیفیں اور کیا ہوسکتی ہے؟ معلوم ہوا جب سرکار ﷺ پر یہ تکلیفیں آسکتی ہیں تو اگر آپکی امت اس کام کو انجام دے، بھلائیوں کا حکم دے، برائیوں سے روکے ان پر بھی یہ حالات آسکتے ہیں جیسے اللہ کے رسول ﷺ نے صبر کیا اور اللہ سے مانگتے رہے ایسے انکے امتیوں کو صبر بھی کرنا ہے اور اللہ سے دعاء بھی مانگتے رہنا ہے۔

پانچویں نصیحت:

ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (یہ صبر کرنا بڑے اہم اور عظیم امور میں سے ہے) وَلَا

تصعر خدک للناس ولا تمش فی الارض مرحا ان اللہ لا یحب کل مختال فخور واقصد فی مشیک واغضض من صوتک ان انکر الاصوات لصوت الحمیر یہ پانچویں نصیحت ہے حضرت لقمان نے پہلی نصیحت میں توحید کا سبق دیا کہ اپنے آپ کو شرک سے بچاؤ، دوسری نصیحت میں صحیح عقائد کا علم دیا اللہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھو کہ اللہ ہر جگہ میں دیکھنے والا ہے، اور تیسری نصیحت میں اصلاح اعمال جس میں نماز کی اہمیت بتائی۔ چوتھی نصیحت میں اصلاح معاشرہ کہ نیکی باتوں کا حکم کرتے اور برائیوں سے روکتے تو تمہارا معاشرہ ٹھیک اور درست رہیگا، اور پانچویں نصیحت میں اصلاح اخلاق اپنے اخلاق درست کرنے چاہئے۔ چنانچہ اصلاح اخلاق کے سلسلہ میں چار چیزیں ہیں اس آیت میں ذکر کی گئی جو حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو فرمائی۔

خندہ پیشانی سے پیش آنے کی تعلیم:

ولا تصعر خدک للناس لوگوں کے سامنے اپنے رخسار پھلا مت دو۔ عربی زبان میں صعر ایک بیماری کا نام ہے جو اونٹ کی گردن میں ہوتی ہے اسکی وجہ سے اونٹ کی گردن ٹیڑھی ہو جاتی ہے اسکو صعر کہتے ہیں اس سے یہ جملہ نکالا ہے کہ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ ولا تصعر تو اپنی گردن کو لوگوں کے سامنے ٹیڑھا مت کر مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص تم سے بات کرے، گفتگو کرے تو کمال تواضع سے محبت سے اخلاق سے پیش آؤ خندہ پیشانی سے مسکراہٹ سے پیش آؤ۔ ایسا نہ ہو کہ آدمی تم سے ملنا چاہتا ہے اور آپ منہ موڑ دو، تکبر سے گردن موڑ دو، کیونکہ یہ سب بداخلاقی ہے۔

تکبر خطرناک بیماری ہے:

پہلے بھی میں بتلا چکا کہ انسان کے دل میں جو بیماریاں ہوتی ہیں سب سے خطرناک بیماری تکبر اور بڑائی کی ہوتی ہے اسکی وجہ سے انسان دوسروں کو حقیر جانتا ہے، لوگوں کو جھڑکتا ہے، ڈانٹتا ہے، ان کی آبروریزی کرتا ہے یہ تکبر بہت سخت کبیرہ گناہ ہے اور سب سے اخیر میں یہ تکبر ہی انسان کے دل سے نکلتا ہے اور وہ بھی فکر کرے تو۔ انسان اس بیماری کو دور کرنے کی فکر کرے، کوشش کرے تو اخیر میں جو بیماری ختم ہوتی ہے وہ تکبر ہی ختم ہوتی ہے۔ اور اگر فکر نہ کرے تب تو انسان کی زندگی بھر تک یہ برائی رہتی ہے۔ اس لئے فرمایا وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ لوگوں کے سامنے اپنی گردن اور رخسار کو مت موڑو۔

اسلام حسن اخلاق کا نام ہے:

حضور اکرم ﷺ نے کتنی اچھی تعلیمات ہمیں دی ہے اور ایک مؤمن کی معمولی چیز پر کتنا اجر و ثواب دیا گیا حدیث[1] میں فرمایا کہ تو اپنے بھائی کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملاقات کرے یہ بھی صدقہ ہے یہ ضروری نہیں کہ انسان کے پاس مال ہو تو ہی صدقہ کر سکتا ہے۔

---

[1] وعن ابی ذرؓ قال قال رسول الله ﷺ تبسمک فی وجه اخیک لک صدقة وامرک بالمعروف ونهیک عن المنکر صدقة وارشادک الرجل فی ارض الضلال لک صدقة وبصرک للرجل الردی البصر لک صدقة واماطتک الحجر والشوک والعظم عن الطریق لک صدقة وافراغک من دلوک فی دلو اخیک لک صدقة (ترمذی شریف باب ماجاء فی صنائع المعروف ج ۲ ص ۱۷ مشکوۃ رقم ۱۹۱۱)

وعن جابر بن عبد اللهؓ قال قال رسول الله ﷺ کل معروف صدقة وان من المعروف ان تلقی اخاک بوجه طلق وان تفرغ من دلوک فی اناء اخیک (ترمذی شریف باب ماجاء فی طلاقة الوجه وحسن البشر ج ۲ ص ۱۸ مشکوۃ رقم ۱۹۱۰)

فرمایا تو اپنے مسلمان بھائی سے ہنس مکھ چہرے سے ملاقات کرے یہ بھی تیرے لئے صدقہ ہے اللہ تعالی کے یہاں اپنے بندوں کے دلوں کو خوش کرنا اسکی بڑی اہمیت ہے کسی بندے کا دل خوش ہو جاوے اللہ بھی اس سے خوش ہو جاتا ہے۔

انسان کے چہرے پر مسکراہٹ ہونی چاہئے:

بعض لوگ بڑے بخیل ہوتے ہیں کہ انکے چہرے پر کبھی مسکراہٹ ہی نہیں آتی. رسول اللہ ﷺ کے متعلق حضرت حسنؓ[1] اپنے والد حضرت علیؓ[2] سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ مجلس میں مسکراہٹ کے ساتھ رہتے تھے[3] آپ ﷺ کے چہرے پر کبھی غصہ نہ آتا اس تکبر کی وجہ سے انسان کی چال پر بھی اثر آتا ہے. چلتا ہے تو اکڑ کر سینہ تان کر چلتا ہے. حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے سے کہا لَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا زمین پر تو اکڑ اکڑ کر مت چل، تواضع کے ساتھ، عاجزی کے ساتھ چل، اللہ نے اپنے خاص بندوں کی صفات میں یہ بھی چیز بتائی وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا، رحمٰن کے بندے کون ہیں یعنی اللہ کے مخصوص بندے وہ ہیں جو تواضع کے ساتھ چلتے ہیں. انسان کے دل میں اگر بڑائی ہوتی ہے دیکھو اس کے چہرے پر بھی اثر ہوتا ہے، گردن موڑتا ہے، منہ چڑھاتا ہے، ناک چڑھاتا ہے، چال میں بھی اس کے فرق آجاتا ہے، اکڑ کر چلتا ہے. جب لوگ محسوس کرتے ہیں کہ یہ بڑا فخر والا اور تکبر والا ہے یہ نصیحت کی کہ لَا تَمْشِ

---

[1] حضرت حسنؓ کے حالات ج ۱ ص ۹۰ پر ملاحظہ ہو۔

[2] حضرت علیؓ کے حالات ج ۱ ص ۸۲ پر ملاحظہ ہو۔

[3] عن الحسن بن علي عنهما قال الحسين بن علي سألت ابي عن سيرة رسول ﷺ في جلسائه فقال كان رسول ﷺ دائم البشر سهل الخلق. الخ شمائل ترمذی ص ۲۳

فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اور دوسری جگہ ہے اِنَّکَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا زمین پر اکڑ کر مت چل اسلئے کہ اس سے کچھ ہونے والا نہیں اس طرح چلنے سے تو زمین کو پھاڑ نہیں ڈالیگا وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا اور تو اس طرح چلنے سے پہاڑوں کی بلندی پر نہیں پہنچ سکتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ اس لئے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ہر تکبر کرنے والے اور فخر کرنے والے کو اللہ تعالیٰ محبوب اور پسندیدہ نہیں رکھتا۔ اور تیسری چیز اسی اصلاح اخلاق کے سلسلہ میں فرماتے ہیں وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِکَ (اپنی چال میں میانہ روی اختیار کرو)۔

چلنے کی تعلیم:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرامؓ کو یہ حکم دیا جاتا تھا کہ وہ یہودیوں کی طرح تیز دوڑ کر نہ چلیں، اور نہ عیسائیوں کی طرح بالکل آہستہ آہستہ قدم اٹھا کر چلیں، بلکہ تیز تو چلیں لیکن دوڑنے کی شکل نہ ہو اور نہ اتنا آہستہ چلیں جیسے معلوم ہو کہ کوئی بیمار آدمی چل رہا ہے۔[1]

آہستہ چلنے پر حضرت عائشہؓ کی تنبیہ:

ایک مرتبہ ایک شخص بالکل آہستہ قدم اٹھا کر چل رہا تھا حضرت عائشہؓ کی نظر پڑی پوچھا کہ یہ بیمار ہے کیوں ایسا چل رہا ہے؟ کسی نے کہا نہیں یہ بیمار نہیں ہے یہ قاری صاحب ہے (اس زمانہ کے قاری صاحب تھے تو ان میں نزاکت آگئی تھی) اس طرح چل رہے تھے کہ حضرت عائشہؓ کو وہم ہوا کہ یہ کوئی بیمار ہے حضرت عائشہؓ نے انکو تنبیہ کی کہ اس طرح چلنے سے منع کیا گیا، تو دوڑنا بھی وقار کے خلاف ہے باوقار آدمی بھاگیگا، دوڑیگا نہیں، وہ آہستہ

---

[1] معارف القرآن ج ۷ ص ۳۹

چلیگا. اور بالکل آہستہ چلنا یہ تین وجہ سے ہوتا ہے یا تو تکبر کی وجہ سے کہ میں سب کے درمیان امتیازی شان سے چلوں کہ لوگ میری طرف دیکھتے رہیں کہ بہت آہستہ حضرت چل رہے ہیں یہ تو حرام ہے. یا پھر عورتوں کی چال کی طرح چلے یا بیماری کی وجہ سے[1]

عورتوں کو مردوں کے ساتھ اور مردوں کو عورتوں کے ساتھ مشابہت سے منع کیا گیا:

عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا یہ بھی ناجائز ہے اللہ تعالی نے لعنت بھیجی ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں، اور ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور اگر کوئی آدمی آہستہ چلتا ہے تو یا تو بیمار ہوگا اب اگر کوئی بیمار نہیں پھر بھی اگر اس طرح چل رہا ہے تو یہ اسکے لئے عیب کی بات ہے بہرحال درمیانی چال چلنے کا حکم دیا گیا. رسول اللہ ﷺ کس طرح چلتے تھے؟.

حضور ﷺ کے چلنے کا طریقہ:

شمائل ترمذی کے اندر ایک طویل اور لمبی حدیث ہے[2] جس کے اندر حضور ﷺ کی ساری چیزوں کو بتلا دیا گیا کہ حضور ﷺ کی آنکھ مبارک کیسی تھی، گردن کیسی تھی، داڑھی مبارک کیسی تھی، پیشانی کیسی تھی، آپ ﷺ بات کرتے تو کیسے کرتے تھے، چلتے تو کس طرح، ؟ اس میں بتلایا گیا کہ حضور ﷺ اپنا قدم مضبوطی سے اٹھاتے تھے بھاری بھرکم قدم اٹھا کر چلتے تھے اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آپ ﷺ بہت باوقار اور پرسکون ہو کر چل رہے ہیں. وہ چال جو

---

[1] معارف القرآن ج ۷ ص ۳۹

[2] عن علی بن ابی طالب قال کان رسول اللہ ﷺ اذا مشی تقلع کانما ینحط فی صبب علی اذا وصف النبی (شمائل ترمذی ص ۸)

بہ رہوں جیسی ہوتی ہے ایسی چال آپ کی نہیں ہوتی تھی، اور نہ بالکل بھاگے دوڑے آوارہ لوگوں کی طرح چلتے تھے، درمیانی قسم کی چال تھی لوگوں کو محسوس ہوتا تھا کہ کوئی بھاری شخصیت یہاں سے جارہی ہے اس طرح آپ ﷺ کی یہ چال ہوتی تھی تو اس کا بھی حکم دیا وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ یہ بھی ہمارے اخلاق کی درستگی کے لئے چوتھی چیز بتلائی حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ آواز کو پست کرو آواز کو پست کرنے کی تفسیر وتشریح اس طرح کی گئی۔

کلام کو پست کرنے کی تعلیم:

جب بھی کلام کا موقع ہو، بیان کا موقع ہو، قرأت کا موقع ہو، پڑھنے پڑھانے کا موقع ہو ہر موقع پر اتنا زور سے بولے کہ سامعین سن لیں اور انکو دوبارہ پوچھنے کی ضرورت پیش نہ آئے، حضرت عمر بن خطابؓ اسی طرح کلام کرتے تھے کہ سب سنتے تھے لیکن دوبارہ کسی کو پوچھنے کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔ ایک تو ہے کوئی بات سمجھ میں نہ آئے اس کے لئے پوچھنا، ایک ہے کہ ہم کو سنائی نہیں دیا کیا کہا اس کے لئے پوچھنا، دیکھو اسلام نے اور قرآن نے ہمیں کتنی تعلیمات دی کہ بولنے کا بھی سیقہ سکھایا۔

اپنے کلام کو حد سے زیادہ پست نہ کیا جائے:

بعض لوگ اس کو ادب سمجھتے ہیں کسی بزرگ کے پاس جائیں گے اتنا آہستہ بولیں گے کہ دس دفعہ انکو پوچھنا پڑیگا کہ بھائی کیا کہتے ہو، اسکو وہ ادب سمجھتے ہیں حالانکہ یہ ادب نہیں ہے یہ تو انکو تکلیف دینا ہے کہ بار بار انکو پوچھنا پڑا اور بعض لوگ ایسے ہوتے کہ اتنا زور سے چلائیں گے کہ لوگ گھبرا جائیں گے کہ انکو کیا ہوا تو ان دونوں چیزوں سے منع کیا، اتنا پست

بھی نہ بولے کہ بار بار پوچھنا پڑے، اسی لئے قرأت کے متعلق بھی یہ حکم دیا گیا کہ اتنی ہی زور سے قرأت ہو کہ مسجد والے سن لیوے کافی ہے۔

لاؤڈ سپیکر کی ضرورت نہ ہو تو استعمال نہ کیا جائے:

اسی وجہ سے لاؤڈ اسپیکر کے متعلق ہمارے مفتیان کرام کا یہی حکم ہے کہ مسجد کے اندر آواز پہنچ رہی ہے تو اسی طرح نماز پڑھانا چاہئے بلا ضرورت مائک لگانا، خواہ مخواہ آواز بڑا کرنا یہ مکروہ ہے. لوگ اس میں احتیاط نہیں کرتے اور آواز گونجنے کے لئے ایکو Ecco اور کیا کیا لگاتے ہیں. اب اس میں بھی ایک فیشن آگیا ہے اسکو مکروہ قرار دیا ہے. ہمارے مفتی لاجپوری صاحبؒ نے ساٹھ سال راندیر بڑی مسجد میں امامت فرمائی لیکن کبھی انہوں نے مائک میں نماز نہیں پڑھائی اور نہ کبھی مائک میں خطبہ پڑھایا. آخیری عمر میں لوگوں نے درخواست کی لوگ زیادہ ہوتے ہیں تب بھی حضرت نے کہا اب میں تو امام رہا نہیں دوسرے مفتیان کرام ہیں وہ اگر کرتے ہوں تو میں منع بھی نہیں کرتا. جب زندگی کے آخیری دنوں میں خطبہ مائک میں ہونے لگا، نماز تو جب تک حیات رہے مائک میں نہیں ہوئی. بڑا مجمع ہے تو لگائیں، ایک صف دو صف ہو اور زور سے مائک چل رہا ہے قرآن کے اس اصول کے خلاف ہے. حضرت لقمانؑ نے جو نصیحت کی اس کے خلاف ہے. جب امام کی آواز پہنچ رہی ہے تو خواہ مخواہ اتنی زور سے مائک کو بڑھانے کی کیا ضرورت ہے۔

بہر حال اس کی ضرورت ہے کہ ان نصیحتوں کو اپنے اندر اپنائیں. چار نصیحتیں حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو کی کہ اپنے چہرے کو، منہ کو لوگوں سے مت موڑو نرمی سے، مسکراہت سے پیار محبت سے ان سے بات کرو، اور زمین پر اکڑ کر مت چلو، اور چلو تو درمیانی چال سے چلو اور بات میں بھی اپنی آواز کو پست کرو، لیکن اتنی پست بھی نہیں کہ کسی کو تکلیف ہو

صحابہؓ کو حضور ﷺ کے سامنے بلند آواز کرنے سے منع کیا گیا:

حضور ﷺ کی مجلس میں چند دیہاتی آئے اور انہوں نے زور سے باہر آواز لگانی شروع کردی "یا محمد اخرج الینا" دیہات کے تھے انکو ادب معلوم نہیں تھا اے محمد! ہمارے پاس نکل آو. سورۃ حجرات میں ہے اس کے متعلق آیت اتری اور اسی طرح ایک اور واقعہ پیش آیا ایک قافلہ روانہ کرنا تھا اس پر امیر بنائے جانے کے سلسلہ میں مشورہ ہو رہا تھا اس وقت صحابہ کی آواز بلند ہوگئی قرآن نے فوراً حکم نازل کیا لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ (تم آپس میں جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو حضور ﷺ کو اس طریقہ سے مت پکارو) اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ جب آپ ﷺ کا آپکی زندگی میں مجلس کا یہ ادب تھا کہ اتنی زور سے بات کریں کہ حضور ﷺ فقط سن لیں زور زور سے چلانا حضور ﷺ کی مجلس کے ادب کے خلاف ہے. اسلئے بعد میں بھی مفسرین نے اس آیت کے ضمن میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد بھی آپ کے روضہ اقدس پر بھی یہی ادب ہے. صلوۃ وسلام پیش کرتے وقت زور سے چلانا وہاں بھی منع کیا گیا. جیسے زندگی میں حضور ﷺ کی مجلس میں چلانا منع تھا. ایسے آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کے روضہ اقدس کے سامنے چلانا منع ہے. اسی وجہ سے روضہ اقدس کی جالی مبارک پر یہ آیت آج بھی لکھی ہے يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (سورۃ حجرات آیت ۲) یہ پوری آیت سورۃ حجرات کی لکھی ہوئی ہے. بہر حال یہ سبق حضرت لقمانؑ کی نصیحت نے ہمیں سکھلایا. پھر فرمایا کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں

قرآن پڑھنے میں میانہ روی اختیار کرنے کی تعلیم:

قرآن پاک نے ہمیں نصیحت کی دیکھو قرآن کریم کی تلاوت ہے اس میں بھی میانہ روی کا حکم دیا ہے ایک مرتبہ حضور ﷺ رات میں تشریف لے جارہے تھے حضرت ابوبکرؓ کے مکان کے قریب سے گذرے معلوم ہوا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں، اور قرآن پاک کی تلاوت کررہے ہیں، بہت آہستہ سے قرآن کریم کی تلاوت کررہے تھے. حضرت عمرؓ کے گھر کے قریب سے گذرے بہت زور سے تلاوت کی آواز آرہی تھی، صبح جب دونوں مجلس میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ سے پوچھا کیا بات ہے نماز میں آج بہت ہی آہستہ قرأت کررہے تھے؟ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں تو اللہ تعالیٰ کو سنانا چاہ رہا تھا اس کے واسطے بلند آواز کی ضرورت نہیں وہ بلند آواز کو بھی سنتا ہے اور آہستہ بھی سنتا ہے۔ حضرت عمرؓ سے پوچھا آپ بہت زور سے قرأت کررہے تھے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں شیطان کو بھگا رہا تھا لوگوں کو جگانا چاہ رہا تھا کہ میری قرأت سن کر لوگ جاگ جائیں حضور ﷺ نے دونوں کو ھدایت کی، حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا آپ ذرا اپنی آواز بلند کردیجئے، بہت پست نہیں۔ حضرت عمرؓ سے فرمایا آپ اپنی آواز کو پست کردیجئے[1] حضور ﷺ کے متعلق ہے کہ آپ اپنے گھر کے اندر نماز پڑھتے تھے تو اگر کوئی صحن میں ہوتا اور آپ حجرہ میں ہوتے تو وہ آپ کی قرأت سن سکتا تھا بس اتنا زور سے آپ پڑھتے تھے، بہت بلند آواز سے حضور ﷺ قرأت نہیں فرماتے تھے. بہرحال ساری چیزوں میں یہ اصول ہے

---

[1] عن ابی قتادةؓ ان النبی ﷺ قال لابی بکر مررت بک وانت تقرأ وانت تخفض من صوتک فقال انی اسمعت من ناجیت قال ارفع قلیلا وقال لعمر مررت بک وانت تقرأ وانت ترفع صوتک فقال انی اوقظ الوسنان واطرد الشیطان قال اخفض قلیلا (ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۰۰ ـ مشکوۃ رقم ۱۲۰۴)

قرأت، بول چال کے اندر، وعظ کے اندر، بیان کے اندر بعض لوگوں کا یہ مزاج ہوگیا ہے بیان میں بھی خوب چلاتے ہیں اور لوگ بھی جب تک ان کے سامنے زور سے چلاتے نہیں تو کہتے ہیں کہ مولوی صاحب بڑے مقرر نہیں ہے. غلط طریقہ ہے ہمارے بزرگوں کا جو طرز ہے وہ میانہ روی ہے۔

ہمارے اسلاف کا وعظ کرنے کا طریقہ:

بہت سے اکابرین کو ہم نے دیکھا وہ اسی اطمنان اور طمانینت کے ساتھ بیان کرتے تھے. اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ کوئی ہماری تعریف کرے اچھا کہے، برا کہے جو صحیح طریقہ ہے اسی طریقہ سے بات کہی جانی چاہئے. حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب[1] دنیا کے بہت بڑے خطیب گذرے ہیں جب وہ بیٹھتے تھے دو گھنٹہ تین گھنٹہ بھی انکا وعظ ہوتا تھا بیٹھے ہوئے

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب: آپ ہندوستان کے مشہور معروف عالم دین حکیم الاسلام شیخ العرب والعجم، عظیم خطیب، اکابر دیوبند کے علوم، خاص طور سے علوم قاسمی، علوم شیخ الہند، علوم تھانوی، علوم عثمانی کے ایک عظیم شارح، حضرت مولانا قاسم نانوتوی کے پوتے، حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم خامس دارالعلوم دیوبند کے صاحب زادے مسلم پرسنل لاء کے صدر، دارالعلوم دیوبند کے مہتمم اور حضرت تھانوی کے خلیفہ تھے۔ ولادت باسعادت محرم الحرام ۱۳۱۵ھ مطابق جون ۱۸۹۷ء بروز اتوار دیوبند میں ہوئی سات سال کی عمر میں دیوبند میں داخل ہوئے اور ۱۳۳۷ھ میں آپ فارغ ہوئے فراغت کے بعد دارالعلوم میں درس وتدریس کا آغاز کیا اور مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھائیں۔ تدریسی زمانہ ۱۳۳۷ھ سے ۱۳۴۱ھ تک رہا ۱۳۴۱ھ میں اکابر وقت کے مشورہ پر نائب مہتمم کا عہدہ سنبھالا اور ۱۳۴۸ھ میں مستقل مہتمم بنادیئے گئے ۱۴۰۱ھ تک مسند اہتمام پر فائز رہے۔ ۱۳۳۹ھ میں شیخ الہند سے بیعت ہوئے شیخ الہند کی وفات کے بعد حضرت مولانا انور شاہ کشمیری کی طرف رجوع کیا اور تربیت حاصل کی اور ۱۳۵۰ھ میں حضرت تھانوی سے اجازت وخلافت سے سرفراز فرمائے گئے (وفات) ۶ شوال المکرم ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۷ جولائی ۱۹۸۳ء بروز اتوار اٹھاسی سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا وصیت کے مطابق آپ کی نماز جنازہ دارالعلوم دیوبند کے احاطے میں ادا کی گئی اور مزار قاسمی میں اپنے جد امجد حضرت مولانا قاسم نانوتوی کے پہلو میں تدفین عمل میں آئی۔ آل انڈیا ریڈیو کے مطابق ایک لاکھ سے زائد افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی (تذکرۂ اکابر، مولانا نظام الدین قاسمی ناشر اشاعت علوم اکیڈمی)

اطمینان سے بولے جاتے تھے، نہ کوئی جوش وخروش، نہ کوئی چیخنا، چلانا لیکن پورا مجمع بیٹھا رہتا تھا۔ بہر حال اصل یہی طریقہ ہے جو سنت کے مطابق ہے۔ اسی طرح بیان کے اندر بہت لمبے لمبے ہاتھ کرنا یہ بھی وقار کے خلاف ہے۔ رسول اللہ ﷺ جب وعظ فرماتے تھے حدیث میں اسکی وضاحت آئی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کبھی ضرورت پڑتی تو انگلی سے اشارہ کرتے تھے بس ہاتھ سے اس طرح اشارہ کرتے تھے[1] اسلام اتنا بہترین مذہب ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہمیں اللہ نے بتلائی، اس کے رسول ﷺ نے بتلائی، اور صحابہؓ کے ذریعہ یہ بات ہم تک پہونچی۔ اللہ تعالیٰ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

وآخر دعوانا أن حمدلله رب العلمين

---

[1] حدثنا احمد بن منيع حدثنا هشيم حدثنا حصين قال سمعت عمارة بن رُويبة وبشر بن مروان يخطب فرفع يديه في الدعاء فقال عمارة قبح الله هاتين اليدين القصيرتين لقد رأيت رسول الله ﷺ وما يزيد على ان يقول هكذى واشار هشيم بالسبابه (ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۱۴، ۱۵۰)

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی ہ وَذَکَرَاسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی ہ

بدبختی کی علامتیں اور ان کا علاج

حضرت مفتی محمد کلیم صاحب دامت برکاتہم کا

یہ بیان ....

لاجپور میں ہوا

....

بدبختی کی علامتیں اور انکا علاج

الحمد لله نحمده و نستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه امابعد! فَاَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى o وَذَكَرَاسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى o بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا o وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى o اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى o صُحُفِ اِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى o (سورة اعلى آيت ۱۴ تا ۱۹) وعن النبي ﷺ انه قال أربع من الشقاق جُمُوْدُ الْعَيْنِ، وَقَسْوَةُ الْقَلْبِ، وَطُوْلُ الامَلِ وَالْحِرْصُ عَلَى الدُّنْيَا أو كما قال ﷺ وعن ابى سعيد خدرىؓ قال قال رسول الله ﷺ مَنْ اَكَلَ طَيِّبًا وَعَمِلَ فِيْ سُنَّتِيْ وَاَمِنَ النَّاسَ بَوَائِقَهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ (روه الترمذى، مشكوة رقم ۱۷۸) وقال الله تعالى فى شأن حبيبه ان الله وملئكته يصلون على النبى يا أيها الذين آمنوا صلو عليه وسلموا تسليمًا اللهم صل على سيدنا ومولانا محمد بعدد من صلى وصام اللهم صل على محمد وعلى ال محمد بعدد من قعد وقام اللهم صل على سيدنا ومولانا محمد وعلى اله واصحابه وبارك وسلم تسليما كثيرا.

خدا در انتظار حمد ما نیست
محمد چشم بر راہ ثنا نیست
محمد حامد حمد خدا بس
خدا مدح آفرین مصطفےٰ بس

جن وانس کے دو فریق سعید اور شقی:

اللہ تبارک وتعالی نے ہمیں دنیا میں یہ مختصری زندگی عطا فرمائی ہے تا کہ ہم ہمیشہ والی اور ابدی زندگی کے لئے اور وہاں کے امتحان کے لئے محنت کرلیں، تیاری کرلیں تا کہ ہمارا رزلٹ (result) اچھا آوے، تو پھر جنت والا انعام ہمیں ملے، ایسے لوگ کہ جنہوں نے اللہ پر اسکے رسولوں پر، اسکی کتابوں پر، آخرت کے دن پر ایمان و یقین کے ساتھ زندگی گزاری، ایسے لوگوں کو حق تعالی نے قرآن پاک میں اور رسول ﷺ نے احادیث مبارکہ میں سعید اور اچھے نصیب والے اور خوش نصیب لوگ کہا ہے، اور جن لوگوں نے اللہ کا انکار کیا، اسکے نبی ﷺ اور دیگر انبیاء کی نافرمانی کی، آخرت کے دن کو جھٹلایا، دنیا میں محض عیش پرستی اور ہوا پرستی میں مشغول رہے، ایسے لوگوں کو شقی اور بدبخت کہا گیا ہے۔

جناب رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث اس وقت پڑھی گئی جس میں رسول اللہ ﷺ نے بدبختی کی چار علامتیں بتائی تو ہر انسان اپنے گریبان میں جھانک کر غور وفکر کرسکتا ہے، اپنے اعمال، اپنے اخلاق اپنے کردار پر غور کرکے وہ یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ میری زندگی کا رخ سعادت والے راستے کی جانب ہے یا شقاوت والے راستے کی جانب ہے۔ میں کن لوگوں کے طریقے پر زندگی گزار رہا ہوں، یہ خود انسان اپنے اعمال کو سوچ کر نتیجہ نکال سکتا ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چار چیزیں شقاوت و بدبختی کی علامت ہیں۔

پہلی چیز جمود العین (یعنی آنکھوں کا خشک ہوجانا):

جمود العین کا مطلب آنکھوں کا سوکھ جانا اور خشک ہوجانا، اور یہ بھی حقیقت میں قساوت قلبی یعنی دل کی سختی کا اثر ہے، انسان کا دل اتنا سخت اور سیاہ ہو جائے کہ جس کے نتیجہ

جس کی آنکھوں سے آنسو نکلے اور اس کا دل اللہ سے ڈرے، پھر آنسوؤں بہانے کی ضرورت ہے؟

مخلوق پر اللہ تعالیٰ کے احسانات سے شکر گزاری ہوتی ہے:

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ مخلوق پر خاص کر کے انسان پر ہوتا ہے یہ قرآن مجید اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے نعمت اور رزق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر طرح کا رزق ہمیں ہر وقت پہنچ رہا ہے۔ رزق کا مطلب فقط یہی نہیں کہ انسان کو کھانے پینے کو مل جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وما من دابة في الأرض إلا على الله رزقها (سورة هود آيت ۶) جو بھی زمین پر چلنے والا ہے اس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ علماء نے رزق کی تعریف یہ بیان کی ہے کہ جس جس مخلوق کو حق تعالیٰ نے پیدا کیا پوری زندگی جو ساری ضروریات حق تعالیٰ اپنے خزانہ غیب سے پوری فرماتے ہیں یہ سب رزق ہے۔ اس میں کھانا بھی داخل ہے اس میں اوڑھنا بچھونا بھی داخل ہے۔ اپنی رہائش کے لئے مکان بھی داخل ہے، بیمار ہو جائے تو شفا کی جتنی صورتیں ہیں وہ بھی داخل ہیں۔ کھیتی باڑی، زراعت و تجارت یہ جتنی بھی زندگی گزارنے کے اسباب ہیں جن سے انسان نفع اٹھاتا ہے یہ سب رزق میں داخل ہے۔

[illegible]

امام اعظمؒ کی فقاہت اور زکوٰۃ میں قیمت دینا:

یہی وجہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ جن کی نگاہ قرآن و حدیث میں بہت زیادہ گہرائی تک پہونچی ہوئی تھی، زکوٰۃ سے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ مثلاً کسی کے پاس بکریاں ہوں اس زمانہ میں عرب میں خصوصاً بکریوں کا رواج تھا اور آج بھی ہے، یا کسی کے پاس اونٹ ہوں تو دوسرے ائمہ تو فرماتے ہیں کہ اگر بکریاں ہیں تو اس کی زکوٰۃ میں بکری دینی پڑے گی، اگر اونٹ ہے تو اس کی زکوٰۃ میں اونٹ دینا پڑے گا، اگر کوئی تاجر ہے کپڑوں وغیرہ کا تو اس کو زکوٰۃ میں کپڑا ہی دینا پڑے گا، حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ قیمت دینا اچھا اور افضل ہے، بکری کے بجائے، اونٹ کی بجائے، گائے اور کپڑے کے بجائے، قیمت دیدو تو ہر آدمی اس سے اپنی ضرورت پوری کرسکتا ہے، امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے رزق کا وعدہ کیا ہے اور رزق کہتے ہیں ہر اس ضرورت کو جسکا انسان محتاج ہو اللہ تعالیٰ اسکو پورا فرمائیگا، اور قیمت میں وہ صلاحیت ہے کہ اسکے ذریعہ سے انسان اپنی ہر چھوٹی بڑی ضرورت کو پورا کرسکتا ہے اسلئے اشیاء کے بجائے قیمت دینے کو امام ابوحنیفہؒ صرف جائز ہی نہیں بلکہ افضل قرار دے رہے ہیں۔[1]

ذوالنون مصریؒ کا ملفوظ:

بہر حال اللہ تعالیٰ کی ہر آن اور ہر لمحہ رحمتیں اترتی رہتی ہیں تو حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئی آن کوئی لمحہ کوئی سیکنڈ ایسا خالی نہیں کہ جسمیں ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے اترنے والی رحمتوں اور برکتوں سے فائدہ نہ اٹھاتے ہوں تو ہر ایک بندے پر یہ ضروری ہے کہ اب وہ کوئی آن اور کوئی لمحہ اللہ کی یاد سے غافل نہ رہے جب اسکی رحمت مسلسل اترتی

---

[1] حضرت امام ابوحنیفہؒ کے حالات جلد ۱ صفحہ ۲ پر ملاحظہ ہو۔

رہتی ہے تو پھر اللہ کی طاعت، انکی فرمانبرداری، انکی طرف توجہ اور انکے تعلق میں کبھی کمی نہیں ہونی چاہئے، اور ہر وقت بندے کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنا چاہئے۔

انبیاء کی شان ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنا:

ظاہر بات ہے کہ ایسی شان کس کی ہوسکتی ہے؟ کہ ہر وقت اور ہر آن اللہ کا فرماں بردار رہے، کبھی اس سے غافل نہ ہونے پائے۔ حضرات انبیاء ہی کی یہ شان ہوسکتی ہے کہ ہر وقت انکے قلوب اللہ کی طرف متوجہ ہوتے تھے، کبھی غافل نہیں ہوتے تھے، یہی وجہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے تَنَامُ عَيْنَايَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي[1] کہ میری آنکھیں تو سوتی ہے لیکن میرا دل نہیں سوتا، اللہ کے نبی ﷺ سوتے تھے لیکن آپ ﷺ کا دل بیدار رہتا تھا حق تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتا تھا، یہی وجہ ہے کہ ہم عام امت کے لئے حکم ہے کہ نیند سے وضو ٹوٹ جاتا ہے لیکن حضرات انبیاء علیہم السلام کے لئے حکم ہے کہ نیند سے انکا وضو نہیں ٹوٹتا، رسول اکرم ﷺ آرام فرمانے کے بعد بیدار ہوتے تو آپ ﷺ کے وضو ٹوٹنے کا حکم نہیں ہوتا تھا۔

بی بی تمیزن کا وضوء:

بعض وقت لوگ کہتے ہیں کہ وضو ٹوٹتا ہی نہیں، حکیم الامت[2] حضرت مولانا اشرف علی تھانوی

---

[1] عن ابي سلمة بن عبد الرحمن انه سأل عائشة كيف كانت صلوة رسول الله ﷺ في رمضان فقالت ما كان يزيد في رمضان ولا في غيره على احدى عشرة ركعة يصلي اربعا فلا تسأل عن حسنهن وطولهن ثم يصلي اربعا فلا تسأل عن حسنهن وطولهن ثم يصلي ثلاثا فقلت يا رسول الله تنام قبل ان توتر؟ قال تنام عيني ولا ينام قلبي (صحيح بخاري شريف كتاب المناقب باب كان النبي ﷺ تنام عينه ولا ينام قلبه ج ا ص ۵۰۴)

[2] [illegible]

نور اللہ مرقدہ نے لکھا ہے کہ ایک بزرگ کسی گاؤں میں تشریف لے جارہے تھے، لوگوں کو پتہ چلا تو انہوں نے کہا کہ چلو فلاں بزرگ آرہے ہیں! جا کر ان سے کچھ فیض اٹھائیں، چنانچہ بہت سارے لوگ پہونچے انکے ہاتھ پر بیعت بھی ہوئے ان بزرگ نے سب کو ہدایت کی کہ نماز پڑھتے رہو، تلاوت کرتے رہو، ذکر کرتے رہو، اور کچھ نماز وغیرہ کے مسائل اور احکام بھی سکھائے۔ ایک بڑھیا بھی اس مجمع میں ان کی مرید ہوئی تھی اسکو بھی نماز، وضو اور پاکی کے احکام سکھا دیے۔ چھ ماہ کے بعد پھر بزرگ کا وہاں سے گزر ہوا تو سارے مریدین ملاقات کے لئے حاضر ہوئے اور ملاقات کی، خیر خیریت معلوم کی، حضرت نے پوچھا کہ نماز پڑھتے ہو یا نہیں؟ ذکر و تلاوت کرتے ہو یا نہیں؟ سب نے کہا کہ ہاں! ہم اہتمام کرتے ہیں۔ اس بوڑھی اماں بی تمیزن نامی سے بھی پوچھا کہ اماں جان! نماز پڑھتی ہو کہ نہیں؟ تو اسنے کہا کے جی حضرت! جب سے آپ گئے ہیں کوئی نماز نہیں چھوٹی ہے۔ تو پوچھا کہ وضوء بھی کیا کرتی تھی یا نہیں؟ تو کہا کہ نہیں! وضوء تو جو آپنے کروایا تھا وہی ابتک چل رہا ہے۔ وہ ابتک ٹوٹا ہی نہیں۔ کبھی علم نہ ہونے کی وجہ سے انسان ایسا سمجھتا ہے تو اس بڑھیا نے بھی یہی سمجھا کہ وضوء تو جو حضرت نے کروایا تھا وہی چھ ماہ سے چلتا ہے۔

حضور ﷺ کے وضوء کا نہ ٹوٹنا:

بہر حال اللہ کے رسول ﷺ کا وضوء نیند سے نہیں ٹوٹتا تھا اور ہمارا وضوء نیند سے ٹوٹ جاتا ہے کیوں کہ آپ ﷺ کو کبھی غفلت نہیں ہوتی تھی۔

لیلۃ التعریس:

یہی وجہ ہے کہ ایک موقع پر جناب رسول اللہ ﷺ کسی غزوہ سے تشریف لا رہے تھے صحابہؓ

سے تقاضا یہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ آرام کی حاجت ہے، پوری رات چلتے رہیں پھر آرام کریں اللہ نے رسول اللہ ﷺ نے قصد ظاہر کیا کہ اگر سو جائیں گے تو صبح کی نماز چلی جائیگی لیکن صحابہ بہت تھکے ہوئے تھے اسلئے سب کے حال کی رعایت کرتے ہوئے فرمایا سو جاؤ! حضرت بلال[1] سے فرمایا تم جاگتے رہو جب صبح صادق ہو جائے تو ہم کو اٹھا دینا حضرت بلال مشرق کی طرف دیکھتے ہوئے سواری کو ٹیک لگا کر بیٹھ گئے کہ جب صبح صادق ہوگی سب کو جگادوں گا لیکن وہ بھی تو تھک کر چور ہو گئے تھے اس لئے آنکھ بھی لگ گئی اور جب سورج کی دھوپ حضور ﷺ کے چہرۂ انور پر پڑی تو آپ ﷺ کی آنکھ کھل گئی اور آپ ﷺ نے سب کو جگایا اور تھوڑا آگے چل کر نماز کا حکم دیا کہ یہ شیطان کی وادی ہے یہاں مت رکو[2]

حضور ﷺ کا معجزہ:

اس موقع پر حضرت بلال نے حضرت ابوبکر صدیق[3] سے یہ بات چپکے سے عرض کردی

---

۱ حضرت بلال کے حالات [illegible]

۲ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ حین قفل من غزوۃ خیبر فسار لیلۃ حتی اذا ادرکہ الکری عرس وقال لبلال اکلأ لنا اللیل فصلی بلال ما قدر لہ ونام رسول اللہ ﷺ واصحابہ فلما تقارب الفجر استند بلال الی راحلتہ مواجہ الفجر فغلبت بلالا عیناہ وہو مستند الی راحلتہ فلم یستیقظ بلال ولا احد من اصحابہ حتی ضربتہم الشمس فکان رسول اللہ ﷺ اولہم استیقاظا ففزع رسول اللہ ﷺ فقال ای بلال فقال بلال اخذ بنفسی الذی اخذ بنفسک بابی انت وامی یا رسول اللہ قال فاقتادوا فاقتادوا رواحلہم شیئا ثم توضأ رسول اللہ ﷺ وامر بلالا فاقام الصلوۃ فصلی بہم الصبح الخ (سنن ابن ماجہ ابواب مواقیت الصلوۃ باب من نام عن الصلوۃ او نسیہا ص ۵۰)

۳ حضرت ابوبکر کے حالات [illegible]

تھی کہ میں تو جاگ رہا تھا اور دیکھ رہا تھا کہ شیطان نے آپ کو اور مجھ کو تھپکی دی تھی، اس وجہ سے میری آنکھ لگ گئی، اور میں سو گیا۔ جب حضرت بلال حضور اقدس ﷺ کے پاس آئے تو وہاں تک یہ بات حضور ﷺ سے نہیں کہی تھی پھر بھی حضور ﷺ نے ان سے وہی بات کہی کہ شیطان تمہارے پاس آیا تھا اور تم کو تھپکی دے کر سلا دیا، حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے میرے ایمان و یقین میں اضافہ ہوا کہ حضور ﷺ کی صداقت و سچائی ثابت ہو گئی ہے کہ جو بات حضرت بلالؓ نے فقط مجھ سے کہی تھی وہ حضور ﷺ نے خود پہلے ہی سے بیان فرمائی۔

ایک سوال و جواب:

بہرحال یہاں علماء نے لکھا ہے کہ سوال ہوتا ہے کہ جب اللہ کے حبیب ﷺ کا دل سوتا ہی نہیں بلکہ ہمیشہ بیدار رہتا ہے تو پھر آپ ﷺ کی نماز کیسے قضا ہو گئی؟ تو اسکا یہی جواب دیا گیا ہے کہ "دل نہیں سوتا مگر آنکھیں تو سوتی ہے" اور روشنی کا تعلق دل سے نہیں بلکہ آنکھوں کے دیکھنے سے ہے، اللہ کے رسول ﷺ کی آنکھیں سوئی ہوئی تھی اسلئے آپ ﷺ کو اسکا احساس نہیں ہوا، البتہ دل اسوقت بھی اللہ کی طرف متوجہ تھا، لیکن جب دھوپ کی تپش لگی تو آپ ﷺ کی آنکھ کھل گئی اور آپ ﷺ جلدی سے اٹھ گئے، آپ ﷺ نے وضوء کا حکم دیا اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔

آنسوں کیسے بہتے ہیں:

بہرحال حضرت ذوالنون کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ دل ہر وقت اور ہر لحظہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے، کبھی بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہونا چاہئے، لیکن ظاہری بات ہے کہ ایسا کون کر سکتا ہے؟ اسلئے کہ ہم تو نہایت گنہگار ہیں، اللہ کی نافرمانیوں میں مبتلا ہیں،

دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے دریا کی موجوں میں ہم ہر وقت غرق ہیں ۔ اب دو چیزیں ہمارے سامنے ہیں ایک طرف اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے رات دن فائدہ اٹھانا اور دوسری طرف ہم اسکی ناقدری ، نافرمانیاں ، اور گناہوں کے سیلاب میں ڈوبے ہوئے ہیں یہ دونوں چیزیں جب ٹکرائینگی تو ایک ایمان والا جسکا تعلق اللہ سے ہے اسکے دل میں ندامت اور شرمندگی ہوگی اور اسکے دل میں اپنے آپ کے متعلق یہ احساس پیدا ہوگا کہ میں اللہ کا نافرمان ہوں ، اور یہ احساس پیدا ہونا بھی چاہئے کیونکہ جب یہ احساس پیدا ہوگا تو دل کے اندر رنج وغم پیدا ہوگا جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ اسکی آنکھوں سے آنسوں بہنے لگے کہ اے اللہ ! تیری اتنی ساری نعمتیں اور رحمتیں مجھ پر ہیں اور اسکے باوجود میں تیرا نافرمان بنا ہوا ہوں یہ سوچ کر آنسو بہائیگا اور یہی آنسو اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی قدر و منزلت رکھتے ہیں ۔

خدا کے خوف میں نکلے ہوئے آنسوؤں کی قیمت :

حضرت زید بن ارقمؓ[1] فرماتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ! مجھے کوئی ایسی چیز بتلا دیں کہ جس سے میں جہنم کی آگ بجھا سکوں ؟ یعنی جہنم کی آگ بجھانے کا کوئی عمل بتلا دیں جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آنکھوں کے آنسوں جہنم کی آگ بجھانے والے ہیں[2] گویا کہ اپنی بد اعمالیوں پر اور اپنی سیاہ کاریوں پر رونا اور اللہ کو یاد کرنا اور اسکی نعمتوں اور اسکے احسانات کا تذکرہ کرکے رونا یہ

---

[1] حضرت زید بن ارقمؓ: حضرت زید بن ارقمؓ کوفیین صحابہ میں شمار کئے جاتے ہیں کوفہ میں اشاعت علم کرنے والے صحابہ میں سے ہیں کنیت ابو عمرو انصاری تھی، حضور ﷺ کی وفات کے بعد کوفہ میں مسکن بنالیا ، ۶۶ھ میں وفات پائی آپ سے بہت سے حضرات روایت کرتے ہیں ۔

[2] روی عن زید بن ارقمؓ قال قال رجل یارسول ، بم اتقی النار ؟ قال بدموع عینیک فان عینا بکت من خشیة الله لا تمسها النار ابدا .

چیزیں ایسی ہیں جو جہنم کی آگ کو بجھاتی ہیں۔ ایک اور روایت میں جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے جس آنکھ سے اللہ کے خوف کی وجہ سے آنسو ٹپکے ہونگے اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ اس پر حرام فرمادیں گے۔[1]

عبداللہ بن مبارکؒ[2] کا حلقۂ درس:

یہی وجہ ہے کہ ہمارے اسلاف روتے اور گڑگڑاتے تھے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کتنے بڑے محدث ہیں کہ انکے درس میں جبکہ خیر کا زمانہ تھا اور لوگ دنیا سے بقدر ضرورت تعلق رکھتے تھے اور دین انکی زندگیوں میں غالب تھا ایسے دور میں دین کی باتیں اور احادیث سننے کا لوگوں میں ایسا ذوق تھا کہ چالیس چالیس ہزار لوگ انکے درس میں شامل ہوتے تھے، محدثین کرام میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جنھوں نے حدیث کی بڑی بڑی خدمات انجام دی ہے لیکن پھر بھی کچھ نہ کچھ ائمہ رجال نے ان پر کلام کیا ہے اور طعن وتشنیع کی ہے لیکن عبداللہ بن مبارکؒ ایسے محدث ہیں کہ ان پر کسی نے کلام نہیں کیا ہے، متفق علیہ شخصیت ہیں، ایک طرف امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مشہور شاگرد ہیں، تو دوسری طرف امام بخاریؒ[3] کے استاذ ہیں! انکا استاذ بھی ایسا جو تمام ائمہ مجتہدین میں بڑا امام، اور انکا شاگرد بھی ایسا جو تمام محدثین میں بڑے درجہ کے محدث تھے۔ تو چالیس ہزار کا مجمع انکے درس میں ہوتا تھا، ظاہر بات ہے اتنے لوگوں کو انکی آواز کیسے پہونچ سکتی ہے؟ اس زمانہ میں یہ آلہ مکبر الصوت (لاؤڈ اسپیکر) کا نظم تو تھا

---

[1] عن عبد الله بن مسعودؓ قال قال رسول الله ﷺ ما من عبد مؤمن يخرج من عينيه دموع وإن كان مثل رأس الذباب من خشية الله ثم يصيب شيئا من حر وجهه إلا حرمه الله على النار (سنن ابن ماجه ابواب الزهد باب الحزن والبكاء ص ۳۰۹)

[2] حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے حالات ج ۱ ص ۱۵۰ پر ملاحظہ ہو۔

[3] اگلے صفحہ پر

بزرگ ہیں اسی ادا کی وجہ سے اللہ تعالی کا انکو بڑا قرب حاصل ہوا ہے۔ اسی لئے علامہ اقبالؒ[1]

نے کہا ہے اور سچ کہا ہے کہ ؎

عطار ہو یا رومی رازی ہو غزالی

کچھ ہاتھ نہیں آتا بن آہ سحر گاہی

جسکو بھی ملا وہ رات کو اٹھ کر عبادتیں اور صبح کے وقت اللہ کے سامنے رونے اور

گڑگڑانے سے ملا۔ تو عرض کرنے کا منشاء یہ ہے کہ آج ہم سے اللہ تعالی کی نافرمانیاں اور حکم

عدولیاں کثرت سے ہوتی ہے اسلئے ہمیں تو اور بھی زیادہ اسکا اہتمام ہونا چاہئے کہ ہم اللہ کے

سامنے روئے، گڑگڑائیں۔

حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحبؒ[2] کا عمل:

حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب دھولیویؒ (سابق شیخ الحدیث فلاح دارین ترکیسر)

(ماقبل صفحہ کا حاشیہ) ۳ حضرت مولانا ذکی صاحبؒ کے والد خادم القرآن والحدیث حضرت مولانا محمد ذکی بن اسماعیل بن غلام حسین بن حکیم بخش نسبی اعتبار سے صدیقی اور مسلکاً حنفی تھے کاندھلہ وطن تھا۔ یکم محرم الحرام ۱۲۷۵ھ میں پیدا ہوئے سات سال میں حفظ مکمل کیا فارسی کی کتابیں اپنے چچا کے پاس پوری طرح پڑھی اور عربی کی ابتدائی کتابیں والد صاحب سے پڑھی حفظ سے فراغت کے بعد عربی کتابوں کو شروع کرنے سے پہلے ایک مرتبہ قرآن مجید پڑھتے تھے فجر کے بعد سے شروع کرتے تھے اور ظہر سے قبل ختم کر لیتے تھے یہ سلسلہ چھ مہینہ تک رہا بعض درسی کتابیں مدرسہ حسین بخش دہلی میں پڑھی کتب ادب کے ماہر و حافظ تھے آخری عمر میں بغیر کتاب دیکھے پڑھاتے تھے کتب صحاح حضرت گنگوہیؒ سے پڑھیں اور ان سے بیعت ہوگئے ان کے انتقال کے بعد مولانا خلیل احمدؒ سے بیعت کی۔ پیٹ کی بیماری میں ۱۰ ذی قعدہ ۱۳۳۳ھ بروز جمعہ صبح ۱۰ بجے داعی اجل کو رحلت فرمائی۔

[1] علامہ اقبال: وہ ایک ایسے گھرانے میں پیدا ہوا جہاں مذہب پر عمل زور دیا جاتا تھا ان کے والد ایک درویش صفت مسلمان تھے اسلام کی محبت اور مذہب سے دلچسپی انہیں وراثت میں ملی اور مغربی علوم اور مغربی فلسفے کی تکمیل انہوں نے اس سے مغربی درسگاہوں میں کی ان دونوں کا مجموعہ اقبال کی دلچسپ شخصیت ہے۔ ولادت ۹ نومبر ۱۸۷۷ء وفات ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء۔

[2] حضرت مولانا ابرار احمد دھولیویؒ کے حالات ص ۱۲۰ پر ملاحظہ ہو۔

فرماتے تھے کہ تیس سال سے میرا معمول ہے کہ روزانہ سوتے وقت دو رکعت صلوٰۃ التوبہ پڑھ کر سوتا ہوں کہ پتہ نہیں کہ دن میں کون کونسی لغزشیں اور کوتاہیاں مجھ سے ہوئی ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے معاف فرمادیں۔ ان حضرت کا یہ حال ہے کہ رات دن دینی خدمات میں مشغول ہیں پھر بھی اپنی کوتاہیوں کا احساس، اپنی لغزشوں کا احساس انہیں ہوتا ہے۔

اللہ کے سامنے رونے کی فضیلت:

اسکے برعکس انسان کا دل جب سخت ہوجاتا ہے تو اسکی آنکھوں سے آنسو خشک ہوجاتے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کے سامنے رونے کی بڑی فضیلت بتائی ہے، بخاری شریف کی ایک حدیث ہے[1] کہ سات آدمی ایسے ہیں جنکو اللہ تعالیٰ روز قیامت اپنے عرش کا سایہ نصیب فرمائیں گے، ان میں سے ایک شخص وہ ہے "رَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ" وہ آدمی جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اسکی آنکھیں آنسو بہانے لگیں، روز قیامت اللہ تعالیٰ اسے اپنے عرش کا سایہ نصیب فرمائیں گے۔ اسلئے حدیث پاک میں فرمایا گیا رونا اور رونے کا اہتمام کرو اگر رونا نہ آئے تو رونے جیسی شکل ہی بنالو[2] انسان سے کتنا ہی بڑا گناہ ہو، گناہ کبیرہ ہو جب وہ اللہ کے سامنے روتا ہے، توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکے گناہوں کو معاف فرمادیتے ہیں، اسکے ایک چیز

---

[1] عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال سبعة يظلهم الله فی ظله يوم لا ظل الا ظله امام عدل وشاب نشأ فی عبادة الله ورجل قلبه معلق فی المساجد ورجلان تحابا فی الله اجتمعا عليه وتفرقا عليه ورجل دعته امرأة ذات منصب وجمال فقال انی اخاف الله ورجل تصدق بصدقة فاخفاها حتی لا تعلم شماله ما تنفق يمينه ورجل ذكر الله خاليا ففاضت عيناه (صحيح بخاری شريف كتاب الزكوٰة باب الصدقة باليمين ج ۱ ص ۱۹۱)

[2] عن سعد بن ابی وقاص قال قال رسول الله ﷺ ابكوا فان لم تبكوا فتباكوا (ابن ماجه باب الحزن والبكاء ص ۳۰۶) (پارہ ۹ جدید)

سعادت کی یہ ہے کہ انسان اپنے گناہوں پر توبہ اور استغفار کا اہتمام کر کے اپنے آپ کو رونے والا بنائے۔ حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ "التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ"[1] گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے کہ گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

آسان اور مشکل دو راستے:

سوچنے کی بات ہے اگر کسی طرف جانے کے دو راستے ہوں ایک راستہ طویل اور بڑا پر خطر، کانٹے دار راستہ ہو، سانپ بچھو درندوں والا راستہ ہو ایک آدمی اس راستہ کو اختیار کرتا ہے، دوسرا آدمی جو بہت مختصر اور شورٹ راستہ اختیار کرتا ہے، جیسے کہ بڑے دور کا سفر ہے لیکن پلین سے جاتا ہے کوئی تکلیف نہیں، یا اچھی ٹرین اور بس سے جاتا ہے۔ بہر حال یہ جو دوسرا آدمی ہے وہ بڑا آرام دہ اور مختصر راستہ اختیار کرتا ہے اور پہلا شخص پر خطر، سانپ بچھو والا لمبا راستہ اختیار کرتا ہے، ظاہری بات ہے کہ کوئی بھی عقل مند آدمی یہی کہیگا کہ جو مختصر اور سہولت و عافیت والا راستہ ہے وہی اختیار کرنا چاہئے۔ یہی حال ہر انسان کا ہے کہ ہر انسان کا رخ آخرت کی طرف ہے اور وہ آخرت کی طرف رواں دواں ہے۔ اب یہ انسان اس دنیا میں اللہ کی نافرمانی کرتا ہے، دیکھو گناہ تو ہر کسی سے ہو جاتے ہیں فرمایا "كُلُّكُمْ خَطَّاؤُونَ وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ"[2] کہ ہر ایک گنہگار ہے لیکن اچھا گنہگار اللہ کے یہاں وہ ہے جو کثرت سے توبہ کرنے والا ہوگا تو ایک راستہ تو یہ ہے کہ آدمی بغیر توبہ کے دنیا سے جائے۔ جن گناہوں میں مبتلا ہے ان گناہوں کو کرتا ہی رہتا ہے، کبھی توبہ نہیں کرتا ہے، اور کبھی رو کر

---

[1] عن ابی عبیدۃ بن عبد اللہ عن ابیہ قال قال رسول اللہ ﷺ التائب من الذنب کمن لا ذنب له (سنن ابن ماجہ ص ۳۱۳ ابواب الزھد باب ذکر التوبہ)

[2] عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ کل بنی آدم خطاء و خیر الخطائین التوابون (سنن ابن ماجہ ابواب الزھد باب الذکر توبہ ص ۳۱۳)

معاف نہیں کرواتا ہے، اب اسی حالت میں دنیا سے جائیگا تو ایمان کی برکت سے اسے جنت میں تو جانا ہے لیکن راستہ یہ اختیار کیا کہ توبہ کے ذریعہ اپنا حول سازگار نہیں کیا اسلئے اب قبر میں جانے کے بعد بھی عذاب کی شکلیں رہیں، حشر کے میدان میں بھی عذاب کی شکلیں اور اگر ان دونوں جگہوں کے عذاب سے بھی گناہ معاف نہیں ہوئے تو پھر اور آپریشن کے لئے جنرل اسپتال (Ganrel Hospitel) یعنی جہنم کے اندر ڈالا جائیگا، ایک لمبا اور تکلیفوں بھرا سفر طے کر کے آخر میں وہ جنت میں پہنچیگا، اور ایک بالمقابل ایک شخص ہے کہ اس سے گناہ تو ہوگئے لیکن اللہ سے رو رو کر معافی مانگ کر توبہ کر کے سب گناہوں کو معاف کروالیا اور اسی حالت میں دنیا سے گیا کہ اسکے ساتھ کوئی گناہ نہ رہا تو اب جیسے ہی وہ قبر میں جائیگا وہاں بھی راحت، حشر کے میدان میں بھی راحت اور جب حساب کتاب پورا ہوجائیگا سیدھا جنت میں چلا جائیگا۔

روزانہ رات میں صلوٰۃ التوبہ:

حکیم الامت حضرت تھانوی[1] فرماتے ہیں: کہ ہم لوگوں پر افسوس ہے کہ ہم گناہ کرنا تو نہیں چھوڑتے گناہ تو برابر کرتے رہتے ہیں لیکن توبہ کرنا چھوڑ دیتے ہیں، سارے بھائی! گناہ اگر چھوٹ نہیں رہے ہیں تو اسکا بھی اہتمام کرو کہ کم سے کم روزانہ سوتے وقت اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لیا کرو، توبہ کر لیا کرو کہ یا اللہ! فلاں فلاں گناہ ہوگئے ہیں معاف کر دے، آئندہ نہیں کروں گا، تو ہی ہمت اور طاقت دے کہ میں اپنے آپ کو گناہوں سے بچالوں۔ تو میرے بھائیو! اللہ کی رحمت کا دریا تو ہر وقت بہہ رہا ہے۔

---

[1] حضرت تھانوی کے حالات ص ۲۱۰ پر ملاحظہ ہو۔

حق تعالی کی رحمت کی شان:

جو انسان تھوڑا بھی متوجہ ہوتا ہے حق تعالی کی رحمت اسکی طرف متوجہ ہو جاتی ہے اسی لئے مولانا رومی فرماتے ہیں۔

باز آ باز آ ہر آن چہ ہستی باز آ، گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ۔

ایں درگہ ما درگہ ناامیدی نیست، صد بار اگر توبہ شکستی باز آ۔[1]

"کہ اے انسان! تو اپنے گناہوں سے باز آجا، اگر تو نے سو مرتبہ بھی توبہ توڑ دی ہے تو ایک مرتبہ اپنے گناہوں سے باز آجا، اگر تو نے کفر و شرک کر لیا جو کہ بڑے سے بڑا گناہ کیا ہے ایک مرتبہ اللہ کے دربار میں آکر توبہ کر لے، اسلئے کہ یہ دربار ناامیدی کا دربار نہیں ہے، سو مرتبہ توبہ توڑنے کے بعد بھی اگر کوئی آدمی سچے دل سے توبہ کر لے اللہ تعالی اسکی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔

خالق و مخلوق کی معافی میں فرق:

دنیا کا تو یہ حال ہے کہ ایک دفعہ باپ بیٹے کی غلطیوں کو معاف کریگا، دوسری دفعہ، تیسری دفعہ، چار یا پانچ مرتبہ معاف کریگا پھر گھر سے باہر نکال دیگا کہ تو گھر میں رہنے کے لائق نہیں ہے، کسی نوکر نے، کسی ملازم نے کوئی کوتاہی کی ہے تو ایک دفعہ آدمی برداشت کریگا، دو مرتبہ تین مرتبہ برداشت کریگا، دو چار دفعہ کے بعد اسکو نکال دیگا کہ تو رکھنے کے لائق نہیں، کبھی وہ اسکو معاف بھی نہیں کرتا ہے۔ لیکن میرے بھائیو! اللہ تعالی کتنے رحیم ہیں اور کتنے حلیم ہیں کہ اللہ تعالی بار بار بندوں کے گناہ کرنے پر بھی انکو معاف فرما دیتے ہیں، بلکہ اسکی معافی

---

[1] مولانا رومی کے حالات ص ۱۳۱ ۲۰۱ [illegible]

مانگنے پر اور حقیقی ندامت پر اور اسکے رونے پر اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں، بہر حال یہ سعادت کی بات ہے کہ انسان اپنے آپ کو رونے والوں میں سے بنائے، اور اگر دل سخت ہو جائے۔ آنسو کو رونا ہی نہ آئے، بالکل خشک رہ کر زندگی گذارے تو یہ شقاوت اور بدبختی کی علامت ہے۔

دل سخت ہو جائے تو فکر کی بات ہے:

ہمیں یہ سوچنا ہے کہ اپنے گناہوں پر ہمیں کبھی احساس یا ندامت بھی ہوتی ہے یا نہیں؟ یا ہم بالکل نڈر ہو کر اور جری ہو کر گناہوں میں مبتلا ہیں، ہمیں خیال بھی نہیں آتا کہ اللہ نے ہمیں حساب و کتاب دینا ہے۔ اگر دل ایسا سخت ہوتا جا رہا ہے، آنکھوں سے آنسو بھی نہیں بہتے تو ہمیں اسکی فکر ہونی چاہئے، اور اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہئے تاکہ دل میں رقت، نرمی اور رحمت کا مادہ پیدا ہو جائے تاکہ پھر رو رو کر ہم اللہ کو منالیں، اور اسکو راضی کر لیں۔

شقاوت کا سبب بری صحبت:

یہ آنکھوں کا خشک ہو جانا، دل کا سخت ہو جانا بدبختی کی علامت ہے، لیکن یہ کس وجہ سے پیدا ہوتی ہے؟ اسکے اسباب کیا ہیں؟ ویسے تو بہت سے اسباب ہیں لیکن موقع کی مناسبت اور ہمارے ماحول اور معاشرے کی نسبت سے دو چار اسباب عرض کئے جاتے ہیں۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ مرے ہوئے لوگ جو دنیا سے جا چکے ہیں ان میں بعض ایسے ہوتے ہیں کہ اگر ان کا ذکر کیا جائے اور انکا تذکرہ کیا جائے تو مردہ دل بھی زندہ ہو جاتے ہیں اور بعض زندہ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ انکے پاس آدمی جائے، انکی صحبت اختیار کرے، انکی مجلس میں بھی بیٹھے تو زندہ دل بھی مردہ ہو جاتے ہیں، انکے اس مقولہ کا مقصد یہ ہے کہ انسان کے دل میں زنگ، قساوت اور مردنی بری صحبتوں کی وجہ سے ہوتی ہے، علامہ

انسان کو یہ دیکھنا چاہئے کہ کس کو وہ اپنا دوست بنا رہا ہے؟ کس کے ساتھ اسکی نشست و برخاست ہے؟ کس کے ساتھ اسکی اٹھک بیٹھک ہے؟ اگر اھلِ دل لوگوں کے ساتھ تعلق ہوگا تو دل میں نور پیدا ہوگا، دل زندہ ہوگا، اور اگر فساق، فجار دنیا میں مست لوگ، خواہشات کے پیچھے لگے ہوئے لوگ، اور اللہ کو بھولے ہوئے لوگوں کے ساتھ تعلق ہوگا تو وہی اثر انسان کے دل میں آئیگا۔

اچھی صحبت کی ضرورت:

گویا کہ بری صحبت ایک ایسی چیز ہے جو دل میں خرابی پیدا کرتی ہے، دل میں مردنی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، اسکے برعکس اچھی صحبت، ان لوگوں کی صحبت جنکو اللہ کا تعلق نصیب ہے انکی صحبت میں رہنے سے انسان کی زندگی بدل جاتی ہے، انکی زندگیوں میں انقلاب پیدا ہو جاتا ہے، اسلئے ایسے لوگوں کو بھی جو بڑے بڑے علوم کے حامل ہیں ہزاروں، سیکڑوں کتابوں کا مطالعہ کئے ہوئے ہیں، انکو بھی کہتے ہیں کہ اہل اللہ کی صحبت اختیار کرو، محض کتابیں پڑھ لینے سے اصلاح نہیں ہوجاتی، بڑی بڑی کتابوں کی ورق گردانی سے بھی انسان کو اللہ کا صحیح تعلق نصیب نہیں ہوتا۔

مولانا رومیؒ کی زندگی میں انقلاب:

مولانا رومیؒ بھی خود بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں، انکی زندگی میں بھی انقلاب اہل اللہ کی صحبت سے آیا، ایک مرتبہ مولانا رومیؒ اپنے حلقۂ درس میں تشریف فرما ہیں چاروں طرف کتابوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے، اردگرد طلباء کا ہجوم ہے اتنے میں شیخ شمس تبریزؒ پرانی گدڑی اوڑھے ہوئے آئے اور مجلس کے کنارے پر آکر بیٹھ گئے، کسی نے انکی طرف توجہ نہیں کی،

انہوں نے مولانا رومیؒ سے سوال کیا کہ یہ کتابیں اور یہ مجمع یہ سب کیا ہے؟ مولانا رومیؒ یہ سمجھے کہ یہ کوئی دیہاتی ہے انکو اس سے کیا تعلق!؟ تو بڑی بے توجہی سے جواب دیا کہ یہ سب ایسی چیزیں ہیں جو آپکی سمجھ میں آنے والی نہیں، آپکی عقل کے باہر کی چیزیں ہیں۔ تو شمس تبریزؒ خاموش ہو گئے، تھوڑی دیر کے بعد مولانا رومی اپنی کسی ضرورت سے اٹھکر باہر گئے اسی اثناء میں شمس تبریزؒ نے ساری کتابیں اٹھا کر حوض میں ڈالدی۔ اس زمانہ میں آج کی طرح کتابیں چھپ کر نہیں آتی تھی، لوگ اپنے ہاتھوں سے بڑی محنت کے بعد اسے لکھتے تھے، ایک ایک کتاب کے لئے کتنے کتنے دن صرف ہو جاتے تھے مولانا رومیؒ تشریف لائے تو بہت غصہ ہوئے کہ یہ تم نے کیا کیا!؟ میری پوری زندگی کا سرمایا ختم کر دیا، آپنے یہ کیا حرکت کی!؟ میرے سارے علوم، سارا سرمایا ختم ہو گیا تو حضرت شمس تبریزؒ[1] نے فرمایا کہ غصہ ہونے کی ضرورت نہیں اور پھر ساری کتابیں حوض میں سے نکال کر سامنے رکھتے رہیں، جب کتابیں کھول کر دیکھی تو ایک حرف بھی مٹا نہیں تھا، سب کتابیں صحیح سالم اور خشک نظر آنے لگی، (حالانکہ سیاہی سے لکھی ہوئی کتاب پانی لگنے سے مٹ جاتی ہے) پھر بھی کتابیں صحیح سالم نظر آئی تو مولانا رومیؒ چونک گئے کہ یہ کیا ہے؟ تو پوچھا کہ یہ کیسے ہوا؟ تو حضرتؒ نے فرمایا کہ یہ تمہاری سمجھ میں آنے والا نہیں۔ مولانا رومیؒ نے جو انہیں جواب دیا تھا وہی جواب انہوں نے دیا۔ اب مولانا رومیؒ سمجھ گئے کہ یہ کوئی اللہ والے ہیں انکو حق تعالی نے میری اصلاح کے لئے بھیجا ہے، بس انکے قدموں میں گر گئے۔ پھر فرماتے ہیں،

---

[1] شمس الدین تبریزؒ کے حالات زندگی۔ حضرت شمس الدین تبریزی بابا کمال الدین جندیؒ کے مرید تھے اور مولانا جلال الدین رومیؒ کے شیخ تھے شمس تبریزی کے فیض سے مولانا رومیؒ قلیل مدت میں اتنے بلند مقام ولایت اور قوی نسبت مع اللہ سے مشرف ہوئے کہ سیکڑوں برس کے مجاہدات سے بھی وہ مقام نہیں ملتا تاریخ میں اصل نام حضرت محمد بن ملک داد تھا اور شیخ شمس الدین تبریزی آپکا لقب تھا اور یہ بھی منقول ہے کہ ۶۴۵ھ میں آپ کو حاسدین نے شہید کر دیا۔

مولوی ہرگز نشد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نشد

کہ مولانا رومی اس وقت تک کامل مولوی اور اللہ والے عالم نہ بنے جب تک کہ وہ شمس تبریز کے غلام نہ بنے۔ اہل اللہ کی صحبت سے انسان کے ذہن کی دنیا بدل جاتی ہے۔

مولانا رومی کا پیغام علماء کے نام:

اسلئے مولانا رومی علماء کو بھی خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ ”صد کتاب و صد ورق در نار کن، جان و دل را جانب دلدار کن“ فرمایا کہ سو کتاب اور سو ورق سب کچھ آگ میں ڈال دے، اور کسی صاحب دل کی خدمت میں جا کر دل وجان سے اسکے سامنے قربان ہو جا تب جا کر انسان میں اللہ کا خوف، اللہ کا تعلق، صحیح تقوی اور خشیت پیدا ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ

قال را بگذار مرد حال شد، پیش مرد کاملے پامال شد

کہ باتیں کرنا چھوڑ دے، صاحب حال بن جا، اور کسی کامل شخص کے قدموں میں جا کر اپنے آپکو غلام بنا لے۔ تو عرض کرنے کا منشاء یہ ہے کہ قساوت قلبی ناجوں اور اللہ سے غافل لوگوں کی صحبت سے پیدا ہوتی ہے۔

ہمارا معاشرہ:

آج کے معاشرہ میں خصوصا ہمارے نوجوانوں کا حال ہم دیکھتے ہیں کہ انکی دوستیاں اسکے تعلقات بس اسی کا شکار ہے، کوئی دوست کسی دوست کا خیر خواہ نہیں ہے، بہت کم نوجوان ایسے ہوتے ہیں جو اپنے ساتھیوں کو نماز کی طرف، قرآن کی طرف، اللہ کی طرف بلانے والے ہوں، ہر ایک کے اندر بس یہی جذبہ ہے کہ ایک برائی کے بجائے دوسری، دوسری برائی

کے بجائے تیسری، اور چھوٹی برائی کے بجے بڑی برائی کی طرف دعوت رواں، جہاں دیکھو وہاں بس نوجوانوں کا ایک مشغلہ ہوتا ہے اور خرافات میں مبتلا ہیں، گناہوں کی مجلسیں قائم ہیں ،انکی وجہ سے دن بدن دلوں پر زنگ چڑھتا جاتا ہے، اور دلوں کی حالت بدلتی جاتی ہے۔ نوجوانوں کا حال چھوڑیے، اب تو بوڑھے لوگ بھی کچھ کم نہیں ہے بہت سے بوڑھے تو ایسے ہیں کہ جو بیچارے جانے کی تیاری میں ہیں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ساٹھ سال کے بعد ایک ایک سال کی مہلت دیتا ہے، کہ جاؤ ایک سال اور جیئو، اور ستر سال ہوگئے تو ایک ایک دن کی مہلت دیتے ہے کہ اب دیکھو ابھی بھی سنبھل جاؤ۔

حضرت عمرؓ کو موت کا استحضار:

حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک آدمی کو مقرر کر رکھا تھا اور اسکو کہہ رکھا تھا کہ لوگوں نے مجھے خلیفہ بنا دیا ہے میں مسلمانوں کے امور میں مشغول رہتا ہوں اسلئے تھوڑے تھوڑے وقفہ سے مجھے موت کی یاد دلاتے رہو، چنانچہ بہت سالوں تک وہ شخص مقرر رہا اور وقتاً فوقتاً کہتا کہ حضرت یاد رکھئے موت آنے والی ہے حضرت متوجہ ہو جاتے اور موت کا دھیان کرتے، اللہ کا ذکر دل میں فوراً مستحضر ہو جاتا، کتنا یاد و استحضار رہتا؟ یہاں تک کہ جب بال سفید ہونے لگے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اب جاؤ تمہاری ضرورت نہیں ہے کہا حضرت! کیا اب موت کو یاد دلانے کی ضرورت نہیں ہے؟ فرمایا، یہ بال خود مجھے یاد دلا رہے ہیں کہ موت کا وقت قریب آچکا ہے اب تیرے یاد دلانے کی ضرورت نہیں ہے۔

گھڑیال موت کو یاد دلانے والی ہے:

بہت سی مرتبہ بیچارے لوگ کہتے ہیں کہ ابھی تو ذرا مزے کر لیں، جب بوڑھے ہو جائینگے تب

اللہ اللہ کرنے بیٹھ جائیے، لیکن ہوتا یہ ہے کہ بوڑھاپے میں کوئی اللہ اللہ کرنے بیٹھتا نہیں ہے، چبوترے پر بیٹھ کر ایران توران کی گپ شپ ہانکتے ہیں۔ اسلئے حضرت شیخ اکبر الہ بادی[۱] کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی، گردوں نے گھڑی عمر کی ایک اور گھٹادی

پہلے کے زمانہ میں پرانی گھڑی ہوتی تھی جس میں (پرانے گھروں میں آج بھی ہوگی) زور سے گھنٹہ بجتا ہے تو فرمایا کہ یہ تجھے تنبیہ کرتا ہے آواز دیتا ہے کہ تیری زندگی کا ایک گھنٹہ اور ختم ہو چکا ہے لوگ اپنے بچوں کی سال گرہ مناتے ہیں برتھ ڈے (BIRTH DAY) مناتے ہیں خوشی مناتے ہیں کہ ہمارا بچہ پانچ سال کا ہوگیا، ہمارا بچہ دس سال کا ہوگیا، یہ کوئی اسلامی طریقہ نہیں ہے لیکن ذرا سوچے بھی تو سہی، کہ یہ کوئی خوشی کا موقع تھوڑا ہے، بلکہ یہ تو غمی کا موقع ہے کہ اگر اس بچہ کی عمر اللہ نے ساٹھ سال کی رکھی ہے تو اس میں سے پانچ سال تو کم ہوگئے تو اس پر کیا خوشی منانے کی ضرورت ہے، بلکہ غم کرنے کی ضرورت ہے، لیکن لوگ ہے کہ بس بوڑھے ہوگئے پھر بھی اپنی برتھ ڈے (BIRTH DAY) مناتے ہیں، قبر میں لٹکے ہوئے ہیں اور انکی برتھ ڈے (BIRTH DAY) منائی جارہی ہے، لوگوں میں ایسی غفلت چھا گئی ہے کہ بس انکو پتہ ہی نہیں کہ موت آنے والی ہے۔

بہترین دوست، اور بدترین دوست:

بہر حال عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ یہ جو غلط صحبتیں ہیں انکی وجہ سے انسان کے

---

۱ اکبر الہ آبادی: اکبر مرحوم کی عمر میں خدا نے برکت دی اور انکی شاعری نے کئی رنگ بدلے، اکبر کے تین بڑے تھے ایک اوائل عمری سے دماغی امراض میں مبتلا ہے دوسرے عمری میں وفات پاگئے تیسرے سید عشرت حسین ہیں۔ کی تعلیم کے لئے اکبر نے ہندوستان کی کسی یونیورسٹی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انہیں انگلستان بھیجا اور کیمبرج میں تعلیم دلائی۔ یوم ولادت ۱۶ نومبر ۱۸۴۶ء وفات ۱۹۲۱ء۔

دلوں کے اندر ایسی سختی پیدا ہو جاتی ہے کہ اسے کبھی رونا نہیں آتا۔ ہمارے حضرت مفکر اسلام مولانا علی میاں ندوی کا ایک جملہ اسوقت یاد آیا (حضرت نے اپنی کتاب مختارات میں جو ہمارے مدارس میں پڑھائی جاتی ہے اس میں فرمایا) کہ "خیر الجلیس کتاب" کہ انسان کا بہترین دوست دینی کتاب ہے۔ لیکن آج ہمارے معاشرہ کا حال کیا ہو چکا ہے کہ ہر مسلمان کے ہاتھ میں اسکا موبائل (MOBILE) اسکا دوست ہے اب وہ موبائل کو لئے بیٹھا ہے، اس میں گانے سن رہا ہے، اس میں فلمیں دیکھ رہا ہے، فحش اور برہنہ پروگرام (PROGRAME) اس میں دیکھ رہا ہے، گھنٹوں اس میں صرف ہو رہے ہیں، انٹرنیٹ (INTERNET) پر، کمپیوٹر COMPUTER پر گھنٹوں پاس (PASS) ہو رہے ہیں کوئی احساس ہی نہیں ہے کہ یہ ہمارا وقت ضائع ہو رہا ہے۔

امام شافعیؒ کا ارشاد:

امام شافعیؒ[1] فرماتے ہیں کہ وقت ایک تلوار ہے تو اس سے جتنا کاٹنا ہو کاٹ لے، اگر تو نے اس سے نہیں کاٹا تو وہ تو تجھے ضرور کاٹ دیگا، یعنی تو وقت کی تلوار کو ہاتھ میں لے لے اور اسکو کام میں لا اسلئے کہ تو اس کو اپنے ہاتھ میں لیکر کام میں نہیں لائے گا تو یہ وقت تو گذر جائیگا، یہ تیرے لئے رکنے والا نہیں ہے، یہ ختم ہو جانے والا ہے، اور تجھے لمحہ بلحہ قبر سے قریب کرنے والا ہے اسلئے عربی کا مقولہ (کہاوت) ہے "اَلْوَقْتُ اَثْمَنُ مِنَ الذَّهَبِ" کہ وقت سونے سے بھی زیادہ قیمتی ہے، آج دنیا میں سونا سب سے قیمتی چیز سمجھی جاتی ہے، اور جسکے پاس سونا ہوتا ہے وہ دنیا کی ساری چیزیں خرید سکتا ہے، جو وقت کی قدر کرتا ہے وہ گویا اس وقت کو کام میں لیتا ہے، اور دنیا آخرت کے سب کام بننے کا مدار وقت کی قدر پر ہے۔

---

[1] حضرت امام شافعیؒ کے حالات ج ۱ ص ۲۰۲ پر ملاحظہ ہو۔

حضرت سفیان ثوریؒ کا افسوس:

حضرت سفیان ثوریؒ[1] ایک مرتبہ راستے سے جارہے تھے، کچھ نوجوان جمع ہو کر گپ شپ ہانک رہے تھے۔ حضرت نے دیکھ کر فرمایا کہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ان لوگوں کے پاس اتنا وقت بچا ہوا ہے اور یہ اسے ضائع کر رہے ہیں کاش کہ یہ کوئی خریدنے کی چیز ہوتی تو میں انکو کافی درہم و دینار دیکر ان سے یہ وقت خرید لیتا اسلئے کہ ہمارے پاس تو اتنے کام ہے کہ اسکے لئے وقت نہیں بچتا ہے، وقت کم پڑتا ہے، اور ان کے پاس وقت بچا ہوا ہے اور اسے ضائع کر رہے ہیں۔

کرکٹ دنیا کے عقلاء کے نزدیک:

تو آج ہمارا مشغلہ ہی صرف یہ ہو گیا ہے کہ پورا دن کھیلوں تماشوں میں اور فحش چیزوں کے دیکھنے میں ہم رات دن صرف کرتے ہیں، اور یہ کرکٹ جو ہمارا محبوب مشغلہ بنا ہوا ہے اسکے متعلق حضرت مفتی عبدالرحیمؒ نے فتاویٰ رحیمیہ میں اور مفتی تقی صاحب عثمانی مدظلہ نے بھی لکھا ہے کہ کرکٹ ان کھیلوں میں سے ایک ہے جس کا کھیلنا جائز نہیں ہے اسلئے کہ اس میں نہ دین کا کوئی فائدہ ہے اور نہ کوئی دنیا کا فائدہ۔ جرمنی کے اندر ہٹلرؔ کے زمانے میں ایک مرتبہ یہ کرکٹ میچ ہو رہا تھا تو جرمنی کے صدر ہٹلر کی صدارت میں یہ کھیل کھیلا گیا تھا بہت بڑا میچ تھا تو ہٹلر نے دیکھا کہ پورا دن لوگ کھیلتے رہے، شام کا وقت ہوا تو اسنے پوچھا کہ کیا ہوا؟ کہا کہ ابھی تو کچھ نہیں ہوا کوئی نتیجہ نہیں آیا تو اسنے پوچھا کہ پورا دن گذر گیا کوئی نتیجہ نہیں آیا؟ تو بتایا کہ کل پھر کھیل جاری ہوگا۔ کہا اچھا کل پھر کھیلیں گے۔ دوسرا دن بھی پورا گذر گیا تو پوچھا اب کیا ہوا؟

---

[1] حضرت سفیان ثوریؒ کی ولادت ۹۷ھ میں ہوئی اور وفات ۱۶۱ھ میں ہوئی۔
[illegible]

مسلمانوں کی جوانی کہاں سے کہاں:

اور آج ہمارے مسلمان نوجوان، جنکی جوانی کسی زمانہ میں دین کے لئے قربان ہوتی تھی، دین کی سربلندی کے لئے، دین کو پھیلانے میں، اللہ کے رسول ﷺ کے دین کی اشاعت کے لئے انکے اوقات صرف ہوتے تھے اور آج ان فضول کھیلوں میں ہمارے بچوں کے پورے پورے دن چلے جاتے ہیں اور کوئی انکو روکنے والا نہیں، کوئی انکو بولنے والا نہیں ہے، تو میرے بھائیو! یہ جو بری صحبتیں ہیں وہ ہلاکت میں ڈالنے والی ہے، دوست تو جاندار ہونا چاہئے لیکن آج تو ہمارا حال یہ ہے کہ ہماری دوستیاں بے جان چیزوں سے ہو چکی ہے اور بے جان چیزیں جاندار دوستوں سے بھی خطرناک ثابت ہو رہی ہیں۔ بہر حال دل کے سخت ہو جانے کا ایک سبب بری صحبت اور اللہ تعالیٰ سے غافل لوگوں کی صحبت ہے۔

شریعت پر کلام قساوت کا سبب ہے:

ایک دوسرا سبب بھی بتایا گیا ہے جسکی وجہ سے انسان کے دل میں سختی پیدا ہوتی ہے وہ شریعت کے سلسلہ میں جرأت متدانہ کلام، اسکا کیا مطلب ہے؟ مطلب یہ ہے کہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے احکام یہ تو ایسی شریعت ہے جو بالکل ہموار میدان کی طرح ہے جسکے اندر کوئی کجی نہیں ہے لیکن پھر بھی بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے احکام پر عمل تو نہیں کرتے اور ساتھ میں اسپر اشکال کرتے ہیں، اعتراض کرتے ہیں انکو احکام پر آبجیکشن (OBJECTION) ہوتا ہے کہ فلاں مفتی صاحب نے یہ حکم دیا اور فلاں عالم صاحب نے یہ مسئلہ بتلایا، اب لوگ کہتے ہیں کہ ان مولویوں کو کوئی دھندھا ہی نہیں ہے بس نئے نئے حکم نکالتے رہتے ہیں، پتہ نہیں انکو کیا ہو گیا ہے کہ فلاں چیز حرام، فلاں چیز حرام،

ارے ان مولویوں کو کچھ نہیں ہوا یہ تو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے حرام کیا ہے لیکن روز بروز نئی نئی شکلیں آتی ہیں تو یہ علماء اس پر غور وفکر کر کے بتلاتے ہیں کہ یہ جائز ہے اور یہ ناجائز ہے۔ تو فرمایا شریعت کے احکام پر جرأت مندی سے کوئی کلام کرنا اور اس پر اعتراض کرنا یہ بڑی سخت چیز ہے، انسان کے دل کو سخت تو کیا بعض دفعہ تو ایمان سے بھی خارج کر دیتی ہے، اسلئے ہمارے حضرات اکابر اس سلسلہ میں بڑے سخت تھے۔

شریعت پر اعتراض کرنے سے ایمان کے ضائع ہونے کا خطرہ:

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب[1] اور حضرت جی مولانا الیاس صاحب[2] اور بہت سے اکابرین بیٹھے ہوئے تھے کسی مسئلہ کے سلسلہ میں یہ بات آئی کہ فلاں مفتی صاحب نے اس مسئلہ میں یہ فتویٰ دیا ہے، تو اس مجلس میں بیٹھے ہوئے ایک بوڑھے صاحب نسبت بزرگ انکی زبان سے یہ لفظ نکل گیا کہ اب تو نئے نئے فتوے نکل رہے ہیں اور فلاں صاحب نے ایسا فتویٰ بھی دیدیا۔ مولانا الیاس صاحبؒ اور شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ[3] بھی غالبا تھے وہ

---

[1] حضرت مولانا زکریاؒ کے حالات ج اص ۱۴۳ پر ملاحظہ ہو۔

[2] حضرت جی مولانا الیاسؒ کے حالات ج اص ۲۷ پر ملاحظہ ہو۔

[3] حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ۔ شیخ طریقت، عارف باللہ، جانشین بڑے حضرت رائے پوری مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ پاکستان کے پنجاب میں تقریبا ۱۲۹۰ھ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کر کے بقیہ تعلیم دہلی، پانی پت، سہارنپور، رامپور اور بریلی میں حاصل کی اور حضرت مولانا نانوتویؒ کے شاگرد حضرت مولانا عبدالعلی میرٹھیؒ سے کتب حدیث پڑھی۔ فراغت کے بعد دس بارہ سال بریلی میں تدریسی خدمات انجام دی پھر والد بزرگوار کے ساتھ ارتحال پر تدریس چھوڑ دی، آپ بڑے حضرت رائے پوری حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کی خدمت میں رہ کر منازل سلوک طے کئے اور اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے۔ آپ سے ایک خلق کثیر نے کسب فیض کیا، بڑے بڑے علماء نے آپ سے اصلاحی تعلق قائم کیا ...... (اگلے صفحہ پر)

دیکھ رہے تھے کہ اتنے بڑے آدمی، بزرگ آدمی اور انہوں نے ایسا کہا۔ اس مجلس میں حضرت شیخ سب سے کم عمر تھے انہوں نے فوراً کہہ دیا کہ حضرت! آپ جلدی سے توبہ کیجئے ورنہ آپکا ایمان خطرے میں پڑ جائیگا، اتنے بڑے بزرگ کو بھی حضرت شیخ نے فوراً ٹوک دیا کہ شریعت کے کسی حکم پر اپنی زبان سے کوئی ایسا کلام مت کرو تو یہ چیز بھی ایسی ہے کہ انسان کے دل میں سختی پیدا کرتی ہے جسکی وجہ سے انسان کی آنکھیں خشک ہو جاتی ہے۔

تیسرا سبب لا یعنی کلام:

بہر حال حضرت عبد اللہ بن عمرؓ[1] کی ایک روایت سے ایک تیسرا سبب بھی قساوت کا معلوم ہو رہا ہے اور وہ ہے لایعنی اور فضول باتوں میں مشغول ہونا[2] جیسا کہ ابھی میں نے بتلایا کہ ہمارا دن رات کا مشغلہ ہی فضول باتیں بن گیا ہے اور اسکو کوئی گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا۔

(ماقبل صفحہ کا حاشیہ)... آپکا نمایاں کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے تقسیم ہند کے وقت مسلمانوں کے اکھڑے ہوئے قدموں کو جمایا اور بہت سے مسلمانوں کو ہجرت سے روکا۔ ۱۲ اگست ۱۹۶۲ء مطابق ۱۳۸۲ھ کو اپنے وطن میں وفات ہوئی۔ "رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ"۔

[1] عبد اللہ بن عمرؓ بڑے ہی متبع سنت و زہد و ورع کے پیکر حضرت عبد اللہ بن عمر بن خطاب قبیلۂ قریش میں سے ہیں وحی کی ابتداء سے ایک سال پہلے پیدا ہوئے اور اپنے والد کے ساتھ مکہ ہی میں اسلام لے آئے تھے، کم عمری کی وجہ سے بدر و احد میں باوجود شدید اشتیاق کے شریک نہ ہو سکے، البتہ غزوۂ خندق سے تمام غزوات میں شریک رہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک کی طرف دنیا مائل ہوئی سوائے عمر اور انکے بیٹے عبد اللہ کے۔ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمرؓ نے اپنی زندگی میں ایک ہزار سے زائد غلام آزاد کئے آپ مکثرین فی الروایۃ میں سے ہیں، آپکی روایت کی تعداد ۱۶۳۰ ہیں، ۷۳ھ میں عبد اللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے تین ماہ بعد وفات ہوئی اور مقام ذی طوی مہاجرین کے مقبرہ میں دفن ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورضی عنہ۔

[2] عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لا تکثر الکلام بغیر ذکر اللہ فإن کثرۃ الکلام بغیر ذکر قسوۃ للقلب وإن أبعد الناس من اللہ القلب القاسی (سنن ترمذی ابواب الزھد باب ماجاء فی حفظ اللسان ج ۲ ص ۶۶

حضرت امام ابو حنیفہؒ نے پانچ لاکھ احادیث میں سے پانچ احادیث کا انتخاب کیا ہے جو دین پر عمل کرنے کیلئے کافی ہے، ان پانچ احادیث میں سے ایک حدیث یہ بتلائی کہ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَالَا يَعْنِيهِ[1] کہ ''انسان کے لئے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی اور فضول باتوں کو چھوڑ دے'' زبان سے وہی بات نکالے جس میں دین کا یا دنیا کا فائدہ ہو، ایسی باتیں جس میں کوئی فائدہ نہ ہو اس سے انسان اپنی زبان پر کنٹرول کر لے، تو یہ اسکے اسلام کی خوبی ہے اور وہ سچا، پکا اور اچھا مسلمان ہے۔

گناہوں کی کثرت سے دل سخت ہو جاتا ہے:

اسی طرح دل کو سخت بنا دینے والا ایک سبب گناہوں کی کثرت ہے یہ بھی انسان کے دل میں سختی پیدا کرتا ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب انسان گناہ کرتا ہے تو اسکے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے اور جب وہ توبہ کرتا ہے تو وہ دھبہ دھل جاتا ہے، اور اگر توبہ نہیں کرتا اور گناہ کرتا رہتا ہے تو وہ دھبے بڑھتے ہی رہتے ہیں یہاں تک کہ اسکا پورا دل سیاہ ہو جاتا ہے پھر خیر کی کسی بات کا اسکے دل پر اثر نہیں ہوتا[2] اسلئے ہمیں بہت فکر کرنے کی ضرورت ہے کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ گناہ کرتے کرتے ہمارے دل قسی اور سیاہ ہو جائے کہ اس پر پھر کسی چیز کا اثر ہی نہ ہو۔ اسلئے میرے بھائیوں! اللہ کے سامنے اپنے گناہوں سے معافی کا اہتمام بھی ہونا چاہئے، برے ماحول سے بچنے کا بھی اہتمام ہونا

---

[1] عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ (سنن ترمذی باب ماجاء من تکلم بکلمۃ لیضحک الناس ج ۲ ص ۵۸)

[2] عن ابی ھریرۃ عن رسول اللہ ﷺ قال ان العبد اذا اخطأ خطیئۃ نکتت فی قلبہ نکتۃ سوداء فاذا ھو نزع واستغفر وتاب سقل قلبہ وان عاد زید فیھا حتی تعلوا قلبہ وھو الران الذی ذکر اللہ کلا بل ران علی قلوبھم ماکانوا یکسبون (سنن ترمذی ابواب التفسیر سورۃ ویل للمطففین ج ۲ ص ۱۷۱)

آپ پھر وہی نصیحت فرمارہے ہیں؟ تو فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ انسان کو جتنی بھی تکلیفیں پہونچتی ہیں زیادہ تر اپنے تعلق اور پہچان والوں سے ہی پہونچتی ہے تم اگر لوگوں کی تکلیف اور اذیتوں سے محفوظ رہنا چاہتے ہو تو لوگوں سے میل جول کم رکھو تو خود بخود تمہیں تکالیف سے نجات مل جائیگی۔ اس نصیحت کا سفیان بن عیینہؒ پر اتنا اثر ہوا کہ انہوں نے اپنے دروازہ پر چند اشعار لکھ کر لگا دئے تھے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ "اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رحم کرے جو ہمارے پاس ملنے نہ آوے" یعنی مطلب یہ ہے کہ لوگوں سے ایسے تعلقات اور پھر وقت ضائع کرنا، برباد کرنا گناہوں کا مجموعہ ہو جاتا ہے۔ اس سے اللہ والے لوگ ڈرتے تھے کہ کہیں لوگوں کے میل جول سے ہمارے دل کی دنیا خراب نہ ہو جائے۔ بہر حال یہ ایک چیز ہے جو ہمارے معاشرہ میں کثرت سے پھیلی ہوئی ہے اور اس سے بہت سارے گناہ وجود میں آتے ہیں، اسلئے خاص اسکا ذکر کیا گیا کیونکہ انسان کے دل میں سختی اور قساوت پیدا ہو جاتی ہے تو پھر اسکی آنکھیں جامد اور خشک ہو جاتی ہیں اور دل کے سخت ہو جانے کے اسباب بھی مختصر طور پر عرض کردئے۔

قساوت کا علاج اور اہلِ دل کی صحبت:

اب اگر کسی کا دل سخت ہو چکا ہے، اور وہ چاہتا ہے کہ میرے دل سے سختی ختم ہو اور میرا دل منور ہو جائے، دل میں سیاہی نہ رہے، اللہ کے سامنے رونے والے بن جاوے تو اسکے علاج کے طور پر ایک بات تو اہل اللہ کی صحبت بتلائی کہ دلوں کی سختی اہل اللہ کی صحبت سے ختم ہوتی ہے۔

قرآن پاک کی تلاوت کرو گے اور ذکر اللہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ آسمانوں میں تمہارا تذکرہ فرمائینگے۔ آج کسی انسان کی معمولی سے وزیر کی ملاقات گفت وشنید ہو جاتی ہے تو پھولے نہیں سماتا کہ دیکھو کہ فلاں منسٹر سے فلاں وزیر سے میری بات چیت ہوئی تو یہاں اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْنَ کا کلام پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکا تذکرہ وہاں فرماتے ہیں کہ دیکھو فلاں آدمی میرا ذکر کر رہا ہے اور فرشتوں کی مجلس میں تذکرہ کرتے ہیں یہ کتنی بڑی سعادت مندی کی بات ہے حق تو یہ تھا کہ ہم اپنی ناپاک زبانوں سے اللہ کا نام لینے کے بھی حقدار نہ ہو ہم اپنی زبان سے کتنے گناہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں تو اجازت بھی نہیں ہونی چاہیئے تھی کہ ہم قرآن پاک پڑھیں اور اسکا ذکر کریں لیکن اللہ تعالیٰ کتنے کریم ہیں کہ انہوں نے ہمیں قرآن کریم کی تلاوت کا اور اپنے ذکر کا حکم دیا کہ کثرت سے میرا ذکر کرو اُذْکُرُوْا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا (سورۃ احزاب آیت ۴۱ پ ۲۲) کہ کثرت سے میرا ذکر کرو۔ اسی لئے کسی نے کہا

ھزار بار بشویم دھن زمشک وگلاب

ھنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ھست

کہ ہزار بار بھی میں اپنا منہ مشک وعنبر سے دھولوں تب بھی تیرا پاک نام لینا میرے لئے بے ادبی ہے کہ اللہ کا نام تو اتنا مقدس ہے اپنی زبان پر لیتے ہوئے بھی ہمیں ڈر ہونا چاہیئے، کہ ہم اپنی زبانوں سے کتنے گناہ کرتے ہیں اور پھر اللہ کے کلام کی تلاوت کریں اور اللہ کا ذکر ہم اسی زبان سے کریں؟ لیکن اللہ کا فضل ہے کہ اس نے ہمیں اسکا حکم دیا ہے کہ چاہے تم کیسے بھی ہو لیکن میرے ہو واسطے میرا نام لیتے رہو اور خوب کثرت سے لیتے رہو اور اتنا میرا نام لیتے رہو کہ لوگ تمہیں پاگل کہنے لگے، اسلئے میرے بھائیوں! کثرتِ ذکر اور تلاوت کا ایک

تو کہ دیہ ہے کہ اللہ کے یہاں تذکرہ ہوگا۔

ذکر و تلاوت دل کو منور بناتے ہیں:

کثرت ذکر و تلاوت کا دوسرا فائدہ یہاں دنیا میں یہ ہوگا کہ **وَنُوْرٌ لَکَ فِی الْاَرْضِ** کہ زمین کے اندر اللہ تعالیٰ تیرے لئے نور پیدا فرمائیں گے، دلوں کو منور بنادیں گے اور یہ نور کیا چیز ہے؟ جس شخص کو نور عطا ہوگیا سب کچھ عطا ہوگیا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعاؤں میں اسے کثرت سے مانگا "**اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا**" اے اللہ میری نگاہ میں نور عطا فرما، "**اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا**" اے اللہ میرے کانوں میں نور عطا فرما، "**اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا**" اے اللہ میرے دل میں نور عطا فرما، "**اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ عَظْمِیْ نُوْرًا**" اے اللہ میری ہڈیوں میں نور عطا فرما، "**اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ مُخِّیْ نُوْرًا**" اے اللہ میرے مغز میں نور عطا فرما، "**اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ عَصَبِیْ نُوْرًا**" اے اللہ میرے پٹھوں میں نور عطا فرما، "**اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ نَفْسِیْ نُوْرًا**" اے اللہ میرے نفس میں نور عطا فرما، "**اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیْ نُوْرًا**" اے اللہ مجھے نوری نور بنا دے[1] اتنا نور اللہ سے مانگا اب یہ نور کہاں سے آئیگا؟ تو فرمایا کہ خوب اللہ کے کلام کی تلاوت کرو،

---

[1] عن ابن عباسؓ قال بت عند میمونة فقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاتی حاجتہ فغسل وجهه ویدیه ثم نام ثم قام فاتی القربة فاطلق شناقها ثم توضأ وضوءً بین وضوئین لم یکثر وقد ابلغ فصلی فقمت فتمطیت کراهیة ان یری انی کنت اتقیه فتوضأت فقام یصلی فقمت عن یساره فاخذ باذنی فادارنی عن یمینه فتتامت صلوته ثلث عشرة رکعة ثم اضطجع فنام حتی نفخ وکان اذا نام نفخ فآذنه بلال بالصلوٰة فصلی ولم یتوضأ وکان فی دعائه اللّٰهم اجعل فی قلبی نورًا وفی بصری نورًا وفی سمعی نورًا وعن یمینی نورًا وعن یساری نورًا وفوقی نورًا وتحتی نورًا وامامی نورًا وخلفی نورًا واجعل لی نورًا قال کریب وسبع فی التابوت فلقیت رجلا من ولد العباس فحدثنی بهن فذکر عصبی ولحمی ودمی وشعری وبشری وذکر خصلتین (بخاری شریف ج ۲ ص ۹۳۴-۹۳۵)

ذکر کرو تو منور ہو جاؤ گے۔

بہترین مثال:

ایک آدمی کسی راستہ پر چلنا چاہتا ہے اسکو معلوم بھی ہے کہ یہی راستہ ہے لیکن راستہ بالکل تاریک اور اندھیرا ہے، ادھر بھی گڑھے ہیں اُدھر بھی گڑھے ہیں اور چاروں طرف کانٹے دار درخت ہیں ظاہر بات ہے کہ بغیر روشنی کے اگر وہ چلیگا تو کبھی وہ اس گڑھے میں گریگا، کبھی اُس گڑھے میں گریگا، اسی طریقہ پر اگر انسان کے پاس علم بھی ہے، معلومات بھی ہے لیکن اللہ کی طرف سے دیا ہوا نور نہ ہو تو وہ سیدھے راستہ پر چل نہیں سکتا، اگر کثرت تلاوت اور ذکر سے دل منور ہو گیا تو اب حال یہ ہوگا کہ راستہ تو اسے معلوم ہی تھا اب ہاتھ میں ٹارچ آگئی، سیدھا راستہ وہ دیکھتا جارہا ہے اور پرخار وادیاں بھی ہیں، گڑھے بھی ہیں لیکن اس روشنی کی برکت سے اور اسکے فیض سے سیدھا ہی چلتا جارہا ہے کسی گڑھے میں گرتا بھی نہیں ہے اور کوئی کانٹا بھی اسے تکلیف نہیں پہنچاتا ہے، اسی طرح انسان کے پاس چاہے معلومات بھی ہو لیکن اللہ کے ذکر و تلاوت کا اہتمام نہ ہو تو دل تاریک ہو جاتا ہے اور اسکی بنا پر بار بار گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، کبھی چھوٹے گناہوں میں کبھی بڑے گناہوں میں، کبھی مکروہات تو کبھی حرام میں پڑ جاتا ہے، اور اگر اللہ کے ذکر سے اپنے دل کو منور کر لیگا تو سیدھا چلتا رہیگا، کوئی حکم بھی اس سے زیادہ تر چھوٹنے نہ پائیگا، اور گناہوں میں بھی مبتلا نہیں ہوگا، معمولی لغزشیں ہوں گی تو توبہ و استغفار سے وہ بھی معاف ہو جائیگی، اسلئے اپنے دل کی سختی دور کرنے کے لئے اور دل میں نور پیدا کرنے کے لئے کہ جسکے نتیجہ میں دل میں رقت اور رحمت آجائے، آنکھوں سے بھی آنسو بہنے لگے، کثرت ذکر اور کثرت تلاوت کا اہتمام ہونا چاہئے۔

ذکر کا مقصد ایک مثال سے:

اب یہ ذکر کیا چیز ہے؟ ذکر کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا دھیان ہر وقت اللہ کی طرف لگا رہے۔ پہلے زمانہ میں تو پانی کی ایسی بڑی بڑی ٹنکیاں نہیں ہوتی تھی تو ہماری مائیں، بہنیں کنوؤں سے یا نہر سے پانی مٹکوں میں بھر بھر کر لاتی تھی ابھی بھی بعض چھوٹے گاؤں میں ہوگا، دس بارہ عورتیں ساتھ چل رہی ہیں، ایک مٹکا بغل میں رکھا ہوا ہے دو دو تین تین سر پر رکھے ہوئے ہیں اور آپس میں بات چیت کرتی ہوئی ہنسی مزاق کرتی ہوئی اپنے گھر تک پہنچ جاتی ہے سر کے اوپر جو مٹکے ہوتے ہیں انہیں ہاتھ بھی نہیں لگاتی کہ ایک ہاتھ میں تو مٹکا ہے اور دوسرا ہاتھ ہلا کر چل رہی ہے باتیں بھی ہو رہی ہیں، لیکن مٹکا گرتا نہیں ہے۔ کیا وجہ ہے اسکی؟ وجہ اسکی یہی ہے کہ وہ سب باتوں میں مشغول ہیں، ہنسی مزاق بھی کر رہی ہیں، سہیلیوں کے ساتھ جا رہی ہیں لیکن انکے دل کی پوری توجہ مٹکے کی طرف ہیں، اسکا پورا دھیان مٹکے کی طرف ہے کہ گردن ذرا ہلنے نہ پائے ورنہ مٹکا گر جائیگا۔ فرمایا یہی حال انسان کا دنیا میں رہتے ہوئے ہونا چاہئے، ہر وقت اللہ کا دھیان رہے کہ اللہ مجھے دیکھ رہے ہیں، اصل ذکر تو یہی ہے کہ انسان کو اللہ تعالی کا دھیان نصیب ہو جائے

تصوف کا خلاصہ دو لفظ:

حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ پورے تصوف کا خلاصہ دو لفظ ہیں دھیان، اور دھن۔ کہ اللہ تعالی کا دھیان نصیب ہو جائے اور اللہ کو راضی کرنے کی دھن پیدا ہو جائے۔ فرمایا کہ ان دو لفظوں میں ہی پورے تصوف کا خلاصہ ہے۔ بول دینا تو بہت آسان ہے لیکن پوری زندگی پاپڑ بیلے تب بھی یہ دو باتیں بمشکل سے حاصل ہو سکتی ہیں، اللہ تعالی حقیقت

میں ہمیں اپنا صحیح تعلق اور معرفت نصیب فرمائیں۔

لمبی لمبی امیدیں:

خطبے میں جو حدیث پڑھی تھی اس میں حضور ﷺ نے شقاوت اور بدبختی کی دوسری دو چیزیں بھی بتلائی ہیں (۱) طُوْلُ الأمل لمبی لمبی امیدیں (۲) والحرص علی الدنیا، دنیا کی حرص۔ انسان کو معلوم ہے کہ اسکی عمر ساٹھ ستر سال ہے اسکے بعد طبعی موت تو آنی ہی ہے، اور سو کے اندر تو جانا ہی جانا ہے اسکے باوجود امیدیں اتنی باندھی ہوئی ہیں کہ جیسے ہمیشہ رہنے والا ہو، کبھی اسکو اس دنیا سے جانا ہی نہ ہو اور پھر اس دنیا کی حرص اور لالچ کی وجہ سے ہر وقت حلال، حرام جس طرح بھی کمانا چاہتا ہے کماتا ہے اسے کوئی فکر ہی نہیں فرمایا کہ یہ لمبی لمبی آرزوئیں اور دنیا کی حرص انسان کے دل میں سختی پیدا کرتی ہے۔

موت کی یاد سے لمبی تمنائیں ختم ہوتی ہے:

اسلئے یہ دو چیزیں کہ انسان کی آرزوئیں کم ہو اور اسکی حرص کم ہو یہ کس سے پیدا ہوگا؟ تو فرمایا موت کے دھیان سے، جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے "اَکْثِرُوْا ذِکْرَ ھَاذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ"[1] لذتوں کو توڑنے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کرو۔ یعنی یہ دھیان رہے کہ موت آنے والی ہے تو اس دھیان کی وجہ سے انسان یہ سوچیگا کہ مرنا ہے تو پھر کیوں خواہ مخواہ امیدیں کروں، اور زیادہ حرص کروں، جب انسان بار بار موت کا مراقبہ کریگا تو انشاء اللہ اسکے دل میں آرزوئیں بھی کم ہونگی، اور اسکی حرص بھی کم ہوتی جائیگی۔

---

[1] عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اکثروا ذکر ھاذم اللذات الموت (سنن ترمذی ابواب الزھد باب ماجاء فی ذکر الموت ج ۲ ص ۷۵)

خواجہ صاحب[۱] کے اشعار موت کے متعلق:

جہاں میں ہیں عبرت کے ہر سو نمونے
مگر تجھکو اندھا کیا رنگ و بو نے

کبھی غور سے بھی یہ دیکھا ہے تو نے
جو آباد تھے وہ محل اب ہیں سونے

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

ملے خاک میں اہلِ شاں کیسے کیسے
اور مکیں ہو گئے لامکاں کیسے کیسے

ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے
اور زمیں کھا گئی نوجواں کیسے کیسے

موت کا استحضار:

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اے نوجوان! تو زمین پر فخر اور تکبر کے ساتھ قدم کو جنبش کرکے چلتا ہے تجھے کیا معلوم بازار میں تیرا کفن بکنے آچکا ہے، تھوڑی دیر میں لوگ اسکا کفن خریدنے جاتے ہیں اسلئے حضرت شیخ فرماتے تھے کہ میں تو اپنے متعلقین کو کہا کرتا ہوں کہ دل سے موت کو یاد کرتے رہو، اور کثرت سے درود شریف کا اہتمام کرتے رہو تو تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ تو جتنا زیادہ موت کا استحضار رہوگا اور خیال ہوگا اتنا انسان اللہ کی طرف جڑا ہوا رہیگا اور دنیا سے وہ بے رغبتی اختیار کرتا ہوگا۔

---

[۱] خواجہ معین الدین چشتی کے حالاتِ زندگی: آپکی ولادت و وفات کی تاریخ کے بارے میں مختلف اقوال ہیں راجح قول کے مطابق آپکی ولادت ۵۳۷ھ میں ہوئی آپ ہندوستان میں سلسلۂ چشتیہ کے بانی اور بزرگ مشائخ کے پیشوا تھے۔ ۲۰ سال تک آپ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کی خدمت میں رہے ۲۰ سال کے بعد آپکو حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ نے خلافت سے نوازا، اور اپنے پیر و مرشد کے مشورہ سے آپ اجمیر (ہندوستان) آئے اور عبادتِ الٰہی میں مشغول ہو گئے لوگوں کا کہنا ہے کہ خواجہ صاحب کی وفات کے بعد آپکی پیشانی پر یہ لکھا ہوا تھا "حبیب اللہ مات فی حب اللہ" اللہ کا حبیب اللہ کی محبت میں چل بسا، آپکی وفات راجح قول کے مطابق ۶۳۳ھ میں ہوئی۔

اللہ کے بندوں کا دنیا سے معاملہ:

اسی لئے اللہ کے بندے ایسے ہی ہوتے ہیں کہ انہوں نے دنیا کے متعلق یہ یقین کرلیا ہوتا ہے کہ یہ دنیا تو بالکل بے وفا ہے، ضرورت کے مطابق ضرور ہمیں اس میں رہنا چاہئے، کھانا، کپڑا، مکان اپنی ضروریات کو پوری کرنی چاہئے لیکن اللہ کے احکام کو مقدم رکھتے ہوئے۔ یہ ساری چیزیں اللہ کے احکام کے تابع ہیں یہ ہمارا اصل مقصد ہے مولانا جامی[1] فرماتے ہیں کہ۔

إِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا فُطُنَا
طَلَّقُوا الدُّنْيَا وَخَافُوا الْفِتَنَا
نَظَرُوْا فِيْهَا فَلَمَّا عَلِمُوْا
أَنَّهَا لَيْسَتْ لِحَيٍّ وَطَنَا

---

[1] ملا جامیؒ کے احوال: کنیت ابوالبرکات، لقب عمادالدین، مشہور لقب نورالدین، تخلص جامی، نام عبدالرحمٰن بن احمد بن محمد، سلسلۂ نسب امام محمد شیبانی تک پہونچتا ہے۔ (آپ کے والد محترم اصفہان کے محلہ دشت کے باشندہ تھے کسی حادثہ سے جام منتقل ہو گئے جو خراسان کا ایک قصبہ ہے) یہیں آپ ۲۳ شعبان ۸۱۷ھ میں پیدا ہوئے، آپ نے صرف ونحو کی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی، پھر میر سید شریف کے تلمیذ خواجہ علی سمرقندی سے اور علامہ تفتازانی کے تلمیذ شہاب الدین محمد سے علم معقول ومنقول میں کمال حاصل کیا، پھر سمرقند گئے اور قاضی موسیٰ رومی کے حلقۂ درس میں داخل ہوئے، اول ملاقات ہی میں ان سے مباحثہ ہوگیا اور آپ ہی غالب رہے۔ علوم ظاہرہ کے بعد تصوف وسلوک کی تعلیم کے لئے سمرقند وخراسان خواجہ عبید اللہ احرار نقشبندی کی خدمت میں گئے اور ان کے فیوض وبرکات سے روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے۔ (۸۷۷ھ میں زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے) آپ کی کل تصنیفات ۵۴ ہیں، جامی کے حروف کا عدد ہے، اس کو آپ کی کرامات کہا گیا ہے۔ آپ بہترین شاعر بھی تھے۔ کافیہ کی نہایت ہی اعلیٰ وارفع شرح اپنے لڑکے ضیاء الدین یوسف کے لئے "الفوائد الضیائیہ" لکھی جو شرح جامی سے مشہور ہے، آپ کی وفات ۱۸ محرم الحرام ۸۹۸ھ مطابق ۱۴۹۲ء بروز جمعہ ہرات میں ہوئی، اور وہیں مدفون ہوئے، ومن دخلہ کان آمنا سے تاریخ وفات نکلتی ہے، جب طائفہ آرد بیلیہ کی بغاوت خراسان میں ہوئی تو آپ کے لڑکے ضیاء الدین یوسف نے قبر سے نعش نکال کر دوسری جگہ دفن کر دیا۔

جعلوها لجة واتخذوا
صالح الاعمال فيها سفنا

اللہ کے بہت سارے نیک بندے جو حقیقت میں ذہین اور ہوشیار ہیں انہوں نے دنیا کو طلاق دیدی اور اس سے منہ موڑ لیا، انہوں نے دنیا کے اندر غور وفکر کیا کہ یہ دنیا تو کسی زندہ انسان کا وطن نہیں ہے، دنیا تو موجیں مارتا ہوا سمندر ہے، انکی موجوں سے وہی آدمی بچ سکتا ہے جو کسی کشتی میں سوار ہو جائے، چنانچہ ان نیک بندوں نے اپنے آپ کو نیکیوں اور اچھے اعمال کی کشتی میں سوار کر لیا۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ یہ عقلمند لوگ ہیں یہ دنیا میں غافل نہیں ہوئے دنیا میں بھی رہے لیکن اللہ تعالیٰ سے انکا تعلق مضبوط اور قوی رہا۔ دنیا کے مال و دولت دنیا کی لذت دنیا کے بہکاوے انکو اللہ سے غافل نہیں کر سکے۔

دنیا میں واٹر پروف گھڑی کی طرح رہو:

انکی مثال ایسی ہے جیسے واٹر پروف گھڑی ہوتی ہے کہ پانی میں بھی رہتی ہے اور چاروں طرف پانی ہوتا ہے لیکن پھر بھی پانی اندر نہیں جا سکتا، اسلئے اسکو واٹر پروف کہتے ہیں اسی طرح انکا دل ہوتا ہے کہ چاروں طرف دنیا کی رونقیں ہوتی ہیں اور نعمتیں نظر آتی ہیں لیکن انکا دل اللہ سے لگا ہوا ہے اور دل کے اندر دنیا جا ہی نہیں پاتی ہے، انکا تعلق تو اللہ ہی سے ہے اللہ سے انکا تعلق مضبوط کئے ہوئے ہیں۔

خلاصۂ کلام:

بہرحال آج کی ہماری اس مجلس کا خلاصہ یہی ہے کہ ہمیں اپنی غفلتوں کو چھوڑنا چاہئے، بار بار اپنے گناہوں پر توبہ و استغفار کا اہتمام ہونا چاہئے، اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کا

حسن تأثر

نتیجہ فکر: ولی اللہ ولی ، قاسمی بستوی

بر کتاب مستطاب ضرب کلیم

افادات: جناب حضرت مولانا مفتی کلیم صاحب لوہاروی

استاذ مدرسہ اشرفیہ راندیر ، سورت ، گجرات

عالم و فاضل ، مقرر ہیں ، یہ مولانا کلیم	اشرفیہ راندیر سورت کے ہیں استاذ قدیم
یہ مدرس بہتریں ہیں ، اور ہیں اچھے خطیب	زندۂ جاوید ان کا ہے نشاں "ضرب کلیم"
اس میں پوشیدہ جو ہرے ہیں قیمتی لعل و گہر	پڑھنے والوں کو سکھاتی ہے ، خطابت کا ہنر
اس کو پڑھ کر سیکھنا چاہے خطابت کا جو فن	وہ خطابت کے جہاں میں پائے گا فتح و ظفر
ان کا تقریر و خطابت کا عجب انداز ہے	مثنوی پڑھتے ہیں ، رومی کا سی سوز بیاں ہے
ہر سرا تیغ جب آتا ہے چھا جاتا ہے یہ	یہ خطابت کے جہاں میں ، یکۃ و ممتاز ہے
جذب و مستی میں پڑھا کرتا ہے جب اشعار یہ	ہر سرا جا اس ہو جاتا ہے گوہر بار یہ
یہ بیاں کرتا ہے تقریروں میں علمی نکات	اور شعروں کی جھڑی کر دیتا ہے گہربار یہ
اے ولی ضرب کلیم ، اک ہے کتاب مستطاب	جو خطابت کے جہاں میں ہو گئی ہے لاجواب
کامیاب اس کے مرتب ہیں یہی مفتی کلیم	ہو رہی ہے جن کی ہر تقریر علمی با صواب

شخصیات

(جن کا اس کتاب میں ذکر آیا ہے)

صفحہ نمبر ۲۴۳ کے مضمون (نماز دین کا ستون ہے) کا استدراک:

۲۴۳: پر ایک حدیث نقل کی گئی ہے " الصلوۃ عماد الدین الخ" نقل کی گئی ہے حالانکہ حدیث شریف کا جز فقط (نماز دین کا ستون) ہے، بیہقی فی شعب الایمان ج ۳ ص ۳۵۔ اور بعض فقہاء کرام نے اس سے آگے یہ جملہ بھی بڑھایا کہ جس نے اسے قائم کیا اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے اسے ضائع کیا اس نے دین کو ضائع کر دیا۔

(کشف الخفاء ج ۲ ص ۳۸۔ بحوالہ کتاب المسائل ج ۱ ص ۲۳۲)

صفحہ نمبر ۳۰۸ (خواجہ صاحب کے اشعار موت کے متعلق) کا استدراک:

یہاں حاشیہ میں خواجہ معین الدین چشتی کے حالات زندگی مختصر تحریر کر دیے گئے ہیں، حالانکہ یہاں خواجہ صاحب سے مراد خواجہ عزیز الحسن مجذوب مراد ہے، جن کے حالات "جواہر علمیہ" ج ۱ میں ملاحظہ ہو۔

وذکر فان الذکری تنفع المؤمنین

سلسلۂ مواعظ

جواہر علمیہ

(المعروف بہ "ضرب کلیم")

(جلد ثالث)

از

افادات

حضرت مولانا مفتی محمد کلیم صاحب لوہاروی مدظلہ العالی

(استاذ الحدیث والافتاء دار العلوم اشرفیہ راندیر)

{کمپوزنگ ومرتب}

مفتی عبد الحی محمد عثمان ہاوڑتی آبادی

(فاضل مدرسہ دار العلوم اشرفیہ راندیر سورت)

تفصیلات کتاب ہٰذا

نام کتاب ـــــــــــــ جواہر علمیہ معروف بہ ضرب کلیم (جلد ثالث)

مؤلف ـــــــــــــ حضرت مولانا مفتی کلیم صاحب لوہاروی

تعداد ـــــــــــــ ۱۰۰۰ (ایک ہزار)

طباعت ـــــــــــــ پہلا ایڈیشن

طابع ـــــــــــــ ھدایت آرٹ، ہنگرا مپورہ، سورت

کمپوزنگ ـــــــــــــ اقصیٰ آرٹ۔

کتابت سیٹنگ ـــــــــــــ اقصیٰ آرٹ (عبد القیوم اورنگ آبادی 7383919819)

ناشر ـــــــــــــ مکتبہ عزیزیہ، آملی پورا اسٹریٹ، راندیر، سورت

☆ ملنے کے پتے ☆

مکتبہ عزیزیہ (آملی پورا اسٹریٹ، راندیر، سورت)	09824757991
مدرسہ فیضان سبحانی (رامپورہ، سورت)	09825267335
مولوی عبد اللہ تکروڈ ھروی (ظہور پورہ، جامع مسجد کے سامنے، گودھرا)	09714168841
مفتی عبد القیوم اورنگ آبادی۔ (بابر کالونی کٹ کٹ گیٹ اورنگ آباد	GJ.7383919819
عبد الرشید (...)	MH9860172337
مکتبۂ اقصیٰ سورت گجرات	GJ.7383919819

مضامین

تفصیلی فہرست

محرم اور اس کی خرافات

تقریظ وکلمات تبریک

ازحضرت الاستاذ مولانا مفتی یعقوب اشرف صاحب دامت برکاتہم العالیہ
(خلیفہ ومجاز حضرت محی السنۃ شاہ ابرار الحق ہردوئیؒ ومہتمم دارالعلوم اشرفیہ راندیر وشیخ الحدیث مدرسہ صوفی باغ، سورت)

باسمہ تعالیٰ

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم، اَمّا بعد!

عزیزم مولوی مفتی محمد کلیم لوہاروی ۱۹۸۰ء میں بچپن کی عمر میں دارالعلوم اشرفیہ میں پڑھنے کے لئے آئے، خوب محنت سے پڑھے اور ماشاء اللہ ہر درجہ میں اچھے نمبرات سے کامیاب ہو کر فارغ ہوئے۔ پھر جامعہ ڈابھیل سے افتاء کر کے یہاں دارالعلوم اشرفیہ میں پہلے ابتدائی اور متوسط کتابیں بڑی محنت سے پڑھائیں۔ اب علیائی اور احادیث کی کتابیں بھی ماشاء اللہ بحسن وخوبی پڑھا رہے ہیں۔ اور جب سے پڑھانے بیٹھے ہیں فتاویٰ نویسی میں بھی مشغول ہیں مختلف ابواب کے اردو، گجراتی میں بڑے چھوٹے کافی فتاویٰ لکھ چکے ہیں اور ابھی بھی لکھ رہے ہیں۔ طلباء میں بھی ان کے لئے بڑی محبت وچاہت ہے۔

درس وتدریس مشغلہ کے ساتھ قرب وجوار کی مساجد ومدارس میں اور دور ودراز کے اسفار میں بھی بذریعہ وعظ وارشاد اصلاح امت کے اہم کام میں لگے ہوئے ہیں۔

دراصل وعظ وارشاد کا یہ سلسلہ قدیم سے ہے، ہمارے بزرگوں سے چلا آرہا ہے۔ ہمارے بعض بزرگوں نے تو اس سے بڑے اہم اہم کام لئے ہیں۔ ہماری گجراتی میں جو مولوی

وعظ نہ کہتا ہو اس کو کہتے ہیں کہ **આ મોલ્વી ગુજરો છે.** (یہ مولوی ہو گیا ہے)

اور ان مواعظ کا سلسلہ بھی بزرگوں سے چلا آرہا ہے۔ اس دور میں اس طرح کے مواعظ کی اشاعت کا سلسلہ زیادہ ہو گیا ہے۔ اسی سلسلہ کی ایک شاندار کڑی عزیزم مولوی مفتی محمد کلیم نوباروی کے مواعظ ہیں جو "ضرب کلیم" کے نام سے شائع ہو رہے ہیں۔

دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان مواعظ کو عزیزم کے لئے اور تمام قارئین وسامعین امت کے لئے نفع بنائے اور عزیزم اور اس کی ترتیب میں مدد کرنے والوں کے لئے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین۔ فقط والسلام

خاکپائے بزرگاں

یعقوب اشرف راندیری

(خادم اشرفیہ راندیر، سورت-۵)

۲۰ شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ

۵ جولائی ۲۰۱۱ء بروز منگل

تقریظ وکلماتِ دعائیہ

سیدی ومولائی،سندی ومرشدی،جامع الشریعت والطریقت، مفتیٔ اعظم گجرات حضرت مفتی احمد خانپوری صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(خلیفہ ومجاز حضرت فقیہ الامت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ وصدر مفتی وشیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل)

علمائے حقانی وربانی ہر زمانہ میں مختلف طریقوں سے دین اور علم دین کی اشاعت و حفاظت کی خدمات انجام دیتے چلے آرہے ہیں۔ جن میں درس وتدریس، تصنیف وتالیف، دعوت وتبلیغ کے ساتھ وعظ وتذکیر کا بھی ایک مستقل سلسلہ ہے جو قدیم سے چلا آرہا ہے۔ بعض حضرات کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعظ وتذکیر کا سلیقہ عطا کیا جاتا ہے لوگ ان کی تقریر و وعظ کو شوق ورغبت سے سنتے ہیں اور فائدہ بھی اٹھاتے ہیں۔ محب مکرم مولانا مفتی کلیم صاحب لوہاروی حفظہ اللہ ورعاہ بھی اس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ دارالعلوم اشرفیہ راندیر میں کئی سال سے تدریسی خدمات کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ اطراف وجوانب میں اپنے مواعظ سے بھی سامعین کے قلوب کو گرمانے کا کام کررہے ہیں۔ عوام بھی آپ سے محبت و چاہت کا تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کے ان ہی مواعظ کو جو آپ نے مختلف اوقات میں مختلف جگہوں پر تذکیر واصلاح کی غرض سے کئے ہیں آپ کے بعض شاگرد جمع اور مرتب فرما کر اس کی اشاعت بھی کرتے جارہے ہیں تاکہ ان مواعظ کی افادیت کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہو۔

دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ان مواعظ کو قارئین کے حق میں مفید ومؤثر بنا کر لوگوں کو زیادہ سے زیادہ اس سے استفادہ کی توفیق وسعادت عطا فرمائے اور مولانا موصوف کے حق میں اس کو صدقۂ جاریہ بنائے، فقط

املاہ: احمد خانپوری (۲۰؍جمادی الثانیہ ۱۴۳۲ھ)

تقریظ

مشفق ومحسن حضرت الاستاذ مفتی اسمٰعیل صاحب کچھولوی دامت برکاتہم العالیہ
(خلیفہ ومجاز حضرت شیخ زکریاؒ وشیخ الحدیث وصدر مفتی جامعہ حسینیہ راندیر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، أما بعد!

حضور اقدس ﷺ کی تشریف بری کے بعد اب قیامت تک دوسرا کوئی رسول اور نبی آنے والا نہیں ہے۔ حضور اقدس ﷺ خاتم النبیین ہیں، اس لئے اب حضور اقدس ﷺ کا کام "العلماء ورثة الأنبياء" کے تحت علماء ربانیین کے ذمے ہے اور علماء یہ کام اپنی حیثیت کے مطابق کر رہے ہیں۔

دین کی نشر واشاعت، تعلیم، تبلیغ، تحریر، تصنیف اور تقاریر سے بھی ہو رہی ہے۔ جن سے اللہ تعالیٰ یہ کام لینا چاہتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ خصوصی ملکہ بھی عطا فرماتے ہیں۔ ہمارے مفتی کلیم صاحب بھی میرے خیال سے انہیں خوش نصیبوں میں ہیں کہ تدریسی اور تقریری دونوں میدان کو فتح کرتے جا رہے ہیں۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نظر بد سے بچا کر کامل اخلاص کے ساتھ خوب ترقی کی سعادت نصیب فرمائے اور ان کے فیض سے لوگوں کو خوب مستفیض فرمائے۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

فقط والسلام

احمد اسماعیل کچھولوی غفرلہ

۲۸ جمادی الثانی ۱۴۳۳ھ

تقریظ وکلمات دعائیہ

از شیخ زادۂ محترم مخدومی واستاذی

حضرت مولانا قاری رشید احمد اجمیری مدظلہم العالی

(شیخ الحدیث دارالعلوم اشرفیہ، راندیر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً ومصلیاً ومسلماً، وبعد!

مشائخ اور بزرگان دین کے مواعظ کا سلسلہ اصلاح امت کی ایک قوی کڑی ہے۔ اس کی برکت سے نہ معلوم کتنے ہی لوگوں کی دل کی دنیا بدلی اور کتنوں کو راہِ راست کی روشنی نے راہ یاب کیا ہے۔

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر

اسی سلسلۃ الذہب کا ایک شاندار ورق حضرت مولانا مفتی محمد کلیم صاحب مدظلہ العالی کے بیانات کا یہ مجموعہ بھی ہے۔

مختلف عناوین پر نظر پڑی، اجمالاً دیکھنے سے ہی اس کے مفید تر ہونے کا یقین ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو بارآور فرمائے اور ہم سب کو استفادے کی سعادت عطا فرمائے اور اس کدوکاوش کو شرف قبولیت سے سرفراز فرمائے، آمین۔

از

احقر رشید احمد اجمیری

راندیر، اشرفیہ

تقریظ

فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ العالی

اللہ تعالیٰ نے نبوت کا منصب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو کتاب وحکمت کی ''تعلیم دیتے ہیں اور ان کا ''تزکیہ'' کرتے ہیں: ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم۔ (البقرۃ: ۱۲۹) چنانچہ نبی کے وارثین علماء نے بھی اپنی زندگی میں ان دونوں چیزوں کو اہمیت دی اور تعلیم وتدریس کے ساتھ وعظ ونصیحت کے ذریعہ لوگوں کا تزکیہ کیا، کیوں کہ انسان کے ساتھ شیطان لگا ہوا ہے، وہ اسے ہر وقت راہ راست سے ہٹانے کی فکر میں رہتا ہے، ایسے وقت میں علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ ''جنود ربانی'' بن کر ''لشکر شیطانی'' کا مقابلہ کریں اور فریب شیطانی کا پردہ چاک کر کے لوگوں کو ان کے خالق حقیقی کی مرضیات کے مطابق چلنے کی تلقین کرتے رہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم نصیحت کرتے رہا کرو، نصیحت مومن کے لئے نفع بخش ہوتی ہے: وذکر فان الذکری تنفع المؤمنین۔ (الذاریات: ۵۵)۔

اسی جذبہ کے تحت علماء ربانیین نے ہر دور میں اس کا خیال رکھا ہے کہ علم کی پیاس رکھنے والے طلبہ کی علمی تشنگی بجھانے کے ساتھ عوام الناس کی زندگی پر بھی دھیان دیا جائے اور امت کے مخصوص طبقہ کے سامنے علمی باریکیاں بیان کرنے کے ساتھ، امت کے ایک بڑے طبقہ کو دین کے بنیادی احکام سے محروم نہ رکھا جائے، چنانچہ ماضی قریب کے ہمارے بزرگوں میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری طیب صاحب رحمہ اللہ نے اسے اپنی زندگی کا لازمی حصہ بنایا تھا۔

محبی فی اللہ جناب مولانا مفتی کلیم صاحب لوہاروی مبارک باد کے مستحق ہیں کہ

تقریظ

حضرت مولانا مفتی ابوالکلام صاحب مدظلہ العالی

الحمدللہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وبارک وسلم وبعد۔

اسلام کی تاریخ میں مقررین کی تاریخ رہی ہے حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: اعطیت جوامع الکلم، اور پھر آپ ﷺ جب تقریر شروع فرماتے تو سننے والے دوسری ہی دنیا میں چلے جاتے، جنت اور دوزخ کا نقشہ کھینچے کہ جنت و دوزخ سامنے آجاتی تھی، یہ تقریریں امت کی اصلاح اور تربیت کے لئے ہی فرماتے تھے، اسکے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت حسنؓ، مشائخ صوفیہ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ وغیرہ وغیرہ نے لوگوں کی اصلاح اور تربیت اپنی تقریروں سے بھی کی ہے اور کردار و عمل سے بھی۔

مکرم و محترم حضرت مولانا مفتی کلیم صاحب مدظلہ العالی کی تقریروں کو ان کے تلامذہ نے "ضرب کلیم" کے نام سے شائع کیا ہے، وہ پر اثر پر مغز اور کافی مواد لئے ہوئے اور تقریر میں سلاست بھی ہے۔

جن بزرگوں اور مشائخ کا نام تقریروں میں آئے ہیں ان کا اختصار کے ساتھ تذکرہ بھی حاشیہ میں موجود ہے، جس کی ضرورت ہم طلبہ کو بھی پڑتی ہے، اللہ تعالی اس مجموعہ کو قبول فرمائے، آمین بحرمۃ سید المرسلین۔

ابوالکلام

مفتی دارالعلوم زکریا، دیوبند

۱۳۔۱۱۔۱۴۳۵ھ

اقتباسات

(۱) مولانا موصوف کہنہ مشق مؤلف اور بہترین مدرس ہیں انکی تقاریر و مواعظ آیات و احادیث سے مزین ہیں ہر بات کو آیات و احادیث کی روشنی میں پیش کرتے ہیں رد بدعت اور اصلاح معاشرہ پر بطور خاص توجہ دی گئی ہے۔

(حضرت مولانا عبدالحق اعظمی صاحب دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند)

(۲) (اس کتاب میں) مختلف طرح کے عنوانات اور اس کے تحت مندرجہ مضامین سے دل متاثر ہوتا ہے۔

(بحر العلوم حضرت مولانا نعمت اللہ اعظمی صاحب محدث دارالعلوم دیوبند)

(۳) ہمارے کرم فرما جناب مولانا مفتی کلیم صاحب لوہاروی مدظلہ کے مرتب کردہ مواعظ میں نے دیکھے۔ موضوعات اور عنوانات کے تنوع، گویا کوئی بوقلمونی اور انکے تحت مندرجات سے دل بیحد متاثر ہوا، استفادہ کیا انشاء اللہ یہ مجموعہ مواعظ "ضرب کلیم" خاصے کی چیز ہوگی،

(حضرت مولانا قاری ابوالحسن صاحب اعظمی صدر القراء دارالعلوم دیوبند)

(۴) مولانا موصوف تدریسی خدمات کے ساتھ تقریر کے ذریعہ تبلیغ و اشاعت کے اہم کام میں مصروف ہیں زیادہ سے زیادہ لوگ ونکی تقاریر سے استفادہ کرسکیں اس کے لئے انکی تقاریر کا پیش نظر مجموعہ "ضرب کلیم" زیر طبع سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آرہا ہے۔ ان تقاریر میں مولانا موصوف نے بڑے سلیقہ سے عوام الناس کو مخاطب کیا ہے اور ان کے سامنے دینی تعلیم کو پیش کیا ہے۔

(حضرت مولانا اسرار الحق صاحب قاسمی صدر آل انڈیا تعلیمی فاؤنڈیشن نئی دہلی)

(۵) بحمد اللہ حضرت مولانا مفتی کلیم لوہاروی صاحب خلیفہ اقدس مفتی احمد خانپوری صاحب کی تقاریر کا مجموعہ "ضرب کلیم" نظر سے گذرا، اپنی مصروفیات کی بناء پر مکمل طور پر نہ پڑھ پایا تاہم اسکے مضامین وعناوین سے اس کی اہمیت اجاگر ہورہی ہے۔

(حضرت مولانا محمد راشد صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند)

(۶) حضرت مولانا مفتی کلیم صاحب لوہاروی استاذ حدیث دارالعلوم اشرفیہ راندیر کی تقاریر کا مجموعہ "ضرب کلیم" دامن وقت کی تنگی اور درپیش سفر کی بناپر پورے مجموعہ کے مطالعہ سے مستفیض نہیں ہوسکا تاہم اس کے عناوین ومضامین سے واضح ہوتا ہے کہ احیاء سنت ورد بدعات کے ساتھ ساتھ اصلاح معاشرہ پر خوب زور دیا گیا ہے۔

(حضرت مولانا سید محمود صاحب ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند)

(۷) موصوف گجرات کے قدیم ترین اور معروف ادارہ دارالعلوم اشرفیہ راندیر کے استاذ حدیث اور مفتی ہیں، درس وتدریس اور افتاء کی اہم ذمہ داری کے ساتھ آپ امت مسلمہ کو اپنے رب کی تعلیم پر عمل کرنے اور زندگی کو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق گذارنے کی طرف اپنے موثر بیانوں کے ذریعہ متوجہ فرماتے رہتے ہیں، زبان سادہ اور عام فہم ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے ہر طبقے کے لئے یہ بیانات مفید ثابت ہوتے ہیں، احباب اور اہل تعلق کے شدید تقاضوں کی وجہ سے اب ان تقریروں کو ٹیپ سے نقل کرکے "ضرب کلیم" کے نام سے شائع کیا جارہا ہے۔

(مفکر ملت قائد ملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم)

(۸) مفتی صاحب کے مواعظ جو ضرب کلیم کے نام سے شائع ہوئے ہیں بہت پر مغز اور معلومات پر مبنی ہیں انکو پڑھنے سے معاشرہ پر اچھا اثر پڑیگا میری تمام حفاظ، ائمہ مساجد

پیش لفظ

الحمد لله على نعمائه الشاملة و آلائه الكاملة والصلاة على خير البشر افضل الانبياء والرسل الذي ارسل بالرحمة العامة وعلى آله واصحابه وذرياته ومن تبعه الى يوم القيمة۔ امابعد!

اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے ''جواہر علمیہ معروف بہ ضرب کلیم'' کی دوجلدیں شائع ہوئیں، متعدد اہل علم اکابر ومعاصر علماء نے ہمت افزائی فرمائی، کتاب کے مندرجات میں تخریجات وحوالجات وشخصیات کے تعارف کی بناء پر فون کے ذریعہ نیز بعض خطوط اور پیغامات کے ذریعہ قابل اعتماد ہونے کی خوشخبری بھی ان محسنین نے دی ہیں۔ انہیں امور کو نیک فالی سمجھ کر اللہ تعالیٰ کے وسیع دریائے رحمت سے امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان گذارشات کو ذریعۂ مغفرت ونجات بنادے۔ (آمین) ورنہ من آنم کہ من دانم۔

اب تیسری جلد پیش خدمت ہے جو مختلف مضامین پر مشتمل ہیں۔ اس جلد کے بہت سے امور انجام دینے پر میں رفیق محترم حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب تاڈا کا بہت شکرگذار ہوں کہ اپنی مختلف النوع ذمہ داریوں کے باوجود ان کا تعاون برابر رہا، جزاک اللہ خیر الجزاء فی الدارین۔

نیز ان مواعظ کو سی ڈی سے تحریر شکل میں لانے کی خدمت عزیز گرامی قاری اسماعیل صاحب سورتی وبعض میں قاری محسن صاحب (استاذ: جامعہ کنھور) نے انجام دی۔

نیز اس جلد کی تخریج احادیث وتعارف شخصیات اور کتابت کی خدمت محب

مکرم عزیز گرامی مفتی عبدالقیوم اورنگ آبادی نے انجام دی۔ اللہ تعالیٰ ان سبھی حضرات کو دارین میں بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ اور اس خدمت کو میرے لئے والدین واعزہ واقارب اساتذہ ومشائخ کے لئے صدقہ جاریہ بنا کر مغفرت ونجات کا ذریعہ بنائے، جو باتیں اس کتاب میں بیان کی گئی ہیں اللہ تعالیٰ مجھکو اور تمام قارئین کو عمل کی توفیق وسعادت عطا فرمائے، عجب، ریا، خود پسندی وامراض قلبیہ سے نجات عطا فرما کر اپنے مخلصین بندوں میں شامل فرمائے۔ (آمین)

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

العبد:

محمد کلیم لوہاروی۔

خادم الحدیث والافتاء دار العلوم اشرفیہ راندیر۔

سورت گجرات۔الھند

۷ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۶ھ

۲۸ مارچ ۲۰۱۵ء یوم السبت

عرض مرتب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ، امابعد !

اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا جیتا جاگتا مظہر "حضرت انسان" ہے، جس کو اللہ نے گوناگوں خصوصیات اور فضائل وکمالات سے آراستہ کیا، ان میں سے ایک چیز "قدرت کلام" بھی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے صدقے ہر دور میں علم وفضل اور اصلاح وارشاد کی حامل شخصیات نے انسانیت کو اپنے ارشادات سے نوازا، اور تاقیامت انشاء اللہ نوازتے رہیں گے۔

زیر نظر کتاب "جواہر علمیہ معروف بہ ضرب کلیم" کی دو جلدیں شائع ہوئی جو علمی اصلاحی اخلاقی مضامین پر مشتمل ہونے نیز تحریکات وحوالجات وشخصیات کے تعارف سے مزین ہونے کی بناء پر عوام وخواص میں مقبول ہوئی، اور بقیہ جلدوں کا اصرار یوما فیوما بڑھ رہا ہے۔

ہزار ہا شکر ہے اس ذات کریمہ کا جس کی توفیق اور فضل وکرم سے سلسلۂ خطبات کی تیسری جلد پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے، دوران ترتیب پہلی اور دوسری جلد کی طرح اس میں بھی اس بات کا حتی الامکان لحاظ رکھا گیا ہے کہ کوئی بات بغیر حوالہ کے نہ ہو۔

اس جلد کی تیاری میں حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب ناڈا سورتی مدظلہ العالی [استاذ: مدرسہ عمر فاروق سورت] ومفتی زکریا اشرف راندیری سلمہ [استاذ: دارالعلوم اشرفیہ] کا تعاون برابر رہا، نیز استاذ محترم حضرت مولانا قاری اسماعیل صاحب سورتی مدظلہ العالی

(سابق استاذ: دار العلوم اشرفیہ راندیر سورت) نے بڑی ہی توجہ اور محنت سے مواد کو قلم بند کیا، اللہ تعالیٰ ان حضرات کو اپنی شان کریمی سے بہترین بدلہ عطا فرمائے۔

نیز ترتیب تخریج وکتابت کی خدمت کی سعادت بخشنے پر میں حضرت والا کا بہت ہی ممنون ومشکور رہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر وصحت میں خوب برکت عطا فرمائے۔ اور عافیت کے ساتھ آپ کے سایہ عاطفت کو ہمارے سروں پر تادیر قائم ودائم رکھے۔

قارئین سے گذارش ہے کہ انہیں کوئی بھی غلطی نظر آئے تو ہمیں مطلع فرمائے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کی جاسکے، اور کسی بھی طرح کی غلطی کو مرتب کی طرف سے سمجھی جائے۔ نیز بقیہ جلدیں بھی بہت جلد زیورِ طبع سے آراستہ کرکے پیش کی جائے گی ان شاء اللہ۔

طالب دعا:

عبد القیوم محمد عثمان، اورنگ آبادی

٦ جمادی الاخری ١٤٣٦ھ

٢٦ مارچ ٢٠١٥ء

حسنِ تأثر

نتیجۂ فکر: ولی اللہ ولی ، قاسمی بستوی

بر کتاب مستطاب "جواہر علمیہ معروف بہ ضرب کلیم" افادات:
جناب حضرت مولانا مفتی کلیم صاحب لوہاروی

عالم و فاضل مقرر ہیں یہ مولانا کلیم	اشرفیہ اندر یہ سورت کے ہیں استاذ قدیم
یہ مدرس بہتریں ہیں، اور ہیں اچھے خطیب	زندۂ جاوید ان کا ہے نشاں "ضرب کلیم"
اس میں پوشیدہ بڑے ہیں قیمتی لعل و گہر	پڑھنے والوں کو سکھاتی ہے خطابت کا ہنر
اس کو پڑھ کر سیکھنا چاہے خطابت کا جو فن	وہ خطابت کے جہاں میں پائے گا فتح و ظفر
ان کا تقریر و خطابت کا عجب انداز ہے	مثنوی پڑھتے ہیں، رومی کا ہی سوز بیاں ہے
بر سر منبر جب آتا ہے تو چھا جاتا ہے یہ	یہ خطابت کے جہاں میں، یکہ و ممتاز ہے
جذب و مستی میں پڑھا کرتا ہے جب اشعار یہ	پر مزا اجلاس ہو جاتا ہے گوہر بار یہ
یہ بیاں کرتا ہے تقریروں میں علمی نکات	اور شعروں کی بڑی کرتا ہے بوچھار یہ
اے ولی ضرب کلیم اک ہے کتاب مستطاب	جو خطابت کے جہاں میں ہو گئی ہے لاجواب
کامیاب اس کے مرتب ہیں یہی مفتی کلیم	ہو رہی ہے جن کی ہر تقریر علمی باصواب

نقشِ تاثر

از: مولوی اللہ ولی قاسمی بستوی۔ استاذ: جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا

بر کتاب عظیم مسمّیٰ "جواہر علمیہ معروف بہ ضرب کلیم": افادات: جناب مولانا مفتی کلیم صاحب لوہاروی۔

بہترین انداز کے حامل ہیں یہ مفتی کلیم
جن کی تقریروں کا مجموعہ ہے یہ "ضرب کلیم"

ہوتی ہے ان کی خطابت مجلسوں میں شاندار
طرز البیلا ہے ان کا شعر خوانی جاندار

اشرفیہ مدرسہ کے ہیں مدرس کامیاب
سیکڑوں طلاب ان سے ہورہے ہیں باریاب

شارح درسی کتب ہیں اور مفتی ہوشمند
ماہر علم ہنر کے ہیں یہ اہل ہوشمند

درمیان طالبان علم ہیں ہر دلعزیز
ہے دعا کہ مہربان ان پر رہے رب عزیز

ہے ضلع ان کا اکولہ گاؤں مردم خیز ہے
ان کا سینہ تو شراب علم سے لبریز ہے

مدتوں سے دیتے ہیں راندیر میں درس حدیث
ہوتا ہے مقبول ان کا ہر کوئی درس حدیث

دینی جلسوں میں بہت تقریر فرماتے ہیں یہ
علمی نکتوں کی حسین تعبیر فرماتے ہیں یہ

مشتمل ہے ان کے ہی خطبات پر "ضرب کلیم"
بے گماں ہے مشتمل شذرات پر "ضرب کلیم"

اہل ایمان کے لئے تحفہ ہوئی "ضرب کلیم"
اہل باطل کے لئے ثابت ہوئی "ضرب کلیم"

ہے ولی کی بس دعا ہے دل سے یہی رب جلیل
صاحب خطبات پائیں حشر میں اجر جزیل

اسلام کے پانچ شعبے

(خصوصاً معاشرت)

حضرت مفتی محمد حکیم صاحب دامت برکاتہم کا

یہ بیان ۔۔۔۔۔ رمضان ۔۔۔۔۔

مسجد انوار نشاط روڈ پر ہوا

الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره و نؤمن به و نتوكل عليه و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيأت اعمالنا ، من يهده الله فلا مضل له و من يضلله فلا هادي له و نشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له و نشهد ان سيدنا و نبينا و مولا نا محمداً عبده و رسوله صلى الله تعالى عليه و على اله و اصحابه و بارك و سلم تسليما كثيرا كثيرا اما بعد! فَاَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۔(سورۃ البقرہ آیت ۲۰۸) صَدَقَ اللهُ الْعَظِيْمِ۔

بزرگان محترم! ابھی میں نے آپ لوگوں کے سامنے ایک آیت تلاوت کی ایک جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن سلام[1] کے متعلق نازل ہوئی ہے اسکا لمبا واقعہ ہے لیکن اس آیت میں اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو حکم دیتا ہے اور اس آیت سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اسلام اور ایمان میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔

عقائد کی اہمیت و ضرورت:

ایمان اور اسلام کے پانچ اہم شعبے ہیں، ان میں سب سے اہم شعبہ عقائد کا شعبہ ہے عقیدہ کے لغوی معنی گرہ لگائی ہوئی چیز ہے۔ انسان جن چیزوں کو دل کے اندر مضبوطی سے جمالیتا ہے اور اسے دل سے تھام لیتا ہے ان کو عقائد کہتے ہیں۔ اسلامی عقیدہ کیا ہے؟ اللہ کو ماننا، اسکے

---

[1] حضرت عبداللہ بن سلام کے حالات "جواہر علمیہ" ج ا میں ملاحظہ ہو۔

رسولوں کو ماننا، پیغمبروں کو ماننا، کتابوں کو ماننا، تقدیر پر ایمان رکھنا، جنت، جہنم، حشر، پل صراط ان سب چیزوں کو حق ماننا، اسکا نام ایمان ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں بہت سے مسلمان ہیں جو اسلامی عقائد سے بہت دور ہیں، اس آیت سے سبق ملتا ہے کہ ہم اپنے عقائد کو درست کریں اپنی اولاد کو اسلامی عقائد سکھائیں کیوں کہ اللہ تعالی فرماتے ہے کہ یَاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِیكُمْ نَارًا (سورۃ التحریم آیت ۶) کہ اے ایمان والو! تم خود بھی بچو اور اپنے گھر والوں کو بھی جہنم کی آگ سے بچاؤ۔ خود بھی عقائد کی لائن درست کرو اور اپنے گھر والوں کو بھی عقائد حقہ سکھاؤ۔

ہماری عبادات کا حال:

دوسرا اہم شعبہ عبادات کا ہے، عقائد کے بعد عبادات سے بھی ہم کتنے غافل ہیں نماز جیسی اہم عبادات میں ہم کتنی کوتاہی کرتے ہیں، کہ آج امت کے ہزاروں نہیں سینکڑوں، کروڑوں افراد ایسے ہیں جو کلمہ اور نماز نہیں جانتے، روزہ کیا ہے؟ اس سے واقف نہیں، زکوۃ کیا ہے؟ اس سے واقف نہیں، کتنوں پر حج فرض ہے، لیکن حج کی ادائیگی کا کوئی اہتمام نہیں تو اس آیت میں یہ حکم ہے کہ عبادات بھی ہماری درست ہو عبادات میں جو کوتاہیاں ہیں اسے ہم ختم کرنے والے بن جائیں۔

معاملات کی درستگی:

اور ایک شعبہ معاملات کا ہے یعنی آپس میں لین دین۔ آج معاملات کے سلسلہ میں ہم سے بہت غفلت ہورہی ہے، ایسے لوگ جو اپنے آپ کو دین دار سمجھتے ہیں، صوم وصلوۃ کے پابند ہیں وہ بھی معاملات کے اندر زیادہ گڑبڑ کرتے ہیں، اور اس بات کی پرواہ نہیں کرتے ہیں کہ ہمارا کونسا لین دین جائز ہے؟ اور کونسا ناجائز اور حرام ہے؟ اسکی کوئی واقفیت نہیں ہوتی، حالانکہ اسلام میں معاملات کی ضرورت اور قدر دیگر شعبوں کے مقابلہ میں زیادہ ہے، حتی کہ عبادات کے مقابلہ میں

بھی اسکی بہت زیادہ اہمیت ہے۔

عبادات ایک چوتھائی اور معاملات تین چوتھائی :

ہمارے مدارس میں فقہ کی ایک کتاب پڑھائی جاتی ہے۔ جسکا نام "ھدایہ" ہے، ھدایہ کے چار اجزاء اور چار حصے ہیں، ان چار اجزاء میں پہلا جزء یعنی پہلا حصہ طہارت یعنی پاکی، ناپاکی نماز، زکوۃ، روزہ اور حج کے متعلق ہے، یعنی ان پانچ عبادتوں کے احکام پہلے حصے میں ہیں اور دوسرے تین حصے معاملات وغیرہ پر مشتمل ہے ان میں معاملات ومعاشرت وغیرہ ہی کے سب مسائل ذکر کئے گئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں عبادت ایک حصہ ہے اور معاملات ومعاشرت تین حصے کے برابر ہیں، کتنی زیادہ معاملات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے لیکن آج مسلمان اس سے اتنا ہی زیادہ غافل ہے۔

خلافت راشدہ کا بازار:

حضرت عمر فاروق[1] کے دور میں وہی شخص خرید وفروخت کر سکتا تھا، اپنی دوکان وہی کھول سکتا تھا جو معاملات کے مسائل سے واقف ہو حضرت عمرؓ نے ایسا نظام بنایا تھا کہ بازار میں وہی شخص ہو جو تجارت کے مسائل سے واقف ہو کتنا اچھا نظام ہے کہ بیچنے والا ہی جب حلال وحرام کی تمیز کریگا تو لینے والے کی کوئی جرأت ہی نہیں ہوگی کہ کوئی ناجائز معاملہ کرے۔ لیکن آج امت میں سود کا، رشوت کا اور دیگر حرام معاملات کا رواج ہو گیا ہے۔

---

[1] حضرت عمر فاروقؓ کے حالات "جواہر علمیہ" ج ۲ میں ملاحظہ ہو۔

سود خور سے اللہ تعالیٰ کا اعلانِ جنگ:

حالانکہ قرآن و حدیث میں سود اور رشوت سے متعلق بہت سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔[1]

امام ابوحنیفہؒ[2] فرماتے ہیں: کہ میں نے قرآن کریم میں ایک آیت اتنی سخت پائی ہے کہ اس سے زیادہ سخت آیت میری نظر سے نہیں گذری۔ وہ سخت آیت سود سے نہ بچنے والوں کے لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو سودی کاروبار کرتے ہیں، سودی معاملات سے نہیں بچتے ان سے جنگ کا اعلان کیا ہے۔[3] گویا اللہ ان کے مقابل میں ہے اور جس کے مقابلہ میں اللہ ہو وہ شخص دنیا و آخرت میں کیسے کامیاب ہو سکتا ہے؟ لیکن امت میں آج کتنی ہی ایسی شکلیں رائج ہیں جو سود اور رشوت پر مبنی ہے اور اچھے اچھے لوگ ان سودی اسکیموں میں اور سودی معاملات میں ملوث اور مشغول ہیں۔

سود خوری کی برائی:

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ سود کا ایک درہم اپنی ماں کے ساتھ ۳۶ مرتبہ زنا کرنے سے بدتر ہے۔[4] علامہ انور شاہ کشمیریؒ[5] ایک مرتبہ چند لوگوں کے پاس سے گذرے اور

---

[1] عن عبداللہ بن حنظلۃ غسیل الملائکۃ قال قال رسول اللہ ﷺ درھم ربوا یاکلہ الرجل وھو یعلم اشد من ستۃ وثلاثین زنیۃ رواہ احمد والدارقطنی (مشکوۃ شریف باب الربوا ص ۲۴۶)

[2] امام ابوحنیفہؒ کے حالات "جواہر علمیہ ثانی" میں مذکور ہے۔

[3] فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ (سورۃ البقرۃ آیت ۲۷۹)

[4] عن عبداللہ بن حنظلۃ غسیل الملائکۃ قال قال رسول اللہ ﷺ درھم ربوا یاکلہ الرجل وھو یعلم اشد من ستۃ وثلاثین زنیۃ رواہ احمد والدارقطنی (مشکوۃ شریف باب الربوا ص ۲۴۶)

[5] علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے حالات "جواہر جمیلہ" میں مذکور ہے۔

حضرات بھی وہاں موجود تھے، علماء وہاں بیٹھ گئے، لوگوں نے حضرت سے سوال کرنا شروع کیا، سودی مسائل کے متعلق سوالات تھے، ہر ایک چاہتا تھا کہ کوئی شکل جائز ہو جائے، اسلئے ایک ہی سوال کو بدل بدل کر کر رہے تھے تا کہ کہیں جائز ہونے کا جواب بن جائے، شاہ صاحبؒ نے غضب ناک ہو کر فرمایا کہ "جس کو جہنم میں جانا ہو چلے جاؤ، مولویوں کی گردن پر پیر رکھ کر جانے کی ضرورت نہیں ایک ہی چیز بار بار پوچھنے سے کوئی حرام چیز حلال نہیں ہو جاتی"

بہر حال امت کا حال یہ ہے کہ وہ رشوت، سود، اور طرح طرح کے ناجائز کاروبار میں کثرت سے مبتلاء ہیں اسلئے ضرورت ہے کہ ہم اپنے معاملات کو درست کریں۔

گھریلو زندگی میں اسلام:

تیسرا نمبر معاشرت: یعنی آپس میں ہمارا رہن سہن کیسا ہو؟ جناب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اسکی پوری تعلیمات دی ہے۔ دین اسلام کو حضور اکرم ﷺ نے چکی کے ساتھ تعبیر فرمایا ہےؔ عورتیں گھروں کے اندر جو چکی پیسا کرتی ہیں دین کی مثال اس چکی جیسی ہے۔ چکی کی مثال کیوں دی؟ اسلئے کہ عورتیں جب دانے پیسنے کے لئے، اناج پیسنے کے لئے چکی گھماتی تھیں تو اس کا آٹا چاروں طرف گرتا تھا ایسے ہی دین کی روشنی اور اسکی تعلیمات زندگی کے ہر شعبہ میں موجود ہے کوئی شعبہ زندگی کا دین کی روشنی سے خالی نہیں ہر جگہ دین کی تعلیمات موجود ہے۔ میاں بیوی آپس میں کیسے رہے؟ ماں باپ اولاد کے ساتھ، اور اولاد ماں باپ کے ساتھ، پڑوسی پڑوسی کے

ؔ عن معاذ بن جبل ؓ قال: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: خذوا العطاء ما دام عطاء فاذا صار رشوۃ علی الدین فلا تاخذوہ ولستم بتارکیہ یمنعکم الفقر والحاجۃ، الا ان رحی الاسلام دائرۃ فدوروا مع الکتاب حیث دار الخ۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر ص ۲۰/۹۰ رقم ۱۷۲۔ وکذا فی مجمع الزوائد ص ۵/۲۲۸ (الیواقیت الغالیۃ ج ۱ ص ۲۸۳)

ساتھ کیسے رہے؟ نبی کریم ﷺ نے سب تعلیمات امت کو دیدی ہے۔

حضور ﷺ نے بہترین آدمی کسے بتلایا؟:

معاشرت کہتے ہیں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ اچھی طرح رہنا۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ گھر سے باہر تو انکے اخلاق اور انکی سخاوت اور انکی زندہ دلی کے بڑے چرچے ہوتے ہیں لیکن جب گھر میں جاتے ہیں تو بیوی سمجھتی ہے کہ کوئی درندہ آگیا ہے، جلدی واپس چلا جائے تو اچھا، گھر والوں کے ساتھ اچھی طرح رہنے کو عبادت ہی نہیں سمجھتے ہیں، حالانکہ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے "خیرکم خیرکم لاھلہ"[1] تم میں سے بہتر آدمی وہ ہے جو گھر والوں کے ساتھ بہتر ہو۔ آپ ﷺ نے خیر کے ذریعہ جو تعریف کی ہے وہ باہر کے معاملات کے اوپر نہیں کی بلکہ جو اپنے گھر میں بہتر ہو اپنی بیوی بچوں کے ساتھ کیا معاملات کرتا ہے؟ آپ ﷺ نے اسکے لئے خیر کے ذریعہ تعریف کی کہ تم میں بہتر آدمی وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ بہتر ہو اسی طرح آپ ﷺ نے اولاد کے لئے والدین کو، اور والدین کے لئے اولاد کو حقوق بتلائے۔ اولاد کے سلسلہ میں سختی تاکید آئی ہے۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ[2] کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ ان

---

[1] عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ ﷺ خیرکم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی۔ (سنن ترمذی، ابواب المناقب، باب ما جاء فی فضل ازواج النبی ﷺ من فضل عائشۃ، ج ۲ ص ۲۲۸)

[2] نعمان بن بشیرؓ: آپ کی کنیت ابوعبداللہ تھی، ہجرت کے بعد انصار میں آپ سب سے پہلے پیدا ہونے والے ہیں، جب حضور ﷺ کی وفات ہوئی اس وقت آپ کی عمر آٹھ سال سات مہینے تھی، آپ کو آپ کے والدین کو رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے، حمص میں کوفہ میں سکونت اختیار کر لی تھی، اور حضرت امیر معاویہؓ کے عہد میں کوفہ کے گورنر رہے، پھر حمص کے گورنر مقرر ہوئے، [illegible] ابن زبیرؓ کی طرف [illegible] آپ کو شہید کر دیا، آپ سے بہت سے تابعین احادیث روایت کرنے والے ہیں جن میں آپ کے صاحبزادے محمد اور امام شعبی بھی شامل ہیں۔

کی والدہ نے ان کے والد سے (یعنی حضرت نعمان کے والد) سے اپنے بیٹے کے لئے کچھ ہدیہ کے سلسلہ میں پوچھا ان کے مال میں سے انہوں نے ایک سال تک ٹالتے رہے پھر ان کا ارادہ ہوا تو ان کی والدہ نے کہا میں اس وقت راضی نہ ہوں گی جب تک کہ تم اس پر حضور ﷺ کو گواہ نہ بناؤ تو میرے والد نے میرا ہاتھ پکڑا اور اس وقت میں بچہ تھا، حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ اس بچے کے والدہ کو پسند ہے کہ میں آپ کو گواہ بناؤں اس ہدیہ پر جو میں اس کے لڑکے کو دوں، حضور ﷺ نے پوچھا کہ کیا تمہاری دوسری کوئی اولاد بھی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں! یا رسول اللہ دوسری اولاد بھی ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا سب کو برابر دیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا مجھکو گواہ مت بناؤ میں ظلم پر کبھی گواہ نہیں بنتا۔[1] گویا اولاد کا حق یہ ہے کہ سب کو برابر برابر دو، اگر کسی کو کم اور کسی کو زیادہ دو گے تو اولاد کی حق تلفی ہوگی اور پھر اولاد کے دل میں باپ کی طرف سے بغض و عداوت پیدا ہوگا، اور بھائی بہنوں کے دلوں میں بھی آپس میں بغض و کینہ پیدا ہوگا اس لئے اگر زندگی میں ہدیہ اور بخشش کرنا ہو تو سب کو برابر دو دوسری طرف اولاد کو بھی تاکید کی کہ ماں باپ کے حقوق کی رعایت کرو۔

---

[1] عن الشعبي قال حدثني النعمان بن بشير ؓ ان امه بنت رواحة سألت اباه بعض الموهبة من ماله لابنها فالتوى بها سنة ثم بدا له فقالت لا ارضى حتى تشهد رسول الله ﷺ على ما وهبت لابني فاخذ ابي بيدي وانا يومئذ غلام فاتى رسول الله ﷺ فقال يا رسول الله ان ام هذا بنت رواحة اعجبها ان اشهدك على الذي وهبت لابنها فقال رسول الله ﷺ يا بشير ألك ولد سوى هذا قال نعم فقال أكلهم وهبت له مثل هذا قال لا قال فلا تشهدني اذا فاني لا اشهد على جور (مسلم شريف، كتاب الهبات، باب كراهة تفضيل بعض الاولاد في الهبة، ج ۲ ص ۳۷)

ماں باپ کے حقوق کی قدر:

ماں باپ کا کیا حق ہے؟ ایک شخص آیا، اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جہاد میں جانا چاہتا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تمہارے والدین حیات ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں یا رسول اللہ! تو فرمایا: جاؤ انکی خدمت کرو یہی تمہارا جہاد ہے[1] ایک شخص اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور یوں کہا اللہ کے رسول میں تمہارے ساتھ جہاد میں جانا چاہتا ہوں اللہ کی رضامندی اور آخرت کے ثواب حاصل کرنے کے لئے، لیکن میں جس وقت آیا اس وقت میرے والدین رو رہے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا تمہاری ماں تمہارے جہاد میں جانے سے راضی ہے؟ تو اس آدمی نے کہا نہیں میں آیا تو وہ رو رہی تھی، ناراض تھی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واپس لوٹ جاؤ اور ان کو ہنساؤ جس طرح کہ ان کو رلایا ہیں[2] ماں کا حق، باپ کا حق، ہر ایک کے حقوق اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا، لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ دین کا کوئی جز ہی نہیں ہے کہ کچھ نماز پڑھ لی، کچھ تسبیحات پڑھ لی، روزہ رکھ لیا تو گویا ہم نے دین کا حق ادا کر دیا، جبکہ والدین کی بھی خدمت ضروری ہے، اور دین میں داخل ہے۔

---

[1] عن عبد اللہ بن عمرو یقول جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاستأذنه فی الجهاد فقال أحی والداک قال نعم قال ففیهما فجاهد (صحیح بخاری شریف، کتاب الجهاد، باب الجهاد باذن الوالدین، ج ص ۴۲۱)

[2] عن عبد اللہ بن عمرو قال اتی رجل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ انی جئت ارید الجهاد معک ابتغی وجه اللہ والدار الآخرة ولقد اتیت وان والدای یبکیان قال فارجع الیهما فاضحکهما کما ابکیتهما (سنن ابن ماجه ابواب الجهاد، باب الرجل یغزو وله ابوان، ص ۱۹۹)

مفتی محمد شفیعؒ صاحب کی فکر:

صبح میں ہی ہمارے حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہ العالی[2] نے دارالعلوم کودھرا میں ملاقات کے وقت فرمایا کہ ہم لوگ دوسروں کی تکالیف کی بالکل پرواہ نہیں کرتے اور ہمارے اکابرین اتنا خیال کرتے تھے کہ حضرت محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی[3] نے حضرت محمد شفیع صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ حضرت مفتی شفیع صاحبؒ اپنی زندگی کے آخری رمضان میں بہت سخت بیمار ہوئے اور یہ غالب گمان ہو رہا تھا کہ رمضان میں ہی انتقال فرما جائیں گے (حضرت مفتی صاحبؒ کا انتقال رمضان کے کچھ دنوں بعد ہوا) تو اس بیماری کے عالم میں ایک دن فرمایا کہ رمضان المبارک گذر رہا ہے میرا بہت جی چاہتا ہے کہ رمضان میں میری وفات ہو جائے لیکن میں نے زبان سے اللہ سے اسکی دعا نہیں کی یہ سوچ کر کہ بہت سخت گرمی ہے تو لوگوں کو میرا جنازہ اٹھانے میں اور قبرستان پہونچانے میں ان کو روزے کی حالت میں بہت تکلیف ہوگی اس لئے میں نے رمضان میں اپنی موت کی دعا نہیں کی۔ اندازہ لگائیں کہ ان حضرات کو کتنی فکر تھی کہ مرنے کے بعد میری ذات سے کسی کو تکلیف نہ ہو اس لئے دل چاہنے کے باوجود دعا نہیں کی۔

ڈرتے تو لوگ درندوں سے ہیں:

اور آج ہمارا تو مشغلہ ہی بن گیا ہے لوگوں کو تکلیف دینا، پریشان کرنا۔ آج آدمی یہ سمجھتا

---

[1] حضرت مفتی شفیع صاحبؒ کے حالات "جواہر علمیہ" ج ا میں ملاحظہ ہو۔

[2] حضرت مفتی احمد خانپوری صاحب مدظلہ العالی کے حالات "جواہر علمیہ" ج ۲ میں ملاحظہ ہو۔

[3] حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی کے حالات "جواہر علمیہ" ج ۲ میں ملاحظہ ہو۔

ہے کہ جو جتنا لوگوں کو زیادہ ستائے، دھوکا دے وہ اتنا ہی زیادہ ہوشیار اور چالاک ہے اور وہ اس پر فخر کرتا ہے۔ لیکن سوچنے کی بات ہے کہ اگر اس سے کوئی ڈر بھی گیا تو کوئی کمال کی بات نہیں لوگ درندوں سے بھی ڈرتے ہیں، سانپ اور بچھو سے بھی ڈرتے ہیں یہ تو درندوں کی صفت ہے انسانوں کی صفت نہیں۔ صحیح مسلمان کون ہے؟ حضور ﷺ کا ارشاد ہے اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ[1] "صحیح مسلمان وہ ہے جسکی زبان اور ہاتھ سے دیگر مسلمان مامون اور بے خوف رہے"۔ حدیث میں یہ نہیں کہا گیا کہ تم مسلمانوں کو تکلیف مت دو بلکہ تم اپنی زندگی ہی اس طرح بناؤ کہ لوگوں کو ڈر ہی نہ ہو۔ اگر تمہارے اخلاق و عادات کی وجہ سے لوگ خائف اور ڈرتے رہتے ہیں تو یہ چیز بھی تمہارے ایمان کو نقصان پہنچانے والی ہے اور اسکی وجہ سے تم کامل مؤمن نہیں بن سکتے۔ اتنی تاکید حضور ﷺ نے فرمائی ہے۔

ہماری حالت:

اس معاشرت کا ایک اہم جزء یہ بھی ہے کہ ہم مسلمان آپس میں محبت سے رہیں اخلاص سے اور ہمدردی سے ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گذاریں۔ آج ہمارے معاشرہ میں یہ چیزیں بہت ہیں کہ کسی کو تکلیف پہونچانا، کسی کو مارنا، کسی پر تہمت لگانا، کسی کی غیبت کرنا، کسی کی عزت پر ہاتھ ڈالنا اس سے ہم کو بڑی خوشی ہوتی ہے۔ آج ہمارے دلوں کے اندر بغض اور عداوت ہے اسلئے ہمارے اندر وہ خوبیاں پیدا نہیں ہوتیں جو صحابہؓ کرامؓ کے اندر تھیں۔

---

[1] عن عبداللہ بن عمرو عن النبی ﷺ قال المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ

(بخاری شریف، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون، ج ۱ ص ۶)

جو اضافی نفلیں پڑھتے ہیں اور کوئی عبادت کرتے ہیں جن کی وجہ سے حضور ﷺ نے انہیں جنتی ہونے کی بشارت دی، وہ دیکھتے رہے لیکن یہ صحابی تو آرام سے سوتے رہتے ہیں، رات بھر اسی طرح سوتے رہے، آخر تہائی حصہ رات کا تہجد کا جو معمول تھا، آخر رات میں وہ تہجد کے لئے اٹھے، تہجد پڑھی اور پھر دن میں اپنے باغ اور کھیت میں چلے گئے اور رات کو واپس وقت آئے، انہیں دن رات ان کا کوئی خاص عمل نظر نہیں آیا، دوسرے دن کا معمول بھی یہی رہا، تین دن تک عبداللہ بن عمرو بن العاص دیکھتے رہے لیکن کوئی خاص بات نظر نہ آئی تو آخر میں ان سے کہا کہ یہ پوچھنے کے لئے میں آپ کے یہاں مہمان ٹھہر گیا ہوں کہ حضور ﷺ نے مسلسل تین دن تک آپ کے جنتی ہونے کی بشارت دی ہے تو میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کا وہ کونسا عمل ہے جس کی وجہ سے حضور ﷺ نے دنیا ہی میں آپ کے جنتی ہونے کی مسلسل تین دن تک بشارت دی ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں تو ایسا کوئی خاص عمل نہیں کرتا، دوسرے مسلمان جو عمل کرتے ہیں وہی میں بھی کرتا ہوں، تو جب عبداللہ بن عمرو بن العاص نے کہا کہ ٹھیک ہے اب میں چلتا ہوں، ابھی وہ تھوڑی ہی آگے گئے تھے کہ وہ صحابی نے آواز دے کر ان کو واپس بلایا اور کہا کہ ایک عمل ذہن میں آیا، ممکن ہے حضور ﷺ نے اسی کی وجہ سے وہ خوشخبری سنائی، وہ یہ ہے کہ میرا دن رات اس طرح گذرتا ہے کہ میرے دل میں کسی مسلمان کے متعلق کینہ، بغض اور عداوت نہیں ہوتی، ہر مسلمان کے متعلق دل صاف رکھتا ہوں، اس پر حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے فرمایا کہ بس یہی وہ بات ہے جس کی بنا پر حضور ﷺ نے آپ کے جنتی ہونے کی بشارت سنائی ہے[1]

دنیا ہی میں معاملات صاف کرلو:

لیکن آج ہمارے مسلمان بھائی دوسرے مسلمان بھائی کے متعلق بڑے دلوں کے

---

[1] مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۶

بعض دوسرے دفتر میں ان لوگوں کے نام ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ چھوڑیگا نہیں یعنی انصاف کئے بغیر اللہ تعالیٰ چھوڑیگا نہیں ظالمین اور مظلومین کی حاضری ہوگی جنہوں نے دنیا میں لوگوں پر ظلم کیا تھا وہ مظلومین بھی اپنی فریاد لے کر آئیں گے اللہ تعالیٰ جب تک مظلومین کا بدلہ نہیں دلوائیں گے ظالمین کا چھٹکارا نہیں ہوگا۔

ظلم کی اقسام:

ظلم تین قسم کے ہیں:

(۱) ظلم باللسان: کسی کو زبان سے برا بھلا کہنا، کسی پر تہمت لگانا، کسی کی عزت خاک میں ملانا، کسی کی ہنسی مذاق اڑانا، کسی کے لئے حقارت آمیز الفاظ کہنا، یہ ساری چیزیں ظلم باللسان میں داخل ہیں۔

(۲) دوسری قسم ظلم بالید یعنی اپنے ہاتھ اور اپنی طاقت کی بنا پر کسی پر ظلم کرنا، مارنا، پیٹنا یا اپنے ہاتھ سے تو نہ مارے اور نہ پیٹے لیکن اپنے پاس جو عہدہ اور منصب ہے اسکی بنیاد پر کسی کو نقصان پہونچائے، یہ سب ظلم بالید میں داخل ہیں۔ اس کا بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں بدلہ دلوایا جائیگا

(۳) تیسرا ظلم ظلم بالمال: دوسروں کا ناحق مال لے لیا جائے، چاہے خیانت کی ہو، چوری کی ہو، کسی کا حق نفقہ ہے وہ ادا نہ کیا ہو، کسی کی امانت واپس نہ کی ہو یہ سب لوگ بھی آئیں گے تو اللہ تعالیٰ انکو بھی انکا حق دلوائیگا۔

معاملات ومعاشرت کی کمی پر عبادات کا ختم ہوجانا:

اسی لئے حدیث پاک میں آتا ہے مسلم شریف کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے صحابہؓ سے پوچھا کہ تم میں مفلس کون ہے؟ صحابہؓ نے فرمایا کہ جسکے پاس درہم ودینار نہ ہو آپ

قسمیں عقائد وغیرہ گناہوں کے کرنے والے ہونگے انکا معاملہ اللہ تعالیٰ کی اپنی ذات سے ہوگا اللہ تعالیٰ چاہیگا تو معاف کر دیگا اور چاہیگا تو عذاب بھی دیگا۔ اسی لئے انسان کو چاہیے کہ قیامت کے دن کی ان تینوں دفتر میں شامل ہونے سے بچے۔

حضرت مولانا الیاس صاحب کا ملفوظ:

حضرت مولانا الیاس صاحب کاندھلوی[1] نے چھ نمبر بتلائے ہیں ان میں خاص اکرام مسلم بھی فرمایا ہے یہ اکرام مسلم کوئی وظیفہ نہیں ہے کہ اسکی تسبیح پڑھتے رہے بلکہ یہ پورے حقوق مسلمین کو گھیرا ہوا لفظ ہے ہماری زندگی میں کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہونچے اور کسی مسلمان کا حق ضائع نہ ہو اسکا نام اکرام مسلم ہے۔ حضرت مولانا الیاس صاحب فرماتے تھے کہ کسی مسلمان کی دل آزاری، کسی کا دل دکھانا یہ ایسی بات ہے جو بڑی بڑی عبادتوں پر پانی پھیر دیتی ہے اور عبادتیں ضائع کر دیتی ہے تو بتانا یہ ہے کہ اسلام کا ایک اہم شعبہ معاشرت ہے، اسلئے ہم آپس میں محبتیں اپنائیں۔

روزِ قیامت عرش کا سایہ کسے؟:

اللہ کے لئے محبتیں رکھنا، اپنے دلوں کو صاف رکھنا بہت بڑی دولت ہے، اسکے کیا فائدے ہیں؟ جسکی آج ہم سب کو ضرورت ہے حشر کے میدان میں انسان چلچلاتی دھوپ میں تپے گا کوئی گلے تک پسینہ میں ڈوبا ہوگا کوئی پیٹ تک کوئی گھٹنوں تک اور کوئی ٹخنوں تک ڈوبا ہوگا ایسے موقع پر عرش کے سایہ کی ضرورت ہر آدمی کو ہوگی، سب عرش کے سایہ کی تلاش میں ہونگے۔ لیکن یہ عرش کا سایہ کس کو ملے گا؟ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سات آدمی ایسے ہیں

---

[1] حضرت مولانا الیاس صاحب کاندھلوی کے حالات "تذکرہ علماء" میں ملاحظہ ہو۔

جنکو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عرش کا سایہ نصیب کریگا جس دن اس کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا ان میں سے دو آدمی ایسے ہیں جو اللہ کے لئے آپس میں محبت کرتے ہوں اور اللہ ہی کے لئے بغض رکھتے ہوں۔[1]

تکمیل ایمان کی علامت:

حضرت ابو امامہؓ[2] کی روایت ہے "من احب للہ وابغض للہ ومنع للہ واعطی للہ فقد استکمل الایمان"[3] کہ جو شخص محبت کرے تو اللہ کے لئے کرے، بغض رکھے تو اللہ کے لئے رکھے، کسی کو چھوڑے تو اللہ کے لئے دے، کسی کو کچھ دے تو اللہ کے لئے دے تو جس کے اندر یہ چار چیزیں جمع ہو جائیں تو فرمایا اسکا ایمان کامل ہوگا۔ یہ ایسی معمولی چیزیں نہیں ہیں بلکہ مسلمانوں کا آپس میں اللہ کے لئے محبت رکھنا کہ یہ اللہ کا بندہ ہے ایمان والا ہے اسلئے مجھے اس

---

[1] عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال سبعۃ یظلھم اللہ فی ظلہ یوم لا ظل الا ظلہ امام عادل، وشاب نشأ فی عبادۃ اللہ، ورجل معلق قلبہ فی المساجد، ورجلان تحابا فی اللہ اجتمعا علیہ وتفرقا علیہ، ورجل دعتہ امرأۃ ذات منصب وجمال فقال انی اخاف اللہ، ورجل تصدق بصدقۃ فاخفاھا حتی لا تعلم شمالہ ما تنفق یمینہ، ورجل ذکر اللہ خالیا ففاضت عیناہ (بخاری شریف، کتاب الزکوٰۃ، باب الصدقۃ بالیمین، ج ۱ ص ۱۹۱)

[2] حضرت ابو امامہؓ: حضرت ابو امامہ صدی بن عجلان باہلی ان کی کنیت ابو امامہ ہے اور وہ مشہور صحابی ہیں حضور ﷺ نے ان کو اپنی قوم باہلہ کے پاس تبلیغ دین کے لئے بھیجا تھا، انہوں نے آپ کی دعوت قبول کی اور اسلام لائے، حضرت ابو امامہؓ حضرت علیؓ کے ساتھ صفین میں شریک رہے، ان کا انتقال حمص میں ہوا، وفات کے وقت ان کی عمر ایک سو چھ سال تھی، ان کا بیان ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ میں نے بھی تحت الشجرۃ آپ سے بیعت کی ہے تو آپ نے فرمایا کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ (تذکرہ قرآنی شخصیات کا تعارف، ص ۲۴۸)

[3] عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من احب للہ وابغض للہ واعطی للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان رواہ ابو داؤد (مشکوٰۃ شریف، کتاب الایمان، ص ۱۴)

سے محبت ہے، کوئی دنیوی غرض اور کوئی اپنی نفسانی خواہش کی بناء پر محبت نہیں ہے بلکہ اللہ کے لئے محبت ہے، اگر اس طرح یہ محبتیں اللہ کی بنیاد پر قائم ہوجائیں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کامل کی بشارت سنائی کہ اسکا ایمان کامل ہوگیا۔

ہمارے دلوں کا کینہ:

بہرحال ضرورت ہے کہ ہم اپنی معاشرت کو درست کریں۔ آج کل ہمارا مزاج ایسا بن گیا ہے کہ اگر ہم کو کسی سے کوئی تکلیف پہنچ گئی، یا کسی سے ناچاکی ہوگئی ہے تو ہم اسے دل میں بٹھائے رکھتے ہیں زندگی بھر پھر ہم اسکو اپنا دشمن سمجھتے ہیں اور پھر کبھی نہ کبھی موقع بموقع انتقام کے ذریعہ ہم اپنی بھڑاس نکالنے کی کوشش کرتے ہیں یہ کتنی بری صفت ہے۔ حالانکہ صحابہ کرامؓ کے دل بڑے صاف تھے بڑی بڑی تکالیف بھی اللہ کے لئے معاف کر دیتے تھے اسی وجہ سے قرآن نے انکی تعریف کی چنانچہ ایک واقعہ قرآن پاک میں بھی اور حدیث پاک میں بھی بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اسکا ایک جزء آپکے سامنے بیان کر رہا ہوں۔

واقعہ افک:

ایک غزوہ کی واپسی پر غالباً غزوہ مریسیع[1] یا ایک روایت کے مطابق غزوہ بنی المصطلق تھا، واپسی میں ایک جگہ قافلہ نے پڑاؤ ڈالا تھا حضرت عائشہؓ کجاوے سے نکل کر جنگل کی طرف قضائے حاجت کے لئے گئی تھیں، وہاں انکا ہار گم ہوگیا، اسے تلاش کرنے میں حضرت عائشہؓ کو دیر ہوگئی۔ یہاں سے قافلہ روانہ ہوگیا، حضرت عائشہؓ بہت دبلی پتلی تھیں، وزن بھی بہت کم تھا اسلئے انکا کجاوہ اونٹ پر رکھتے ہوئے کسی کو کجاوہ خالی ہونے کا احساس نہیں ہوا۔ بہرحال جب

---

[1] بخاری شریف ج ۲ ص ۵۹۳، کتاب المغازی، باب حدیث الافک)

کہا کہ منافقین نے مدینہ میں تیرے بارے میں نعوذ باللہ ایسی غلط خبریں پھیلائی ہیں اور ان میں مسطح بھی شامل ہے اسلئے میں نے اسے بددعا دی۔ اب تو حضرت عائشہؓ بہت پریشان ہوئیں، انکا بخار بھی بڑھ گیا حضور ﷺ سے اجازت لے کر اپنی ماں کے یہاں چلی گئیں بہرحال حضور ﷺ اس موقع پر حضرت ابوبکرؓ کے گھر حاضر ہوئے، اور پھر حضرت عائشہؓ کی براءت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۂ نور کا ایک پورا رکوع یعنی دس آیتیں نازل فرمائی۔ قرآن پاک میں ایک جگہ ارشاد ہے اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ (سورۃ النور ایت ۲۶) ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لئے اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے ہے اور صدیقہؓ جیسی پاکیزہ اور نیک خاتون حضور ﷺ جیسے پاکیزہ اور نیک مرد کے نکاح میں ہے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے صدیقہؓ کی براءت ظاہر فرمادی۔

حضرت ابوبکرؓ کو باری تعالیٰ کی محبت بھری تنبیہ:

اب حضرت ابوبکرؓ کی چہیتی بیٹی اور حضور ﷺ کی پاکیزہ بیوی پر تہمت لگائی گئی تو حضرت ابوبکرؓ پر کیا گذری ہوگی۔ اوپر سے یہ کہ انکا بھانجہ مسطحؓ جس کو وہ وظیفہ دیا کرتے تھے وہ بھی تہمت لگانے والوں میں شامل ہوگئے تھے اسلئے حضرت ابوبکرؓ مسطحؓ کو جو وظیفہ دیتے تھے اسکے متعلق قسم کھائی اور قسم کھا کر فرمایا کہ اب سے میں مسطحؓ کو وظیفہ نہیں دوں گا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آیت نازل فرمائی وَلَا يَأْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى[1] کہ تم میں فضیلت والے اور مال والے اسطرح کی قسم نہ کھائے کیا تم اس بات کو پسند نہیں

---

[1] عن عائشۃ قالت فلما انزل اللہ ھذا فی براءتی قال ابوبکر الصدیق و کان ینفق علی مسطح بن اثاثۃ لقرابتہ منہ وفقرہ واللہ لا انفق علی مسطح شیئا بعد الذی قال لعائشۃ ماقال فانزل اللہ ولا یاتل اولو الفضل الخ (بخاری شریف، کتاب التفسیر، باب قولہ ان الذین جاءو بالافک، ج ۲ ص ۶۹۸)

کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کر دے۔ اندازہ لگائیں کہ اپنی حقیقی بیٹی اور حضور ﷺ کی سب سے چہیتی بیوی پر تہمت لگائی گئی۔ اس سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دل پر چوٹ لگی اور قسم کھائی تھی لیکن جب یہ آیت اتری کہ ایسی قسم مت کھاؤ تو حضرت ابوبکرؓ نے فوراً قسم توڑ دی اور جس کے متعلق قسم کھائی تھی انکو دینا شروع کر دیا، کیونکہ انہیں مغفرت کی طلب تھی وہ چاہتے تھے کہ باری تعالیٰ مجھے معاف کر دے اسلئے قسم توڑ دی۔ ایسی شان تھی صحابہؓ کی۔ اس سے زیادہ تکلیف کیا ہو سکتی ہے کہ خود کی بیٹی پر تہمت لگائی جائے لیکن جس نے تہمت لگائی اس کے متعلق دل صاف کر لیا۔ یہ تھی صحابہ کرام کی شان تھی کہ جو حکم اللہ کے رسول ﷺ نے دیا اسے فی الفور قبول کر لیا، اور ہم ہیں کہ معمولی معمولی باتوں پہ دل میں بغض و عداوت رکھتے ہیں، اور ہر وقت انتقام کے جذبات میں کسی نہ کسی کو تکلیف دینے اور دل آزاری کی کوشش میں رہتے ہیں۔ بہرحال ہمیں معاشرت کو بھی سدھارنا چاہئے یہ اسلام کا اہم شعبہ ہے۔

شعبہ اخلاق:

اسلام کا ایک اور شعبہ ہے اخلاق۔ اخلاق کہتے ہیں دل کے اندر اچھے اوصاف پیدا کرنا اور برے اوصاف کو دور کرنا مثلاً دل کے اندر سے بغض، کینہ، حسد، عداوت، دنیا کی حرص و لالچ، دوسروں کو حقارت سے دیکھنا ان سب برے اوصاف کو دور کرنا اور ان کے بالمقابل تواضع، انکساری، اخلاص للّٰہیت، مسلمان کا احترام، قلب میں وسعت ان سب چیزوں کو لانا ان کا نام ہے اخلاق۔

اللہ تعالیٰ کیا چاہتے ہیں؟:

تو یہ پانچ شعبے ہوئے ایمان و اسلام کے پانچ۔ ہم شعبے ہیں عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق۔ اللہ تعالیٰ ہم سے مطالبہ فرما رہا ہے کہ اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ یعنی ولی

شعبہ ایسا خالی نہ ہو کہ ہم اسکی تعلیم پر عمل نہ کریں۔ خاص طور پر بتلایا کہ ایک دوسرے کو تکلیف دینے سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرے۔ آج کل ان چیزوں کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں دی جارہی ہے۔

ایک فکر انگیز ملفوظ:

حضرت مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب ؒ نے لکھا ہے کہ بعض تکالیف ایسی ہوتی ہیں کہ جن کو معاف کرا سکتے ہیں، لیکن بعض تکالیف ایسی ہوتی ہیں جنکو ہم معاف نہیں کرا سکتے، مثلاً عام راستہ پر اپنی گاڑی کھڑی کردی اب آنے جانے والے کتنے لوگوں کو اس سے تکلیف پہونچ رہی ہے، اب ہم کہاں سب سے معافی مانگنے جائیں گے، یہ تکلیف ایسی ہے کہ اسکی معافی کی کوئی شکل نہیں اسی طرح راستہ میں گندی چیزیں ڈالنا جس سے دوسروں کو تکلیف ہو اسی طرح نالیوں میں ایسی چیزیں ڈالنا جس سے لوگوں کو تکلیف ہو تو یہ ایسی چیزیں ہیں جن کی معافی مشکل ہے کیوں کہ پتہ ہی نہیں کس کس کو تکلیف ہوتی ہے؟ اب کس کس سے معافی مانگے؟ حالانکہ اسلام نے ہمیں پاکی کی کیسی تعلیم دی ہے؟ اسکے کتنے فائدے ہیں؟۔

اچھے اخلاق دیکھ کر ایک بڑھیا کا قبولِ اسلام:

انگلینڈ کا ایک واقعہ ہے سنا ہے کہ وہاں کالج میں جو بچے پڑھتے ہیں ان میں مسلمان بچے بھی تھے اس کالج کے طلباء (STUDENT) کے کپڑے دھونے کے لئے ایک خادمہ رکھی ہوئی تھی، وہ تمام student کے کپڑے دھولی تھی چاہے وہ مسلم ہو عیسائی ہو، یہودی ہو وغیرہ، اب چونکہ ان عیسائی اور یہودی بچوں کے مذہب میں طہارت کی اور صفائی کی کوئی تعلیم نہیں ہے لہٰذا انکے کپڑے بہت گندے ہوتے تھے اور مسلمان بچوں کے کپڑے صاف ہوتے تھے اسلئے

وہ مسلم بچوں کے کپڑے جلدی اٹھا لیتی تھی۔ ایک مرتبہ وہ مسلم بچوں سے پوچھنے لگی کہ تم کپڑے
پہنتے ہو یا نہیں؟ انہوں نے کہا پہنتے تو ہیں لیکن چونکہ ہماری شریعت میں پاکی کی تعلیم دی گئی ہے
اور اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ پیشاب پاخانہ کی جگہ کو اچھی طرح صاف رکھو طہارت حاصل کرو اسلئے
میرے کپڑوں میں بدبو نہیں آتی، اس بات کا خادمہ پر اتنا اثر ہوا کہ جب اسلام اتنا پاکیزہ مذہب
ہے تو اس نے اسی بنیاد پر اسلام قبول کرلیا۔

مسلم محلے:

لیکن آج ہمارے مسلم محلوں کی پہچان کیا ہے؟ گندگی! اگر کہیں جانا ہو اور مسلم محلہ
معلوم کرنا ہو تو جہاں گندگی ہو، گندے کپڑے لٹکے ہوئے ہوں، گھر کے سامنے گندگی ہو، سمجھ
لیں تو سمجھو کہ وہ مسلمانوں کا محلہ ہوگا آج عام شہروں میں یہی حالت ہے، اور جو طہارت اور نظافت
اسلام نے ہمیں دی ہیں، وہ غیر مسلموں نے لے لی ہیں، اور ہم نے گندگیاں اختیار کرلی ہیں، لہٰذا
صفائی کے اہتمام کی بہت ضرورت ہے اسلئے اپنے آپ کو ناپاکیوں اور گندگیوں سے بچانے کی فکر
کریں۔ بہرحال یہ چند باتیں عرض کی گئیں، اللہ تعالیٰ ہمیں پورے پورے اسلام میں داخل
ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

تحریض علی تلاوۃ القرآن الکریم

حضرت مفتی محمد کلیم صاحب دامت برکاتہم کا

یہ بیان ۔۔۔

الحمد لأهله والصلوة على أهلها. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم. واذا قرئ القران فاستمعوا له وانصتوا. عن ابي ذر رضي الله عنه في حديث طويل قال قلت يا رسول الله اوصني قال اوصيك بتقوى الله فانه ازين لامرك كله قلت زدني قال عليك تلاوة القران وذكر الله فانه ذكر لك في السماء ونور لك في الارض ۔[1]

تمہید:

حضرت ابوذرؓ کی ایک طویل حدیث کا ایک جزء کہ حضور اکرم ﷺ نے تقویٰ کی وصیت فرمائی اور اس کا ایک اہم فائدہ بتایا کہ تقویٰ اختیار کرو تو تمہارے سارے کام عمدہ، خوش نما اور اچھے ہو جائیں گے۔

تلاوتِ قرآن اور ذکر کرنے کے فائدے:

حضرت ابوذر غفاریؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اور کچھ فرمائیں اور کچھ مزید نصیحت فرمائیں تو آپ نے فرمایا کہ اپنے آپ پر قرآن پاک کی تلاوت اور اللہ کے ذکر کو لازم کر لو۔ یہ دو چیزیں بڑی اہم ہیں۔ فانه ذكر لك في السماء ایک فائدہ یہ ہے کہ تو اگر قرآن کی تلاوت کریگا اللہ کا ذکر کریگا تو آسمانوں میں اللہ تعالیٰ تیرا ذکر فرمائیں گے۔

دوسرا فائدہ قرآن کی تلاوت اور ذکر اللہ سے یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں تجھے نور عطا فرمائیں گے۔ قرآن پاک اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظیم الشان کتاب ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا قرب اور نزدیکی جتنی قرآن پاک سے حاصل کی جاتی ہے اتنی کسی اور چیز سے حاصل نہیں کی جاتی۔

۱؎ مشکوٰۃ شریف باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم ص ۴۱۲)

تلاوت قرآن قرب الٰہی کا ذریعہ ہے:

خود ایک حدیث میں ارشاد فرمایا گیا تھا یا وہ حدیث قدسی ہے کہ مجھ سے بندہ سب سے زیادہ قریب ہوسکتا ہے تو اسی چیز سے جو مجھ سے نکلی (یعنی قرآن پاک) قرآن پاک اللہ کا کلام ہے اللہ کی ذات سے نکلا ہوا ہے تو فرمایا جو چیز مجھ سے نکلی ہے یعنی قرآن پاک اسی سے سب سے زیادہ قرب اور نزدیکی حاصل کی جاتی ہے لہٰذا یہی وہ کتاب ہے کہ قرآن کے ایک حرف پر دس نیکیاں ملتی ہے۔ دنیا کی کسی کتاب کے پڑھنے پر وہ اجر و ثواب نہیں ملتا جو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے پڑھنے پر اجر و ثواب لکھا ہے۔ ایک حرف انسان پڑھتا ہے تو دس نیکی اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہے چاہے سمجھ کر پڑھے چاہے بغیر سمجھ کر پڑھے اسی لئے خود نبی اکرم ﷺ بھی اور حضرات صحابہ بھی قرآن پاک کی تلاوت کا اہتمام کرتے تھے۔ اور ہمارے اسلاف بھی اہتمام کرتے تھے جس کے واقعات بھی پہلے ذکر کئے گئے تھے۔

رمضان تلاوت کا مہینہ ہے:

رمضان المبارک خاص طور پر قرآن پاک کی تلاوت کی بہار کا موسم ہے۔ تلاوت قرآن پاک کو مبارک مہینہ سے ایک خاص مناسبت ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ ساٹھ (۶۰) قرآن پاک کو ختم کرتے تھے حضرت امام شافعی ساٹھ (۶۰) قرآن پاک ختم کرتے تھے۔ ابو داؤد کی شروحات میں لکھا ہے کہ امت میں مختلف طریقے رہے ہیں قرآن پاک کو ختم کرنے کا آخری

۱؎ عن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ قال قال النبی ﷺ ما اذن اللہ لعبد فی شیء افضل من رکعتین یصلیھما و ان البر لیذر علی رأس العبد ما دام فی صلاتہ و ما تقرب العباد الی اللہ عز و جل بمثل ما خرج منہ قال ابو النضر یعنی القرآن۔ [ترمذی شریف۔ باب ماجاء فی من قرأ حرفا من القرآن مالہ من الاجر ج ۲ ص ۱۱۹]

۲؎ الدر المنضود ج ۳ ص ۲۷۵

اس لئے پیچھے پڑ گئے کہ حضرت یہ تو آپکو بتانا ہی پڑیگا کہ عصر سے مغرب تک کتنا وقت ہوتا ہے کہ اس میں قرآن پاک ختم کریں؟ بہت اصرار کیا تو سب کو ندی کے کنارے پر لے گئے، اور قرآن پاک پڑھنا شروع کیا عصر سے تو غروب سے پہلے پہلے قرآن پاک ختم ہو گیا تو بعض بزرگ کی ایسی بھی کرامت ہے، اللہ ان کے وقت میں برکت عطا فرماتے ہیں۔ اصل چیز ادب کی ضرورت ہے انسان جتنا قرآن پاک سے تعلق رکھیگا اتنا ہی اس کو اللہ تعالی سے قرب ونزدیکی حاصل ہوگی،

حضرت مولانا یحییٰ صاحبؒ کا واقعہ:

حضرت شیخ نے اپنے والد مولانا یحییٰ صاحبؒ کے متعلق لکھا ہے کہ رمضان میں ایک دن میں ایک قرآن پاک ختم کردیتے تھے۔ تو یہ اللہ تعالی کے اس کلام کی برکت سے انسان اللہ تعالی کا بہت مقرب بن جاتا ہے۔

قرآن یہ اللہ سے ہم کلامی کا ذریعہ ہے:

اور محبت سے تعلق رکھنے والی بات قرآن پاک کے سلسلہ میں یہ ہیکہ جب انسان قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے تو گویا اسے اللہ تعالی سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوتا ہے، گویا وہ اللہ سے راز و نیاز کی باتیں کر رہا ہو۔

اللہ کس طرح کلام کرتا ہے:

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے اس مسئلے کو اس طرح سمجھایا ہے کہ ہم قرآن پاک کی تلاوت کریں، تو ہم اللہ تعالی سے ہم کلام کیسے ہو سکتے ہیں۔ تو فرمایا ہم کلام ہونے کی حقیقت کیا ہے؟ وہ پہلے سمجھو، ایک شخص بات کر رہا ہے وہ پہلے اپنی بات کریگا دوسرا سنے گا

پھر وہ دوسرا آدمی بات کریگا تو پہلا آدمی سنے گا تو اس کو یہ کہا جائیگا کہ آپس میں ہم ایک
دوسرے سے ہمکلامی ہو رہی ہے ایسا تو نہیں ہوگا کہ دونوں ساتھ بولے اگر دونوں ساتھ بولیں تو
دونوں ساتھ میں نہیں سنیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کے واسطے سے حضور پاک
ﷺ پر پورا قرآن پاک نازل فرمایا گویا اللہ تعالیٰ ہمکلام ہوگئے قیامت تک آنے والے انسانوں
کیساتھ اللہ تعالیٰ ہمکلام ہو۔ اب بندہ جو ہے وقتاً فوقتاً کلام اللہ کی تلاوت کر رہا ہے تو اللہ سے ہم
کلامی ہوئی یا نہیں؟ اللہ نے نازل کردیا اور ہمیں حکم دیا کہ تم پڑھتے رہو جتنا پڑھیں گے اتنی اتنی
اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی ہوگی۔

ہمارے شیخ حضرت مولانا جمیری صاحب ایک بہت اچھا واقعہ اس سلسلے میں ذکر
کرتے تھے اکثر بخاری شریف کا جب ختم ہوتا تھا تو یہ واقعہ ذکر فرماتے تھے کہ بھائی ایک
چھوٹے سے واقعے سے ہم بہت اچھے طریقے سے سبق سیکھیں ہندوستان کے بادشاہ عالمگیر

[illegible]

گزرے ہیں اس زمانے میں ہندوستان میں ایران کے بادشاہ نے فارسی میں ایک مصرعہ لکھ کر بھیجا کہ آپ کے یہاں کوئی شاعر ہو تو اس کے ذریعے اس کا دوسرا مصرعہ بنا کر روانہ کریں ۔

در ابلق کسے کم دیدہ موجود

ابلق کہتے ہیں موتی کو در ابلق کہتے ہیں چتکبرا یعنی جس میں سیاہی اور سفیدی دونوں ہو جیسے چتکبرا گھوڑا ہوتا ہے ایک عجیب صورت معلوم ہوتا ہے تو کہا کہ چتکبرا موتی میں نے بہت کم دیکھا ہے اور شاہ زیب کے پاس خط پہنچا تو فکر مند ہوئے کہ جواب کیسے دیں۔ عالمگیر کی لڑکی زیب النساء عقل و فراست دیکھئے تو ان کی لڑکی زیب النساء وہ بھی عالمہ تھی اور شاعرہ بھی تھی اپنے والد کو فکر مند دیکھ کر پوچھا کیا بات ہے آپ کیوں سوچ میں ہیں؟ تو کہا کہ ایران کے بادشاہ نے ایک مصرعہ لکھ کر بھیجا ہے اب اس کا دوسرا مصرعہ بنانا ہے تو میں کس کے سپرد کروں؟ تو زیب النساء نے کہا مجھے بتائیے کیا مصرعہ ہے تو انہوں نے بتلا دیا کہ ۔

در ابلق کسے کم دیدہ موجود

تو اس نے کہا کوئی بات نہیں میں اس کا دوسرا مصرعہ بنا دیتی ہوں سرمہ لگانے سے آنکھوں میں سے آنسو نکلتے ہیں کیونکہ سرمہ تیز ہوتا ہے آنکھ کے آنسو سفید ہوتے ہیں اور سرمہ کالا ہوتا ہے لیکن جب سرمہ کی سیاہی آنسوؤں کے ساتھ مل کر نکلتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ آنکھوں میں سے موتی ٹپک رہے ہوں تو جیسے ہی اس نے آنکھوں میں سرمہ لگایا اور آنکھوں میں سے آنسو ٹپکے تو فوراً اس کے ذہن میں دوسرا مصرعہ آ گیا اور مکمل شعر بن گیا ۔

در ابلق کسے کم دیدہ موجود

مگر اشک بتان سرمہ آلود

کہ چتکبرا موتی لوگوں نے بہت کم دیکھا ہے مگر محبوب کی آنکھ سے نکلا ہوا آنسو جو سرمہ سے ملا

ہوا ہوا اس کو چیت کیرا موتی کہہ سکتے ہیں یہ آنسوں موتی نہیں ہے لیکن شعر برابر ہو گیا۔ تو اورنگ زیب نے جواب لکھ کر بھیج دیا۔

عقل وفراست کے ذریعہ اپنے آپ کو نامحرم سے ملنے سے بچانا:

شاہ ایران کو شعر بہت پسند آیا کہ یہ شاعر کون ہے؟ اس سے ملاقات کرنی چاہئے تا کہ ہم کلامی کا شرف حاصل ہو جائے، پھر انہوں نے لکھ کر بھیجا کہ وہ شاعر سے ملنا چاہتے ہیں، کچھ گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ اورنگ زیبؒ بڑے اللہ والے تھے تو انہوں نے سوچا شاہ ایران ایک اجنبی آدمی ہے تو وہ میری لڑکی سے کیسے مل سکتا ہے؟ تو دوبارہ فکر مند ہوئے تو پھر زیب النساء نے پوچھا تو اورنگ زیبؒ نے فرمایا وہاں سے جواب آیا اور آپ کا شعر بہت پسند آیا ایک مصیبت تو پوری نہیں ہوئی، اور دوسری مصیبت آ گئی کہ وہ تم سے ملنا چاہتا ہے، کلام کرنا چاہتا ہے تو زیب النساء نے کہا کہ کوئی فکر کرنے کی بات نہیں، چند شعر میں آپ کو لکھ کر دیتی ہوں، آپ ان کو ارسال کر دیں، ان سے ملاقات بھی ہو جائے گی، اور کچھ گفتگو بھی، بادشاہ کو وہاں سے آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور مجھکو وہاں جانے کی بھی ضرورت نہیں تو اس نے دوسرا شعر لکھ کر بھیجا کہنے لگی

در سخن مخفی منم چوں بوئے گل در برگ گل

ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

میں اپنے کلام میں اس طرح چھپی ہوئی ہوں جیسا کہ پھول کی خوشبو پھول کی پتیوں میں چھپی ہوئی ہوتی ہے اسی طرح میں اپنے کلام میں چھپی ہوئی ہوں تو جو شخص مجھ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے، وہ میرا کلام پڑھ لے اسی میں میری ملاقات ہو جائے گی۔ تو حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ جب

دنیا کی ایک شاعرہ اپنے کلام کے بارے میں یہ تاثر دے رہی ہے کہ میرا کلام پڑھ لو وہ میری ملاقات کا بدل ہے۔ تو احکم الحاکمین نے جو کلام اتارا ہے، اگر ہم اس کو پڑھیں گے تو کیا اللہ کی ملاقات کا بدل ہوگا یا نہیں؟ (سبحان اللہ) اللہ تعالیٰ کا کتنا احسان و کرم ہے کہ اس نے ہمیں ہم کلامی کا موقع عنایت فرمایا۔ اسی لئے جن لوگوں کو کلام اللہ کی تلاوت کا ذوق ہو جاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے جو مانگتے ہیں، وہ ان کو مل ہی جاتا ہے۔

ایک بزرگ کا قرآن سے عشق کا واقعہ:

ایک بزرگ کے متعلق سنا کہ وہ کلام اللہ کے بڑے عاشق تھے اور بار بار اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے تھے کہ یا اللہ! اگر میرا انتقال ہو جائے تو قبر کی کوئی نعمت دے یا نہ دے، بس قرآن دیدینا تاکہ میں قبر میں پڑھتا رہوں۔ جب ان کا انتقال ہو گیا اور ان کی تدفین ہوگئی تو ان کی قبر کے پاس سے ایک صاحب کشف بزرگ آدمی گذرے تو انہوں نے ان کی قبر سے قرآن پاک کی تلاوت کی آواز سنی تو ٹھہر گئے اور مراقبہ کیا مراقبے میں ان کا حال کھل گیا تو انہوں نے صاحب قبر سے پوچھا کہ قبر تو عمل کی جگہ نہیں ہے تو اور آپ قرآن کیسے پڑھتے ہو؟ تو صاحب قبر نے جواب دیا کہ میں دنیا میں قرآن کی تلاوت بہت کرتا تھا میرا انتقال ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا تم کو کیا مانگتے ہو؟ میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ مجھے کچھ نہیں چاہئے۔ بس تیرے کلام پاک کی تلاوت چاہئے جس طرح دنیا میں تلاوت کرتا تھا اسی طرح قبر میں بھی تیری تلاوت کا شرف حاصل ہو جائے۔ ایسے واقعات انبیاء کیلئے معجزات ہوا کرتے ہیں۔ جیسے ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھے گئے، اس امت میں اللہ تعالیٰ نے بزرگوں کو یہ کرامت

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئیؒ[1] کے یہاں لوگ حاضر ہوتے تھے۔ بہت سارے لوگ ایسے ہوتے تھے جو کچھ بھی پڑھے ہوئے نہیں ہوتے تھے۔ ایک آیت بھی نہیں آتی تھی۔ لیکن حضرت اُن کو آسان طریقہ بتلادیتے تھے۔ اور فرماتے جو احباب میرے یہاں آتے ہیں دیکھا کہ ان کو قرآنِ پاک پڑھنے نہیں آتا ہے۔ پوچھا کہ آپکا یہاں کیسے آنا ہوا ہے؟ یہ لوگ کاروباری لوگ تھے اس لئے یہ لوگ ہر مہینہ میں ۱۵ دن آتے تھے تو حضرت ان کو پڑھاتے تھے تو اس طرح ابھی سال بھی نہیں گذرا کہ یہ قرآن پاک پڑھنے والے ہوگئے۔ پھر انہوں نے کہا حضرت قرآن پڑھنا آگیا اب گھر والوں کو بھی ہم پڑھا رہے ہیں اسی لئے اب آنے کی ضرورت نہیں ہے انسان سیکھنا چاہے تو کوئی مشکل نہیں ہے۔

ہمیں بھی اس کی فکر کرنی چاہئے:

ہمارے مسجد کے امام صاحب ہیں، قاری صاحب ہیں ان سے پانچ منٹ کا وقت لے کر روز ایک ایک آیت سیکھ لیا کریں، یا قاعدہ اُن سے سیکھیں، اسی طریقے سے جو حضرات قرآن پاک پڑھنا نہیں جانتے ہیں ان کو بھی قرآن پاک پڑھنا آجائیگا، بچے کتنے اسی طریقے

---

[1] حضرت والا ہردوئیؒ: آپ ہردوئی کے رہنے والے ہیں آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمود الحق حقی صاحب بھی حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے خلیفہ صحبت تھے آپ کا سلسلہ نسب حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلویؒ سے ملتا ہے آپ کی ابتدائی تعلیم عربی، فارسی، اردو گھر پر ہوئی پھر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل ہوئے اور تعلیم مکمل کی دوران طالب علمی آپ نے اپنی صالح اور طلوعی زندگی کو اس طرح پیش کیا کہ مدرسہ کے اساتذہ اور طلباء آپ کی طرز زندگی سے بہت متأثر ہوئے اور دوران طالب علمی آپ کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ ہر ہفتہ سہارنپور سے تھانہ بھون حاضری ہوتی رہی، خصوصاً ایام تعطیل اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں گزارتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت حکیم الامتؒ کی خصوصی توجہ حاصل ہوئی۔ آپ کو حضرت حکیم الامتؒ کی طرف سے کم عمری ہی میں خلافت عطا کی گئی۔ اپنے شیخ و مربی حضرت حکیم الامتؒ کے حکم سے ہی ہردوئی جیسے کفرستان میں علم دین کی وہ شمع روشن کی جس کی روشنی سے عام مسلمان مستفید ہوئے ہردوئی میں ایک مدرسہ اشرف المدارس کی بنیاد رکھی، جو اب تک کامیابی جاری ہے۔ الحمد للہ۔

سے حافظ ہوجاتے ہیں، ایک آیت ہم روزانہ یاد کریں گے پابندی سے کبھی نہیں چھوڑ یں گے تو سال بھر میں ۳۶۰ آیتیں ہمیں یاد ہوجائیں گی۔ چند سالوں میں انسان حافظ ہوجائیگا، ہمارے یہاں بہت سے طلباء کو

رغبت دلائی جاتی ہے تو بہت سے طلباء جو حافظ نہیں ہوتے ہیں وہ حافظ ہوجاتے ہیں۔

جومولوی حافظ نہیں وہ آدھا مولوی ہے:

میں نے ایک مرتبہ حضرت مولانا سید عبدالرحیم لاجپوری[1] سے عرض کیا حضرت دعا فرمائیں میں حافظ ہوجاؤں، تو حضرت نے فرمایا مولانا کفایت اللہ[2] جو مفتی اعظم ہند ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جو مولوی حافظ نہیں ہوتا ہے وہ آدھا مولوی ہے، واقعتا اس کی ایک قدر ہوتی ہے، بہر حال یہ اللہ کا ایک نظام ہے کہ بہت سے لوگ بہت ذہین ہوتے ہیں لیکن پھر بھی حافظ نہیں ہوتے یہ مقدر کی بات ہے۔

---

[1] حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری کے حالات "جواہر علمیہ" ج ۲ میں ملاحظہ ہو۔

[2] مفتی کفایت اللہ دہلوی: آپ کی ولادت شاہجہاں پور یوپی میں ۱۸۷۵ء مطابق ۱۲۹۲ھ ہوئی ۱۹۰۳ء کے بعد آپ دہلی منتقل ہوگئے اور مستقل وہیں سکونت اختیار کرلی۔ ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے وطن مالوف کے مشہور مدرسہ اعزازیہ میں حافظ بدھن خان اور مولانا عبدالحق خان سے حاصل کی۔ پھر مدرسہ قاسم العلوم شاہی مرادآباد تشریف لے گئے۔ اس کے بعد آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۸۹۴ء مطابق ۱۳۱۵ھ میں آپ نے فراغت حاصل کی چنانچہ آپ خود اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں میرا سن ولادت غالباً ۱۲۹۲ھ ہی ہوگا تو صحیح تحریر میں آیا تو نہیں لیکن میری عمر کے اس تخمینے کے تحت جو میں نے بنایا ہے میں ۱۳۱۵ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوا۔ آپ مختلف علوم وفنون کے جامع تھے آپ محدث، مفسر، فقیہ، محقق، مصنف، عربی فارسی اردو کے بہترین شاعر اور سیاسیات میں خاص ذوق وبصیرت کے مالک تھے۔ مختلف علوم وفنون کے ساتھ فقہ وفتاویٰ میں آپ کو خاص امتیاز حاصل تھا اور مختلف دینی وملی سرگرمیوں کے ساتھ خدمت افتاء آپ کا خاص مشغلہ رہا، فقہ وفتاویٰ کی لائن سے بڑی خدمات انجام دیں۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۵۲ء اور یکم جنوری ۱۹۵۳ء کی درمیانی شب ساڑھے دس بجے آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ دہلی میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے احاطے کے قریب آپ کے جسد خاکی کو سپرد خاک کیا گیا۔ آپ کی مشہور تصنیف کفایت المفتی جو ۹ جلدوں میں ہے اور تعلیم الاسلام بھی مشہور ہے جو کہ مدارس ومکاتب میں داخل درس ہے۔

حضرت کشمیریؒ اتنے بڑے ذہین تھے لیکن حافظ قرآن نہیں ہوسکے:

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ بہت بڑے عالم تھے۔ [illegible]

[illegible]

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حضرت مفتی محمد کلیم صاحب دامت برکاتہم کا

یہ بیان ------ ----

الحمد لأهله والصلوة على أهلها. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم. يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن إلا وأنتم مسلمون. وقال النبي ﷺ النكاح من سنتي وأنه قال وأتزوج النساء فمن رغب عن سنتي فليس مني. وقال النبي ﷺ أربع من سنن المرسلين النكاح والسواك والتعطر والحياء[1] أو كما قال ﷺ۔

خدا در انتظارِ حمدِ ما نیست — محمد چشم بر راہِ ثنا نیست
محمد حامدِ حمدِ خدا بس — خدا مدح آفرینِ مصطفیٰ بس
محمد از تو می‌خواہم خدا را — خدایا از تو حبِ مصطفیٰ را

وقال الله تعالى في شأن حبيبه يا أيها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما. اللهم صل على سيدنا محمد وعلى آله وأصحابه وبارك وسلم۔

بزرگانِ محترم! آج کی ہماری یہ دینی تقریب جس میں جو نکاح منعقد ہوا ہے اس کی نسبت سے متعلق کی گئی ہے، موقع و محل کے اعتبار سے کوئی بات کی جاتی ہے وہ زیادہ موزوں اور مناسب ہوتی ہے اس لئے سوچا کہ نکاح ہی کے تعلق سے چند گزارشات پیش کروں۔

اللہ رب العٰلمین ہے:

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں سب سے پہلے جس کی ہم تلاوت کرتے ہیں سورۂ فاتحہ اس کی پہلی آیت میں اپنی ایک اہم اور خاص صفت کا تذکرہ کیا ہے۔ الحمد للہ رب العالمین، تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں۔ جو تمام عالموں کا پالنے والا ہے، لفظ رب کی

---

[1] ترمذی شریف، ابواب النکاح، ج ۱، ص ۲۰۶۔

صفات ہیں، ۹۹ نام ہم پڑھتے ہیں اور بعض علماء نے اس کے علاوہ ناموں کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ یہ
سب اللہ کے صفاتی نام ہیں، وہ تمام عالموں کا پالنے والا ہے بعض مفسرین فرماتے ہیں ۴۰ ہزار
عالم ہیں۔ بعض فرماتے ہیں ۸۰ ہزار عالم ہیں۔ جتنے بھی ہوں صرف اللہ پالنے والا ہی نہیں بلکہ
اس کی ساری ضروریات کی کفالت کرنے والا بھی ہے، رب اس ذات کا نام ہے جو اپنی مخلوق کی
ابتداء سے انتہا تک ساری ضرورتوں کو پورا فرمائے اپنی حکمتوں اور مصلحتوں کے تحت، اب اللہ کی
بے شمار مخلوق ہیں اللہ ہر ایک کی ضروریات کو پوری فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ روزی کیسے پہونچاتا ہے؟

امام فخر الدین رازی[1] نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ
الصلوٰۃ والسلام کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو کیسے روزی پہونچاتا ہوگا؟ تو اللہ
نے ان کو حکم دیا کہ آپ کے سامنے ایک پتھر ہے اس کو توڑ دو۔ حضرت موسیٰ نے پتھر توڑ دیا۔ اس
کے اندر سے اور ایک پتھر نکلا اس کے اندر سے اور پتھر نکلا تو چند مختلف پتھر نکلے، آخری پتھر میں
سے ایک جانور نکلا اور وہ جانور اپنے منھ میں کسی چیز کو چبا رہا تھا حضرت موسیٰ نے عرض کیا سبحان اللہ
اللہ تیری ذات پاک ہے ایسی جگہ جہاں نہ راستہ ہے نہ ہوا کا راستہ ہے نہ روشنی کا راستہ وہاں بھی
اپنی مخلوق کو روزی پہونچاتا ہے۔ معلوم ہوا اللہ اسباب کا محتاج نہیں، بغیر اسباب کے اللہ ہر ضرورت
کو پوری فرماتا ہے اللہ رب العالمین ہے۔

اللہ حکیم ہے:

اس کے ساتھ حکیم بھی ہے اس کے ہر فعل ہر چیز میں حکمت ہے تو اللہ نے مخلوقات

---

[1] امام فخر الدین رازی کے حالات اصول تفسیر اور اسے تاریخ کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

میں شریف ترین مخلوق انسان کو بنایا اور اس انسان کو دنیا میں اس لئے بھیجا تاکہ یہ انسان آخرت کی تیاری کرے لیکن ظاہر بات ہے انسان دنیا میں رہتا ہے، زندگی بسر کرتا ہے تو اس کے لئے اسباب بھی مہیا فرمائے ان اسباب کے تحت وہ زندگی گزارتا ہے، کوئی بھی انسان دنیا میں زندہ اس وقت تک رہتا ہے جبکہ وہ کھائے پیئے، معلوم ہوا کہ اللہ نے اپنی مخلوق میں انسان کے ساتھ اس کے کھانے پینے کی حاجت رکھی ہے، ہر انسان کے پیٹ میں بھوک کا تقاضہ پیدا ہوتا ہے۔ ہر انسان کی طبیعت میں پیاس کا تقاضہ پیدا ہوتا ہے، اب ایسا تو ہو نہیں سکتا ہے اللہ کی حکمت کے خلاف ہے کہ اللہ اپنی مخلوق میں خصوصاً انسانوں میں بھوک اور پیاس کے تقاضے کو پیدا کردے، اور بھوک کو مٹانے کے لئے کوئی اسباب نہ بنائے۔ اس کی حکمت والی ذات کا تقاضہ یہی ہے کہ جہاں آپ نے بھوک پیدا کی، پیاس پیدا کی، وہیں پر اللہ نے اس کو ہٹانے کے اسباب بھی فراہم فرمائے، چنانچہ جہاں انسان کو بھوک لگتی ہے کہیں نہ کہیں وہ روزی تلاش کرتا ہے، بھوک مٹاتا ہے، پیاس لگتی ہے، پینے کی چیز تلاش کرتا ہے، اللہ نے پینے کے لئے دریا، نہر، چشمے جاری فرمادئے اور اس کے ذریعہ سے وہ اپنی پیاس مٹاتا ہے، لیکن اپنی بھوک مٹانے میں اپنی پیاس مٹانے میں جن اشیاء اور اسباب کو اختیار کرنے کی اجازت دی گئی ہے، اس میں انسان آزاد نہیں ہے کہ بھوک مٹانے کے لئے جو جی میں آئے کھالے، جو جی میں آئے پیاس مٹانے کے لئے اسے استعمال کرلے، مردار کھالے، یا کسی کا ناحق مال کھالے۔ چوری کرکے مال کھالے، خیانت کرکے کھالے، اس میں وہ آزاد نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے حدود مقرر فرمائے ان حدود کے اندر رہتے ہوئے اپنے پیٹ کی آگ کو بجھاوے۔ پیاس لگی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ پیشاب پی لے، شراب پی لے، نشہ آور چیز پی لے، اس کی اجازت نہیں۔ اس کے لئے بھی حد مقرر فرمائی۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: کلوا من الطیبات واعملوا صالحا (سورۃ المؤمنون پ ۱۸) پاکیزہ

چیزیں کھاؤ اور اچھے اعمال کرو۔ کھانے اور پینے میں اللہ نے اجازت تو دی لیکن اس کے لئے بھی حدود مقرر فرمادئے۔ انسان کو آزاد نہیں چھوڑ رکھا۔

اللہ نے انسان میں شہوت بھی رکھی اور اس کو پورا کرنے کا صحیح طریقہ بھی بتلادیا:

اسی طریقہ سے اللہ تعالیٰ نے انسان کی طبیعتوں میں خواہشات اور شہوات کا مادہ بھی رکھا ہے۔ ایک عمر جب ہوجاتی ہے اور بلوغ کو انسان پہونچ جاتا ہے تو اس کے دل میں اپنی شہوات کو سکون پہونچانے کے لئے اور اس کو پورا کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اللہ کی ذات حکیم ہے تو ایسا تو ہو نہیں سکتا ہے کہ انسان کی طبیعت میں شہوت پیدا ہو، اور جذبات پیدا ہوں پھر اس کے مٹانے کے لئے کوئی موقع اور محل اللہ نہ بنائے جیسے بھوک اور پیاس کو مٹانے کے لئے اللہ نے اسباب اور اشیاء فراہم فرمائے، ایسے ہی انسان کی شہوانی جذبات کو پورا کرنے کے لئے بھی اسباب موقع، اور محل عطا فرمایا۔ اللہ رب ہے اس نے ہر ضرورت کو پورا کرنے کا انتظام فرمادیا۔ پھر جیسے کھانے پینے میں وہ آزاد نہیں ہے، ایسے ہی جذبات کو پورا کرنے میں وہ آزاد نہیں ہے کہ جہاں چاہے وہ اپنے جذبات پورا کرے، جہاں چاہے وہ اپنی شہوت پوری کرے۔ اس کی اجازت نہیں ہے بلکہ اس کے لئے بھی حدود مقرر فرمادیا قرآن پاک میں پورا رکوع بتلادیا گیا۔ حرمت علیکم امہتکم (سورۃ النساء پ ۴) تمہاری مائیں، بیٹیاں، بہن، خالہ، پھوپھیاں کی طرح وہ جو دوسروں کے نکاح میں ہیں مشرکات ہیں وہ سب تمہارے اوپر حرام کردی گئی ہیں۔ ہاں اس کے علاوہ تمہارے لئے حلال ہیں ان کے ساتھ نکاح کے ذریعہ سے تم اپنی خواہشات پوری کرو۔ تو اللہ نے انسان کی اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے بھی موقع و محل بتایا۔ نکاح کے ذریعہ

سے اپنے جذبات پورا کرو، تم یہ کہ حرام اور ناجائز طور پر اپنے جذبات پورا کرو، یہی وجہ ہے کہ جب سے اللہ نے انسان کو پیدا فرمایا اس وقت سے یہ نکاح والے سلسلہ کو جاری فرمایا۔ جنت کے اندر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا فرمایا، اکیلے تنہا انسان تھے فرشتے تھے، اور شیطان تھا۔

اللہ نے حضرت حواؑ کو حضرت آدمؑ کی بائیں پسلی سے پیدا کیا:

حافظ ابن کثیر[1] نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ اللہ نے حضرت آدمؑ پر غنودگی طاری فرمادی۔ دنیا میں ہمیں نیند اور اونگھ تھکان کی وجہ سے آتی ہے۔ جنت میں تھکان نہیں ہے لیکن وہاں ایک مصلحت کی وجہ سے ان پر اونگھ طاری کردی۔ تھوڑی دیر آنکھ لگ گئی۔ اللہ نے ان کی بائیں طرف والی پسلی سے حضرت حواءؑ کو پیدا کیا۔ یہ روایت مفسرین نے ذکر کی ہے۔ اور بعض علماء نے اس کو اسرائیلیات میں شمار کیا ہے لیکن بہرحال اس کا کوئی قرآن پاک کی آیات سے تعارض نہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اس کی حکمت ہوگی بعض علماء نے اور تاویل کی ہے۔ لیکن بہت سے مفسرین نے یہ بات ذکر کی ہے کہ اللہ نے حضرت حواء کو حضرت آدمؑ کی بائیں پسلی سے پیدا فرمایا[2] جب ان کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ ان ہی کی طرح ایک انسان سامنے کھڑا ہوا ہے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں حضرت آدم کو ان سے انسیت پیدا ہوگئی کوئی وحشت اور ڈر پیدا نہیں ہوا۔

---

[1] حافظ ابن کثیر کے حالات "جواہر حنفیہ" ج ا میں ملاحظہ ہوں۔

[2] {وخلق منها زوجها} حواء بالمد من ضلع الخ (تفسیر الجلالین مع الصاوی، سورۃ النساء آیت ۱)

حضرت حوا کو بائیں پسلی سے پیدا کرنے کی حکمت :

بہت سے اہل علم بھی ہیں ہمارے طلبا بھی ہیں۔ ایک طالب علمانہ اشکال یہاں ہو سکتا ہے کہ اللہ نے حضرت آدمؑ کو مٹی سے پیدا فرمایا، حضرت حوا کو بھی مٹی سے پیدا فرماتے۔ اللہ نے حضرت آدمؑ کی بائیں پسلی سے کیوں پیدا کیا۔ حقیقی حکمتیں اور مصلحتیں اللہ ہی جانتا ہے لیکن حضرات علماء غور و فکر کر کے بعض نکات اور بعض حکمتوں اور مصلحتوں کی طرف توجہ دلاتے ہیں اور بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اللہ نے حضرت حوا کو حضرت آدمؑ کی بائیں پسلی سے پیدا کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کا قلب بائیں طرف ہوتا ہے اور دل یہ مقام محبت ہے۔ موضع محبت ہے تو حضرت حوا کو دل کے قریب والی پسلی سے اس لئے پیدا کیا تاکہ میاں اور بیوی کے اندر محبت کے جذبات پیدا ہوں۔ یہ محبت کی جگہ ہے۔ محبت کا اثر پسلی کے اندر اور پسلی کا اثر عورت کے اندر تو میاں اور بیوی کے اندر محبت کے جذبات باقی رہیں نفرت و وحشت نہ ہو اس لئے حضرت آدمؑ کی بائیں پسلی سے حضرت حوا کو پیدا کیا یہی وجہ ہے کہ حضرت آدمؑ کو وحشت نہیں ہوئی۔ آگ سے بنا دیتے اور کسی چیز سے بنا دیتے تو ممکن تھا کہ وحشت ہو جاتی، حضرت آدمؑ کو انسیت ہوگئی۔

ایک سوال اور اس کا جواب :

سوال ہوتا ہے کہ جب اللہ کو یہی مقصود تھا کہ میاں بیوی میں محبت کے جذبات پیدا ہوں اور اسی وجہ سے دل کے قریب والی پسلی سے پیدا کیا تاکہ اس میں محبت کا اثر باقی رہے تو اس سے زیادہ بہتر تو یہ ہے کہ دل ہی کے ایک ٹکڑے سے عورت کو بنا دیا جاتا تو سراپا محبت بن جاتی۔ یہ بیوی اور شوہر کے اندر کبھی نااتفاقی اور لڑائی جھگڑا ہی نہ ہوتا ہمیشہ محبت کے ساتھ دنیا میں رہتے تو دل کے ٹکڑے سے کیوں نہیں بنایا؟ علماء لکھتے ہیں کہ دل اللہ نے اپنے لئے بنایا کہ دل میں میری محبت ہو

اور جتنے بھی لوگ ہیں ان کی محبت دل سے باہر ہو تو دل کو اللہ نے اپنی محبت کے لئے پیدا کیا اس لئے دل کے ایک ٹکڑے سے عورت کو نہیں بنایا۔

آپ ﷺ کا ایک ارشاد:

اسی لئے حضرت صدیق اکبرؓ کے متعلق حضور ﷺ کا ارشاد حدیث کی کتابوں میں آتا ہے کہ اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکرؓ کو خلیل بناتا[1] لیکن میں نے اپنے رب کو خلیل بنالیا۔ خلیل خلت ایسا مقام ہے دوستی کا جو دل کی گہرائیوں میں ہوتا ہے، اس مقام پر تو اللہ ہی کی محبت ہونی چاہئے۔ اگر کسی اور کو خلیل بنایا جا سکتا تھا تو ابوبکرؓ ہی کو بناتا۔ لیکن اس مقام میں اللہ کے سوا کسی کی محبت کی گنجائش نہیں ہے۔

حضرت آدمؑ اور حواؑ کا نکاح اور مہر کی ادائیگی:

منشاء عرض کرنے کا یہ ہے کہ حضرت حوا کو پیدا کیا اور نکاح کی مجلس منعقد ہوئی، شاہ عبد الحق محدث دہلویؒ نے "مدارج النبوۃ" میں لکھا ہے اور شرح ترمذی المواھب اللدنیہ میں بھی یہ بات نقل کی ہے کہ فرشتوں کی مجلس میں حضرت آدمؑ وحوا کا نکاح باقاعدہ منعقد ہوا۔ اور جب نکاح ہوگیا تو حکم ہوا کہ آدم سے اپنے مہر کا مطالبہ کرو۔ نکاح تو ہوگیا مہر ادا کردو، حضرت آدمؑ نے عرض کیا اللہ ساری نعمتیں جنت میں تیری ہیں، اب میں مہر میں کیا دوں، حضرت آدمؑ سے کہا گیا آپ کی

---

[1] عن ابی سعید الخدری ﷺ قال خطب رسول ﷺ الناس وقال ان اللہ خیر عبدا بین الدنیا وبین ما عندہ فاختار ذلک العبد ما عند اللہ قال فبکی ابو بکر فعجبنا لبکائہ ان یخبر رسول ﷺ عن عبد خیر فکان رسول اللہ ﷺ ھو المخیر وکان ابو بکر ھو اعلمنا فقال رسول ﷺ ان من امن الناس علی فی صحبتہ ومالہ ابو بکر ولو کنت متخذا خلیلا غیر ربی لاتخذت ابا بکر خلیلا ولکن اخوۃ الاسلام ومودتہ لا یبقین فی المسجد باب الا سد الا باب ابی بکر (بخاری ج ۱ ص ۵۱۶)

ذریت میں اور آپ کی اولاد میں آنے والے محمد رسول اللہ ﷺ سید الانبیاء والمرسلین ہوں گے، خاتم الانبیاء والمرسلین ہوں گے۔ ان پر تین مرتبہ اور ایک روایت میں ہے کہ بیس مرتبہ درود شریف پڑھ دو یہ آپ کے نکاح کا مہر ہو جائے گا (فضائل اعمال: فضائل درود شریف) چنانچہ رسول اللہ ﷺ پر حضرت آدمؑ نے تین مرتبہ یا بیس مرتبہ درود شریف پڑھا یہ نکاح کا مہر ہو گیا۔

مہر کی اقل مقدار:

سوال ہو سکتا ہے کہ دنیا میں ہم ایسا مہر رکھ دیں تو چلے یا نہیں؟ چند مرتبہ درود شریف پڑھ لیوے بات ختم ہو جاوے۔ جواب یہ ہے کہ ایک ملک کی کرنسی دوسرے ملک میں نہیں چلا کرتی ہیں، جنت میں وہ کرنسی چلتی ہیں۔ یہاں دنیا میں نہیں چلتی ہیں، یہاں تو کم سے کم مہر کی مقدار دس درہم بتلائی گئی ہے۔ یعنی دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی ۔ ۳۱ گرام چاندی یا اس کی قیمت جس دن نکاح ہو کم سے کم مہر اس دن اتنا ہونا چاہئے ۔ اور مہر فاطمی وہ بھی مستحب لکھا ہے علماء نے جو ۱۳۱ (تولہ چاندی) یا اس کی قیمت ہوتی ہے، جس دن نکاح ہو۔

نکاح سارے انبیاء کی سنت رہی:

بہر حال اللہ نے انسانی ضرورت کے پیش نظر جنت ہی سے نکاح والے سلسلہ کو جاری فرمایا اور پھر دنیا میں جتنی بھی انفاس قدسیہ یعنی پاکیزہ شخصیات آئیں ان کے ذریعہ سے نکاح کی سنت کو جاری فرمایا۔ جناب رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث میں نے تلاوت کی جس میں اللہ کے رسول کا ارشاد ہے۔ چار چیزیں سارے انبیاء کی سنت رہی۔ نکاح ، مسواک ، عطر ، حیا۔ سنت کہتے ہیں الطریقة المسلوکة وہ راستہ جس پر لوگ چلتے آئے ہوں یا چل رہے ہوں سارے انبیاء

نے نکاح کے سلسلہ کو دنیا میں جاری رکھا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے نکاح نہیں کیا، آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ لیکن وہ بھی قرب قیامت دنیا میں تشریف لائیں گے نکاح کریں گے اولاد بھی ان کی ہوگی۔ تو نکاح سارے انبیاء کی سنت ہیں۔

آپ ﷺ کو جوامع الکلم کا معجزہ دیا گیا تھا:

یہ چھوٹی سی حدیث ہے غور کرتے ہیں تو حضور ﷺ نے اس میں چار کلمے ارشاد فرمائے۔

جناب رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار معجزات عطا کئے تھے علامہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں ۱۰ ہزار سے بھی زیادہ معجزات اللہ کے رسول ﷺ کو عطا کئے گئے، مستقل اس پر علماء نے کتابیں لکھی ہیں "خصائص الکبری" "دلائل النبوۃ" "مدارج النبوۃ" اس کے علاوہ بہت ساری کتابیں ہیں انہیں میں سے ایک روایت کے اندر آپ ﷺ فرماتے ہیں۔ اعطیت جوامع الکلم[1] ایک معجزہ آپ ﷺ کو یہ عطا کیا گیا کہ آپ کی زبان مبارک سے اللہ تعالیٰ ایسے کلمات نکلواتے ہیں کہ جو جامع ہوتے ہیں یعنی ان کے الفاظ تو بہت مختصر ہوتے ہیں لیکن اس کے اندر بڑی حقیقتیں اور بہت سارے امور پر وہ مشتمل ہوتے ہیں، دیکھئے یہ حدیث کہ چار چیزیں ساری انبیاءؑ کی سنت ہیں لیکن ان چار چیزوں پر غور کرتے ہیں کہ پوری زندگی کی پاکیزگی اور طہارت کا سبق اللہ کے رسول نے ہمیں اس میں دیا ہے۔

---

[1] عن ابی ھریرۃ ان رسول ﷺ قال: فضلت علی الانبیاء بست، اعطیت جوامع الکلم، ونصرت بالرعب واحلت لی المغانم وجعلت لی الارض طھورا ومسجدا وارسلت الی الخلق کافۃ وختم بی النبیون. (مسلم شریف ج ص ۱۹۹ کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ)

ہر چیز کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے:

ہر چیز کی دو حالت ہے: ایک اس کا ظاہر۔ اور ایک اس کا باطن۔ انسان بہترین مکان بناتا ہے تو اس کو اندر سے بھی مزین کرتا ہے۔ اور باہر سے بھی مزین کرتا ہے۔ باہر سے گھر اچھا ہے لیکن اندر غبار کوڑا کرکٹ ہو تو وہ گھر ناقص کہلاتا ہے۔ اور اگر اندر بہت اچھا ہے۔ اور باہر خراب ہو تو بھی وہ گھر ناقص کہلاتا ہے۔ ایسے ہی انسان مرکب ہے دو چیزوں سے: ایک اس کا ظاہری بدن۔ اور ایک اس کی روح اور دل ہے، دونوں چیزوں کا پاکیزہ رہنا ضروری ہے، اگر انسان ظاہری طور پر تو خوب Tip top میں رہے اور بہترین خوشبو استعمال کرے اعلیٰ سے اعلیٰ لباس پہنے، لیکن دل کے اندر بیماری ہو تکبر ہو، کینہ، بغض، نفاق، شرک ہو تو ظاہری بدن کسی کام کا نہیں۔ اور اگر انسان دل کے اندر سارے اوصاف جمیلہ اور اخلاق حسنہ کو جمع کرلے لیکن ظاہر میں گندہ رہے۔ پیشاب، پاخانہ میں اس کے کپڑے بھرے ہوں۔ بدن کے اندر نجاست لگی ہو تو اس کی نماز بھی نہیں۔ اس حالت میں وہ طواف بھی نہیں کرسکتا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے دونوں قسم کو یعنی ظاہر کو اور باطن کو بھی پاک رکھنے کا حکم دیا۔

حدیث بالا میں مسواک اور عطر کا تعلق ظاہری صفائی سے ہے:

اس حدیث میں چار چیزیں بتلائی گئی ہیں: دو چیزیں تو ایسی ہیں جو انسان کے بدن کو پاکیزہ رکھتی ہیں۔ دو چیزیں ایسی ہیں کہ اس سے انسان کا دل اور روح پاکیزہ رہے۔ پہلی چیز ہے مسواک اور دوسری چیز ہے عطر۔ دونوں چیزوں کا تعلق انسان کی ظاہری نظافت اور پاکیزگی کے

ساتھ ہے۔ مسواک کا اہتمام انسان کرتا ہے تو منہ صاف ہو جاتا ہے، بدبو دور ہو جاتی ہے، خوشبو پیدا ہو جاتی ہے۔ عطر کا استعمال انسان اس وقت کرتا ہے جب غسل کر کے صاف ستھرے کپڑے پہن لے اور پاک صاف ہو جائے۔ معلوم ہوا کہ عطر کا موقع اور محل طہارت اور نظافت کے بعد ہے۔ رسول اللہ ﷺ جو حکم فرما رہے ہیں مسواک اور عطر کو یا اس سے آپ نے پورے ظاہری بدن کی نظافت کا حکم دیا۔ مسواک کا اہتمام کرو، کپڑے بھی اچھے صاف ستھرے رکھو، بدن بھی صاف ستھرا رکھو اور خوشبو اور عطر کا استعمال تم رکھو۔ مسواک بڑی عظیم سنت ہے۔ اس کے کئی فوائد ہیں، مولانا ادریس صاحب کاندھلوی نے ''مشکوٰۃ شریف'' کی ایک شرح لکھی ہے ''التعلیق الصبیح'' اسکے اندر کئی مصالح اور حکمتیں ذکر کی ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسواک کا اہتمام:

جناب رسول اللہ ﷺ اس کا بڑا اہتمام فرماتے تھے۔ جب آپ گھر میں تشریف لے جاتے ''ابوداؤد شریف''[1] میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے، پوچھا گیا حضرت صدیقہؓ سے حضور گھر میں تشریف لاتے تو کس چیز سے ابتداء کرتے؟ تو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں مسواک سے ابتداء کرتے۔ گھر میں آتے تو مسواک کا اہتمام، وضو کے موقع پر، نماز کے موقع پر، نیند سے اٹھنے کے وقت، ان مواقع پر مسواک کا اہتمام ثابت ہے۔ وہ نماز جو مسواک کر کے پڑھی جاتی ہے اس کا ثواب مسواک نہ کی جانے والی نماز کے مقابلہ میں ۷۰ گنا بڑھ جاتا ہے۔[2]

---

[1] ابوداؤد ص ۱۰، عن عائشۃ ان النبی ﷺ کان اذا دخل بیتہ قالت بالسواک (مسلم شریف ج ۱ ص ۱۲۸)

[2] صلوۃ بسواک افضل من سبعین صلوۃ بغیر سواک۔ (مسند احمد، بحوالہ بذل المجہود شرح ابی داؤد ص ۱۵۵)

فرشتے تلاوتِ قرآن سے لطف اندوز ہوتے ہیں:

مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ نے ”مسند بزار“ کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے۔ انسان جب قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ مقرر ہوتا ہے جو اس سے قرآن کریم کے کلمات سنتا ہے اور لطف اندوز ہوتا ہے۔[1] فرشتے قرآن پڑھنے پر قادر نہیں، یہ چیز اللہ نے انسانوں کو دی ہے، کہ وہ اس کا کلام پڑھ سکتے ہیں۔ جہاں تلاوت ہوتی ہے وہاں فرشتے آجاتے ہیں۔ جب کوئی شخص نماز پڑھتا ہے اور اس میں قرآن کی تلاوت کرتا ہے تو ایک فرشتہ اس تلاوت سے لطف اٹھانے کے لئے اس کے قریب آتا ہے اور رفتہ رفتہ اتنے قریب آجاتا ہے کہ اپنا منہ اس مصلی کے منہ پر رکھ دیتا ہے۔[2] گویا ”مسند بزار“ ہی کی روایت ہے، حضرت علی راوی ہیں کہ تم اس فرشتے کے لئے اپنے منہ کو مسواک سے صاف کرو۔ فرشتے بھی انسان کی نماز کے موقع پر آتے ہیں اور اس کی تلاوت سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

مسواک کا ایک اہم فائدہ:

اور فرمایا کہ مسواک کا ایک فائدہ یہ ہے کہ مرتے وقت انسان کو کلمہ نصیب ہوتا ہے۔[3]

---

[1] رواہ البزار فی مسندہ من حدیث علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مرفوعا ان العبد اذا تسوک ثم قام یصلی قام الملک خلفہ فیستمع لقراءتہ فیدنو منہ او کلمۃ نحوھا حتی یضع فاہ علی فیہ فما یخرج من شئ الا صار فی جوف الملک فطھروا افواھکم للقرآن (التعلیق الصبیح علی مشکاۃ المصابیح، باب السواک ج ۱ ص ۲۰۰، المکتبۃ الفخریہ بدیوبند)

[2] اذا قام احدکم یصلی من اللیل فلیستک فان احدکم اذا قرأ فی صلاتہ وضع ملک فاہ علی فیہ ولا یخرج من فیہ شئ الا دخل فم الملک (شعب الایمان، امام بیھقی بحوالہ فرشتوں کے عجیب حالات ص ۹۰ مؤلفہ ۔۔۔)

[3] ادناھا یذکر الشھادۃ عند الموت (مرقات شرح مشکوۃ، مکتبہ فیصل دیوبند، ج ۲ ص ۸۳)

حرام تک پہونچانے والی چیز حرام ہے:

لیکن یہاں ایک سوال ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے نکاح کو ذکر کیا، حیاء کو ذکر کیا۔ نکاح کے ساتھ مسواک اور عطر کو کیا مناسبت ہے؟ اور اس میں کیا جوڑ ہے؟ اللہ کے رسول کی ان باتوں میں بڑی حکمتیں بھری ہیں۔ اسلام کے اندر یہ اصول ہے کہ جو چیز حرام ہوتی ہے، ناجائز ہوتی ہے تو اس حرام تک پہونچانے والی چیزوں کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ جیسا کہ شرک یہ "اکبر الکبائر" ہے۔ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے کہ اس کی مغفرت ہی نہیں۔ ابتداء میں جب دنیا میں شرک شروع ہوا تو تصویر سازی سے شروع ہوا۔ اپنے بزرگوں کی لوگوں نے تصویریں بنا رکھی، اور پھر ان کی تعظیم کرنے لگے، ابتداء میں پہلا طبقہ تو وہ تعظیم کرنے لگے۔ دوسرا طبقہ آیا تو وہ ان سے سامنے منتیں مانگنے لگے، تیسرا طبقہ آیا تو انہوں نے ان کو خدا بنا لیا، اور انہیں کی عبادت شروع کر دی۔ یہ تصویر چونکہ شرک تک لیجانے والی تھی اس لئے اس کو حرام قرار دیا گیا۔ ایسی کوئی بھی دوسری چیز جو حرام تک لیجانے والی ہوگی۔ تو وہ بھی حرام ہوگی۔

اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے:

نکاح جب ہوتا ہے تو نکاح کا مقصود یہ ہے کہ نکاح کا بندھن زندگی بھر تک قائم رہے۔ جہاں یہ نکاح ختم ہوتا ہے اور طلاق کی نوبت آتی ہے۔ تو اللہ کے یہاں سب سے زیادہ ناپسندیدہ یہ چیز شمار کی جاتی ہے۔ ابغض المباحات عند اللہ الطلاق[1] حدیث میں ارشاد فرمایا کہ سب سے زیادہ اللہ کے نزدیک جائز چیزوں میں ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔ ضرورت کے موقع پر طلاق

---

[1] عن ابن عمر ان النبی ﷺ قال ابغض الحلال الی اللہ عزوجل الطلاق (ابوداؤد کتاب الطلاق، ص ۲۹۶)

کی اجازت ہے۔

طلاق ہمارے نزدیک کھلونا بن گئی ہے:

آج کل لوگوں نے اس کو کھلونا بنالیا ہے، کوئی کہتا ہے جامیں نے تجھے نزک بھر کر طلاق دی۔ کوئی کہتا ہے ۱۰۰ طلاق دی۔ کوئی کہتا ہے ۱۰۰۰ طلاق دی، اور جب نشہ اترتا ہے، تو رات میں ۲ بجے بیل بجاتے ہیں کہ مفتی صاحب بہت اہم مسئلہ پیش آگیا ہے۔ جب کوئی ایسا رات میں آتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ طلاق کا کوئی مسئلہ ہوگا۔ اوپر سے ہی پوچھتا ہوں کیا مسئلہ ہے۔ کہتا ہے بڑا نازک ہے کیا نازک، وہ کہتا ہے طلاق کا مسئلہ ہے۔ تو کہتا ہوں ہوگئی جااب گھر جا کر آرام سے سوجا۔ بہر حال لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تین طلاق سے ہی طلاق ہوتی ہے، ایک طلاق سے نہیں ہوتی طلاق کے مسئلہ کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

طلاق دینے کا صحیح طریقہ:

حالانکہ اسلام نے یہ طریقہ بتایا کہ میاں بیوی کے درمیان صلح اور مصالحت کے بعد بھی معاملہ نہیں بنتا ہے۔ تو ایک طلاق دیدو، پاکی کے زمانہ میں۔ عدت کے دوران اگر ندامت ہوگئی تو وہ رجوع کرسکتا ہے، عدت اگر پوری ہوگئی اور رجوع نہیں کیا تو نکاح ختم ہوجائے گا۔ زندگی میں جب بھی دوبارہ نکاح کرنا ہے تو کرسکتا ہے کتنی آسان شکل شریعت نے بتائی ہے۔

طلاق سے شیطان کا خوش ہونا:

اللہ کے رسول نے اس کو سب سے زیادہ ناپسندیدہ فرمایا ہے، بلکہ حدیث شریف میں ہے شیطان پانی پر اپنا تخت بچھاتا ہے۔ اپنے چیلے چپاٹوں کو چھوڑتا ہے، جاؤ اپنا کام کرکے

آتا، اب ایک آتا ہے کہ میں نے فلاں کی نماز قضا کروادی۔ سب کو کہتا ہے کہ تم نے کوئی خاص کام نہیں کیا۔ ایک آتا ہے کہ میں نے میاں بیوی کے درمیان جھگڑے کروادیے۔ یہاں تک کہ طلاق دونوں میں کروادی۔ تو وہ اپنے سینہ سے اس کو چمٹا لیتا ہے کہ تو نے بڑا اچھا کام کیا۔[1] اس لئے کہ طلاق سے بظاہر میاں بیوی میں جدائی ہوگئی۔ لیکن اس کے بعد جو حالات وفسادات آتے ہیں وہ اور زیادہ سنگین ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر بعض لوگ تو کتنی طلاق دیتے ہیں لیکن اس کے باوجود ساتھ میں رہتے ہیں اور ظاہر ہے اب جو اولاد ہوگی وہ ناجائز اور حرام ہوگی۔ اور اگر یہ الگ رہتا بھی ہے تو دونوں ایک دوسرے کے حق کو مارنے پر اور ایک دوسرے کی عزت وآبرو کو ختم کرنے پر تلے رہتے ہیں، اور مقدمات دائر کرنے میں مشغول رہتے ہیں، دونوں فریقوں میں قتل وقتال کی نوبت آجاتی ہے۔ بظاہر دو تین الفاظ بول دیئے۔ لیکن اس کا کتنا بڑا نقصان ہے۔ شیطان تو خوش ہوتا ہے اور اللہ ناراض ہوتا ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے حدیث میں جو الفاظ ارشاد فرمائے اس میں بڑی حکمت ہے کہ نکاح کا جو مقصد ہے وہ یہ ہے کہ یہ تعلق زندگی بھر تک قائم رہے۔ اس لئے نکاح کو توڑنے والے اسباب کو بھی اختیار کرنے سے بھی خاص منع کیا۔

نکاح کے ساتھ عطر اور مسواک کو ذکر کرنے کی وجہ:

نکاح کے ساتھ خاص ان اسباب کو ذکر کیا جو نکاح کو دیر تک قائم رکھے۔ انسان کی طبیعت کے اندر بدبو سے نفرت ہوتی ہے، اس لئے کوئی میلا کچیلا، پسینہ میں تر اور آدمی ہمارے

---

[1] عن جابر قال قال رسول اللہ ﷺ ان ابلیس یضع عرشہ علی الماء ثم یبعث سرایاہ فادناھم منہ منزلۃ اعظمھم فتنۃ یجیء احدھم فیقول فعلت کذا کذا فیقول ماصنعت شیئا قال ثم یجیء احدھم فیقول ماترکتہ حتی فرقت بینہ وبین امرأتہ قال فیدنیہ منہ ویقول نعم انت قال الاعمش اراہ قال فیلتزمہ (مسلم شریف ج ۲ ص ۳۷۶ باب تحریش الشیطان الخ)

قریب آتا ہے تو ہم اپنے قریب اس کو بیٹھنے نہیں دیتے۔ کوئی اگر بیڑی، سگریٹ پی کر آیا تو ہم اس سے دور بھاگتے ہیں۔ انسان کی طبیعت میں بدبو سے نفرت ہے، اور خوشبو انسان کے دل میں محبت کے جذبات کو پیدا کرتی ہے، اسی لئے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں دینی تعلیم کی غرض سے عورتوں کو مساجد میں آنے کی اجازت تھی۔ نئے نئے احکام اترتے تھے لیکن یہ شرط تھی کہ خوشبو لگا کر نہ آئیں۔ کیونکہ خوشبو لگا کر آئے گی تو لوگوں کی نظریں اس کی طرف جائیں گی۔ لیکن حدیث میں خاص انبیاء کی سنت بتلائی۔ عطر لگانا اور مسواک کا کرنا۔ تو مقصود یہ کہ ساتھ ساتھ یہ بھی ہونا چاہئے کہ زوجین دانت کو بھی اچھی طرح صاف کر لے، اور خوشبو کا اہتمام کرے تاکہ پہلی ملاقات میں شروع ہی سے محبت کے جذبات پیدا ہوں نفرت کے جذبات پیدا نہ ہوں۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ان دو چیزوں کو خاص نکاح کے موقعہ پر ذکر فرمایا۔ اور یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول نے ہر چیز کے آداب بتلائے۔ شوہر سفر کے اندر ہے، جب سفر سے واپسی ہو رہی ہو تو فرمایا: سفر سے واپسی پر سیدھے ہی گھر نہ چلا جاوے، بلکہ اطلاع دے کہ میں آرہا ہوں، تاکہ عورت صاف ستھری ہو کر شوہر کے سامنے آئے[1] تو جب سفر سے لوٹ کر پہلی نظر بیوی پر پڑے تو محبت کے جذبات پیدا ہوں۔ میلے کچیلے کپڑے، اور گندی ہوگی۔ اور اس پر نظر پڑے گی تو ظاہری بات ہے کہ نفرت پیدا ہو جائے گی۔ اسی لئے یہ آداب بتلائے تاکہ یہ نکاح والا سلسلہ قائم رہے اور معمولی معمولی باتیں جو نفرت پیدا کر سکتی تھیں ان سے بھی آپ ﷺ نے منع فرمایا۔

نکاح روح کی پاکیزگی کا ذریعہ:

بہر حال یہ بڑی جامع حدیث ہے اور اسی کے ساتھ دو چیزیں ہیں۔ نکاح یہ انسان کے

---

[1] عن جابر بن عبداللہ ان النبی ﷺ قال اذا دخلت لیلا فلا تدخل اھلک حتی تستحد المغیبۃ وتمتشط الشعثۃ قال قال رسول اللہ ﷺ فعلیک بالکیس الکیس (بخاری شریف ج ۲ ص ۷۸۹)

دل کو اور روح کو پاکیزہ رکھتی ہے۔ نکاح کے ذریعہ روح کی پاکیزگی کیسے ہوگی؟ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے "یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءة فلیتزوج فانه اغض للبصر و احصن للفرج" اے نوجوانوں کی جماعت! اگر تم میں نکاح کی طاقت ہو تو ضرور نکاح کرو، اس لئے کہ نکاح تمہاری نگاہوں کو پست کرنے والا اور تمہیں پاکدامنی عطا کرنے والا ہے۔ معلوم ہوا کہ نکاح کے ذریعے سے واقعۃً انسان کے دل کو سکون ملتا ہے۔ آج یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں نے عریانیت اور مرد وزن کے اختلاط کو جائز ہی نہیں بلکہ اس کو قابل فخر قرار دیا، آج ان کی زندگیاں ان کے لئے عذاب بن چکی ہیں۔ وہ ممالک جہاں پر میل جول کو جائز قرار دیا، اور آزادانہ طور پر رہنے کی اجازت دیدی۔ آج ان کا چین وسکون زندگی سے اڑ چکا ہے۔ بعض ممالک کے بارے میں سنا کہ وہاں ۷۰۔۸۰ % پرسینٹ لوگ ایسے ہیں کہ ان کو پتہ نہیں ہمارا باپ کون ہے؟ اس طرح عریانیت کے نتیجہ میں لوگ جانوروں سے بھی بدتر ہو گئے ہیں۔ اسلام نے انسان کو حقیقی چین عطا کرنے کے لئے اس نکاح والے سلسلہ کو جاری فرمایا۔

زنا سے چین چھین جاتا ہے:

بہت سارے امراض اور بیماریوں سے اللہ نے نکاح کے ذریعہ سے انسان کو نجات دی، جہاں نکاح نہیں ہوتے بدکاری میں لوگ مبتلا ہوتے ہیں وہاں لوگ بہت سارے امراض کا شکار ہوتے ہیں، خصوصاً اس زمانہ میں "Aids" جیسی بیماری یہ زناکاری، بدکاری کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ بھی اس میں یہ خرابی ہے کہ اس کی وجہ سے انسان کا چین وسکون ختم ہوجاتا ہے، اور انسان depression کا مریض ہو جاتا ہے، آج نوجوانوں، بچوں، اور بچیوں کے اندر بہت زیادہ Depression Tension کا مرض ہے، اب لوگ بیچارے

عاملوں کے پاس جاتے ہیں، اس کو کچھ باہر کا ہوگیا ہے، باہر کا کچھ نہیں ہوا، اب اندر کا کچھ ہوا، اندر دل میں خرابی ہے گندے خیالات ہر وقت رہتے ہیں، کہاں سے اس کو چین ملے گا۔

حضرت مسیح الامت رحمہ اللہ کا ملفوظ:

حضرت مولانا مسیح اللہ خان جلال آبادی فرماتے تھے، خوب گناہ کرلو اگر تمہاری زندگی کو اللہ میاں عذاب جہنم بنادے گا تو پھر دیکھ لینا۔ بدکاری کا گناہ، بدنگاہی کا گناہ، انسان کے چین کو اڑا دیتا ہے انسان ہمیشہ کے لئے پریشان رہتا ہے، نکاح اس لئے ہے تاکہ (لتسکنوا الیہا) بیویوں کے ذریعہ چین سکون حاصل ہوجائے تو حقیقی سکون وطمانینت اسی نکاح والی زندگی میں ہے۔

حیا دل کو پاکیزہ رکھتی ہے:

بہر حال اللہ کے رسول ﷺ نے ایک چیز نکاح بتلائی نگاہوں کو پاک رکھنا دل کی پاکیزگی اسی کے اندر ہے۔ اور حیا بھی اس کے دل کو، اندرون کو پاکیزہ رکھتی ہے۔ اس نے فرمایا اذا لم تستحی فاصنع ما شئت[1] کہ "جب تو بے شرم ہوجائے تو جو چاہے کر"۔ یعنی جب انسان بے شرم ہوجاتا ہے اور حیا اس سے ختم ہوجاتی ہے تو ایسے کام جو انسان کو نہیں کرنے چاہئے وہ کر گزرتا ہے، اگر حیا ہوگی تو بدنامی کے کاموں سے، برائی کے کاموں سے، اپنے آپ کو بچائے گا۔ اور جتنی انسان کے اندر حیا ہوگی، اللہ تعالیٰ کے یہاں اتنا ہی زیادہ مقبول ہوگا۔

---

[1] عن عبد اللہ قال قال لنا رسول ﷺ یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء (مسلم شریف ج ۱ ص ۴۴۹)

انجیر کے درخت میں ایثار کا جذبہ:

انجیر کے درخت میں بڑی خوبیاں ہیں۔ اس میں ایثار و قربانی کا مادہ ہے۔ جتنے بھی پھلدار درخت ہیں، پہلے ان پر پھول آتے ہیں گویا وہ اپنے آپ کو پہلے مزین کرتے ہیں۔ اور ان پھولوں سے بعد میں پھل آتے ہیں جو دوسروں کے لئے نفع کی چیز ہے۔ لیکن انجیر کے درخت میں عجیب خاصیت ہے کہ پہلے اس پر پھل آتے ہیں جو دوسروں کے نفع کی چیز ہے۔ دوسروں کی فکر پہلے اور اپنی فکر بعد میں کرتا ہے۔ پھل آتے ہیں جب اس کا season ختم ہوتا ہے، پھر اس پر پتے آتے ہیں۔ جنت میں اس کے اندر ایثار تھا تو دنیا میں بھی اس درخت میں یہ مادہ رکھا گیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا باحیا ہونا:

بہرحال عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ حیا کا سلسلہ جنت سے چلا ہے۔ اور جتنے بھی اچھے لوگ دنیا میں گزرے ہیں، حضرات انبیاء، اولیاء عظام، سب حیا والے تھے۔ حضرت موسیٰ کا واقعہ قرآن پاک نے ذکر کیا ہے۔ حضرت موسیٰ کے ہاتھ سے آدمی کا قتل ہوا۔ پورا واقعہ قرآن نے ذکر کیا، وہ مصر چھوڑ کر مدین چلے گئے، وہاں نیا علاقہ، کوئی جان پہچان نہیں تھی۔ وہاں دیکھا کہ بہت سارے لوگ اپنی بکریوں کو پانی پلا رہے ہیں اور ایک جانب دو لڑکیاں اپنی بکریوں کو روکی ہوئی ہیں۔ حضرت موسیٰ نے پوچھا کہ کیا بات ہے تم اپنی بکریوں کو پانی نہیں پلاتی؟ تو انہوں نے کہا یہ سب مرد لوگ ہیں جب تک وہ پانی نہیں پلا لیتے ہم اس کنویں پر نہیں جا سکتے۔ ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں "وابونا شیخ کبیر"۔ حضرت موسیٰ بڑے طاقتور تھے تو ادھر ایک اور کنواں تھا جس کے اوپر پتھر رکھا ہوا تھا دس لوگوں سے بھی ہلتا نہیں تھا۔ حضرت موسیٰ نے اس

پتھر کو اٹھا دیا، اس میں سے پانی کھینچ کر ان بکریوں کو پلایا، یہ دونوں لڑکیاں اپنے والد جو وقت کے نبی تھے حضرت شعیبؑ کے پاس وقت سے پہلے پہونچ گئی تو حضرت شعیبؑ نے پوچھا کہ کیا بات ہے تم بہت جلدی آگئیں ہو تو کہا ایک نوجوان کو اللہ نے ہمارے لئے بھیج دیا تھا اس نے بڑا پتھر کنویں سے ہٹا دیا، پانی پلا دیا، اور ہم آج سب سے پہلے گھر پہونچ گئیں۔ حضرت شعیبؑ نے فرمایا کہ تم نے اس کو ایسے ہی چھوڑ دیا، جب کہ اس نے تمہارے ساتھ احسان کیا، اس کے احسان کا بدلہ چکانا چاہئے، جاؤ اس کو بلا لاؤ، چنانچہ ایک لڑکی حضرت موسیٰ کو بلانے کے لئے آئی قرآن پاک میں شرم کا صراحۃ تذکرہ ہے۔ اور کنایۃً بھی تذکرہ کیا "فجاءته احدیٰهما تمشی علی استحیاء" میں صراحت حیاء ہے۔ اس لڑکی نے آکر حضرت موسیٰ سے کہا۔ ان ابی یدعوک لیجزیک اجر ما سقیت لنا۔ "میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں تا کہ بدلہ دیں، آپ کو پانی پلانے کا" آج کی لڑکی کا یہ کہنا کہ چلو اپنے ساتھ ذرا گھومنے جاویں۔ میں تمہیں بلا رہی ہوں message کر رہی ہے phone کر رہی ہے یہ اس کی حیا کے خلاف ہے۔ لڑکی کی حیا بھی ہے وہ کسی کو اپنی طرف دعوت نہ دے۔ حضرت شعیبؑ کی لڑکی نے حیا کا اظہار کیا میں بلانے نہیں آئی ہوں مجھے کچھ کام نہیں میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں، وہ بھی اس لئے کہ آپ نے ہماری بکریوں کو پانی پلا کر احسان کیا اس کا بدلہ چکانے کے لئے، ظاہر بات ہے ایسی بات اگر کوئی لڑکی کہے تو سامنے والا انسان ہوگا تو اس کے دل میں کوئی جذبات پیدا نہیں ہوں گے، یہ تو لڑکی بول رہی ہے، میں بلانے نہیں آئی ہوں، میرے والد نے بلایا ہے، ادھر حضرت موسیٰ بھی نبی ہونے والے ہیں، ان میں بھی حیا کا مادہ ہے، وہ چلنے لگی تو حضرت موسیٰ نے روک دیا کہ تم میرے پیچھے چلو، میں آگے چلوں گا، میری نظر تم پر نہیں پڑنی چاہئے، اگر راستہ میں غلط مڑ جاؤں تو پتھر مار کے اشارہ کر دینا کہ یہ غلط راستہ ہے تو میں سمجھ جاؤں گا، مطلب یہ ہے کہ حیا کا سلسلہ بھی جنت سے چلا، اور

ہماری مقدس ہستیوں میں یہ حیا والا سلسلہ چلا۔

سب سے اچھی لڑکی وہ ہے جس میں حیا ہو:

آج میرے بھائیو! دنیا سے حیا ختم ہوگئی ہے، آج ہمارا معاشرہ خراب ہوگیا ہے، ہماری عزتیں ختم ہو رہی ہیں، ہمارے معاشرے کے اندر بے شمار خرابیاں پیدا ہوگئیں، جناب رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں، پوچھا کہ بتلاؤ کہ سب سے اچھی لڑکی کونسی ہے؟ سب خاموش رہے، حضرت علیؓ اٹھے اور حضرت فاطمہؓ سے جو حضور کی حقیقی بیٹی ہے، ان سے جاکر پوچھا تو جواب دیا سب سے اچھی عورت وہ ہے جو کسی اجنبی مرد کو نہ دیکھے، اور نہ کوئی اجنبی مرد اس کو دیکھے۔ حضرت علیؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت فاطمہؓ کا یہ جواب سنایا تو حضور ﷺ نے فرمایا ہاں آخر وہ کس کی بیٹی ہے[1] ؟ یعنی وہ میری بیٹی ہے اس کا جواب تو ایسا ہی ہونا چاہیے، سب سے زیادہ حیا والے انسان تو اللہ کے رسول ہیں یہی وجہ ہے کہ حضرت فاطمہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد فقط چھ ماہ زندہ رہی تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا بہت زیادہ غم طاری تھا اور چھ ماہ تک کبھی مسکرائی نہیں۔

ایک لطیفہ:

ہمارے مدرسے میں ایک کتاب پڑھائی جاتی ہے "کافیہ" ایک مولوی صاحب پڑھاتے تھے وہ بڑی مشکل سمجھی جاتی ہے، اس کے مطالعہ میں بہت وقت صرف کرتے تھے بیوی کی طرف بھی توجہ نہیں کرتے تھے۔ ان کی بیوی کا نام شافیہ تھا تو پھر غصہ میں کہا یا تو آپ شافیہ رہے گی یا کافیہ رہے گی۔

---

[1] وعن علی انہ کان عند رسول اللہ ﷺ فقال أی شیء خیر النساء فقالت لا یراهن الرجال فذکرت ذلک للنبی ﷺ فقال انما فاطمة بضعة منی۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۰۲

کافیہ کا ایک شعر:

بہر حال اس کے اندر شارحین نے کتاب کی شرح کرتے ہوئے ایک شعر لکھا ہے حضرت فاطمہؓ کی طرف منسوب ہے، ایک نحو کا مسئلہ ہے، غیر منصرف جو کلمہ ہوتا ہے اس پر تنوین نہیں پڑھی جاتی، کبھی ضرورت شعری کی بناء پر تنوین پڑھ سکتے ہیں اس مقصد کے لئے وہ شعر پیش کیا ہے کہ دیکھو عرب میں اس پر تنوین پڑھ سکتے ہیں شعر کی ضرورت کے لئے، وہ شعر یہ ہے

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِب لو أنها صبت علی الأیام صرنَ لَیَالِیَا

(مجھ پر میرے والد کی وفات کی وجہ سے غموں کے ایسے پہاڑ ٹوٹ پڑے کہ اگر ان پہاڑوں کو ان روشن دنوں پر رکھ دیے جائیں تو روشن دن اندھیرے میں تبدیل ہو جائیں، اتنا زیادہ غم تھا یہاں پر "مصائب" پڑھنا چاہئے لیکن شعر کی ضرورت کے لئے مصائبٌ پڑھ سکتے ہیں۔

حضرت فاطمہؓ کی وصیت:

بہر حال حضرت فاطمہؓ نے وصیت کی کہ میرا اگر انتقال ہو جائے تو میرا جنازہ رات میں اٹھایا جاوے، تاکہ میری نعش پر بھی مرد کی نظر نہ پڑے، اللہ ہماری بچیوں میں بھی اور ہماری ماؤں بیٹیوں میں بھی حضرت فاطمہؓ جیسی حیا پیدا فرمادے۔

ہمارے معاشرے کا حال:

میرے بھائیو! آج حیاء اور پردہ کی ضرورت ہے۔ اور بچپن ہی سے اس کا اہتمام ہونا چاہئے تاکہ دلوں کے اندر حیا اور پردہ کی عظمت و محبت ہو۔ آج یہ موبائل کے ذریعہ سے آنے والی لعنت اور انٹرنیٹ کے ذریعہ سے آنے والی لعنت نے پورے معاشرہ کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا

ہے۔ چھوٹے بچے جن کو شعور نہیں ہوتا ہے، وہ وہ باتیں جانتے ہیں جو بڑے لوگوں کے کام کی ہوتی ہے، لیکن ہمارے ماں باپ اس پر باقاعدہ فخر کرتے ہیں کہ ہمارا بچہ فلاں اس طرح کرتا ہے کہ ہمیں بھی اس میں سمجھ نہیں پڑتی، جب ہاتھ سے نکل جاتا ہے تو اب تعویذ کے لئے دوڑتے ہیں اس کو کچھ ہو گیا تعویذ پہنادو۔

نکاح ایک عبادت ہے:

بہر حال رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں ۴ چیزیں بیان کی ہیں۔ دو چیزوں سے پورے بدن کی ظاہری پاکی ہو جاتی ہے، اور نکاح و حیا سے دلوں کی صفائی ہو جاتی ہے۔ الحمد للہ آج ہمارے نوجوان بھائی کا نکاح ہوا، نکاح جو ہے ہر انسان کی ایک ضرورت ہے، نکاح ایک عبادت ہے، نکاح سنت بھی ہے، انسان جب کسی بھی کام کو اچھے طریقے سے انجام دیتا ہے تو اس میں عبادت کی شان پیدا ہو جاتی ہے۔ مثلاً کوئی آدمی کھانا کھاتا ہے تاکہ خوب طاقت آجاوے، اور اس طاقت کے ذریعے سے میں اللہ کی خوب عبادت کروں تو یہ کھانا بھی عبادت بن جاتا ہے۔

نکاح میں تین نیتیں کریں:

نکاح تو ضرورت ہے لیکن تین اہم نیتیں کرنی چاہئے تاکہ یہ نکاح عبادت بن جائے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے النکاح من سنتی "نکاح میری سنت ہے" تو یہ نیت زوجین کو بھی کرنی چاہئے کہ ہم نکاح سنت ادا کرنے کے لئے کر رہے ہیں۔ یہ ضرورت کی چیز، نیت سنت کی کرنے سے سنت کا اہتمام کرنے والا ہو جائیگا۔ خود حضور ﷺ فرماتے ہیں، واتزوج النساء "میں خود بھی نکاح کرتا ہوں" فمن رغب عن سنتی فلیس منی[1] جو شخص میری سنت

---

[1] عن انس بن مالک یقول جاء ثلاثۃ رھط الی بیوت ازواج النبی ﷺ ... باقی اگلے صفحہ پر ...

اسلام کے اندر رہبانیت نہیں۔ ہمارے یہاں نکاح ہوا نہیں، منگنی ہوئی نہیں، مشغولیت شروع ہو جاتی ہے جہاں منگنی ہوئی رشتہ طے ہوا۔ دونوں فری (free) ہو جاتے ہیں گویا کہ نکاح ہو گیا گھومنا پھرنا سب کچھ۔ یہ سب حرام ہے، اور وہاں عبد اللہ کا نکاح ہوا وہ عبادت میں اتنے مشغول کہ ان کی توجہ ہی نہیں اپنی بیوی کی طرف، بہر حال رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ میری سنت ہے، اس سے جو اعراض کرے گا وہ میرے طریق سے نہیں، نیت سے بہت زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔

دوسری نیت:

دوسری نیت یہ کریں کہ نکاح میں اس لئے کر رہا ہوں کہ میں اپنی نگاہوں کی حفاظت کروں گا، پاکدامنی کی زندگی گزاروں گا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے یا معشر الشباب" اے نوجوانوں کی جماعت تم میں اگر نکاح کی طاقت ہو تو کر لو" فانه اغض للبصر واحصن للفرج[1] اس لئے کہ یہ نکاح تمہاری نگاہ کو پست کرنے والا اور عفت و پاکدامنی عطا کرنے والا ہے" یہ دو نیتیں ہونی چاہئے، نگاہ کو پست بھی کروں گا، اور عفت و پاکدامنی کی زندگی بھی گزاروں گا۔

تیسری نیت:

اور تیسری نیت نکاح کے ذریعے سے جو اولاد حاصل ہوگی، اولاد صالح تو ہمارے آقا ﷺ کو اس کے ذریعے سے حشر کے میدان میں دیگر امتوں پر فخر کا موقع ملے گا خوشی کا موقع ملے گا۔ حدیث میں ہے تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم[2] "تم ایسی عورت سے شادی

---

[1] صحیح مسلم شریف، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح، ج ۱ ص ۴۴۹، صحیح بخاری شریف، کتاب النکاح، باب من لم یستطع الباءۃ۔ ج ۲ ص ۷۵۸۔

[2] عن معقل بن یسار قال جاء رجل الی النبی ﷺ فقال انی اصبت امرأۃ ذات جمال و حسب وانها لا تلد افاتزوجها قال لا ثم اتاہ الثانیۃ فنهاہ ثم اتاہ الثالثۃ فقال تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم (ابوداؤد کتاب النکاح ص ۲۸۰)

کہ وہ زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی ہو تاکہ میں تمہارے ذریعہ دوسری تمام امتوں پر فخر کر سکوں۔ مسلم شریف[1] کی روایت میں ہے کہ بہت کثیر تعداد میں لوگ آپ کو نظر آئے جبریل امین سے پوچھا یہ میری امت ہے؟ فرمایا آپ کی امت نہیں بلکہ یہ تو حضرت موسیٰ کی امت ہے، پھر آپ نے دوبارہ نظر کی تو آپ کے دائیں بائیں ہر طرف ایک بہت بڑا مجمع نظر آیا جبریل امین نے فرمایا یہ آپ کی امت ہے۔ معلوم ہوا نکاح کے موقعہ پر یہ نیت کرنی چاہئے ایسا نہیں کہ "ہم دو ہمارے دو" بہرحال یہ مزاج کہ اولاد کم ہو یہ بہت ہی غلط مزاج ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ فرما رہے ہیں "تزوجوا الودود الولود" اس لئے اس نیت سے نکاح ہو کہ اولاد صالح ہوگی، وہ زیادہ ہوگی تو اللہ کے رسول ﷺ حشر کے میدان میں ہماری اس اولاد کے ذریعہ دوسری امتوں پر فخر فرمائیں گے۔ تین نیتوں کا اہتمام ہونا چاہئے۔

(۱) اتباع سنت کی نیت۔

(۲) شرمگاہ کی حفاظت کی نیت۔

(۳) نیک اولاد کے حصول کی نیت۔

تو انشاء اللہ برکت ہوگی۔ اور اس کی اس نیت کے مطابق اس کو توفیق دے گا۔

---

[1] عن ابن عباس رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال عرضت علي الأمم فرأيت النبي صلى الله عليه وسلم ومعه الرهيط والنبي ومعه الرجل والرجلان والنبي ليس معه أحد إذ رفع لي سواد عظيم فظننت أنهم أمتي فقيل لي هذا موسى وقومه ولكن انظر إلى الأفق فنظرت فإذا سواد عظيم فقيل لي انظر إلى الأفق الآخر فإذا سواد عظيم فقيل لي هذه أمتك ... الخ۔ صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على دخول طوائف من المسلمين الجنة بغير حساب ولا عذاب، ج ۱ ص [illegible]

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمان:

بہر حال یہ چند باتیں اس وقت عرض کی گئیں، نکاح کے موقع پر عموماً یہ آیتیں پڑھی جاتی ہیں۔ یاایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ...... تقوی کی تین آیتیں، میاں بیوی دونوں نئی زندگی گزار رہے ہیں، نوشہ فارسی زبان کا لفظ ہے، نوشہ اس لئے کہتے ہیں کہ اب یہ نیا بادشاہ بن گیا نوشہ یعنی نیا "بادشاہ" اب چھوٹی سی حکومت مل گئی تو اس کے ساتھ عدل وانصاف کا اہتمام کرے، رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے ان افراد کی تعریف کی کہ بعض لوگ ہوتے ہیں جو باہر اخلاق بتاتے ہیں، لوگوں میں، واہ، واہ ہوگی، کہ کتنا اخلاق مند آدمی ہے، ہر ایک کی ضرورتیں پوری کرتا ہے، لیکن جب گھر جاتا ہے تو بیوی بھی ڈرتی ہے، اور کہتی ہے کہ باہر جاوے تو اچھا، اللہ کے رسول ﷺ نے یہ باہر کے اخلاق کی تعریف نہیں کی۔ بلکہ فرمایا "خیر کم خیر کم لأھلہ"[1] بہترین انسان وہ ہے کہ جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہو، اور میں بھی اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہوں، حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ کی تو متعدد بیویاں تھیں، لیکن ہر ایک کے ساتھ حسن اخلاق سے رہتے تھے۔

آپ ﷺ کا اپنے اہل وعیال کے ساتھ معاملہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے نہ کسی خادم کو مارا اور نہ کسی بیوی کو[2] ابوداؤد شریف کی روایت ہے، اور ابوداؤد شریف ہی میں عجیب واقعہ لکھا ہے ایک مرتبہ حضرت

---

[1] عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت قال رسول ﷺ خیر کم خیر کم لأھلہ وانا خیر کم لأھلی واذا مات صاحبکم فدعوہ۔ (ترمذی ج ۲ ص ۲۲۸)

[2] وما ضرب امرأۃ ولا خادماً۔ (عمدۃ اللبیب شرح شیم الحبیب۔ ص ۱۴۴)

الجنۃ[1] تین خوبیاں جس انسان کے اندر ہوں اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کریں گے۔

(۱) رفق بالضعیف "کمزوروں کے ساتھ نرمی کرنا"

(۲) والاحسان الی المملوک "غلاموں کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنا"

(۳) والشفقۃ علی الوالدین "ماں باپ کے ساتھ شفقت کا معاملہ کرنا"

دیکھو حضور ﷺ نے شفقت کا لفظ کہا۔ حتیٰ ایک تو ماں باپ کا حق ادا کرنا خدمت کرنا تو واجب ہی ہے لیکن شفقت یعنی ماں باپ کی طرف سے تمہیں ایذاء پہنچ رہی ہے، خصوصاً بڑھاپے کے اندر دماغ کا توازن خراب ہو گیا، چڑچڑا پن آ گیا۔ پیشاب پاخانہ اُن پر ہو رہا ہے۔ اب انسان غصے میں آ جاتا ہے، اس موقع پر فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ شفقت کا معاملہ کرو۔ شفقت تو بچوں پر کی جاتی ہے لیکن حضور ﷺ نے فرمایا ماں باپ کے ساتھ شفقت کرو، تو معلوم ہوا کہ یہ بچپن اور بچپن دونوں برابر ہیں، جیسے بچپن میں بچوں پر شفقت کیا کرتے ہو ایسے ہی بچپن سال کی عمر میں ماں باپ کے ساتھ بھی شفقت کرو۔

ایک واقعہ

کتاب میں واقعہ پڑھا تھا بہت دن ہوئے کہ باپ نے اپنے بیٹے کو جو گھر کے صحن میں بیٹھا ہوا تھا اپنے نوجوان بیٹے سے پوچھا کہ گھر کی صحن کے منڈیر پر ایک کوا بیٹھا تھا، باپ نے پوچھا کیا ہے؟ تو کہا کوا ہے۔ پھر باپ نے پوچھا کہ کیا ہے؟ تو بیٹے نے کہا کوا ہے تھوڑی دیر کے بعد پھر باپ نے پوچھا کیا ہے؟ تو بیٹا ذرا غصے میں بولا کوا ہے آپ کو دکھائی نہیں آ رہا ہے کہ تیسری مرتبہ پوچھا کہ کیا ہے؟ کہنے لگا ابا آپ کا دماغ خراب ہو گیا ہے کہہ رہا

---

[1] عن جابر قال قال رسول اللہ ﷺ ثلاث من کن فیہ نشر اللہ کنفہ وادخلہ الجنۃ رفق بالضعیف والشفقۃ علی الوالدین والاحسان الی المملوک (ترمذی شریف، ج ۲ ص ۷۰)

ہوں کوا ہے، وہ باپ بیچارہ اندر گھر میں گئے، اور ایک ڈائری انہوں نے نکالی، اور فلاں سن، فلاں تاریخ، فلاں وقت بھی لکھا تھا، بیٹا تو چھوٹا سا بچہ تھا اور اسی دیوار پر ایک کوا بیٹھا تھا، اپنے بچپن کی حالت میں تو نے مجھ سے پوچھا ابا جان یہ کیا ہے؟ میں نے کہا یہ کوا ہے، دوبارہ پوچھا کہ یہ کیا ہے تو میری شفقت اور بڑھی کہ بیٹا یہ تو کوا ہے، میں نے اس میں لکھا ہے تو نے ۲۰ مرتبہ پوچھا، اور میری شفقت بھری آواز ۲۰ مرتبہ نکلتی رہی کہ بیٹا یہ تو کوا ہے، میں اس وقت ۲۰ ویں مرتبہ بھی تجھ پر غصہ نہیں ہوا، اور تو تیسری دفعہ میں مجھ پر غصہ ہو گیا، ماں باپ کا بھی حق ہے، ایسا نہیں کہ نکاح ہو گیا تو ماں باپ کو ایک طرف جانے دے، اور بیوی کے ساتھ رہے، اور یہ بھی نہیں کہ ماں باپ کی سنے اور بیوی کی نہ سنے، دونوں کے حقوق کا خیال رکھے، اسی لئے آیت تقوی پڑھی جاتی ہے، بیوی کے حق میں بھی ڈرو، اور ماں باپ کے حق میں بھی ڈرو، بہر حال اللہ کے رسول ﷺ نے تعریف کس کی فرمائی؟ خیر کم خیر کم لأھلہ۔ قرآن پاک میں اللہ اپنی بندیوں کے بارے میں اپنے بندوں سے کہہ رہے ہیں عاشروھن بالمعروف۔ "بندیوں سے اچھا سلوک کرو" دنیا میں کوئی بڑا انسان کہتا ہے کہ یہ ہمارا آدمی ہے خیال رکھنا تو کتنا خیال رکھتا ہے، یہاں تو اللہ تعالی اپنی بندیوں کے بارے میں بندوں سے کہہ رہے ہیں "عاشروھن بالمعروف" اب اللہ کے حکم کو کس طرح ماننا چاہئے، آج کے معاشرہ میں مستورات اور بیویوں پر بہت زیادہ ظلم وستم ہونے لگے ہیں، انسان ہر وقت یہ خیال رکھے جو ظلم وستم ہوا ہے اس کا بدلہ اللہ کے یہاں دینا ہے۔

شوہر کے حقوق:

بیویوں کو بھی چاہئے کہ شوہر کا پورا خیال رکھے، اللہ کے رسول نے فرمایا! "اگر میں اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کرنے کی اجازت دیتا تو میں بیویوں کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کے سامنے سجدہ

کریں[1]۔ کتنا بڑا مقام ہے سجدہ کی اجازت اللہ کے سوا کسی کے سامنے نہیں۔ اگر اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کرنے کی اجازت ہوتی تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ شوہروں کے سامنے سجدہ کرے۔ لیکن اس کی اجازت نہیں۔ فرمایا جو بیوی اس طرح رات گزارے کہ اس کا شوہر ناراض ہو اللہ کی لعنت اس پر برستی ہے[2]۔ کتنی عورتیں ایسی ہوتی ہیں جو اپنے شوہروں کو ستاتی ہیں اور اللہ کی لعنت کی مستحق ہو جاتی ہیں۔ اچھا ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے عورتوں کو یہ حکم نہیں دیا کہ شوہروں کے سامنے سجدہ کرے، ورنہ یہ ظالم سورج نکلنے کے بعد ۱۰ بجے نیند سے اٹھتا، اور اس کو سب سے پہلے کہتا سب کام چھوڑ، پہلے میرے سامنے سجدہ کر پہلے سے ظلم کرتا ہی ہے، اور ایک ظلم یہ کرتا کہ سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو بیوی بیچاری کہتی اللہ کو سجدہ نہیں کرتی تجھے کہاں سے کروں۔ بہر حال سب اللہ کی حکمتیں اور مصلحتیں ہیں یہ چند باتیں نکاح کے متعلق عرض کیں۔ اللہ تعالیٰ زوجین میں محبت، مودت نصیب فرمائے۔ عفت و پاکدامنی کا ذریعہ بنائے، اولاد صالحہ کے وجود میں آنے کا ذریعہ بنائے، اور اس نکاح کو بے انتہاء قبول فرمائے، اور خوشگوار زندگی نصیب فرمائے، اور ازدواجی زندگی کی حقیقی مسرتوں سے مالا مال فرمائے۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

---

[1] عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال لو کنت امر احداً ان یسجد لأحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجھا (ترمذی شریف باب ما جاء فی حق الزوج علی المرأۃ ج ۱ ص ۲۱۹)

[2] عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا دعا الرجل امرأتہ الی فراشہ فابت فبات غضبان لعنتھا الملائکۃ حتی تصبح (بخاری ج ۱ ص ۴۵۹)
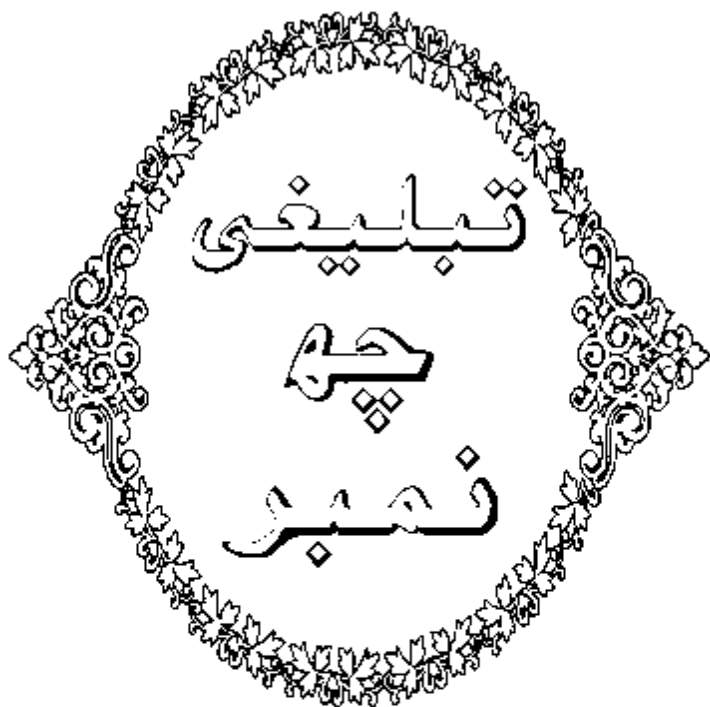
حضرت مفتی کلیم صاحب دامت برکاتہم کا یہ بیان

مقام مرکز مسجد۔ سورت بروز جمعرات بعد نماز

مغرب۔ ۲۳/ فروری ۲۰۱۲ء

دو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا معمول:

حضرات صحابہؓ میں دو صحابیؓ ایسے تھے کہ جب وہ آپس میں ملتے تھے تو ان کا یہ سبق تھا کہ ہم جب کبھی آپس میں ملیں تو ایک دوسرے کو یہ سورت سنا دیا کریں[1] انھوں نے یہ وظیفہ بنا لیا تھا کہ جب ملاقات ہوتی، کسی موقع پر تو یہ ایک صحابیؓ سبقت کرتے اور وہ سورۂ عصر پڑھ کر سناتے، کبھی دوسرے موقع پر دوسرے سبقت کرتے اور وہ اس سورت کو پڑھ کر سناتے، گویا اس سورت کے ذریعے وہ اپنے ایمان کو تازہ کرتے تھے۔[2]

سورۃ العصر میں کامیابی کے چار نسخے بتلائے گئے ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ اس سورت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ساری انسانیت کی کامیابی اور فلاح وبہبودی کے چار اہم نسخے بتلائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قسم ہے زمانے کی، قسم ہے وقت کی، زمانے میں گزرنے والے لمحات کی کہ سارے انسان نقصان اور خسارہ میں پڑے ہوئے ہیں، مگر اس نقصان اور خسارہ سے وہ لوگ بچے ہوئے ہیں، جن کی زندگیوں میں یہ چار کام ہیں، چار چیزیں ہیں، چار نسخے ہیں۔

پہلی چیز الا الذین اٰمنوا "ایمان"۔

وعملوا الصّٰلحٰت دوسرے نمبر پر اعمالِ صالحہ۔

وتواصوا بالحق۔ تیسرے نمبر پر حق اور صحیح باتوں کی تبلیغ۔

---

[1] معارف القرآن ج ۸ ص ۳۳ ۵، مولانا ادریس کاندھلوی۔

[2] معارف القرآن ج ۸ ص ۸۱۱، بحوالہ الطبرانی عن عبداللہ بن حصن۔ فرید بک ڈپو، مفتی شفیع صاحب

چوتھے نمبر پر وتواصوا بالصبر حق کی باتیں پہنچانے میں جو مصائب و تکالیف آئیں ان پر صبر، یہ دوسرا مطلب یہ کہ حق کی باتیں پہنچانا یہ ایک اہم پہلو ہے، اور صبر کے معنی اپنے آپ کو روکنا اور دوسروں کو بھی بچانا، حق یہ ہے برائیوں اور نافرمانیوں سے خود بچنا اور دوسروں کو بچانا ایمان، اعمال صالحہ، ایمان اور اعمال صالحہ کی تبلیغ و تلقین اور برائیوں سے دوسروں کو روکنے کا فریضہ انجام دینا۔ یہ چار صفتیں جن کی زندگیوں میں ہوں گے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ یہ خسارے سے بچے ہوئے ہیں ورنہ ساری انسانیت خسارے اور نقصان میں ہے۔

حدیث جبرئیل اور اس کی تشریح:

بخاری شریف میں اور مسلم شریف میں ایک طویل حدیث ذکر کی گئی ہے جس کا نام ہے حدیث جبرئیل، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جبرئیلؑ آئے ہیں حضرت عمر ابن خطابؓ اس روایت کے راوی ہیں حضرت ابوہریرہؓ بھی راوی ہیں: قال بینما نحن عند رسول ﷺ ذات یوم اذ طلع علینا رجل شدید بیاض الثیاب شدید سواد الشعر لا یری علیہ اثر السفر ولا یعرفہ منا احد حتی جلس الی النبی ﷺ فاسند رکبتیہ الی رکبتیہ ووضع کفیہ علی فخذیہ وقال یا محمد اخبرنی عن الاسلام قال الاسلام ان تشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ وتقیم الصلوۃ وتؤتی الزکوۃ وتصوم رمضان وتحج البیت ان استطعت الیہ سبیلا قال صدقت فعجبنا لہ یسألہ ویصدقہ قال فاخبرنی عن الایمان قال ان تؤمن باللہ

۱؎ اخرجہ البخاری فی صحیحہ فی کتاب التفسیر سورۃ لقمان باب ان اللہ عندہ علم الساعۃ رقم ۴۷۷۷ ومسلم فی صحیحہ کتاب الایمان ج ۱ ص ۲۹

وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر وتؤمن بالقدر خیرہ وشرہ قال صدقت قال فاخبرنی عن الاحسان قال ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک قال فاخبرنی عن الساعۃ قال ماالمسئول عنھا باعلم من السائل قال فاخبرنی عن امارتھا قال ان تلد الامۃ ربتھا وان تری الحفاۃ العراۃ العالۃ رعاء الشاء یتطاولون فی البنیان قال ثم انطلق فلبثت ملیا ثم قال لی یاعمر اتدری من السائل؟ قلت اللہ ورسولہ اعلم قال فانہ جبرئیل اتاکم یعلمکم دینکم رواہ مسلم ورواہ ابوھریرۃ مع اختلاف وفیہ واذا رایت الحفاۃ العراۃ الصم البکم ملوک الارض فی خمس لایعلمھن الا اللہ ثم قرأ ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث الآیۃ۔ متفق علیہ۔

یہ طویل حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہے، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہیں کہ اچانک ایک شخص آیا نہایت ہی کالے بال والا نہایت ہی سفید کپڑے پہنے ہوئے، بظاہر مدینہ کا ہی کوئی جانا پہچانا ہے لیکن فرماتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی اس کو پہچانتا نہیں تھا تو کوئی مسافر ہوگا فرمایا سفر کے کوئی نشانات اس پر نہیں تھے کیونکہ بال بھی غبار آلو نہیں تھے اور نہ کپڑے میلے کچیلے عجیب وغریب آدمی ہے نہ جانا پہچانا معلوم ہو رہا ہے اور نہ مسافر ہے اور آتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کو چیرتا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آگیا، "فاسند رکبتیہ الی رکبتیہ" اتنا قریب ہوگیا کہ اپنے گھٹنوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں سے ملا دیا اور اسی پر بس نہیں بلکہ "ووضع کفیہ علی فخذیہ" شارحین نے دونوں ترجمے کئے ہیں، ایک تو یہ کہ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنی ران پر رکھا گویا ادب کے طور پر، یا یہ کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ران پر رکھ دیا گویا کہ وہ بہت محتاج ہے جو گھٹنے پکڑ کر کچھ سوالات کرنا

چاہتا ہے۔

حضرت جبرئیل [1] کا اسلام کے متعلق سوال اور آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جواب:

اور سوال کیا "اخبرنی یا محمد" اے محمد! مجھے خبر دیجئے کہ "اسلام کیا ہے" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زبان سے اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، روزے رکھنا، اور حج کرنا اگر اس کی طاقت ہو انہوں نے یہ سوال کیا، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا ہے۔ اب سوال جو آدمی کرتا ہے تو مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کو مسئلہ معلوم نہیں ہے لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دے دیا تو اس پر وہ سائل کہتا ہے "صدقت" کہ آپ نے صحیح جواب دیا۔ عجیب بات ہے کہ سوال سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ جانتا نہیں ہے، کہ اسلام کیا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا تو کہا کہ آپ کا جواب بالکل صحیح اور (perfect) ہے۔ معلوم ہوا کہ ان کو جواب پہلے سے معلوم تھا تو سوال پھر کیوں کیا؟ پورا واقعہ عجیب وغریب باتوں سے بھرا ہوا ہے، اس لئے حضرت عمرؓ کہنے لگے کہ، فعجبنا له

---

[1] حضرت جبرئیل کا اصلی نام عبداللہ ہے۔ امام سہیلی نے فرمایا ہے کہ جبرئیل سریانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی عبدالرحمٰن یا عبدالعزیز کے ہیں جیسا کہ ایک روایت حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی مرفوعاً اور موقوفاً دونوں طرح مروی ہے زیادہ صحیح روایت موقوف ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت جبرئیل کا نام عبدالجلیل اور کنیت ابوالفتح ہے عمدۃ القاری اور صاحب اتقان فرماتے ہیں کہ قیامت میں سب سے پہلے حساب حضرت جبرئیل سے ہوگا (اتقان ج ۱ ص ۴۰ عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۰۷) صاحب نصر الباری فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل حضرت آدمؑ کی خدمت میں بارہ مرتبہ اور حضرت ادریسؑ کی خدمت میں چار مرتبہ اور نوحؑ کی خدمت میں پچاس مرتبہ حضرت ابراہیمؑ کی خدمت میں بیالیس مرتبہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں دس مرتبہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی خدمت میں چار مرتبہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چوبیس ہزار مرتبہ (نصر الباری ج ۲ ص ۲۶۶)

کہ ہم تعجب کرنے لگے اس شخص پر کہ سوال بھی کرتا ہے اور جواب کی تصدیق بھی کرتا ہے۔

بھائیو! کوئی شخص مفتی صاحب کے پاس آئے اور مسئلہ پوچھے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو مسئلہ معلوم نہیں، اور جب مفتی صاحب جواب دے دے تو کہے کہ ہاں! آپ کا جواب صحیح ہے۔ تو اس کا مطلب تو یہ ہے کہ اس کو معلوم ہے سوال کا انداز یہ ہے کہ ان کو معلوم نہیں ہے۔ اور جواب کے بعد کہتا ہے کہ آپ کا جواب صحیح ہے بڑی تعجب والی بات ہے، اس طرح نہ مسافر معلوم ہو رہا ہے اور نہ جانا پہچانا۔

ایمان کے متعلق سوال:

پھر پوچھا کہ اے محمد! خبر دیجئے کہ ایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تو اللہ کو دل سے مان لے "ان تؤمن باللہ" کہ اللہ پر ایمان لانا۔

ایمان کی تعریف میں آپ ﷺ نے چھ اجزاء بتلائے: "ان تؤمن باللہ" دل سے اللہ کا یقین۔ ایمان باللہ میں چند چیزیں ہیں: انسان اس بات کا یقین رکھے اور سو فیصد رکھے، کہ میرا، اس دنیا کا، کائنات کا، اور ہر چھوٹی بڑی چیز کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے، اور وہ اللہ موجود ہے، وجود باری تعالیٰ کا یقین کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، اور اس کی ذات موجود ہے۔

وجود باری پر قرآن میں بے شمار دلائل ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود پر بے شمار دلائل بیان کئے ہے، قرآن میں فرمایا "وفی انفسکم افلا تبصرون" کہ اپنی ذات میں غور کرو تو انسان کو اللہ کے وجود کا یقین ہو جائیگا

،آفاق میں غور کرو اللہ کے وجود کا یقین ہو جائیگا ''افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت ''کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے اونٹ کو کیسے پیدا کیا'' والی السماء کیف رفعت ''آسمان کو دیکھو کہاں سے شروع ہوا اور کہاں ختم ہوا، اور کہاں اس کا ستون ہے۔ کوئی بتا سکتا ہے؟ کبھی گرتا نہیں ہے، کبھی اونچا نیچا نہیں ہوتا ہے، کبھی اس میں شگاف نہیں ہوتا، کیوں غور نہیں کرتے ہو ''والی الارض کیف سطحت ''زمین پر غور کرو اللہ نے زمین کیسے بچھائی کہاں اس کا سرا ہے اور کہاں ختم ہوتی ہے؟ کتنی گلیاں ہیں، کتنے شہر ہیں؟ کتنے گاؤں ہیں؟ کوئی نہیں بتا سکتا تو یہ زمین پر غور کرو کہ کس نے بنائی ہے۔ اللہ نے بنایا ہے، یہ سب نشانیاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمایا ہے تاکہ اس کے وجود کو انسان تسلیم کرے، اور اپنی ذات میں غور کرے۔

انسان کی پیدائش کی حقیقت:

فرمایا کہ ہم نے تم کو ایک مٹی کے خلاصے سے بنایا۔ مٹی کا خلاصہ یعنی انسان کھیتی کے اندر دانہ ڈالتا ہے، پیداوار آتی ہیں، انسان اپنی غذا فراہم کرتا ہے، خون بنتا ہے، پھر خون سے نطفہ بنتا ہے اور نطفہ سے پھر انسان کی پیدائش کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، کہاں سے کہاں؟ کہ مٹی کے اجزا سے پیداوار ہوئی پھر انسان کے پیٹ میں گئی، پھر خون بنا، نطفہ بنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نطفہ پر غور کرو! کہ پھر ہم نے چالیس دن کے بعد گوشت کا لوتھڑا بنایا، پہلے وہ نطفہ تھا، پھر دم بستہ بنا یعنی جما ہوا خون، پھر اس کے بعد ہم نے لوتھڑا بنایا، پھر ہم نے اسے ایک شکل دے کر گوشت چڑھایا، پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ '' مخلقة وغیر مخلقة '' یعنی ہم چاہتے ہیں اس کو دنیا میں زندہ بھیجتے ہیں اور چاہتے ہیں تو اس کو ساقط کر دیتے ہیں۔ روایت میں ہے کہ جب بچہ مکمل ہو جاتا ہے تو فرشتہ اللہ تعالیٰ سے پوچھتا ہے '' مخلقة أو غیر مخلقة '' اے اللہ '' مخلقه '' یعنی

اس کو نقش و نگار کے ساتھ زندہ بھیجتا ہے اللہ کی اجازت ہوتی ہے تو وہ دنیا میں آتا ہے، اور اللہ کہتا ہے "غیر مخلقه" تو وہیں مرا ہوا سا قط ہو جاتا ہے۔ یہ سب صورتیں کیوں بتلائی گئیں، تاکہ اللہ کی قدرت کو انسان تسلیم کرے۔

ایک اعرابی کا توحید کو ثابت کرنا:

ایک اعرابی (دیہات کے رہنے والے) نے کہا دیہاتی ہے لیکن اللہ کے وجود اور توحید کا کیسا یقین ہے، اس سے پوچھا گیا کہ تو اللہ کے وجود کو کیسے مانتا ہے، اللہ کے وجود کو کیسے تسلیم کرتا ہے، اس نے کہا اللہ کے وجود کو کیسے تسلیم نہ کروں، اس دیہاتی نے جواب دیا کہ اونٹ جب اپنے راستہ سے چلتا ہے تو مینگنیاں ڈال کر جاتا ہے، تو دیکھنے والے کیا سمجھتے ہیں؟ کہ اس راستے سے اونٹ گذرا ہے اور اگر کوئی انسان جاتا ہے تو اس کے نشانات قدم زمین پر ہوتے ہیں، سمجھتا ہے کوئی انسان یہاں سے گزرا ہے یقین کر لیتا ہے انسان کو تو دیکھا نہیں لیکن یقین آ گیا نشانات قدم سے، کہ انسان گذرا ہے، مینگنیاں دیکھ کر انسان کہتا ہے کہ یہاں سے کوئی اونٹ اور جانور گذرا ہے تو یہ بڑے بڑے برجوں والا آسمان اور موجیں مارتے ہوئے سمندر اور یہ مختلف گلیوں والی زمین اس لطیف اور خبیر ذات پر کیوں نشاندہی نہیں دیتی۔

البعرة تدل على البعير

وآثار القدم تدل على المسير

فالسماء ذات ابراج

والارض ذات فجاج

كيف لا تدل على اللطيف الخبير

فجر میں جو دو سنت ہیں یہ دونوں سورتیں پڑھنی چاہیے علماء نے اس میں مصلحت لکھی ہے کیا مصلحت ہے؟ کہ بھئی انسان کا آخری عمل جو رات کا ہوتا ہے وہ وتر ہوتا ہے ہم لوگ رات میں آخری جو نماز پڑھتے ہیں وہ وتر کی نماز پڑھتے ہیں گو کہ اس کے بعد دو رکعت سنت نفل پڑھتے ہیں لیکن آخری عمل جو واجبات میں سے ہے واجب عبادت کا جو آخری عمل ہوتا ہے وہ وتر ہوتا ہے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے اندر یہ تینوں سورتیں پڑھتے تھے ان میں آخری سورت سورہ اخلاص "قل ھو اللہ احد" اور دن میں بھی جب ابتداء ہوتی تو پہلا نفل آپ کا دو رکعت سنت اور اس کے اندر آخری سورت "قل ھو اللہ احد" ہے۔ تو اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ رات کا آخری عمل وہ وتر ہے وتر جس کے اندر کوئی ٹکڑے نہیں ہو سکتے۔

وتر کی نماز میں توحید کی طرف اشارہ ہے:

"ان اللہ وتر یحب الوتر"[2] اللہ بھی تنہا ہے اور وہ وتر کو پسند کرتا ہے۔ تو بتلانا یہ ہے کہ تین رکعت ہم نے پڑھی آخری رکعت اکیلی ہے اس میں اشارہ ہے کہ اللہ کی ذات میں عبادت میں صفات میں کوئی شریک نہیں، اور زبان سے بھی جو کلمہ نکل رہا ہے "قل ھو اللہ احد" اللہ ایک ہے تنہا ہے اس لئے ہمارا رات کا آخری عمل وتر کا رکھا گیا اور اس میں سورت بھی مستحب ہے کہ "قل

---

[1] عن عبد اللہ بن مسعود قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الوتر فی الرکعۃ الاولی "سبح اسم ربک الاعلی" وفی الثانیۃ "بقل یا ایھا الکافرون" وفی الثالثۃ "بقل ھو اللہ احد"۔ مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۴۳ دار الکتاب بیروت لبنان ۔۔۔۔۔۔ عن ابن عباس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الوتر بسبح اسم ربک الاعلی وقل یا ایھا الکافرون وقل ھو اللہ احد فی رکعۃ رکعۃ۔ ترمذی شریف ابواب الوتر۔ باب ماجاء ما یقرأ فی الوتر ج ۱ ص ۱۰۶)

[2] عن علی قال الوتر لیس بحتم کصلاتکم المکتوبۃ ولکن سن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ وتر یحب الوتر فاوتروا یا اھل القرآن ترمذی شریف۔ باب ماجاء ان الوتر لیس بحتم ج ۱ ص ۱۰۳

ھو اللہ احد" پڑھے تا کہ رات میں اگر موت واقع ہو جائے تو ہماری موت توحید کے عمل اور توحید کے قول پر ہو جائے تو ابتداء بھی صبح کی ہماری توحید والے قول سے ہو تا کہ دن میں بھی انتقال ہو جائے تو توحید پر موت واقع ہو جائے تو بہر حال اللہ کے وجود کو تسلیم کرنا یہ بھی ماننا کہ اللہ موجود تو ہے، اور اس کی ذات میں صفات میں کسی چیز میں کوئی شریک نہیں ہے۔

کفار مکہ کا اللہ کے وجود کو تسلیم کرنا:

دیکھو! کفار مکہ اللہ کے وجود کو تسلیم کرتے تھے، منکر نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جگہ جگہ ان کی اس بات کا تذکرہ کیا ہے پھر کیوں وہ مردود ہوئے اللہ کے دربار سے؟ اس لئے کہ وہ اللہ کے وجود کو مانتے تھے، لیکن توحید کے قائل نہیں تھے شرک میں مبتلا تھے ۔

کفار کا عقیدہ:

قرآن میں جگہ جگہ ان سے پوچھا گیا" ولئن سالتہم من خلق السمٰوت ولارض ، الخ" (سورۃ العنکبوت آیت ٦١) اے! محمد ﷺ ان سے آپ پوچھئے آسمان اور زمین کا پیدا کرنے والا کون ہے؟ وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ۔ دوسری جگہ ان سے پوچھا گیا کہ تمہارا اور زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا کون ہے؟ تو وہ ضرور کہیں گے اللہ۔ دریا میں سفر کرتے طغیانی آجاتی ڈوبنے کا اور غرق ہونے کا اندیشہ ہوتا تو اللہ سے دعاء کرتے اے اللہ تو ہی نجات دے تیرے سواء کوئی نجات نہیں دے سکتا "فلما نجاھم الی البر اذا ھم یشرکون"۔ جہاں اللہ نے نجات دی پھر اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا شروع کر دیتے تھے تو مانتے تھے کہ اللہ ہی بچا سکتا ہے، اللہ موجود ہے، لیکن اسکے باوجود اللہ کی عبادت میں اللہ کی صفات میں دوسروں کو شریک ٹھہراتے تھے۔ ایسا ماننا اللہ کے یہاں قابل قبول نہیں ہے۔

شرک ایسی چیز ہے جس کی معافی نہیں:

حضرت عائشہ صدیقہؓ عرض کرتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا "الدواوین ثلثة"[1] حشر کے میدان میں تین دفاتر ہوں گے۔

ایک دفتر "دیوان لایغفر اللہ" ۔وہ ہے جس میں ایسے لوگوں کے اسماء ہوں گے جن کی کوئی بخشش نہیں

"الاشراک باللہ" وہ جماعت ہوگی جو اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتی تھی یقول اللہ عزوجل، اس لئے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے: "ان اللہ لایغفران یشرک به ویغفر مادون ذالک لمن یشاء" (سورۃ النساء آیت ۱۱۶) مشرک کی اللہ مغفرت نہیں کرے گا ہاں اس کے علاوہ بڑے سے بڑا گنہگار ہو، اللہ چاہے گا تو معاف کردے گا

دنیا کا نظام اللہ کی وحدانیت پر دلالت کرتا ہے:

ایمان کی حقیقت اللہ کے وجود کو تسلیم کرنا ہے، وہ اکیلا اور تنہا ہے اپنی ذات میں، عبادت میں، تصرفات میں، صفات میں، اس کی کسی صفت میں اور تصرف میں کوئی شریک نہیں ہوسکتا۔ اور اگر ہوتا کوئی اس کے تصرفات میں اور صفات میں تو دنیا کا نظام درہم برہم ہوجاتا، برسہا برس سے ہم دیکھ رہے ہیں اور اب تو جنتریاں قائم ہوگئی ہیں، نماز کے اوقات بھی ہم جنتریوں سے معلوم کرتے ہیں، برسوں سے یہ جنتریوں کا نظام ہے، جو نظام شمسی ہے، ہم نے دیکھا کہ آج فلاں

---

[1] عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ ﷺ الدواوین ثلاثة، دیوان لایغفر اللہ الاشراک باللہ، یقول اللہ عزوجل ان اللہ لایغفر ان یشرک به، ودیوان لایترکه اللہ ظلم العباد فیما بینهم حتی یقتص بعضهم من بعض، ودیوان لایعبأ اللہ به ظلم العباد فیما بینهم وبین اللہ فذاک الی اللہ ان شاء عذبه وان شاء تجاوز عنه۔ (مشکوۃ شریف، باب الظلم، ص ۴۳۵)

بہرحال ایمان باللہ میں یہ چیزیں ضروری ہے اور دوسرے نمبر پر فرمایا فرشتوں پر ایمان لانا فرشتے اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہیں، انسان اللہ کو مانے اس کے وجود کو تسلیم کرے لیکن فرشتوں کا انکار کرے تو وہ مومن نہیں ہو سکتا فرشتے ہم کو نظر نہیں آتے خود اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت جبرئیل کو جو بار بار حضور ﷺ کے پاس تشریف لاتے تھے ان کو اپنی اصلی شکل میں دو ہی مرتبہ دیکھا ہے[1] ایک مرتبہ تو ابتداء وحی کے وقت اور ایک مرتبہ معراج کے موقع پر، دونوں مرتبہ حضرت جبرئیل امین کو اصلی شکل میں دیکھا، کبھی حضور کے پاس انسانی شکل میں تشریف لاتے تھے تو کبھی حضرت دحیہ کلبی[2] جو بڑے خوبصورت صحابی تھے ان کی شکل میں آیا کرتے تھے۔

احسان کا مطلب:

ابھی میں نے حدیث جبرئیل سنائی جس میں انھوں نے اور سوالات بھی کئے، ایک سوال یہ بھی کیا کہ یا رسول اللہ احسان کیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا "احسان یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ ہماری نسبت اتنی مضبوط ہو جائے کہ جب عبادت کریں یا کوئی بھی کام کریں تو اس وقت یہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کو میں دیکھ رہا ہوں اگر اس مقام پر نہیں پہونچے تو کم از کم یہ خیال کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ

---

[1] [illegible]

[2] [illegible]

رہا ہے" یہ بہت اونچا مقام ہے بولنے میں آسان ہے، لیکن زندگیاں کھپ جاتی ہے تب بھی مشکل سے یہ مقام حاصل ہوتا ہے۔

نسبت یادداشت کو احسان سے تعبیر کرنا:

اسی کو بزرگوں کی اصطلاح میں نسبت یادداشت کہتے ہیں یعنی "الرجوع من الغيبة الى الحضور"[1] کہ انسان کا ہر لمحہ اس طرح گذرے کہ اس کو یہ یقین ہو کہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے، اور یہ مقام جب حاصل ہو گیا تو انسان کو سب کچھ حاصل ہو جاتا ہے، پھر کوئی نیکی کا کام اس سے چھوٹتا نہیں ہے، اور کوئی برائی کی طرف اس کا قدم نہیں اٹھتا ہے۔ حضرات صحابہ کو یہ مقام کیسے حاصل تھا؟ قرآن پاک نے ان کی اس بات کو ذکر کیا ہے کہ حضرات صحابہ کو یہ مقام اتنا اونچا حاصل ہو گیا تھا کہ جب قضائے حاجت کے لئے بیٹھتے تھے تو اس کی وجہ سے اللہ کا دھیان اور یقین کا غلبہ ایسا ہوتا کہ اپنے سینوں کو موڑ دیتے تھے کہ بھائی اللہ دیکھ رہا ہے اس حالت میں بھی ہمیں دیکھ رہا ہے۔ الا انهم يثنون صدورهم (سورہ ھود، آیت ۵) اپنے سینوں کو موڑ دیتے تھے کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔

قیامت کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں:

اور پھر سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا: **ما المسئول عنها باعلم من السائل** "جس سے سوال کیا جا رہا ہے وہ سائل سے زیادہ جاننے والا نہیں" جیسے تم کو معلوم نہیں اس کا وقت کیا ہے، ایسے مجھے بھی معلوم نہیں کہ اس کا وقت کیا ہے لیکن قیامت ضرور آئے گی۔

---

[1] احسن الخواص کی توبہ۔ توبہ کیجے انسوس ص ۱۵ حکیم اختر صاحب۔

قیامت کی نشانیاں:

فاخبرونی عن اماراتھا" کچھ نشانیاں ہی بتلا دیجئے" آپ نے فرمایا۔ان تلد الامۃ ربتھا" ایک نشانی تو یہ ہے کہ باندی اپنے آقا کو جنے گی" حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس سے انقلاب احوال کی طرف اشارہ ہے کہ جو لوگ نیچے طبقے کے تھے، وہ اوپر چلے جائیں گے یعنی آقاؤں کے طبقے پر، درجہ پر اور جو اونچے لوگ تھے باعزت لوگ تھے اہل تھے وہ نیچے آجائیں گے جیسا کہ باندی کے پیٹ سے آقا پیدا ہوگا مطلب یہ ہے کہ ایک ماں اپنی اولاد پیدا کرے گی جبکہ اولاد تو اس لئے ہوتی ہے کہ ماں باپ کی خدمت کرے اس کے بجائے اولاد حاکم بن جائے گی اور ماں باپ پر اپنا حکم چلائے گی، اور یہ اولاد جو حاکم بنے گی اور ماں باپ محکوم ہو جائیں گے، اور"عقوق الوالدین" یعنی والدین کی نافرمانی کی کثرت ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ لڑکے کے مقابلہ میں لڑکی کو ماں باپ سے زیادہ محبت ہوتی ہے، اس کے بجائے لڑکیاں بھی ماں باپ کو ستانے لگیں گی ان پر حکومت چلائیں گی یہ قیامت کی ایک علامت آپ نے بتلائی" وان تری الحفاۃ العراۃ العالۃ رعاء الشاء" اور ایک نشانی یہ بتلائی کہ ایسے لوگ کہ جن کا حال یہ تھا کہ پیر میں پہننے کے لئے چپل جوتے بھی میسر نہیں تھے، ان کا حال یہ تھا کہ بدن پر کپڑے بھی نہیں ملتے تھے ،حال یہ تھا کہ بکریاں چراتے تھے علم سے کوئی واسطہ نہیں تھا انسانیت سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ ان کو آپ دیکھیں گے۔ ان تری الحفاۃ العراۃ العالۃ رعاء الشاء فقیر بکریاں چرانے والے ننگے بدن لوگ یتطاولون فی البنیان۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ لوگ بڑی بڑی عمارتوں میں فخر کریں گے، اور ایک روایت میں ہے کہ وہ لوگوں پر حکومت کریں گے۔

ہے کہ میرے بعد ۳۰ بڑے بڑے کذاب اور دجال آئیں گے ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ میں نبی ہوں، گویا ان کے قریب میں مت آنا، غلط سمجھتے ہیں کہ ۳۰ نہیں بہت سارے ایسے لوگ پیدا ہوگئے جو نبوت کا دعویٰ کریں گے تو حدیث میں ۳۰ کیوں کہا جا رہا ہے؟ تو کہا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ۳۰ بڑے بڑے آئیں گے کہ لوگ ان کے پیچھے چلنے والی بڑی بڑی جماعت ہوگی ان سے جنگ ثابت ہوا اور ایسے چھوٹے چھوٹے تو بہت سارے ہوں گے جو نبوت کا دعویٰ کریں گے، ایک اندھا تھا اس نے کہا میں خدا ہوں لوگ اس کے پیچھے چل پڑے ایک نے سوال کیا کہ حضرت آپ خدا ہیں پھر اندھے کیوں ہو گئے؟ تو کہا میں نے جان بوجھ کر اپنے آپ کو اندھا بنایا ہے آزمائش کے لئے کہ مجھے اندھا ہوتے ہوئے بھی کوئی مجھ پر ایمان لاتا ہے یا نہیں۔ کوئی خدا کا، کوئی نبوت کا، کوئی ولایت کا۔ عجیب عجیب دعویدار ہوتے ہیں "ایمان بالملائکۃ والرسل" کا مطلب سمجھنے کی ضرورت ہے کہ سارے انبیاء برحق ہیں، آخر میں اللہ کے رسول ہیں آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ آئیں گے وہ شریعت محمدیہ کے تابع ہو کر کے آئیں گے ان کو ہم مانتے ہیں کہ وہ نبی تھے لیکن اب وہ تابع ہو کر کے آئیں گے۔

آسمانی کتابوں پر ایمان لانا:

اور اس کے بعد چوتھے نمبر پر "ایمان بالکتب" یعنی ساری کتابوں پر ایمان لانا ہے جتنی بھی کتابیں آئیں ۱۰۴ کتابیں ان میں سے سو صحیفے اور چار بڑی کتابیں ہیں سب کے بارے میں یہ یقین رکھنا ضروری ہے کہ ہر کتاب اپنے اپنے زمانہ میں سچی اور برحق ہے لیکن اب جو احکام قیامت تک دنیا میں چلیں گے وہ حضور ﷺ کے لائے ہوئے احکام ہی سے چلیں گے جیسے حضور ﷺ کے بارے میں یہ یقین کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں تو ایسے قرآن کے بارے

میں بھی یہ یقین ہونا ضروری ہے کہ اس کتاب کے بعد کوئی کتاب دنیا میں نہیں آئے گی۔

تقدیر پر ایمان لانا:

اور پانچویں نمبر پر "**ایمان بالقدر**" یعنی تقدیر پر ایمان لانا ہے۔ دنیا میں اچھا برا، خیر و شر، موت و حیات، روزی روٹی، فراخی و تنگدستی جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ کے علم میں ہے۔ تقدیر کس کا نام ہے؟ تو تقدیر نام ہے علم الٰہی کا بہت سے لوگوں کو اس میں شک و شبہ ہوتا ہے، اور شیطان وسوسہ بھی ڈالتا ہے۔ اس لئے اس میں غور و فکر کو منع کیا گیا ہے کہ تقدیر میں غور و خوض مت کرو۔

تقدیر کسے کہتے ہیں؟

لیکن ایک بات سمجھنے کی ہے کہ تقدیر نام ہے علم الٰہی کا۔ انسانوں کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ انسان کی باتوں کو جانتا ہے، اور بعد میں کیا ہونے والا ہے سب جانتا ہے "علیم" ہے اس کا علم محیط ہے تو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا حضرت آدمؑ سے لیکر حضور ﷺ تک جتنے بھی لوگ گئے، اور قیامت تک جتنے آئیں گے، ہر ایک کو اللہ نے عقل دینے کا فیصلہ کیا کہ عقل دوں گا بعض لوگ مجنون ہوں گے لیکن اکثر یہ کہ عاقل ہوں گے، اور میں دنیا میں اس کو اختیار دوں گا، اب اپنی عقل سے اپنے اختیار سے اچھا راستہ کون اختیار کرے گا؟ برا راستہ کون اختیار کرے گا؟ اللہ تعالیٰ کو پہلے سے معلوم تھا کہ وہ لکھ دیا گیا ہے کہ یہ انسان اپنے عقل و اختیار سے اچھا یا برا راستہ اختیار کرے گا اس کا نام ہے تقدیر کوئی انسان تقدیر سے مجبور نہیں ہوگا ہو اللہ جانتا تھا کہ کون انسان کیا کرے گا، یہ مطلب نہیں کہ اللہ نے مجبور کر رکھا ہے کہ کرنا ہی پڑے گا وہ کیا کرنے والا تھا وہ لکھا گیا اس کا نام ہے تقدیر۔

حضرت علیؓ کا مثال کے ذریعہ تقدیر کو سمجھانا:

حضرت علیؓ کے پاس ایک شخص آیا، اور پوچھا، کہ تقدیر کیا ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ایک پیر اٹھاؤ، انھوں نے ایک پیر اٹھایا، حضرت علیؓ نے کہا کہ دوسرا بھی اٹھاؤ، اس شخص نے کہا کہ دوسرا نہیں اٹھا سکتا ہوں تو حضرت علی نے دوبارہ کہا کہ اٹھاؤ تو اس شخص نے کہا کیسے اٹھاؤں؟ ایک پیر زمین پر رہے گا تو ایک اٹھے گا دوسرا رہے گا تو ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ دونوں اٹھاؤں تو فرمایا بس بعض چیزیں ایسی ہیں جو اللہ نے اپنے اختیار میں رکھی ہیں (مرقاۃ) جیسے موت، حیات، اور روزی وغیرہ، بہت ساری ایسی ہیں جو اپنے اختیار میں رکھی ہیں جس پر تم قادر نہیں ہو ان کاموں میں دخل دینے پر قادر نہیں ہو اور ایک پیر تم نے اٹھا لیا تو بعض چیزوں کا اللہ نے اختیار دیا، ایمان، اعمال، اچھا، برا، نفع اور نقصان تم دنیا میں کر سکتے ہو تو اس کا کچھ اختیار اللہ نے دیا ہے پورا پورا اختیار اللہ نے اپنے پاس رکھا ہے، جتنی زندگی ہے اتنی ملے گی بندہ کچھ نہیں کر سکتا ہے حیات جتنی ہے اتنی ملے گی جب موت ہے اسی وقت آئے گی، یہ ساری چیزیں انسان کے اختیار سے باہر ہیں لیکن بعض دوسرے کام اللہ نے انسان کے اختیار میں رکھے ہیں اس پر یقین رکھنے کا نام ہے "ایمان بالقدر"

بعث بعد الموت کا عقیدہ رکھنا بھی ضروری ہے:

اور اس کے بعد آخری مرحلہ ہے۔ اولاً اللہ پر ایمان لانا، رسولوں کو ماننا، فرشتوں کو ماننا کتابوں کو ماننا، تقدیر پر ایمان لانا، اور سب سے اہم بنیادی عقیدہ، اور وہ یہ ہے کہ "مرنے کے بعد دوبارہ ہمیں زندہ ہونا ہے" مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا اس کا سو فیصد یقین ہونا چاہئے تب جا کر کے انسان کا ایمان کامل ہوگا، انسان سب کچھ مان لے یہ پانچ چیزیں جو بتلائی گئی ہیں سب کو

مانے لیکن مرنے کے بعد کا انکار کرتا ہے (یعنی مرنے کے بعد کی زندگی کا) آخرت کا انکار نہیں کرتا بلکہ شک وشبہ میں رہتا ہے کہ ہو سکتا ہے زندہ ہوں گے اور ہو سکتا ہے کہ نہ بھی ہوں، جو ایسے شک وشبہ میں ہی رہتا ہے وہ آدمی بھی مومن نہیں ہو سکتا۔ کفار مکہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو چیزوں میں زیادہ جھگڑا تھا۔

ایک: شرک کے معاملہ میں اللہ کے رسول توحید کی دعوت دیتے تھے جبکہ وہ شرک میں مبتلا تھے۔

دوسرا بعث بعد الموت کا معاملہ کہ وہ یہ کہتے تھے کہ انسان جب مر جائے گا اور زمین کے اندر چلا جائے گا تو ہڈیاں بوسیدہ اور مٹی ہو جائیں گی کون اس کو دوبارہ زندہ کر سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو سمجھانے کے لئے قرآن میں جگہ جگہ عجیب عجیب حقیقتیں اور مثالیں بیان فرمائی، خود انسان کی مثال بیان فرمائی اور بالکل صحیح اور سچے واقعات بتائے۔

حضرت ابراہیم کا ایک واقعہ:

ایک واقعہ فقط عرض کرتا ہوں، حضرت ابراہیم نے درخواست کی رب ارنی کیف تحی الموتی (سورہ بقرہ: ۲۶۰) پروردگار تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟ ذرا مجھے بتلا دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابراہیم کیا تمہیں یقین نہیں ہے؟ عرض کیا اللہ کیوں یقین نہیں ہے لیکن میں تو اپنے دل کو اطمینان دلانے کے لئے آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس کا طریقہ کیا ہوگا۔ کسی کے گھر میں کوئی نئی مشین آجائے کہ اس میں فلاں چیز بنتی ہے اس کو یقین ہے کہ اس میں کوئی چیز بنتی ہے یقین ہو اس سے کہے گا یعنی کسی کاریگر سے کہ ذرا مجھے چلا کر کے بتلا دیجئے کہ یہ چیز اس میں کیسے بنتی ہے؟ اس نے کہا بھائی تم کو یقین نہیں کیا؟ یقین ہے لیکن میں آنکھوں سے دیکھ لوں تو

اطمینان ہو جائے گا کہ فلاں چیز کیسے شکل میں سے نکلتی ہے؟ اللہ تعالیٰ کے سامنے حضرت ابراہیم نے بھی عرض کیا کہ اے اللہ مجھے یقین ہے لیکن میں اس کا طریقہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ کیسے زندہ ہوں گے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا چار پرندے لو، سورہ بقرہ میں یہ واقعہ ذکر کیا ہے۔ قرآن میں پرندوں کا نام نہیں لکھا ہے، قاضی ثناء اللہ پانی پتی[1] نے تفسیر مظہری میں چار پرندوں کے نام بھی ذکر کئے ہیں۔ چار پرندے لو اور ان کو پہلے ہلاؤ، پھسلاؤ، مانوس کرو اپنے سے، ان سے محبت ہو جائے تو ان کو ذبح کر دو، اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو، قیمہ قیمہ کر دو، ان کی ہڈی گوشت پوست ایک ہو جائیں، چار حصوں میں اس کو تقسیم کر دو، اور ان کو چار پہاڑوں کے اوپر رکھ دو۔ چار پرندوں کا گوشت ایک ساتھ قیمہ کر دیا گیا، کوئی امتیاز نہیں ہو سکتا کہ کون حصہ کس پرندہ کا ہے، بالکل ایک ساتھ ملا دیا گیا، چار پرندوں کا گوشت ایک ساتھ پہاڑوں پر رکھا گیا اور ان کے سر حضرت ابراہیم کے پاس۔ حضرت ابراہیم کو کہا کہ اب ان کو بلاؤ، ان کو پکارو، اے پرندو! اللہ کے حکم سے آجاؤ! یاتینک سعیا سب تمہارے پاس دوڑ کر کے آجائیں گے۔ چنانچہ لکھا ہے قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے لکھا وہ چار پرندے یہ تھے

(۱) کبوتر

(۲) کوا

---

[1] قاضی ثناء اللہ پانی پتی [illegible] شیخ [illegible] عثمانی [illegible]
[illegible] آپ [illegible] شیخ [illegible] [illegible] ہے۔
آپ [illegible] پانی پت [illegible] قرآن [illegible] پانی پت [illegible]
[illegible] شیخ [illegible] اس وقت آپ کی عمر ۱۸ سال کی تھی [illegible]
[illegible] شیخ عبدالعزیز [illegible]
[illegible] آپ [illegible] وقت کا لقب دیا [illegible] تفسیر مظہری [illegible] ہے۔

(تذکرہ [illegible] ص ۱۱۲)

(۳) مور

(۴) مرغ

چاروں کا گوشت ایک ساتھ رکھا گیا تھا حضرت ابراہیمؑ نے پرندوں کو پکارا، قرآن کہتا ہے "یاتینک سعیا"[1] وہ پرندے تمہارے پاس دوڑ کر آئیں گے یہ نہیں کہا کہ اڑ کر آئیں گے، اس لئے کہ دنیا میں اعتراض کرنے والوں کی کمی نہیں ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام پر تو اعتراض نہیں کر سکتے، لیکن بعد میں آنے والے کہہ سکتے تھے کہ اللہ میاں نے وہ چار پرندوں کا گوشت تو رکھوایا وہ گوشت تو وہیں پڑا ہوگا، ہو سکتا ہے دوسرے پرندوں کو کہہ دیا کہ جاؤ ابراہیمؑ کے پاس اڑ کر کہنے میں آدمی کو شک ہو سکتا تھا اس شک کو بھی دور کر دیا کہ ان پرندوں کی طرف نظر رکھو، وہ چل کر، دوڑ کر آئیں گے، اڑ کر نہیں آئیں گے تا کہ کسی کو شک وشبہ اور اعتراض کا موقع نہ ملے۔ چنانچہ پرندے دوڑتے ہوئے آئے، اور ہر ایک کا دھڑ ہر ایک کے سر کے ساتھ جڑ گیا۔ ایسا بھی نہیں کہ مرغ کا کوے کے ساتھ، اور کوے کا مرغ کے ساتھ فرمایا "کذالک" اسی طرح ہم قبروں میں سے انسان کو دوبارہ زندہ کریں گے، اللہ نے یہ واقعہ بیان فرمایا اور بھی کئی واقعات ہیں، حقیقتیں ہیں جو قرآن میں بتائی گئی ہیں، اس سے بہر حال عرض کرنے کا منشاء یہ ہے کہ یہ ایمانیات ہیں۔

صحابہ کرامؓ کا آپس میں ایمان کا مذاکرہ کرنا:

حضرات صحابہ کرامؓ جب آپس میں ملتے تھے تو فرماتے تھے "نومن" "آؤ اٹھو ہم ایمان لائیں، کیا صحابہ کرام ایمان والے نہیں تھے، بھائی ان سے بڑھ کر کس کا ایمان ہو سکتا ہے،

---

[1] حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں بجائے بجوڑ کے گدھا آیا ہے۔ (تفسیر مظہری ج ۱ ص ۳۶ ۔ پ ۳)

قرآن پاک میں تو اعلان کر دیا گیا کہ حضرات صحابہ کرامؓ کی طرح جو ایمان لائے گا ان کا ایمان ہمارے یہاں قابل قبول ہوگا" فان آمنوا بمثل ما آمنتم به فقد اهتدوا "(سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۳۶) دوسرے لوگ اگر صحابہ کی طرح ایمان لائیں گے تو ہمارے یہاں وہ ہدایت یافتہ ہوں گے جن کا ایمان ان کے ایمان سے ہٹ کر ہوگا ان کا ایمان قبول نہیں، اتنا پختہ ایمان تھا، پھر بھی صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں آؤ بیٹھو! آپس میں ہم ایمان لائیں۔ ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟ ایمان لانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ محض کلمہ ہی پڑھ لے، بلکہ" نؤمن " آؤ ہم ایمان کا مذاکرہ کریں، یہ جو ایمانیات کی چھ صورتیں بتلائیں اس کے مذاکرہ کا نام ایمان ہے، بار بار اس کا تذکرہ اپنی مجلس میں، اپنے گھروں میں اپنے محلوں میں، اپنے بھائیوں میں کہ بھائی اللہ کو مانو مرنے کے بعد کی زندگی کا یقین رکھو فرشتوں کو، تو، جب تک ان چھ چیزوں کا یقین نہیں ہوگا، ایمان نہیں ہوگا اور ایمان نہیں ہوگا تو خسارہ میں ہوگا چھ چیزوں کا پورا یقین سو فیصد ہوگا تو انسان خسارہ سے اپنے آپ کو بچا سکتا ہے۔

ایمان کی مثال درخت کی سی ہے:

حدیث پاک میں ایمان کو ایک درخت سے تشبیہ دی گئی ہے" **الایمان بضع وسبعون شعبة**[۱] ایمان کی ستر کے قریب کچھ شاخیں ہیں، ایک بڑے محدث ابن حبانؒ[۲] انھوں نے تو ان ستر شعبوں کو شمار کروایا ہے کہ کیسے ایمان کی اتنی شاخیں ہیں، اور ہمارے بزرگوں

---

۱ عن ابی ہریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الایمان بضع وسبعون شعبة فافضلها قول لا الٰہ الا اللہ وادناها اماطة الاذی عن الطریق والحیاء شعبة من الایمان متفق علیہ۔ (مسلم شریف باب شعب الایمان)

۲ نام: ابو حاتم محمد بن احمد بن حبان بن معاذ بن معبد البستی التمیمی۔ بقیہ اگلے صفحہ پر۔

نماز سب سے اہم عبادت ہے:

اعمال میں سب سے اہم عبادت نماز ہے۔ نماز کتنی اہم ہے اس کی تفصیل کا موقع نہیں ہے۔ ایک روایت جو بار بار سنتے رہتے ہیں، غور کرنے کی بات یہ ہے کہ نماز کی اہمیت کتنی ہے؟ حدیث کی مختلف کتابوں میں یہ روایت ذکر کی گئی ہے، پہلے یہ سمجھئے کہ اللہ کے رسول اس امت پر کتنے شفیق تھے، انتقال اور وفات کے موقع پر بھی امت کی آپ کو فکر تھی، ہر ہر موقع پر آپ امت کیلئے بے چین و پریشان رہتے تھے، اللہ تعالیٰ کو کہنا پڑا کہ ”لعلک باخع نفسک“ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ اپنے نفس کو ہلاک کر دیں، امت کے غم میں کہ ایمان کیوں نہیں لاتے، اتنا غم کہ آپ کی ہلاکت کا اندیشہ ہو گیا تھا، اللہ نے منع کیا اتنا غم مت کرو، ایک طرف تو آپ کی شفقت اور محبت کا یہ حال تھا۔

نماز چھوڑنے والے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عتاب:

لیکن دوسری طرف نماز چھوڑنے والے پر آپ نے کتنی نفرت اور غصہ کا اظہار فرمایا کہ آپ نے فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں چند نوجوانوں کو حکم دوں کہ وہ لکڑیاں جمع کریں پھر میں اپنی جگہ پر کسی کو نماز پڑھانے کے لئے مقرر کردوں۔ اور پھر لوگوں کو لیکر چند نوجوانوں کو لے کر جاؤں اور وہ لوگ جو بلا عذر کے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں، جماعت میں شریک نہیں ہوتے ہیں ان کو ان کے گھروں کے ساتھ جلادوں[1] معاذ اللہ۔ ایک طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

[1] عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال والذی نفسی بیدہ لقد ھممت ان امر بحطب لیحطب ثم امر بالصلوۃ فیؤذن لھا ثم امر رجلا فیؤم الناس ثم اخالف الی رجال فاحرق علیھم بیوتھم والذی نفسی بیدہ لو یعلم احدھم انہ یجد عرقا سمینا او مرماتین حسنتین لشھد العشاء (بخاری شریف ج ا ص ۸۹ باب وجوب صلوۃ الجماعۃ)

محبت وشفقت کا یہ عالم کہ جان کی ہلاکت ہونے کا اندیشہ لیکن جماعت چھوڑنے والے پر اتنا غصہ آپ کو آرہا ہے کہ آپ ﷺ نے لوگوں کو بھی اور ان کے گھروں کو بھی جلا دینے کا ارادہ کیا اس سے اندازہ لگائیے کہ حضور ﷺ کے دل میں کتنی نفرت ہوگی نماز چھوڑنے والوں سے؟ جبکہ جماعت چھوڑنے والوں کے ساتھ آپ نے اس سلوک کا ارادہ کیا یہ بات اور ہے کہ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے کیوں ایسا عمل نہیں کیا جلانے کا؟ حضور ﷺ نے فرمایا گھروں میں عورتیں اور بچے بھی ہوتے ہیں جن پر جماعت فرض نہیں اس لئے میں نے اس ارادہ پر عمل نہیں کیا[1] یہ عورتیں اور بچوں کا ایک احسان سمجھ لیں کہ حضور ﷺ نے اس پر عمل نہیں کیا لیکن ایک مومن اندازہ کرسکتا ہے کہ نماز کی اہمیت کیا ہے؟ اس لئے میرے بھائیو! ایمان کے بعد نماز حقیقی زندگی میں آئے گی تو انسان کے دوسرے اعمال میں بھی قوت ترقی چلی جائے گی۔

حضرت عمرؓ کا اپنے عاملین کو نماز کی تاکید کرنا:

حضرت عمرؓ نے اپنے عاملین کو خط لکھا، اور اس میں فرمایا کہ ”ان اھم امورکم الصلوٰۃ“ اس زمانہ کے جو عامل اور گورنر ہوتے تھے وہ بے فکر اور ایسے عیاش نہیں ہوتے تھے، وہ بڑے پابند پھر بھی ان کو آپ یہ فرماتے ہیں کہ دیکھو! فلاں صوبے کے تم عامل اور گورنر ہو کہیں یہ مت سمجھو کہ اس حکومت کا اور اس صوبہ کا پورا انتظام میں سنبھال رہا ہوں، مسلمانوں کے فیصلوں میں اور ان کے مقدمات میں اور ان کی خیرخواہی میں مشغول ہوں تو اب نماز میں بے پرواہی کروں ایسا مت سمجھنا تمہارے سارے کاموں میں سب سے اہم امر میرے نزدیک نماز ہے۔ چاہے قوم وملت کی بڑی بڑی خدمات انجام دے رہے ہو لیکن نماز کے مقابلہ میں سب ہیچ ہے نماز

---

[1] رواہ احمد من طریق سعید المقبری عن ابی ہریرۃ بلفظ لولا مافی البیوت من النساء والذریۃ فتح الملہم ج ۲ ص ۱۸۹ اسلامی کتب خانہ۔

سب سے اہم کام ہے اس کو ست چھوڑنا یہ فرمان حضرت عمرؓ نے اپنے عاملوں کے نام جاری کیا۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ کا نماز کے متعلق ایک ملفوظ:

میرے بھائیو! امت نماز سے کتنی بے فکر ہوگئی ہے، ہمارے لئے نماز کا چھوڑنا بہت آسان ہوگیا ہے، حضرت فضیل بن عیاضؒ کا ایک ملفوظ صاحب روح البیان جو بڑے مفسر ہیں، انھوں نے نقل کیا ہے کہ مجھے بڑا افسوس ہوتا ہے کہ کسی شخص کے گھر پر کوئی میت ہوجاتی ہے لوگ اس کے یہاں تسلی کے لئے جاتے ہیں، جانا بھی چاہئے سنت ہے، تسلی دینی چاہئے۔ کہا لیکن مجھے افسوس ہے کہ کسی مسلمان کی اگر نماز چھوٹ جاتی ہے تو اس کے یہاں کوئی تعزیت کے لئے نہیں جاتا ہے، کیونکہ وہ خود بھی نماز چھوڑنے کو مصیبت نہیں سمجھتا ہے، اور مسلمان بھی نماز چھوڑنے کو مصیبت نہیں سمجھتا ہے، حالانکہ فرماتے ہیں کہ "میرا ایک عالم باعمل لڑکا ہو، اور نوجوان ہو ایک طرف وہ مرجائے، دوسری طرف میری جماعت کی فقط ایک رکعت چھوٹ جائے میرے نزدیک جماعت کی ایک رکعت چھوٹ جانے کا نقصان میرے نوجوان عالم باعمل لڑکے کے مرجانے سے بھی زیادہ ہے، وہ اتنا نقصان نہیں ہوا جتنا ایک رکعت کے چھوٹنے میں ہوگیا ہے۔"

چھ صفات میں علم وذکر کی اہمیت:

میرے بھائیو! ایمان کے بعد سب سے اہم چیز نماز ہے، لیکن نماز پچاس سال آدمی پڑھتا رہے اور نماز کے مسائل اور علم سے واقفیت نہ ہو تو اس کی یہ نماز کسی کام کی نہیں۔ اس سے فرمایا یہ علم اور ذکر بھی ضروری ہے، علم کے بغیر نماز ہی نہیں، انسان کی ساری عبادتیں بغیر علم کے صحیح اور درست نہیں ہوگی۔ ایک انسان رات بھر عبادت کرتا رہے، روتا رہے، گڑگڑاتا رہے، لیکن وضو

لہ حضرت فضیل بن عیاض کے حالات "جواہر علمیہ ج ۲ میں ملاحظہ ہو۔

میں ذرا سی جگہ خشک رہ گئی پیر کے اندر تو ساری بھر کی اس کی نماز ہی نہیں ہوئی، یہ بات اور ہے کہ اللہ اس کے کسی اخلاص کی وجہ سے اس کو معاف کر دے وہ الگ بات ہے، لیکن اصولی طور پر یہ ہے کہ اس کی کوئی نماز قبول نہیں ہوئی، اس لئے ضروری ہے کہ نماز اور ساری عبادات کے صحیح ہونے کیلئے علم کا ہونا ضروری ہے، اور علم حاصل ہوگا علم والوں سے۔

مولانا الیاس صاحبؒ کا ملفوظ:

حضرت جی مولانا الیاس صاحبؒ[1] فرماتے تھے کہ میری اس دعوت تبلیغ کی چلت پھرت کا ایک مقصد یہ ہے کہ عوام جو علماء سے کٹ چکی ہے ان عوام کو علماء سے جوڑ دے تا کہ ان کی زندگیوں میں دین کا علم آجائے۔ ہمارے ایک بزرگ ہیں، ایک مدرسے کے بڑے شیخ الحدیث ہیں، وہ ایک سال پڑھاتے تھے اور ایک سال جماعت میں جاتے تھے، ایسے دس سال انکے گذرے کہ پانچ سال پڑھایا، اور پانچ سال جماعت میں، ایک ایک سال انھوں نے اللہ کے راستے میں لگایا، ایک مرتبہ مصر تشریف لے گئے، مصر میں ان پر بڑی نگرانی رکھی گئی تو وہاں تو بڑے بڑے علماء ہیں مصر کے اندر ایسے علماء ہیں کہ ایک ایک عالم کو ہزاروں حدیثیں سند کے ساتھ یاد ہیں، وہ جب پڑھتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ وہ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں، ان کے حافظے بھی ایسے ہوتے ہیں کہ ہم ان کے مقابلہ میں دو چار حدیثیں بھی پڑھ نہیں سکتے، ان علماء کے سامنے ان کو پیش کیا گیا، ان علماء نے کہا کہ ہم کو تبلیغ کرنے آئے ہیں، ہندوستان چھوڑ کر آئے ہیں، بت پرست ملک میں رہتے ہیں، ہمارے یہاں اسلامی ملک میں تبلیغ کرنے آگئے، یہاں تبلیغ کی کیا ضرورت ہے؟ انھوں نے کہا کہ ہم تبلیغ کے لئے نہیں آئے ہیں ہم تو ایک بات فقط بتلانے آئے

---

[1] حضرت مولانا الیاس کے حالات "جواہر علمیہ ج ۱ میں ملاحظہ ہو۔

ہیں ماں پر آپ کو عروج اور غور و فکر کی دعوت دیتے آئے ہیں کہ اللہ نے آپ کو کتاب عطا کی، قرآن کے آپ حافظ ہیں، ۵۰ ہزار، ۶۰ ہزار، ۷۰ ہزار حدیثیں ایک ایک عالم کو یاد ہیں، قرآن اور حدیث کا ذخیرہ آپ کے سینوں میں محفوظ ہیں لیکن یہ سوچنے کی بات ہے کیا آخر آپ کے علم سے یہ عام مسلمان فائدہ کیوں نہیں اٹھا رہے ہیں؟ اور ہم ان عوام کو کیسے جانتے ہیں کہ اتنے بڑے بڑے علم کے خزانے آپ کے یہاں ہیں تو آخر ان علم کے ذریعے سے تم فائدہ کیوں نہیں اٹھا رہے ہو؟ بزرگ نے کہا کہ وہ لوگ بہت خوش ہوئے اور پھر میں پورے سال وہاں رہا مجھے حکومت کی طرف سے آفر (offer) دی گئی کہ آپ دو سال اس ملک میں رہو تو ہمارے ملک کے سارے اختلافات دور ہو جائیں گے۔

علماء اور تبلیغ کے کام والوں میں تفریق نہیں ہونی چاہیے

بہرحال ضرورت ہے علم کی کہ آج یہ جو ہمارے درمیان تفریق ہوتی ہے۔ اللہ کا فضل ہے گجرات میں بہت غنیمت ہے کہ ہمارے عام مسلمان بھائی بھی علماء سے جڑے ہیں، لیکن ہر جگہ اس کی ضرورت ہے اور زیادہ ضرورت ہے یہ ایک بہت بڑا شیطان کا دھوکہ ہے کہ علماء الگ ہیں دعوت و تبلیغ والے الگ ہیں، ارے سبحان اللہ یہ جبکہ سارے کام اللہ کے رسول کے صحابہ کرتے رہے، علم حاصل کرنے کے لئے ایک جماعت حضور کے در پر پڑی رہتی تھی، وہ جہاد میں نہیں جاتی تھی اور بہت سارے صحابہ جہاد میں جاتے تھے وہ آتے تھے تو یہ دین کی باتیں ان کو سناتے تھے۔ تو اس کی ضرورت ہے۔ دو پہیوں کی سے سائیکل چلتی ہے، ایک پہیے پر سائیکل چلنے والی نہیں ہے۔

ﮯ وما کان المومنون لینفروا کافۃ سورۃ التوبہ آیت ۱۲۲

ذکر کی حقیقت :

علم کے ساتھ ذکر کی بھی ضرورت ہے شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحبؒ کی فضائل ذکر اس کتاب کی تعلیم سے (ہمارا کوئی گھر جو دعوت و تبلیغ سے جڑا ہو مسجد ہو چاہے وہ شہر ہو یا محلے جس میں دعوت و تبلیغ کا کام ہوتا ہے) خالی نہیں ، فضائل ذکر بڑے اہتمام سے بیان کرتے ہیں لیکن اگر عملی طور پر ہم دیکھیں تو ہم ذکر سے اتنے ہی کورے ہیں فقط صبح اور شام تین تسبیحات کا پڑھ لینا یہ ذکر کیلئے کافی نہیں ، انسان اتنا ذکر کرے ، اتنا ذکر کرے کہ لوگ اس کو مجنون کہنے لگےلے چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے اللہ کو یاد کرنے والا بن جائے ذکر کی حقیقت کیا ہے ، یاد الٰہی ، اس لئے ہر آن اللہ کے ذکر سے ہماری زبان رطب اللسان رہے ، اور ہمارے جو مشائخ بعض مخصوص اذکار بتلاتے ہیں ، ان اذکار کو بھی سیکھنا چاہئے ، اس سے دل میں نورانیت پیدا ہوتی ہے ، خصوصاً "ذکر بالجہر"۔

حضرت جیؒ کا آخری دم تک ذکر بالجہر کا اہتمام :

حضرت جیؒ نے وفات تک ذکر بالجہر کو نہیں چھوڑا۔

سفیان ثوریؒ سے کسی نے کہا کہ حضرت آپ آخری عمر میں بھی ہاتھ میں تسبیح رکھتے ہیں تو فرمایا جس چیز کے ذریعہ ہم اللہ تعالیٰ تک پہونچے ہے اس کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔

ذکر کی حقیقت :

میرے بھائیو! اس ذکر کی حقیقت کو سمجھنے کی ضرورت ہے جیسے نماز سیکھے بغیر ہماری

لـه عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ ﷺ قال اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا مجنون۔ رواہ احمد و ابو یعلی و ابن حبان والحاکم فی صحیحہ (کنز العمال ج ۱ ص ۲۱۳) فضائل اعمال فضائل ذکر

درست نہیں ہوتی ذکر بھی بزرگوں سے سیکھے بغیر درست نہیں ہوتا، اس لئے اللہ والوں سے رہنا
ضروری ہے حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب کی فضائل ذکر وغیرہ سے بھی فضائل میں جگہ جگہ
حضرت نے ذکر کے حلقوں کی جو ترغیب دی ہے اور خانقاہوں کے بزرگوں کی جو تعریف کی ہے،
پتہ نہیں اس طرف ہماری نظر کیوں نہیں، اللہ والے جو ذکر کرتے ہیں ان کی مجلسوں میں انسان کا
دل اللہ سے قریب ہوتا ہے

حضرت جیؒ کا معمول:

حضرت شیخؒ لکھتے ہیں کہ حضرت جی مولانا الیاس صاحبؒ میوات اور دوسرے علاقوں
میں تشریف لے جاتے وہاں سے آکر لوگوں سے ملنے جلنے کے تعلق کی وجہ سے دل میں کچھ کدورت
محسوس کرتے تھے اور کچھ گھبراہٹ ہوتی تو رائے پور میں حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری کی خانقاہ
ہوتی تھی، چند دن جا کر وہاں حضرت کے پاس اعتکاف کر لیتے تاکہ وہاں عوام سے ملنے جلنے سے
جو دل پر غبار آ گیا ہے چھٹ جائے فرمایا جب حضرت رائے پوری کا انتقال ہو گیا اس کے بعد
حضرت خود بنگلہ والی مسجد میں چند دن اعتکاف کرتے خلوت میں بیٹھ جاتے اور اللہ اللہ کرتے
رہتے تاکہ دل کا غبار چھٹ جائے، یہ بڑی اہمیت کی چیز ہے۔

میرے بھائیو! ذکر و زندگی میں اور اپنے کاروبار میں جو جوڑ رکھنا ضروری ہے تب
جا کر ذکر کا حق ادا ہوگا، زندگی میں علم بھی آ جائے، ذکر بھی آ جائے، یہ سب کچھ آ جائے اور
انسان میں گھمنڈ آ جائے، اور تکبر آ جائے یہ شیطان رہ گیا میں تو بہت اللہ والا بن گیا، جنید بغدادی
بن گیا، اس لئے اب خود کو بڑا سمجھے اور لوگوں کو حقیر جانے اللہ کے یہاں ایسے لوگوں کی عبادت
قبول نہیں ہوتی، ہم سورہ اخلاص پڑھتے ہیں "اللہ الصمد" اللہ بے نیاز ہے کسی کی

حاجت نہیں۔ حدیث میں فرمایا گیا کہ سارے لوگ متقی بن جائیں ایک گروہ اور غیر اولی کام بھی دنیا میں نہ کریں تب بھی اللہ کی بزرگی میں ذرہ برابر اضافہ نہیں ہوسکتا اور ساری دنیا کے لوگ فسق وفجور اور کفر وشرک کرنے لگیں تو اللہ کی کبریائی اور بڑائی میں ذرہ برابر کمی نہیں ہوسکتی۔ اللہ تو بہت بے نیاز ہے، ہماری عبادات، ہمارے ذکر، ہماری تلاوت، ہماری جدوجہد ضرور اللہ قبول کرلے ہم کو اس کی ذات سے امید رکھنی چاہئے لیکن کسی کا اپنے آپ میں بڑائی کا آجانا اور ایک مسلمان بھائی کو حقیر جاننا یہ بالکل جائز نہیں ہے۔

اکرامِ مسلم:

اکرام مسلم کس چیز کا نام ہے؟ زبان سے اکرام، اکرام ہونے کا نام نہیں اکرام مسلم ہے حضرت جی مولانا الیاس صاحب نے جو ایک نمبر بتایا ہے جو پورے حقوق العباد کو شامل ہے، اس لئے ہر مسلمان کو اپنے سے اچھا اور افضل سمجھے، چاہے کتنا ہی برا ہو، حضرت تھانوی فرماتے ہے کہ میں فی الحال ہر مسلمان کو اپنے سے افضل سمجھتا ہوں۔ آئندہ پتہ نہیں کس کا کیا ہوتا ہے کسی کافر کو اللہ ایمان دیدے تو آئندہ کے اعتبار سے اس کو بھی ایمان کی وجہ سے اپنے سے افضل سمجھتا ہوں حضرت فرماتے ہیں کہ بڑے سے بڑے قطب کا انتقال ہوتا ہے تو مجھے ڈر لگتا ہے کہ اللہ اس کی کسی بات پر پکڑ نہ کرلے، اور بڑے سے بڑے فاجر فاسق کا انتقال ہوتا ہے تو اللہ کی رحمت پر نظر ہوتی ہے کہ اللہ اس کی کوئی ادا پسند کرلے کیا پتہ۔ اس لئے میرے بھائیو! کسی کو حقیر جاننے کی ضرورت نہیں ہے، آج کل جو ہمارا معاشرہ بگڑا ہے لوگوں سے بدگمانی مسلمانوں کے خلاف

؎ عن ابی ذر قال قال رسول اللہ ﷺ فیما یروی عن اللہ تبارک وتعالی انہ قال ... لو ان اولکم وآخرکم وانسکم وجنکم کانوا علی افجر قلب رجل واحد منکم ما نقص ذلک ... الخ۔ رواہ مسلم (مشکوۃ شریف۔ باب الاستغفار والتوبۃ ص ٢٠٣)

سازشیں ایک دوسرے کی دشمنی بغاوت، بدظنی کو بھی منع کیا ہے، ہر مسلمان کے بارے میں اچھا گمان رکھے۔

حضرت حسن بصریؒ کا واقعہ:

حسن بصریؒ دریا کے کنارے جارہے تھے، بڑے اولیاء میں ان کا شمار ہوتا ہے، ایک حبشی شخص کو دیکھا کہ وہ صراحی لے کر بیٹھا ہے اور اس کے گود میں ایک عورت سوئی ہوئی ہے، حضرت کے دل میں خیال آیا کہ میں واقعی بہت برا ہوں، لیکن اس سے اچھا ہی ہوں، دیکھو یہ کھلے میدان میں ایک عورت کو لیکر پڑا ہے اور شراب لے کر بیٹھا ہے، صرف ایسا خیال آیا، وہ بات اللہ نے اس کے دل میں ڈالی، وہ صاحب دل تھا، ایک کشتی چل رہی تھی، جس میں دس آدمی سوار تھے غرق ہوگئی، اس نے چھلانگ لگائی اور نو لوگوں کو بچالیا، کنارہ پر لا دیا، اور حسن بصری کو خطاب کیا کہ اگر تو مجھ سے اچھا ہے تو ایک کو بچا کر بتلا، میں تو نو کو بچا چکا ہوں۔ اور کہا کہ دیکھو یہ جو صراحی ہے اس میں شراب نہیں وہ تو پانی ہے، اور یہ میری ماں ہے جو بیمار ہے، اس کی خدمت میں مشغول ہوں۔

میرے بھائیو! کس کا کیا حال ہے ہم نہیں بتلا سکتے۔ آج ہمارا مشغلہ ہے مسلمانوں کی آبرو ریزی، مسلمانوں کو تنگ کرنا، سازشیں کرنا، ان کی عزتوں پر ہاتھ ڈالنا، سمجھتے ہیں ہم بہت ہوشیار لوگ ہیں، ہم نے فلاں کو شکست، فلاں کو ذلیل کردیا، میرے بھائیو! اللہ کے یہاں یہ ساری عبادات دھری کے دھری رہ جائے گی اگر مسلمان کے حق کے بارے میں پکڑ ہوجائے گی۔

اکرامِ مسلم حقوق العباد کی ادائیگی کے لئے ہے:

اکرام مسلم خالی زبان سے بولنے کا نام نہیں ہے، اکرامِ مسلم سارے حقوق العباد کی ادائیگی کا نام ہے، اللہ نے حضرت کو جو الہامی علوم عطا کئے ہیں یعنی حضرت جی مولانا الیاس

صاحب کو انھوں نے ایسے ہی نمبر قائم نہیں کئے، یہ پوری شریعت کا خلاصہ ہے سب چیزیں حاصل ہے، نماز بھی ہے، روزہ بھی ہے، ذکر بھی ہے، علم بھی ہے، اور اکرام مسلم بھی ہے لیکن لوگوں کے دکھلا دے کے لئے ہو تو اللہ کے یہاں کوئی قبول نہیں۔

اخلاص نیت:

تصحیح نیت یعنی نیت صحیح ہو، جو کام بھی کرے، مثلاً مسلمانوں کا اکرام کرے تو اللہ کے لئے، نماز پڑھے تو اللہ کے لئے، علم حاصل کرے تو اللہ کے لئے، ذکر کرے تو اللہ کے لئے، اور دین کا کام کرے تو اللہ کے لئے، یہ ساری چیزیں انسان کو حاصل ہو بھی جاتی ہیں، نیت بھی صحیح ہو اخلاص بھی ہو لیکن بعض کام ایسے ہیں کہ ان کی وجہ سے ساری چیزیں ضائع ہو جاتی ہیں، اور وہ بے لایعنی باتوں میں مشغول ہونا، انسان اپنی زبان سے فضول باتیں کرے، فضول کام کرے مجلس بازی کرے، اس کی وجہ سے انسان کے بڑے بڑے اعمال بیکار ہو جاتے ہیں، اس لئے فرمایا اپنے آپ کو فضول کاموں سے اور فضول اور لایعنی باتوں سے بچانا۔

امام ابوداؤدؒ کی منتخب شدہ چار حدیثیں:

امام ابوداؤدؒ[1] نے اپنی ابوداؤد شریف کے اندر پانچ لاکھ احادیث میں سے ۴۸۰۰ حدیثیں جمع کی ہیں، وہ[2] فرماتے ہیں کہ ۴۸۰۰ حدیثوں میں سے چار حدیثیں میں نے بطور

---

[1] امام ابو داود کے حالات "جواہر علمیہ" ج ۱ میں ملاحظہ ہو۔

[2] وقال ابو داؤد کتبت عن رسول اللہ ﷺ خمس مائۃ الف حدیث انتخبت ما ضمنتہ و جمعت في کتابي ھذا اربعۃ آلاف حدیث وثمان مائۃ حدیث من الصحیح وما یشبھہ ویقاربہ ویکفي الانسان لدینہ من ذلک اربعۃ احادیث احدھما: انما الاعمال بالنیات ۔ والثاني: من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ ۔ والثالث: لا یکون المومن مؤمنا حتی یرضی لاخیہ ما یرضی لنفسہ ۔ والرابع: الحلال بین والحرام بین وبینھما مشتبھات الحدیث۔ (حاشیہ سنن ابی داود، ص ۵)

باسمہ تعالیٰ

روزہ حصول تقویٰ کا ذریعہ ہے

حضرت مفتی محمد کلیم صاحب دامت برکاتہم کا

یہ بیان ــــــ ــــــ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم امابعد! فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ہ وقال تعالٰی شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَھِدَ مِنْکُمُ الشَّھْرَ فَلْیَصُمْہُ وَمَنْ کَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

رمضان کی فضیلت:

بزرگان محترم! اللہ تبارک وتعالیٰ کا بہت ہی احسان وکرم اور فضل ہے کہ اس نے ہمیں اپنی زندگی میں پھر سے یہ مبارک مہینہ عطا فرمایا۔ جس کے دو عشرے گذر چکے ہیں اور اب ایک ہی عشرہ باقی ہے۔ اس مہینہ کی فضیلت اور اہمیت اور اس مہینہ کی عبادت کے سلسلہ میں قرآن میں بھی چند آیات مذکور ہیں، اور بہت ساری احادیث میں بھی تذکرہ ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں یا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ”اے ایمان والو!“ تم پر روزے فرض کئے گئے جیسا کہ اگلی امتوں پر روزے فرض کئے گئے تھے، تاکہ تم اللہ سے ڈرنے والے بن جاؤ، اور تمہاری زندگی تقویٰ والی بن جائے یہ چند دن کے روزے ہیں جو تم پر فرض کئے گئے، اور جو تم میں سے بیمار ہو یا مسافر ہو، وہ دوسرے دنوں میں اس کی قضا کریں، اور وہ لوگ جو روزہ کی طاقت رکھتے ہیں، پھر بھی روزہ نہیں رکھتے تو وہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دے۔

امم سابقہ پر بھی روزے فرض تھے:

پہلی بات: روزے اس امت پر بھی فرض کئے گئے اور یہ امت یہ نہ سمجھیں کہ اللہ نے

ہمارے اوپر ہی مشقت ڈال دی ہے صبح سے شام تک بھوکے رہنے کی، لہٰذا اس شک وشبہ کو ختم کیا گیا کہ تم ہی پر صرف روزے فرض نہیں کیے گئے، بلکہ تم سے پہلی امتوں پر بھی روزے فرض کیے گئے تھے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ جتنے انبیاء اور پیغمبر دنیا میں تشریف لائے، ان پر روزے فرض تھے جیسا کے ان پر نماز فرض تھی۔ دنیا میں کوئی امت ایسی نہیں گذری کہ اس پر نماز فرض نہ ہو اور کوئی امت ایسی نہیں گذری کہ اس پر روزہ فرض نہ ہو۔ البتہ روزوں کی تعداد اور روزوں کے طریقوں میں اختلاف رہا، جب امت یہ بات سنے گی کہ ہم سے پہلے بھی لوگوں نے روزے رکھے تو انکا بوجھ ہلکا ہو جائیگا اور یہ خیال کرے گی کہ ہم اکیلی امت اس بوجھ کو اٹھانے میں شامل نہیں ہیں، بلکہ دوسری ساری امتوں کے ساتھ ہم کو بھی شریک کیا گیا ہیں، اور یہ بات یاد رہے کہ ایک بوجھ جب سب لوگوں پر ڈالا جاتا ہے تو اس بوجھ کو اٹھانے میں آسانی ہو جاتی ہے، دل اسکو جلدی سے قبول کر لیتا ہے۔

روزہ کی فرضیت کب اور کیسے؟

اسلام میں روزہ کی فرضیت کیسے ہوئی؟ ”بخاری شریف“، ”مسلم شریف“ اور حدیث کی دیگر کتابوں میں تفصیل بتائی گئی ہے۔ ابتداء ہی سے رمضان کے روزے فرض نہیں کیے گئے یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ میں تھے تو مکہ مکرمہ میں روزے فرض نہیں ہوئے تھے، اور نہ تو مکہ مکرمہ میں زکوۃ فرض ہوئی تھی لیکن جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ شریف لائے تو ہجرت کے دوسرے سال زکوۃ فرض ہوئی اور اسی سال روزہ بھی فرض ہوا، البتہ اتنا فرق ہے روزہ پہلے فرض ہوا، اور زکوۃ اسکے بعد فرض ہوئی اور دونوں کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ یہودی لوگ جو حضرت موسیٰ کو

رمضان کے روزوں میں تین تبدیلیاں ہوئیں:

لیکن رمضان کے روزوں کے سلسلہ میں تین تبدیلیاں ہوئیں۔

پہلی تبدیلی: ایک تبدیلی تو میں بتلا چکا کہ پہلے عاشورہ کا روزہ اور ہر مہینے کے تین روزے فرض تھے پھر رمضان کے روزے فرض ہوئے۔

دوسری تبدیلی: ابتدا میں اختیار تھا رکھنے کا یا روزہ کے بدلے فدیہ دینے کا پھر حکم آیا "فمن شهد منكم الشهر فليصمه" کے ذریعہ ہر ایک کو روزہ رکھنا ضروری ہیں البتہ مریض مسافر افطار کرسکتے ہیں بعد میں قضا ضروری ہے۔

بیماری سے کونسی بیماری مراد ہے؟:

البتہ بیمار آدمی کی دو قسمیں ہیں: ایک: تو وہ جو ایسی بیماری میں مبتلا ہے کہ اگر وہ روزہ رکھے گا تو جان کا خطرہ ہے اور آئندہ بھی شفاء یاب ہونے کی امید نہیں ہے تو اب اسکے لئے فدیہ دینے کی اجازت ہے اس فرق کو سمجھنا چاہئے کیونکہ بہت سے لوگ مغالطہ میں مبتلا ہیں کہ بیماری کی وجہ سے روزہ چھوڑ سکتے ہیں، یہ اس شخص کے لئے ہے جو بہت بیمار ہو اور دن میں دوائیاں لینی پڑتی ہیں یا پھر کمزوری ہے تو اسکے لئے فدیہ دینے کی اجازت ہے لیکن اگر کوئی شخص وقتی طور پر بیمار ہوگیا یا کوئی عارضہ پیش آگیا اور پھر اسکے روزے چھوٹ رہے ہیں تو اسکے لئے فدیہ دینے کی اجازت نہیں ہے، اسکے لئے تو جب صحت آجائیگی اور قوت آجائیگی تو قضاء ضروری ہے، بہت سے لوگ ایسا سمجھتے ہیں کہ چلو بیمار ہے فدیہ دیتے رہو۔ ایسا نہیں ہے جب طاقت آجائیگی تو قضاء ضروری ہے، بلکہ علماء نے یہ بھی مسئلہ لکھا ہے کہ ابتداء میں کوئی شخص ایسا بیمار رہا کہ شفاء پانے کی امید

نہیں رہی اور وہ فدیہ دیتا رہا لیکن اللہ تعالیٰ نے پھر شفاء دیدی تو جتنے فدیے دیئے ہیں وہ سب نفل ہو جائیں گے، اور اب نئے سرے سے قضاء کرنی ہوگی۔

اور دوسرا شخص وہ بوڑھا ہے جو اتنا بوڑھا ہو چکا ہے کہ اس میں طاقت ہی نہیں تو ان کے لئے فدیہ دینے کی اجازت ہے۔ جبکہ ابتداء میں طاقت رکھنے والوں کو بھی اجازت تھی، اب یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ اور اب یہ حکم ہے کہ جو شخص مقیم ہو تندرست ہو اس کے لئے روزہ رکھنا ضروری ہے۔ سفر کا بھی یہی مسئلہ ہے اگر سفر میں ہو چاہے مشقت ہو یا نہ ہو۔ بعض سفر مختصر ہوتے ہیں اس میں مشقت نہیں ہوتی اور بعض سفر بہت طویل ہوتا ہے، اس میں مشقت ہوتی ہے۔ پھر بھی اگر روزہ رکھے تو اچھا ہے، اور اگر نہ رکھے تو کوئی گناہ نہیں لیکن بعد میں قضاء ضروری ہے۔ اس میں بھی فدیہ کی اجازت نہیں، یہ دوسری تبدیلی ہوئی۔

تیسری تبدیلی، اور تیسری تبدیلی یہ ہوئی کہ ابتداء میں جب روزے فرض ہوئے تو یہ حکم تھا کہ اگر رات میں سونے سے پہلے کسی کو کھانا ہو، پینا ہو، اور بیوی سے مصاحبت کرنی ہو تو کرے لیکن جب آنکھ لگ جائے گی تو اس کے بعد سے دوسرے دن کا روزہ شروع ہو جائیگا، مثلاً آج افطار کیا پھر تراویح پڑھ کر سو گیا تو کھایا ہو یا نہ کھایا ہو دوسرے دن کا روزہ شروع ہو جاتا ہے۔ چند دن اس پر عمل ہوتا رہا۔ لیکن صحابہ کرامؓ کو بڑی مشقت پیش آنے لگی، چنانچہ اسی دوران حضرت عمرؓ اپنی بیوی سے حاجت اور ضرورت تھی تو انکی بیوی نے کہا میری تو آنکھ لگ گئی تھی میرا تو روزہ شروع ہو گیا وہ سمجھے کہ یہ تو بہانہ اور عذر کر رہی ہے اس بناء پر انہوں نے استمتاع (یعنی فائدہ) حاصل کر لیا اسی طرح ایک صحابیؓ گھر آئے اپنی اہلیہ سے کہا کہ مجھے بھوک لگی ہے کھانے کا انتظام کرو، اب وہ کھانا تیار کرنے لگی اتنی دیر میں اس صحابی کی آنکھ لگ گئی جب انہوں نے انکو اٹھایا تو کہا کہ میرا تو اب روزہ شروع ہو گیا میری تو آنکھ لگ گئی تھی۔ چنانچہ صحابہ کو تکلیف پیش آنے لگی تو پھر اللہ تعالیٰ نے

دوسرے احکام اتارے جنکو آگے کی آیت میں بتلایا گیا ہے۔ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ[1] (سورۂ بقرہ آیت ۱۸۷) تمہارے لئے روزوں کی رات میں اپنی بیویوں سے استمتاع جائز ہے عورتیں تمہارے لئے پردہ ہے اور تم انکے لئے پردہ ہو، اللہ نے جان لیا کہ تم نے اپنی ذاتوں کے ساتھ خیانت کی، یعنی نیند لگ جانے کے بعد کھانا پینا، استمتاع منع تھا لیکن تم سے رہا نہ گیا یعنی حضرت عمرؓ سے[2] اور صحابہ سے، اسلئے بتلایا اللہ جانتا ہے تمہاری خیانت کو، لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کرلی اور جو گناہ تم سے ہوگیا اسکو معاف کردیا، اب تم رات میں مباشرت کرسکتے ہو، فائدہ اٹھاسکتے ہو، اب اللہ نے جتنا فرض کیا ہے اسی کو تلاش کرو صبح صادق سے لے کر غروب تک۔ آنکھ لگ گئی ہے تو سحری میں اٹھ کر کھا بھی سکتے ہیں اور اب کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ سفید دھاگہ کالے دھاگے سے جدا ہوجائے۔ سفید دھاگہ سے مراد صبح کی روشنی اور کالے دھاگے سے مراد رات کی تاریکی، رات کی تاریکی چھٹ کر صبح کی روشنی ظاہر ہونے لگے وہاں تک کھانے پینے

---

[1] عن البراء قال كان الرجل اذا صام فنام لم يأكل الى مثلها وان صرمة بن قيس الانصاري اتى امرأته وكان صائما فقال عندك شيء قالت لا لعلي اذهب فاطلب لك فذهبت وغلبته عينه فجاءت فقالت خيبة لك فلم ينتصف النهار حتى غشي عليه وكان يعمل يومه في ارضه فذكر ذلك للنبي ﷺ فنزلت احل لكم ليلة الصيام الرفث الى نسائكم قرأ الى قوله من الفجر (ابو داؤد شريف كتاب الصيام، ج ۱ ص ۳۱۷)

[2] عن عبد الرحمن بن ابي ليلى قال، فقام عمر بن الخطاب، فقال يا رسول الله ﷺ اني اردت اهلي البارحة على ما يريد الرجل أهله فقالت انها قد نامت، فظننتها تعتل، فواقعتها فنزل في عمر، (أحل لكم ليلة الصيام الرفث الى نسائكم) تفسير ابن كثير ج ۱ ص ۵۱۱) دار طيبة

یہ مطلب ہے کہ جس طریقہ سے رگ میں خون آسانی سے دوڑتا ہے اسی طریقہ سے شیطان انسان کے جسم میں گھس کر دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے یہی دوڑنے کا مطلب ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے طاقت دی ہے کہ وہ انسان کو برے خیالات اور گناہوں کے وسوسے ڈالتا ہے، اور شیطان کو انسان پر قوت اسوقت حاصل ہوتی ہے، جب کہ آدمی پیٹ بھر کے کھانا کھا دے، جتنا آدمی پیٹ بھر کے کھا یگا اتنی اس کے ہاتھ میں بھی طاقت رہے گی، زبان میں بھی، آنکھوں میں بھی اس لئے کہ آدمی شکم سیر ہے پیٹ بھرا ہوا ہے اب وہ کسی جگہ جانا چاہیگا تو قدم جلدی سے تیار ہو جائیں گے: کسی کو مارنا چاہے گا تو ہاتھ اسکے لئے تیار ہو جائیں گا، اگر اپنی زبان سے گالی گلوچ، غیبت، بکواس کرنا چاہیگا تو زبان بھی اسکے لئے تیار ہو جائیگی (تو بول سکے گو) آنکھیں بھی ہر چیز دیکھنے کے لئے تیار ہو جائیں گی، اور اگر ایک روز دن بھوکا رہیگا پھر اسکو وئی کہے کہ میری بات سنو تو کہیگا کہ جا ابھی میرا پیٹ خالی ہے، اب اچھی بات بھی نہیں سنے گا اور ضروری بات بھی کوئی بولنا چاہیگا تو نہیں بولے گا اسلئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک مہینہ تک مشق کرنے کی قوت دی تا کہ کم از کم یہ اعضاء رک جائیں اسلئے کہ روزے کا اصل مقصد ہی یہ ہے کہ انسان کے اندر جو درندگی کی قوت ہے وہ ختم ہو جائے، بھوکا رہنے سے انسان کی اس قوت میں کمی ہوتی تو ظاہر بات ہے کہ اس سے گناہ وصدور نہیں ہوگا اور ایک مہینہ یہ مشق کریگا تو گناہ کی طاقت کم ہو جائیگی۔

آج روزہ کا مقصد ہم سے فوت ہو چکا ہے:

لیکن روزہ جو آج کل ہم رکھتے ہیں اس سے صرف کھانے کا ٹائم (Time) بدل گیا ہے کہ افطار کے وقت بہت زیادہ کھا لیتے ہیں کہ رات بھر چل جاتا ہے، اور سحری میں اتنا دبا لیتے ہیں کہ دن بھر چل جاتا ہے تو روزہ کا جو اصل مقصود ہے وہ فوت ہو گیا اسلئے کچھ نہ کچھ کمی کرنی

چاہئے کہ رات میں بھی اور دن میں بھی بھوک کا احساس ہو ورنہ روزہ تو ادا ہو جائیگا لیکن شریعت کا جو مقصد ہے وہ حاصل نہ ہوگا۔

ایک لطیفہ:

ایک پیرزادہ تھا اس نے دعوت میں اتنا کھا لیا تھا کہ وہ دیوار پکڑ پکڑ کر گھر پہونچے، چلا بھی نہیں جا رہا تھا گھر جا کر والدہ سے یہ کہا کہ آج میں نے اتنا کھا لیا ہے کہ مجھ سے چلا بھی نہیں جا رہا ہے تو کہا کہ بیٹا تو نے اپنے باپ کا نام مٹی میں ملا دیا کہ تیرا باپ تو اتنا کھاتا تھا کہ اسکو دعوت کے بعد چارپائی پر ڈال کر لانا پڑتا تھا، اس سے چلا بھی نہیں جاتا تھا، اسلئے روزے کی ایک حکمت یہ بتلائی جاتی ہے کہ روزہ یہ غمخواری کا مہینہ ہے یعنی جب بھوکا رہیگا تب پتہ چلے گا کہ بھوک کا احساس کیسا ہوتا ہے اور پیاسا رہیگا تو پتہ چلے گا کہ پیاس کی تکلیف کیسی ہوتی ہے؟ تو بھوکوں اور پیاسوں کی ہمدردی اسے نصیب ہوگی اور جب بھوک ہی نہیں لگتی ہے، پیاس ہی نہیں لگتی ہے تو ہمدردی اسے نصیب ہی نہیں ہوگی۔

تقویٰ آنے کا ذریعہ:

بہر حال روزہ اسلئے فرض کیا گیا تا کہ زندگی میں تقویٰ آجائے، اور تقویٰ اعضاء کو بھوکا رکھنے سے آتا ہے، جب اعضاء بھوکے ہوں گے تو گناہوں کی طرف مائل نہیں ہوں گے، اسی طرح تقویٰ اللہ کی طرف دھیان رکھنے سے آتا ہے۔

اللہ کے دھیان کا نام "تقویٰ" ہے:

دوسرے طریقے سے اسکو یوں سمجھئے کہ انسان روزہ جب رکھتا ہے تو بھوک لگتی ہے، پیاس

لگتی ہے تو وہ مسلمان چاہے وہ سفر کرتا ہے لیکن اس وقت اسکے دل میں یہ بات ضرور ہے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔اللہ کے دھیان اور خوف کی وجہ سے اپنے آپ کو کھانے اور پینے سے بچاتا ہے،اس سے پتہ چلا کہ روزہ نے ہمارے اندر دھیان پیدا کر دیا اسی دھیان کا نام تقویٰ ہے کہ اللہ کے دھیان کی وجہ سے تم نے جب حلال کاموں کو چھوڑ دیا تو اب تم حرام کاموں کو بھی چھوڑ دو یہی مقصد ہے۔جیسے کہ روزہ کی حالت میں اللہ دیکھ رہا ہے اسی طرح افطار کے بعد بھی دیکھتا ہے یعنی رمضان کے بعد بھی دیکھتا ہے۔تو نے روزہ کی حالت میں اللہ کے دھیان کی وجہ سے گناہوں کو چھوڑ دیا اب افطار کے بعد بھی ان کاموں کو چھوڑ دو یہی فرزندگی کے ہر موقع پر رکھنا چاہئے جو گناہ ہمارے معاشرہ میں رائج ہے ظلم،غیبت،کسی کی چغلی،ناحق مال لینا،اللہ کے حقوق ضائع کرنا،نماز ترک کرنا یہ سب چیزیں یا انجام نہیں دینی ہیں۔

حضرت حسن بصریؒ کا قول:

حسن بصریؒ فرماتے ہیں تقویٰ دو چیزوں کا نام ہے۔ایک:اللہ کے فرائض کو انجام دینا،دوسری: اللہ نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے ان سے اپنے آپ کو بچانا۔

حضرت عمرؓ کا سوال:

حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت کعب احبار سے پوچھا کہ "تقویٰ" کیا ہے؟ تو کہا امیر المؤمنین! کبھی خاردار راستہ پر چلے ہیں؟ کہا:ہاں،کہا:وہاں کیسے چلتے ہیں؟ تو کہا ایک ایک قدم پھونک پھونک کر اپنے کپڑے کو سمیٹتے ہوئے چلتے ہیں کہ کوئی کانٹا چبھ نہ جاوے تو حضرت کعب احبارؓ نے کہا یہی طرح تقویٰ ہے جو بھی قدم تم اٹھاؤ تو تمہارا ہر قدم اللہ کی مرضی کے مطابق اٹھنا چاہئے تمہارے دل میں یہ خیال ہونا چاہئے،کہ کہیں معصیت کا کانٹا ہمارے دل میں نہ چبھ

جائے۔

ہماری غلط فہمی:

آج کل ہمارے دلوں میں ایک بہت بڑی غلط فہمی آگئی ہے دیکھئے: قرآن پاک میں یہ تقویٰ کی آیتیں ۲۰۰ سے بھی زیادہ ہیں نماز جو بہت اہم ہے اسکا تذکرہ ۲۰۰ سے بھی کم آیتوں میں ہے لیکن ہم لوگ کیا سمجھتے ہیں کہ تقویٰ (پاک صاف رہنا) یہ چند اللہ والوں کا کام ہے بعض مسلمانوں کا کام ہے ہم سے بچنا نہ کوتو دینا یہ سب ہمارا کام نہیں حالانکہ یہ ایک بہت بڑی غلطی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کا حکم قرآن میں دیا وہ فرض ہو جاتی ہے، ایک مثال سے اس کو سمجھئے کہ کوئی بھی بڑا آدمی ہمیں حکم کرتا ہے تو ہم اسکو فرض سمجھتے ہیں مثلاً پولیس آفسر اپنے ماتحتوں پر حکم جاری کرتا ہے تو ہر ایک بجا لاتا ہے اسی طرح بیٹا باپ کا حکم مانتا ہے یہی قاعدہ ہے تو اللہ نے جن چیزوں کا حکم دیا ہے اسکو بجا لانا فرض ہے جیسا کہ کسی نمازی سے پوچھیں گے کہ تم نماز کیوں پڑھتے ہو تو وہ یہی کہیگا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اسکا حکم دیا ہے، اسی طرح روزہ، حج کا حکم دیا ہے، اسی طرح زکوٰۃ کا بھی حکم دیا ہے، تمام عبادتوں کے متعلق انسان اتنا ضرور جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکا حکم دیا ہے اسی طرح سینکڑوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے "تقویٰ" کا حکم دیا ہے جیسا کہ نماز کا حکم دیا تو نماز فرض ہوگئی اس طرح تقویٰ پیدا کرنا ہمارا فرض ہے لہٰذا فرض میں جو غلط فہمی ہے اس کو نکال دینا چاہیے۔

گناہ کرنے سے دل سیاہ اور زنگ آلود ہو جاتا ہے:

اسی لئے حدیث پاک میں فرمایا کہ جب انسان گناہ کرتا ہے، اسکے دل پر کالا نکتہ لگ جاتا ہے، اگر اس گناہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے رو کر معافی مانگتا ہے تو وہ دھبہ دھل جاتا ہے لیکن

اگر کوئی پرواہ نہیں کرتا اور توبہ نہیں کرتا تو ایک دو تین دھبہ ہوتے ہوتے اسکا دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے۔ اور دل جب کالا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے دل پر مہر لگ جاتی ہے[1] پھر اسکی ہدایت کا امکان نہیں ہوتا الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اس پر کرم کردے پھر اسکو توبہ کی توفیق دیدے قرآن میں مضمون بتلایا "کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون" (پ ۳۰ سورہ مطففین آیت ۱۴) یہ کیوں نہیں مانتے، اس لئے کہ گناہوں کی وجہ سے ان کے دلوں پر کاٹ، زنگ، چڑھ جاتا ہے، دل سخت ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے یہ مہینہ دیا جیسا کہ یہ روزوں کا مہینہ ہے ویسے ہی استغفار کا بھی ہے، اسی لئے ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اس مہینہ میں چار چیزوں کی کثرت کرو[2]

(۱) استغفار: یعنی: أستغفر اللہ ربی من کل ذنب و أتوب الیہ، یا فقط، أستغفر اللہ، اس کے معنی ہیں، میں اللہ سے اپنے گناہوں کی مغفرت مانگتا ہوں، اسکے معنی پر توجہ کرتے ہوئے استغفار کرنا چاہئے۔

(۲) کلمہ طیبہ کا ورد: اس لئے کہ اس کلمہ میں بڑی تاثیر ہے، کہ ایک بوڑھا جس نے پوری زندگی کفر وشرک میں گذاری، ایک بھی نماز نہیں پڑھی لیکن مرنے سے پہلے اس نے سچے دل سے کلمہ پڑھ لیا (کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد اللہ کے رسول ہیں) اور پھر مر گیا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائیگا اس لئے حضور نے اس کی بڑی تاکید فرمائی کہ کلمہ کو کثرت سے پڑھو، اس سے تمہارا ایمان تازہ ہوگا، حضور ﷺ کا یقین اور ان سے محبت اور ان کی رسالت کا یقین

---

[1] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال ان العبد اذا اخطأ خطیئۃ نکتت فی قلبہ نکتۃ سوداء فاذا ھو نزع واستغفر وتاب سقل قلبہ وان عاد زید فیھا حتی تعلو قلبہ وھو الران الذی ذکر اللہ کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون (ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۶۷ و ابن ماجہ ۳۱۱)

[2] فضائل اعمال فضائل رمضان ص ۱۳

اور نور پیدا ہوگا، اس لئے کلمہ کثرت سے پڑھا کریں، اور مستورات سے بھی کہتا ہوں کہ پورا کلمہ پڑھنا چاہیے، اگر نہ پڑھ سکیں تو ۱۰ مرتبہ، لا الٰہ الا اللہ۔ اور آخری مرتبہ، محمد رسول اللہ پڑھیں۔

کلمہ طیبہ کی ایک خاص فضیلت:

ستر ہزار مرتبہ جو شخص کلمہ طیبہ اپنے لئے یا اپنے رشتہ دار کیلئے پڑھیگا تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادیگا، ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے یہ فضیلت سنی تو ایک نصاب یعنی ستر ہزار کی تعداد اپنی بیوی کے لئے پڑھا اور کئی نصاب خود اپنے پڑھ کر ذخیرہ آخرت بنایا، ہمارے پاس ایک نوجوان رہتا تھا، جو ایک مرتبہ ہمارے ساتھ کھانے میں شریک تھا، اچانک اس نے چیخ ماری اور سانس پھولنے لگا اور کہا کہ "میری ماں دوزخ میں جل رہی ہے اسکی حالت مجھے نظر آئی" میں اسکی گھبراہٹ دیکھ رہا تھا، مجھے خیال آیا کہ ایک نصاب اس کی ماں کو بخشدوں جس سے اس کی سچائی کا بھی مجھے تجربہ ہو جائیگا، چنانچہ میں نے ایک نصاب اس کی ماں کو بخش دیا، میں نے دل میں چپکے سے ہی بخشا تھا اور میرے اس پڑھنے کی خبر بھی اللہ کے سوا کسی کو نہ تھی مگر وہ نوجوان فوراً کہنے لگا کہ میری ماں سے دوزخ کے عذاب کو ہٹا دیا گیا، اب مجھے یقین آگیا کہ ستر ہزار کا نصاب بھی صحیح ہے، اس لئے وقت لغویات میں نہ گزارتے ہوئے اپنے گھر میں دو ہزار دانے ۱۰ ہزار دانے جمع کرلیں، پھر کثرت سے اس کو پڑھیں، ایک ایک دن ۷۰ ہزار مرتبہ پڑھ سکتے ہیں، ہمارے اکابر تو اس مہینہ میں ملاقات اور بات کرنا بھی گوارہ نہیں کرتے تھے، بلکہ کہتے تھے کہ یہ مہینہ ملاقات کا نہیں بلکہ عشق و محبت کا مہینہ ہے، اور اللہ کو یاد کرنے کا مہینہ ہے، اس لئے روزے کا ایک مقصد تو تقویٰ ہے۔

لہ فضائل اعمال، بزرگ سے مراد شیخ ابو یزید قرطبی ہیں، فضائل ذکر، ص ۸۷

سمجھتے ہیں لیکن غیبت مسجدوں میں ہورہی ہے، اور اس کا احساس تک نہیں ہوتا، اس لئے ضروری ہے کہ ہم غیبت سے احتیاط کریں۔ اور چغلی کہتے ہیں کسی کی پیٹھ پیچھے بات پہنچانا فساد پیدا کرنے کے لئے، اور تہمت لگانا تو غیبت سے بڑا گناہ ہے۔

جھوٹ کبیرہ گناہ ہے:

اسی طرح جھوٹ بولنا یہ بھی گناہ کبیرہ میں سے ہے، ایک عورت اپنے بچے کو اشارہ سے بلا رہی تھی، آپ ﷺ نے کہا کیوں بلا رہی تھی؟ کہا تو اس کو کھجور دینا چاہ رہی تھی، اس عورت نے کہا ہاں میں اس کو کھجور دینا چاہ رہی تھی اس وجہ سے بلا رہی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو صرف بہانہ کر کے بلاتی اور کھجور نہ دیتی تو یہ بھی جھوٹ ہو جاتا[1] ہم اس طرح کے جھوٹ کتنے بولتے ہیں۔

جھوٹ بولنے پر وعید:

اسی طرح حدیث میں جھوٹ بولنے پر بھی سخت وعید وارد ہوئی ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو رحمت کے فرشتے میلوں دور چلے جاتے ہیں[2] ایک حدیث میں آپ ﷺ نے بہترین جملہ ارشاد فرمایا: "من صدق نجا" جس نے سچ بولا اس نے نجات پائی، جب جھوٹ بولے گا تو ایک جھوٹ کی وجہ

---

[1] عن عبد اللہ بن عامر قال دعتني امي يوما ورسول اللہ ﷺ قاعد في بيتنا فقالت ها تعال اعطيك فقال لها رسول اللہ ﷺ ما اردت ان تعطيه قالت اردت ان اعطيه تمرا فقال لها رسول اللہ ﷺ اما انك لو لم تعطيه شيئا كتبت عليك كذبة رواه ابو داؤد والبيهقي في شعب الايمان (مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۶)

[2] عن ابن عمر عن النبي ﷺ قال اذا كذب العبد تباعد عنه الملك ميلا من نتن ما جاء به (ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۹ باب ما جاء في الصدق والكذب)

مشغول ہو جاتا ہوں تو آپ میری طرف دیکھتے ہیں، اور جب میں آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تو آپ ﷺ رخ پھیر لیتے ہیں، ذرا غور کرو، پچاس دن کیسے گذرے ہونگے لیکن اس کے باوجود جھوٹ نہیں بولے، خیر اللہ نے ان کی توبہ کو قبول فرمایا، تو ہمیں اپنے معاشرہ سے غیبت، چغلی، جھوٹ، وغیرہ کو مٹانا چاہئے۔

کسی کا مذاق اڑانا بھی گناہ ہے:

اس کے علاوہ ہمارے معاشرہ میں ایک برائی مذاق اڑانا ہے، یہ مذاق اڑانا کبیرہ گناہ میں سے ہیں، قرآن خود کہتا ہے، یاأیها الذین آمنو لا یسخر قوم من قوم " اے ایمان والو! تم میں سے کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اڑائے" حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک کتے کو بری حالت میں دیکھتا ہوں اور مجھے ہنسی آتی تو مجھے ڈر محسوس ہوتا کہ یہ بھی اللہ کی مخلوق ہے، مجھے اس کا مذاق نہ اڑانا چاہئے، کہ کہیں اللہ مجھے اس کے جیسا نہ کردے،[2] ہمارے اکابرین اللہ سے ڈرتے تھے، امام بخاریؒ نے کئی لاکھ احادیث لکھیں، مگر چھان بین کے ساتھ یہ حدیثیں جمع کی ہیں، لیکن اسکے باوجود فرماتے ہیں کہ زندگی میں میں نے کبھی غیبت بھی نہیں کی، لوگ سمجھتے ہیں کہ کرامت تو یہ ہے کہ کوئی اڑ کر دکھادے، یا کوئی کرشمہ دکھادے، لیکن کرامت تو یہ ہے کہ اپنی زندگی اللہ کے حکموں کے مطابق گزارے۔

---

[1] کشف الباری ص ۶۳۸، مسلم شریف ج ۲ ص ۳۶۰

[2] معارف القرآن، مولانا ادریس کاندھلوی ج ۷ ص ۳۹۹ فرید بک ڈپو

کے نیچے روشنی کا احساس نہیں ہوتا اسی طریقہ سے گناہوں میں رہ کر ہمیں گناہوں کا احساس نہیں ہوتا۔

آنکھوں کا روزہ:

آنکھوں کا بچانا، آنکھ کے بہت گناہ ہیں، نامحرم، اجنبیہ عورتوں کو دیکھنا اور آجکل موبائل انٹرنیٹ پر نیا کیا دیکھتے ہیں، اور یہ گناہ ایسا ہے کہ اس کی طرف جلدی خیال نہیں جاتا۔

بدنظری کی نحوست:

اس لئے حضرت شیخ محمد زکریاؒ فرماتے ہیں کہ بری نظر کا گناہ اتنا خطرناک ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے کبھی بھی اللہ کا تعلق قائم نہیں ہوسکتا، اللہ کی رحمت سے دوری ہوگا، اللہ کی محبت نصیب نہیں ہوگی۔

بدنظری سے عبادت کی حلاوت ختم ہوجاتی ہے:

اس لئے تراویح میں ہم کھڑے رہتے ہیں تو تھوڑی دیر ہوجاتی ہے تو شکایتیں کرنے لگتے ہیں کہ اتنی دیر ہوتی کیونکہ عبادتوں کا مزہ اور حلاوت ختم ہوگئی ہے، حضرت مولانا یحییٰ صاحبؒ جو حضرت زکریا کے والد ہیں، حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب نے دو رکعت نماز پڑھائی اور پہلی رکعت میں پورا قرآن پڑھا اور دوسری رکعت میں سورۃ ناس پڑھ کر دو رکعت مکمل کی، اور پھر کہا پیچھے جو دادی جان، یا امی جان کھڑی تھیں، ان سے کہا، بقیہ ۱۸ رکعت تم پڑھ لینا میں جارہا ہوں، اللہ نے کتنی روحانی طاقت عطا فرمائی تھی، یہ طاقت کھانے پینے سے نہیں آتی ہے، گناہوں سے بچنے سے اللہ طاقت دیتا ہے، زیادہ عبادت کرلینا کمال نہیں بلکہ حرام

کاموں سے بچنا یہ بہت بڑا عمل ہے، یعنی گناہ ہم سے نہیں چھوٹتا ہے، آج ہم نماز پڑھتے ہیں لیکن جی نہیں لگتا ہے، قرآن کی تلاوت، استغفار میں بھی جی نہیں لگتا ہے، اس لئے گناہوں کو چھوڑنا بے حد ضروری ہے، تو نیکیوں میں حلاوت نصیب ہوگی، تقویٰ اختیار کرنا یہ ہر ایک کے لئے ضروری ہے، یہ ذہن میں نہ رکھے کہ یہ صرف بزرگوں کا کام ہے، اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ پر تقویٰ کا حکم دیا ہے۔

بہر حال، آنکھوں کو، پیروں کو، اور دل کو صحیح جگہ استعمال کریں، بات طویل ہوگئی، ایک مثال دیکر بات ختم کردوں گا، کہ ہم گاڑی میں A.C چالو کرتے ہیں، تو اگر ۲۴ گھنٹے چالو رہے اور گاڑی کی کھڑکیاں بند نہ ہوں تو پھر A.C کا مقصد حاصل نہیں ہوگا، اسی طرح روزہ میں گناہوں کی تمام کھڑکیاں بند کرنی ہوں گی، آنکھ سے صادر ہونے والے گناہوں کی کھڑکی، تمام اعضاء کی کھڑکی بند کرنی ہوگی تب جا کر روزہ کا مقصد حاصل ہوگا، ورنہ حدیث میں ہے، بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ ان کو بھوک کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا، اس لئے کہ گناہوں سے نہیں بچے اسی طرح بہت سے راتوں کو عبادت کرنے والے ایسے ہیں کہ ان کو قیام کی تھکان کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوا، اس لئے کہ انہوں نے دکھلاوے کے لئے نماز پڑھی، اللہ کے لئے نہیں پڑھی، بہر حال اس آیت میں روزہ کی ترغیب دی گئی ہے، اور تیسری بات مجھے عرض کرنی ہے کہ آخری عشرہ چل رہا ہے، شب قدر اسی عشرہ میں بتلائی گئی ہے، اور خصوصاً طاق راتوں میں، اس میں عبادت کرنے کا ثواب ہزاروں مہینوں سے زیادہ ہے (سورۂ لیلۃ القدر پ ۳۰) حضور ﷺ نے پچھلی امتوں کی عبادتوں اور عمروں کا تذکرہ کیا، بعض لوگ ۵۰۰ سال تک عبادت کرتے تھے جب یہ سنا تو ان کو بڑا رنج ہوا کہ ہماری عمریں تو ۶۰-۷۰ سال کی ہوتی ہیں، ۵۰۰ سال کی عبادت کہاں سے لائیں گے، اللہ تعالیٰ کو اس امت پر حضور ﷺ کے طفیل سے رحم آگیا، تو اللہ نے حضور ﷺ کی برکت سے

مرتبہ حدیث کے درس میں یہ بات بتائی کہ رمضان میں نیکیوں کا بھاؤ بڑھ جاتا ہے، ایک اچھی مثال سے انہوں نے سمجھایا کہ اگر حکومت کی طرف سے یہ اعلان ہوجائے کہ پلو یا جم سونے کے بھاؤ میں لیں گے تو ہم لوگ گھر کی چھت سے لوہا نکالیں گے اور جو چیز بھی لوہے کی ہوگی اس کو نکال کر لیجائیں گے وہ فروخت کر دیجئے، چھت بھی کھلا ہوگا اور آٹھ دس دن دھوپ میں رہیں گے دروازہ کھلا رہے گا، رات بھر جاگ لیں گے تو دنیا کے لئے تو تکالیف اٹھا رہے ہیں اسلئے کہ نفع مل رہا ہے، لیکن آخرت کے متعلق اللہ نے اس سیزن میں بھاؤ بڑھا دیا ہے، پھر غفلت سے باز نہیں آتے، اس لئے اس کی قدر کرنے کی ضرورت ہے۔

وقت کی قدر کیجئے:

ہمارا مزاج یہ ہو گیا ہے کہ وقت کو فضول چیز سمجھتے ہیں، اکابر کے نزدیک وقت کی بہت اہمیت تھی، سفیان ثوریؒ [1] راستے سے گذر رہے تھے، تو چند نوجوان کو دیکھا کہ گپ شپ بانک رہے ہیں، سفیان ثوریؒ ٹھہر گئے، اور کہنے لگے کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ان لوگوں کے پاس کتنا وقت ہے، لیکن کام میں نہیں لگاتے، اگر یہ وقت کوئی خریدنے کی چیز ہوتی تو میں خرید لیتا، اس لئے کہ ہمارے پاس بہت کام ہے لیکن وقت نہیں ہے، کیا کریں خریدا تو جا نہیں سکتا، ایک انگریز نے کہا، The Time is Gold۔ وقت سونا ہے، عرب لوگوں کا مشہور مقولہ ہے کہ الوقت ھو الحیاۃ، وقت زندگی ہے، جو لوگ وقت کو کام میں لگاتے ہیں وہ زندہ ہیں ورنہ وہ لوگ مردہ ہیں۔

ہمارے بعض اکابر تو ایک ایک دن میں سوا لاکھ مرتبہ درود شریف پڑھتے تھے، حتی

---

[1] حضرت سفیان ثوریؒ کے حالات جواہر تقاریر میں ملاحظہ ہو۔

برکت اللہ نے وقت میں رکھی تھی، حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھیؒ[1] کے والد پولس افسر تھے، اس کے باوجود وہ کہتے تھے میں اس عہدہ کے باوجود کبھی بھی اپنی اولاد کے پیٹ میں حرام کا لقمہ نہیں ڈالا، اور ساتھ میں روزانہ اللہ کا ذکر کرتے تھے کون ان کو دنیا دار کہے گا، اللہ سے کتنا تعلق تھا۔

اس لئے میرے بھائیو! ہر ایک سے گذارش ہے کہ مجلس بازی اور ادھر ادھر وقت کو ضائع کرنے سے بچیں، اور اللہ کی یاد میں وقت کو گذاریں، اللہ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

---

[1] حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی کے حالات 'جواہر علمیہ' ج ا میں ملاحظہ ہو۔

حضرت مفتی محمد کلیم صاحب دامت برکاتہم کا

یہ بیان ۔۔۔ مسجد ابراھیم رامپورہ سورت میں ہوا

الحمد لأهله والصلوة على اهلها اما بعد فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم. اليوم اكملت لكم دينكم و اتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام دينا (سورة مائدة آيت ۳) وقال تعالى ان الدين عند الله الاسلام (سورة آل عمران آيت ۱۹) عن عائشة ﷺ قالت قال رسول الله ﷺ الدواوين ثلاثة ديوان لا يغفر الله الاشراك بالله يقول الله عز و جل ان الله لا يغفر ان يشرك به وديوان لا يترك الله ظلم العباد فيما بينهم حتى يقتص بعضهم من بعض وديوان لا يعبأ الله به ظلم العباد فيما بينهم وبين الله فذاك الى الله ان شاء عذبه وان شاء تجاوز عنه[۱] صدق الله مولانا العظيم وصدق رسوله النبي الكريم ونحن على ذالك لمن الشاهدين والشاكرين والحمد لله رب العالمين

اليوم اكملت لكم[۲] آیت مبارکہ کا شان نزول:

بزرگان محترم! جب حضور ﷺ نے ۱۰ھ میں حج ادا فرمایا، یہی آپ کا پہلا حج تھا اور یہی آخری حج تھا۔ حج کی فرضیت ۸ ہجری میں ہو چکی تھی لیکن ۹ ہجری میں پورے جزیرۃ العرب کے وفود آپ کی خدمت میں آرہے تھے۔ وفود کی کثرت کی بناء پر خود اپنی ذات سے

---

۱ مشکوۃ شریف باب الظلم ص ۴۳۵

۲ الیوم اکملت الخ حضرت عبداللہ بن عباس [illegible] روایت ہے کہ یہ قرآن کی آخری آیت ہے [illegible] (۴۴)

یہودی نے کہا کہ اگر ہمارے یہاں یہ آیت اترتی تو ہم اس دن کو عید کا دن مقرر کرتے، حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ عید کا دن مقرر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اللہ نے خود اس آیت مبارکہ کو عید کے دن اتارا، جمعہ کا دن یہ عید کا ہی دن ہے اور عرفہ کا دن بھی مبارک ہے ہمارے مقرر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

چنانچہ اللہ نے اس آیت کے اندر بشارت دی کہ تمہارا دین مکمل ہو گیا اس میں اب کسی کمی بیشی کی کوئی ضرورت نہیں ہے، دین اسلام کی نعمت کو میں نے تمہارے لیے مکمل کر دیا اور اب اس دنیا کے اندر جو بھی انسان آئے گا میں اس سے اس وقت راضی ہوں گا جبکہ وہ دین اسلام کو اختیار کرے، اسلام کے علاوہ کسی مذہب سے میں راضی نہیں ہو سکتا۔

اسلام کسے کہتے ہیں؟

اسلام کس کو کہتے ہے؟ اسلام عربی زبان کا لفظ ہے، اسلام کے معنی ہے اطاعت و فرماں برداری لیکن کس طرح کی فرماں برداری معتبر ہے؟ جس کی وجہ سے آدمی اسلام میں داخل ہو جائے اور مسلمان کہلائے، تین چیزوں کی اطاعت، تین چیزوں کی فرمانبرداری اور انقیاد ضروری ہے۔

(۱) دل: دل انسان کا سب سے اہم ہے، دل سے اللہ کو اور اس کے رسول ﷺ اور انکے احکامات کو مان لینا یہ دل کا اسلام ہے۔

(۲) زبان: زبان سے اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے برحق ہونے کا اعتراف اور اقرار کرنا۔

(۳) اعضاء و جوارح: اعضاء و جوارح کے ذریعہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے احکام

کی تعمیل کرتا۔ دل، زبان، اور اعضاء، تینوں چیزوں سے مکمل طور پر اطاعت کا ثبوت دے تو وہ اسلام میں داخل ہوگا، اور مسلمان کہلائے گا، اگر کوئی شخص دل سے نہیں مانتا صرف زبان سے اعتراف اور اقرار کرتا ہے فرمایا: کہ وہ مسلمان مومن نہیں ہے وہ تو منافق ہے قرآن پاک میں جگہ جگہ ان لوگوں کا تذکرہ کیا گیا ہے، اور کوئی شخص دل سے مان رہا ہے لیکن زبان سے اقرار نہیں کرتا، نہ اعضاء سے اسلام کے احکام اور عبادات اور اعمال کو انجام دیتا ہے تو دنیا کے اندر وہ مسلمان نہیں کہلائیگا، ہوسکتا ہے کہ دل سے اللہ کو مان لیا اس وجہ سے اللہ کے یہاں اس کا ایمان معتبر ہوگا، لیکن دنیا کے اندر وہ اسلام کے اندر داخل نہیں ہوگا، اور اسلامی احکام اس پر جاری نہیں ہونگے۔

اسلام دین کامل ہے:

اللہ تعالیٰ نے یہ دین ہمیں دیا ہے جو کہ مکمل ہے، اب اس میں زیادتی اور کمی کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اور پکا اور سچا مسلمان وہی کہلائیگا جو مکمل طور پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تابعداری کرے، اور اسلام میں ہر موقع ومحل کے اعتبار سے ہدایات عطا فرمائی گئی ہیں کہ کونسی چیزیں کرنی ہیں؟ اور کونسی نہیں کرنی؟

محرم الحرام کا مہینہ پہلے سے قابل احترام ہے:

اسلامی مہینوں میں سال کی ابتدا محرم الحرام سے ہوتی ہے، محرم کے معنی حرام کیا گیا، قابل تعظیم[1] محرم الحرام کی وجہ تسمیہ: یہ ہے کہ اس مہینہ میں زمانہ جہالت میں قتال حرام تھا۔ زمانہ جاہلیت میں بھی اسلام سے پہلے چند مہینہ ایسے تھے جن کو مشرکین اور کفار بھی قابل احترام اور

---

[1] فیروز اللغات ص ۱۲۱۲

واجب الاحترام مانتے تھے، ان میں تین مہینے مسلسل ہیں ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور ایک رجب ہے ان چار مہینوں کو قابل احترام ماننے کا مطلب یہ تھا کہ عرب و مشرکین میں آپس میں لڑائیاں ہوا کرتی تھیں تو ان چار مہینوں میں وہ لڑائیاں بند کردی جاتی تھیں، آپس میں قتل و قتال، اور لڑائی جائز نہیں سمجھتے تھے، الغرض ان مہینوں کا وہ احترام کرتے تھے؎

محرم الحرام کے محترم ہونے کی وجہ:

اس سے معلوم ہوا کہ محرم کا مہینہ پہلے ہی سے قابل احترام سمجھا جاتا ہے، ایک وجہ یہ بھی بتلائی گئی ہے کہ بہت سے اہم کام محرم میں ہوئے خصوصاً دسویں محرم کو پیش آئے جیسے کہ بعض روایت میں اس کی صراحت ملتی ہے۔

؎ اشہر حرم چار ہیں۔ ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم، اور رجب۔ اسلام سے پہلے بھی ان چار مہینوں میں جنگ کو حرام سمجھا جاتا تھا، اور مشرکین مکہ بھی اسکے پابند تھے۔ ابتدائے اسلام میں بھی یہی حکم یہی قانون نافذ تھا، اسی لئے صحابہ کرام کو اشکال آیا، اسکے بعد یہ حرمت قتال منسوخ کر کے مطلقاً قتال کی اجازت باجماع امت دے دی گئی، مگر افضل اب بھی یہی ہے کہ ان چار مہینوں میں ابتداء بالقتال نہ کی جائے، صرف مدافعت کی ضرورت سے قتال کیا جائے۔ اس لحاظ سے یہ کہنا بھی فی الجملہ درست ہے کہ اشہر حرم کی حرمت منسوخ نہیں باقی ہے، جیسے حرم مکہ میں قتال کی اجازت بضرورت مدافعت دینے سے حرم مکہ کی حرمت منسوخ نہیں ہوئی بلکہ صرف ایک استثنائی صورت پر عمل ہوا۔ رجب المرجب کی وجہ تسمیہ: رجب ماخوذ ہے ترجیب سے جس کے معنی ہوتے ہیں تعظیم کرنا، چونکہ اس مہینہ کو اہل عرب شہر اللہ (اللہ کا مہینہ) کہتے تھے اور اس کی تعظیم کرتے تھے، اسی وجہ سے اس کا نام رجب رکھدیا۔ (غیاث اللغات ص ۲۰۷) ذی قعدہ کی وجہ تسمیہ: ذی کے معنی والا اور قعدہ کے معنی بیٹھنا، چونکہ یہ مہینہ بھی ان کے نزدیک اشہر حرم تھا، اس لئے اہل عرب اس مہینہ میں کاروبار و مقاصد بند کر کے بیٹھ جاتے تھے۔ (غیاث اللغات ص ۲۱۳) ذی الحجہ کی وجہ تسمیہ: حجہ کے سرہ کے ساتھ اسکے معنی سال کے ہیں، چونکہ یہ مہینہ سال کے آخر میں آتا ہے، اس پر سال کی تکمیل ہوتی ہے، اسی وجہ سے اس کو ذی الحجہ کہتے ہیں (غیاث اللغات ص ۲۱۳)

حضرت یوسف علیہ السلام[1] کا واقعہ :

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے۔ ان میں سے ایک حضرت یوسف علیہ السلام تھے جو حسین و جمیل تھے، اور اس وقت وہ بہت چھوٹے تھے۔ اس وجہ سے یعقوب علیہ السلام ان سے بڑی محبت کرتے تھے، اور شفقت فرماتے تھے تو ان کے دوسرے بھائیوں کو حضرت یوسف علیہ السلام پر حسد ہوتا تھا کہ ہمارے والد اس کو کیوں زیادہ محبت اور شفقت کرتے تھے۔

---

[1] حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق چند مفید معلومات: یوسف بن یعقوب ابن اسحاق ابن ابراہیم اس طرح حضرت یوسف حضرت ابراہیم کے پڑپوتے ہوتے ہیں، حضرت یعقوب کی پہلی بیوی اپنی حقیقی بہن یا لایان کے انتقال کے بعد ان کی بہن راحیل بنت لایان سے نکاح کیا، ان سے حضرت یوسف اور بنیامین پیدا ہوئے، جب بنیامین کی پیدائش ہوئی حالت نفاس ہی میں انتقال ہو گیا، حضرت یوسف اور بنیامین حقیقی بھائی تھے، باقی سب علاتی (باپ شریک) تھے، حضرت یوسف کا ذکر پورے قرآن میں ۲۶ مرتبہ آیا ہے جن میں سے ۲۴ مرتبہ سورۂ یوسف میں آیا ہے (جمالین شرح جلالین ج ۳ ص ۲۲۹) حضرت یوسف کو جس کنواں میں ڈالا تھا وہ شداد نے اس وقت کھدوایا تھا جب اردون کے شہروں کو شداد نے آباد کیا اور یہ کنواں اوپر سے تنگ نیچے سے کشادہ تھا جس کی وجہ سے اس میں بالکل اندھیرا رہتا تھا، اور علامہ کاشفی فرماتے ہیں اس کنواں کی گہرائی ستر (۷۰) گز تھی۔ (حاشیہ جلالین ص ۱۹۰) کنویں میں ڈالے جانے کے وقت آپ کی عمر: کنویں میں ڈالے جانے کے وقت آپ کی عمر شریف ۱۲ سال بیان کی (الاتقان ج ۲ ص ۱۴۳) اور الکامل تاریخ (ج ۱ ص ۱۵۵) پر ۱۷ سال کا ذکر ہے اور بعض نے ۱۸ سال ذکر کی ہے، حاشیہ جلالین (ص ۱۹۰) اور صاحب تفسیر مواہب الرحمن نے (ج ۳ ص ۲۲۶) پر پہلے قول کو صحیح کہا ہے، اور صاحب جلالین نے لکھا ہے کہ ۱۷ سال یا اس سے کم عمر تھی۔ جب حاکم بنے اس وقت ان کی عمر تیس برس کی تھی (البدایہ ج ۱ ص ۲۱۰ - الکامل ج ۱ ص ۱۵۵) اور نوے (۹۰) سال حکومت کی (حاشیہ جلالین پارہ ۱۳ ص ۱۹۱) حضرت یعقوب کے بیٹے: ۱ یوسف ۔ ۲ روبیل ۔ ۳ شمعون ۔ ۴ لاوی ۔ ۵ یہودا ۔ ۶ دان ۔ ۷ نفتالی ۔ ۸ آشر ۔ ۹ جاد ۔ ۱۰ یشجر ۔ ۱۱ زبولون ۔ ۱۲ بنیامین (خازن ج ۳ ص ۵)

برادران یوسف کا حضرت یوسفؑ سے حسد:

چنانچہ بھائیوں نے حسد کرنا شروع کر دیا، اور یوسف علیہ السلام کو راستہ سے ہٹانے کا پروگرام بنایا، حضرت یعقوب علیہ السلام سے درخواست کی، کہ یوسفؑ کو ہمارے ساتھ بھیجدیں۔ ''ارسلہ معنا غدا یرتع و یلعب'' ذرا کھیلے گا، اور تفریح کریگا، پورا واقعہ نہیں بتانا فقط یہ بتلانا ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے پہلے تو اجازت نہیں دی، لیکن بعد میں مجبور ہو گئے، اور حضرت یوسف علیہ السلام کی حفاظت کا وعدہ لیکر ان کو روانہ کیا، پھر بھائیوں نے پلان بنایا '' اقتلوا یوسف'' کہ یوسف کو قتل کر دو، ایک نے کہا'' لا تقتلوا یوسف والقوہ فی غیبۃ الجب'' کہ قتل مت کرو، کنویں میں ڈال دو،'' یلتقطہ بعض السیارۃ'' کوئی قافلہ آئیگا لے جائیگا، چنانچہ حضرت یوسفؑ کو بھائیوں نے کنویں میں ڈال دیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا چند کوڑیوں کے عوض فروخت ہونا:

ادھر سے ایک قافلہ گذر رہا تھا، اس قافلہ نے جب پانی کے لئے کنویں میں ڈول ڈالا تو اسکے اندر یوسف بیٹھ گئے تو قافلہ والوں نے دیکھا کہ ڈول میں کوئی خوبصورت لڑکا ہے، بہر حال ان قافلہ والوں نے مصر جا کر حضرت یوسفؑ کو چند درہم کے عوض فروخت کر دیا، اس کے بعد وہ وہاں رہے اور زلیخا ان پر فریفتہ ہو گئی، واقعہ لمبا ہے اسکے بعد حضرت یوسف جیل چلے گئے۔

اللہ تعالیٰ کا حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کا بادشاہ بنانا

حضرت یوسف علیہ السلام کو پھر عزیز مصر نے خزانوں کا مالک بنا دیا اور اس کے بعد حضرت یوسف ہی وہاں کے حکمران بن گئے تھے۔ بھائیوں کو اور بوڑھے والدین کو وہاں بلا لیا۔ یہ پورا قصہ قرآن میں مذکور ہے پھر مصر میں حضرت یوسف اور ان کے والدین اور بھائی سب وہیں بس گئے۔

بنی اسرائیل کا مصر میں آباد ہونا:

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ لڑکے تھے ان کی پوری نسل مصر کے اندر پھیلی اور بنی اسرائیل مصر میں آباد ہو گئے۔ ایک عرصہ تک یہ سلسلہ چلتا رہا اس کے بعد فرعون کا دور آیا جس نے خدائی کا دعویٰ کیا۔

اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو نبوت عطا کرنا

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی اور حکم دیا کہ اذھب

[illegible]

الی فرعون انه طغی فرعون کے پاس جاؤ، وہ بڑا سرکش ہو گیا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کے لئے دعا فرمائی کہ ان کو بھی میرا وزیر بنا دیجئے، اور میرے کام میں ان کو شریک فرما دیجئے، پھر موسیٰ علیہ السلام مدین سے اپنی بیوی کے ساتھ مصر تشریف لائے، ادھر حضرت ہارون علیہ السلام کو بھی اللہ نے نبوت سے سرفراز فرمایا۔

دونوں نبیوں کو فرعون کی طرف بھیجنا:

بہر حال دونوں کو حکم دیا کہ جاؤ فرعون کے پاس، فقولا له قولا لینا، پہلے تو نرمی سے سمجھاؤ، اور اللہ کی طرف اس کو دعوت دو، اور یہ بھی مطالبہ کرو کہ بنی اسرائیل جو انبیاء علیہم السلام کی اولاد ہیں جن کو تم نے غلام بنا رکھا ہے ان کو ہمارے ساتھ روانہ کرو، اس سے معلوم ہوا کہ جہاں حضرت انبیاء علیہم السلام اپنی امت کی آخرت کی فکر کرتے ہیں، دنیا کی تکالیف کو مٹانے کی بھی فکر کرتے ہیں، اور یہاں بنی اسرائیل اور ان کے مرد وعورتیں اور بچے سب کو فرعون اور آل فرعون نے غلام بنا لیا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو اللہ کی طرف دعوت دی، وہ بھی اس نے قبول نہیں کی اور نہ بنی اسرائیل کو بھیجا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کا راتوں رات نکلنا:

اللہ نے حکم دیا کہ راتوں رات بنی اسرائیل کو لے کر نکل جاؤ "ولقد اوحینا الی موسیٰ ان اسر بعبادی" (سورۂ طٰہٰ آیت ۷۷)، چنانچہ حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو لیکر نکل گئے، بارہ قبیلے چونکہ جو حضرت یعقوب علیہ السلام کی بارہ اولاد کی نسل تھیں، اور یہ فرعون اور اس کا

لشکر لاکھوں کی تعداد میں تھا، حضرت موسیٰ اپنی قوم کو فلسطین لے جانا چاہتے تھے، درمیان میں جانے کے لئے دو راستے تھے ایک شام کی جانب جو خشکی کا راستہ تھا، اور ایک دریا جس کو بحر قلزم کہتے ہیں اس کی طرف جانے والا، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو پانی والے راستہ سے لیکر چلے، اور دریا کے کنارے پہونچے ادھر فرعون اور اس کی فوج کو خبر ہوگئی کہ بنی اسرائیل بھاگے جارہے ہیں؟ اب ہماری خدمت کون کریگا؟

بعض مفسرین نے لکھا ہے، اور تفسیر میں بعض اسرائیلی روایت بھی آجاتی ہے، بعض لکھتے ہیں کہ فرعون کا اتنا بڑا لشکر تھا کہ اس زمانے میں لشکر کے پانچ حصے ہوا کرتے تھے۔

ایک حصہ آگے ہوتا تھا جس کو مقدمۃ الجیش کہتے ہیں، تو لشکر کے اگلے حصہ میں فقط ساٹھ لاکھ فوج اس کے اندر تھی، اور ایک درمیان میں ہوتا ہے، جس کے اندر بادشاہ ہوا کرتا تھا، دائیں جانب الگ بائیں جانب الگ، میمنہ، میسرہ، قلب اور ساقہ، یہ عربی میں پانچ حصہ لشکر کے بنائے جاتے تھے، اس زمانے میں تو اگلے حصہ میں ساٹھ لاکھ اس کی فوج تھی اور ستر ہزار اس کے پاس صرف کالے گھوڑے تھے، فرعون اتنا بڑا لشکر لیکر روانہ ہوا۔

فرعون کا فوج کے ساتھ تعاقب کرنا:

بنی اسرائیل نے دیکھا کہ دریا سامنے ہے پیچھے کی طرف مڑکر دیکھا تو فرعون کا لشکر ہے، بنی اسرائیل نے کہا کہ ہمیں موسیٰ نے ہلاک کردیا، آگے سمندر ہے، پیچھے لشکر جرار ہے، جو ہمیں چیونٹیوں کی طرح مسل دیگا، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: کہ میرا رب میرے ساتھ ہے، "ان ربی سیھدین" حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یقین کتنا مضبوط تھا۔

فرعون کا غرق ہونا:

بہرحال اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ''فاوحینا الی موسی ان اضرب بعصاک البحر'' [سورۃ شعراء رکوع ۳] کہ اپنی لکڑی کو دریا پہ مارو! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لکڑی دریا کے اوپر ماری تو بارہ راستے دریا کے اندر بن گئے، ہر قبیلہ کے لئے ایک ایک راستہ بن گیا اور دونوں طرف کا پانی اپنی جگہ ٹھہر گیا، اور اس کی زمین خشک ہوگئی، چنانچہ موسیٰ علیہ السلام اندر داخل ہوگئے، اور تمام قبائل دریا میں داخل ہوگئے، جب دریا پار کرنے کے قریب ہوگئے تو فرعون دریا کے قریب آگیا، اس نے دیکھا کہ راستہ کھلا ہے خوف زدہ ہوگیا کہ اندر جاؤنگا تو پتہ نہیں میرا کیا حشر ہوگا؟ جلالین شریف کے شارحین نے لکھا ہے کہ وہ جانے کیلئے آگے پیچھے ہورہا تھا تو حضرت جبرئیل کو اللہ تعالیٰ نے ایک گھوڑی پہ سوار ہوکر دریا میں داخل ہونے کا حکم دیا، اور ان کی گھوڑی آگے آگے دریا کے اندر جانے لگی خشک راستے میں فرعون اپنے گھوڑے پر سوار تھا، وہ جانا نہیں چاہتا تھا، لیکن گھوڑی کو دیکھ کر فرعون کے گھوڑے نے چھلانگ لگائی، قافلہ والوں نے دیکھا کہ فرعون جارہا ہے تو تمام قافلہ والے بھی چلنے لگے، جب یہ دریا کے بیچ میں گئے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں تفصیل سے ذکر کیا ہے، پوری فوج ہلاک ہوگئی تو دیکھو! وہ شخص جس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا، اللہ نے اس کو ہلاک کردیا، اور بنی اسرائیل کو جو انبیاء کی اولاد تھی فرعون اور اس کے ظلم سے اس کو نجات دی، یہ محرم کا مہینہ تھا اور عاشورہ کا دن تھا، اسی لئے یہ مہینہ پہلے ہی سے قابل احترام اور عظمت والا سمجھا جاتا تھا، اور اسی کے پیش نظر شکریہ کے طور پر بنی اسرائیل یعنی یہودی جو حضور ﷺ کے زمانے میں بھی تھے اس دن کا روزہ رکھا کرتے تھے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب ہیں، اس لئے ہم بھی اس کا روزہ رکھیں گے، ابوداؤد میں

کی حدیث میں جو دو دن کی قید لگی ہے اس میں تشبہ بیہود سے بچنا ہے وہ محض استحباباً ہے[1] دوسرا عمل حدیث میں فرمایا گیا ہے جو شخص اپنے عیال پر عاشورا کے دن وسعت کرے اللہ تعالیٰ پورے سال اس پر وسعت فرماتے ہیں[2] (مشکوٰۃ) سند کے اعتبار سے حدیث ضعیف ہے لیکن اسلاف نے اس حدیث پر عمل کیا ہے۔

عاشورہ کے دن کی بدعات:

ہمارے معاشرے میں اور ملکوں میں جو خرافات کی جاتی ہیں وہ سب بدعات ہیں، بلکہ بعض باتیں بدعات سے بڑھ کر شرک کی حد تک پہنچ گئی ہیں، حضرات مفسرین نے شرک کی مختلف صورتیں بتائی ہیں، حضرت مفتی شفیع صاحب نے معارف القرآن میں کئی صورتیں لکھی ہیں، ایک صورت تو یہ ہے کہ اللہ کی ذات میں کسی کو شریک قرار دینا مثلاً تعدد خداؤں کا قائل ہونا، اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کسی کو اللہ تعالیٰ کا جز قرار دینا جیسے کہ نصاریٰ کا ایک فرقہ ہے جو ثالث ثلاثہ کا قائل ہے، اللہ تعالیٰ، حضرت عیسیٰ اور مریم تینوں مل کر ایک خدا ہے

دوسری صورت شرک فی الصفات یعنی اللہ کی صفات اس کے علاوہ کسی اور کے لئے ثابت کرنا ہے

[1] [illegible]

[2] من وسع على عياله في يوم عاشوراء وسع الله عليه في سنته كلها (الجامع الصغير ج ۲ ص [illegible]) [illegible]

لیکن اللہ کی صفات کے اندر دوسروں کو شریک ٹھہرانا، جیسا کہ کفار مکہ اللہ کے وجود کے منکر نہیں تھے اللہ کے وجود کو تسلیم کرتے تھے قرآن میں مختلف مواقع پر ذکر کیا گیا ہے:

ولئن سالتهم من خلق السموات والارض ليقولن الله فاني يؤفكون۔

"آپ ان سے پوچھئے کہ تم کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو وہ کہیں گے کہ ہم کو اللہ نے پیدا کیا" یعنی وہ اس بات کے قائل تھے کہ اللہ ہمارا خالق ہے، لیکن وہ اللہ کے صفات میں دوسروں کو شریک کرتے تھے۔ مثلاً:

فلاں بت روزی دیتا ہے۔

فلاں شفاء دیتا ہے۔

فلاں اولاد دیتا ہے۔

عالم الغیب صرف اللہ:

هو الله الذي لا اله هو، الرحمن الرحيم، الملك القدوس، عالم الغيب والشهادة، وہ چیزیں جو ہماری نگاہوں سے اوجھل ہے اللہ اس کو بھی جاننے والا ہے، عالم الغیب ہونا یہ اللہ کی صفت ہے، عالم الغیب ہونے کا مطلب: یہ ہے کہ ہم جن چیزوں کو دیکھ نہیں پاتے ہماری نگاہ ان چیزوں کو دیکھ نہیں پاتی، اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھتا ہے اور اللہ ہر چیز سے باخبر ہے، ہر ہر چیز اللہ کے سامنے موجود ہے، کوئی چیز اس کی نگاہوں سے مخفی نہیں ہے، اب کوئی شخص یہی عقیدہ انسان کے لئے رکھے، کہ فلاں ولی ہر چیز کو جانتا ہے ہر ہر بات پر مطلع ہے تو یہ شرک فی الصفات کے قبیل سے ہے۔

شرک فی التصرف:

حضرت مفتی شفیع صاحب نے تیسری قسم بتلائی شرک فی التصرف: کہ اللہ تعالیٰ کے سوا وہ کسی کو نفع نقصان کا مالک سمجھے۔

ایمان کو شرک سے بچانے پر جنت کا وعدہ:

مسلم شریف کے اندر روایت ہے کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے اور اپنے ایمان کے اندر شرک کی آمیزش نہ کریں تو اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کو حرام کردیں گے، اور جنت اس کے لئے واجب کردیں گے[1] سورۂ یوسف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون" (سورۂ یوسف آیت ۱۰۶) یعنی ان میں اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کو مانتے ہے لیکن شرک بھی کرتے ہیں۔

بنی اسرائیل کو شرک سے بچنے کی تاکید:

حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلوی نے "التعلیق الصبیح" شرح مشکوٰۃ المصابیح کے اندر ایک روایت نقل کی کہ حضرت یحییٰ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو جمع کرو، اور میں تمہیں پانچ چیزیں بتلاتا ہوں تم بھی اس پر عمل کرو، اور بنی اسرائیل کو بھی حکم کرو کہ وہ بھی اس پر عمل کریں حضرت یحییٰ سے ان باتوں کے بیان کرنے میں تھوڑی تاخیر ہوئی تو حضرت عیسیٰ نے ان

---

[1] عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثنتان موجبتان قال رجل یا رسول اللہ ما الموجبتان قال من مات یشرک باللہ شیئا دخل النار ومن مات لا یشرک باللہ شیئا دخل الجنۃ (رواہ مسلم ج ۱ ص ۹۳ رقم الحدیث ۱۵۱ واحمد فی المسند ج ۳ ص ۳۹۱)

ہوگا، جس میں ایسے لوگوں کے نام ہوں گے جن کی بخشش اور مغفرت نہیں ہوگی، وہ کون لوگ ہوں گے؟ فرمایا: الاشراک باللہ۔ اللہ کے ساتھ شرک کرنے والے، اس لئے فرمایا کہ شرک کرنے والے کی مغفرت نہیں ہوگی۔

تعزیہ محرم کی ایک بدعت :

مسلمانوں کا بہت بڑا طبقہ شیطان اور نفس کے ورغلانے کی وجہ سے بدعات سے متجاوز ہو کر کے شرک میں مبتلا ہو گیا، محرم کے اندر جیسا کہ تعزیہ بنانا اس کے سامنے سجدہ کرنا اس سے منت اور مراد مانگنا یہ حرام تو ہے ہی اپنی جگہ لیکن یہ عقیدہ رکھا جائے کہ تعزیہ خود نفع پہنچاتا ہے، یا یہ کہ اس کے سامنے ہم چڑھاوا نہیں چڑھائیں گے تو ہم کو نقصان ہوگا۔ بتلائیں کہ یہ شرک ہے یا نہیں؟ جتنے بھی علماء ہے سبھی نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔

مولانا احمد رضا بریلوی کا فتویٰ :

مولانا احمد رضا صاحب بریلوی ان کی کتاب ہے "تعزیہ اور محرم" انہوں نے لکھا ہے کہ تعزیہ بنانا حرام ہے اور اس سے مراد مانگنا اور منتیں مانگنا زنانہ یعنی: عورتوں کا فعل ہے، اور ایک احمقانہ اور بے وقوفوں جیسی حرکت ہے، بہار شریعت میں لکھا ہے کہ تعزیہ اگر راستے سے گذرے تو اس سے منھ پھیر دینا چاہئے، اس کی طرف دیکھنا بھی جائز نہیں ہے تو خود ان حضرات نے بھی حرام قرار دیا ہے تعزیہ میں بھی شرک کی آمیزش ہوتی ہے لہٰذا اس سے بچنے کی ضرورت ہیں۔

لہ لغت کشوری ص ۱۰۴ پر تعزیہ کے معنی ماتم پرسی کرنا، تعزیت دینا اور صاحب فیروز اللغات نے ص ۳۶۴ پر یہ معنی لکھا ہے، ماتم پرسی کرنا، حضرت حسین اور اہل بیت کی تربتوں کی نقل جو محرم کے دنوں میں بطور یادگار کے کاغذ اور بانس وغیرہ سے بناتے ہیں۔

اگر ماتم[1] کرنا ہی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کیجئے :

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی ایک کتاب ہے "غنیۃ الطالبین" حضرت نے اسکے صفحہ نمبر ۳۸ پر لکھا ہے کہ بھائی جو لوگ دسویں محرم کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے غم پر ماتم کرتے ہیں، فرمایا کہ اگر دسویں محرم کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ماتم کرتے ہو تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو جو مقام ملا یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو آپ کے نانا ہے ان کی برکت کی وجہ سے یہ مقام ملا تو سب سے اونچا مقام تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے تو ان سے زیادہ مقدس تو نانا جان ہے، کہ پیر کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو اس دن ہم ماتم مناتے تو نانا کیلئے ہم ماتم نہیں مناتے تو ادھر نواسے کے لئے کیوں ماتم مناتے ہیں۔ انسان ذرا عقل سے سوچے کہ اگر ہمارے آباء واجداد میں سے کسی کا انتقال ہوگیا، ان کی وفات کے دن ہم کیوں ماتم نہیں مناتے، ان کی وفات کا دن بھی ایک غم کا دن ہے تو زیادہ لائق یہ کہ ابھی قریب میں وفات ہوئی ہے تو ان پر ماتم منایا جائے،

---

[1] ماتم کے متعلق اکابرین کے اقوال: قطب ربانی عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں: "ولو جاز ان یتخذ یوم موته یوم مصیبة لکان یوم الاثنین اولی بذالک اذ قبض الله تعالی نبیه محمد ﷺ وکذلک ابوبکر الصدیق رضی الله عنه قبض فیه" (غنیة الطالبین ج ۲ ص ۳۸) امام ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں: وایاه ثم ایاه ان یشتغل ببدع الرافضة ونحوهم من الندب والنیاحة والحزن اذ لیس ذلک من اخلاق المؤمنین والا لکان یوم وفاته ﷺ اولی بذلک [illegible] (الصواعق المحرقة ص ۱۰۹ ... ص ۲۲۳) محدث علامہ محمد طاہر پٹنیؒ تحریر فرماتے ہیں: فانه یتقصد تجدید المآتم وقد نصوا علی کراهیة کل عام فی سیدنا الحسین مع انه لیس له اصل فی امهات البلاد الاسلامیة [illegible] (مجمع بحار الانوار ج ۵ ص ۵۵)

رہنے کا حکم دیتے تھے کوئی چیز گر جائے یا کوئی رہ جائے تو اس کو لے آئے، حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ نامی صحابی پیچھے رکے ہوئے تھے، انھوں نے صبح کے قریب دیکھا کہ اندھیرے میں کوئی چیز نظر آرہی ہے، جب غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ تو حضرت عائشہؓ ہے، تو دیکھتے ہی انھوں نے انا للہ پڑھا، فرمایا میں نے ان کو پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے دیکھا تھا، اس وجہ سے پہچان لیا، لیکن فوراً نظر ہٹالی، کیونکہ اس وقت پردہ کا حکم نازل ہو گیا تھا، اور ان کو اونٹنی پر بیٹھنے کے لئے کہا

بہرحال اس واقعہ کے بعد منافقین نے نعوذ باللہ حضرت عائشہ سے متعلق غلط باتیں پھیلا دی، اور صفوان بن معطلؓ کے ساتھ تہمت لگادی، یہ واقعہ سورۃ نور میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے قرآن کریم کی آیات حضرت عائشہؓ کی برأت اور پاکدامنی میں اتری، جو قرآن میں اب تک تلاوت کی جاتی ہے، بعض شیعہ و روافض اسی فاسد عقیدہ کے حامل ہیں جو منافقین کا تھا، اس لئے وہ مومن نہیں ہے، تعزیہ اور ماتم انہیں لوگوں کی ایجاد کردہ خرافات ہیں۔

ماتم کرنے کی وجہ:

اور ماتم کیوں کیا جاتا ہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی کتابوں کے اندر عجیب وغریب روایات لکھی گئی ہیں، گذشتہ سال تو میں نے ان ہی روایات وخرافات پر بیان کیا تھا، ابھی موقع نہیں ہے، مگر اس میں سے ایک دو بات عرض کرتا ہوں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جب امید سے رہی تو حضرت جبرئیل حضور ﷺ کے پاس تشریف لائے اور خوش خبری دی کہ آپ کے یہاں نواسا پیدا ہونے والا ہے، لیکن آپ کی امت اس کو قتل کردیگی، یہ ان کی کتابوں میں لکھا ہے، چنانچہ حضور ﷺ نے اپنا منہ موڑ دیا اور اعراض کرنے لگے کہ میرے نواسے کو میری امت

قتل کردی گئی، دوبارہ جبرئیل تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ تعالٰی آپ کو سلام کہتا ہے کہ آپ کے یہاں نواسا ہوگا، اور آپ کی امت اس کو قتل کردیگی تو حضور ﷺ نے منہ موڑ لیا، تیسری بار جبرئیل آئے اور کہا کہ اللہ آپ کو سلام کہتا ہے، کہ ایک نواسا پیدا ہوگا، اور آپ کی امت اس کو قتل کردی گی لیکن قیامت تک ان کو امامت کا منصب رہے گا، اس لئے حضور ﷺ راضی ہو گئے کہ یہ لڑکا مجھے محبوب ہے، پھر حضور ﷺ نے یہی بات حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سنائی، حضرت فاطمہؓ نے سنا کہ مجھے ایک لڑکا پیدا ہوگا کہ جس کو امت قتل کردی گی تو حضرت فاطمہ نے کہا کہ مجھے ایسا لڑکا نہیں چاہئے، دوسری دفعہ حضور ﷺ نے کہا کہ دیکھو! یہ بشارت ہے انکار مت کرو، تیسری مرتبہ جب بشارت سنائی تو حضرت فاطمہؓ نے انکار کردیا تو پھر حضور ﷺ نے کہا کہ دیکھو امت قتل کردیگی لیکن قیامت تک انکو امامت کا درجہ دیا جائیگا، تو حضرت فاطمہؓ بادل ناخواستہ، دل نہ چاہتے ہوئے بھی راضی ہوئی کہ ٹھیک ہے، اگر امامت کا درجہ مل رہا ہے تو مجھے ایسا لڑکا مل جانے تو کوئی بات نہیں، البتہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش ہوئی تو ان کے دل میں یہ بات ڈال دی گئی کہ تمہاری ماں تمہاری پیدائش کو پسند نہیں کرتی، اس وجہ سے حضرت حسینؓ نے حضرت فاطمہؓ کا دودھ کبھی نہیں پیا، یہ بات شیعوں کی کتابوں میں لکھی ہے۔

بعض شیعوں کے نزدیک شہادت منحوس ہے:

اب اسکے بعد یہ بھی لکھا ہے کہ شہادت یہ ایک منحوس عمل ہے، اسی لئے حضرت فاطمہ نے بھی ناپسند کیا کہ مجھے ایسا نہیں چاہئے جو شہید ہوگا، تو حضرت حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت ان کے یہاں ایک منحوس عمل ہے کہ جسے وہ ماتم کرتے ہیں۔ اہل سنت والجماعت فرماتے ہیں کہ قرآن کی نص ہے: لاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات۔ [سورۃ بقرۃ] اللہ کے

راستے میں جو شہید ہو گئے ہیں تم ان کو مردہ بھی نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہے۔

شیعوں کا ایک عجیب وغریب عقیدہ:

آج بھی اسلام کو جو نقصان اندر اندر سے پہنچتا ہے وہ عقائد کے بنیاد پر پہنچتا ہے، کھلم کھلا دشمن سے آدمی بچتا ہے، لیکن اندرونی دشمن سے بچ نہیں پاتا، عجیب وغریب عقائد ہے ایک عقیدہ ان کی کتابوں میں لکھا ہے کہ قرآن پاک آسمان سے اتارا جبرئیل کے ذریعہ سے تو مقصد یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اتارے، لیکن جبرئیل نے غلطی سے حضور ﷺ کو پہونچا دیا، وحی کے حقدار تو حضرت علیؓ تھے، لیکن جبرئیل نے خطا کردی، آج تک اللہ میاں کو بھی غلطی معلوم نہیں ہوئی کہ میری وحی کہاں چلی گئی اور نہ جبرئیل کو پتہ چلا کہ میں نے غلطی کردی، جن پر وحی اتری ان کو بھی پتہ نہیں چلا کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں اور حضرت علیؓ کو بھی پتہ نہیں چلا کہ میری وحی دوسرے کے پاس چلی گئی، آپ اندازہ لگائے کہ کس طرح کفریہ عقائد ہے، اور ان ہی عقائد والوں کی یہ خرافات ہے۔

اسلامی تعلیم کو مضبوطی سے پکڑنا چاہئے:

اس لئے میرے بھائیوں! ہم ہمارے گھروں میں اپنے بھائیوں اور بہنوں کو سمجھائیں کہ اسلام نے ہمیں جو تعلیم دی ہے اس پر عمل کریں، اس ہی میں ہماری نجات ہے، ان الدین عند اللہ الاسلام، اللہ کے یہاں وہ دین معتبر ہے جو اسلام ہے، پورے طور پر مطیع اور فرمانبردار ہو جاؤ، حضور ﷺ نے جو فرمایا وہی ہم کریں، دیکھو حضرات صحابہ کرامؓ کو جو دین کے معاملہ میں بڑے سخت تھے، جہاں حضور کے طریقہ کے خلاف کوئی بات دیکھتے فوراً اس پر غصہ ہو جاتے، طحاوی شریف کے اندر لکھا ہے کہ عبداللہ ابن مسعودؓ کو حضور ﷺ نے التحیات سکھایا، ہم جو نماز

میں التحیات پڑھتے ہیں وہی التحیات عبداللہ بن مسعودؓ کو سکھایا، اسکے علاوہ بھی التحیات احادیث میں منقول ہے، لیکن عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا حضور ﷺ ہمیں تشہد اس طریقے سے سکھاتے تھے جیسے قرآن سکھاتے ہیں، فرماتے ہے کہ حضور ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور ہاتھ پکڑ کر اس طرح سکھایا ایک ایک کلمات کر کے، عبداللہ بن مسعودؓ فقہاء صحابہ کرام میں سے ہے، اور تشہد کے معاملہ میں بڑے سخت تھے الفاظ تشہد میں نہ کسی کے اضافے کو برداشت کرتے اور نہ کمی کو، مسند احمد کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے عبداللہ بن مسعودؓ کو یہ تشہد تعلیم فرمایا اور ان کو حکم دیا کہ وہ دوسروں کو اس کی تعلیم دیں تو صحابہ کرام ہر عمل میں نبی کریم ﷺ کے طریقہ کو دیکھتے اگر اسکے خلاف ہوتا تو سختی سے منع فرمادیتے، کیونکہ ایک حدیث میں فرمایا کہ جو شخص ہمارے دین میں نئی چیز ایجاد کرے تو وہ کام مردود ہے، حضرت ابن عمرؓ کے سامنے ایک آدمی نے چھینک کر الحمداللہ کے ساتھ والسلام علی رسول اللہ ﷺ کی زیادتی کی تو ابن عمرؓ نے اس زیادتی کو ناپسند کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو ایسی تعلیم نہیں دی، ہمکو تو چھینک کر صرف الحمد اللہ علی کل حال کہنا سکھایا، اب ایک لفظ امام ہے، جو اہل حق کے یہاں پیشوا اور مقتدا، کیلئے ہوتا ہے، اور یہی لفظ اہل تشیع کے یہاں عالم الغیب اور معصوم کے لئے بولا جاتا ہے، اور انکے نزدیک امام کا درجہ نبیوں سے بھی بڑا ہے تو ہمیں چوکنا رہنے کی ضرورت ہے کہ اہل تشیع کا اثر ہم میں سرایت نہ کر جائے، سب سے پہلی اسکی بنیاد جس پر شیعہ نظریات کی عمارت کھڑی کی گئی ان عقائد و نظریات کے اولین موجد یہودی الاصل منافق تھے، عبداللہ ابن سبا اور اس کے رفقاء جو یمن کے رہنے والے تھے، بعد میں مدینہ منورہ آگیا، اور اس نے سیاسی اور مذہبی دونوں طرح سے اسلام کو کمزور کرنے کی کوشش کی جیسے حضرت عثمانؓ کے خلاف جھوٹا اور بے بنیاد پروپیگنڈہ کر کے عوام کے دلوں میں ان کی نفرت و عداوت پیدا کی، جس کی وجہ سے مسلمانوں

میں باہمی انتشار اور تفرقہ پیدا ہو گیا، اور اس نے یہ چال چلی کہ سیدھے دین حنیف کے صاف صاف اور صحیح عقیدوں میں تبدیلی کی جائے تو حید اور رسالت پر حملہ کیا جائے اور اسلام کے بنیادی حقائق کو مسخ کر کے عوام کو گمراہ کیا جائے۔ اس طرح عبداللہ بن سبا نے یہ کام بصرہ میں شروع کیا پھر کوفہ میں پھر مصر میں۔ اللہ جزائے خیر دے ہمارے علمائے حق کو جنہوں نے ان کے عقائد کو ہمارے سامنے واضح فرمایا اور بہت بڑی گمراہی سے ہم کو بچایا، ایسا ہی ایک عقیدہ ان لوگوں کا یہ ہے کہ سوائے پانچ صحابہ کے سب مرتد ہو گئے [نعوذ باللہ] اور آج بھی ان کی کوشش یہی ہیں کہ ہمارے اندر گھس کر ہمارے عقائد کو کمزور کریں، اور غلط اور موضوع روایات کو داخل کرنے کی پوری کوشش آج بھی جاری ہے، ہمارے بھولے بھالے بھائی ان کے نظریات سے واقف نہیں بس ضرورت ہے کہ ہم اپنے علمائے حقہ سے وابستہ رہیں، اور تحقیق کریں، علماء سے وابستگی نہ ہونے کی وجہ سے آج مسلمانوں کی کثیر تعداد ماتم کی مجلس اور تعزیہ کے جلوس کو دیکھنے کیلئے جمع ہو جاتے ہیں، اس میں کئی گناہ ہیں ایک یہ کہ اس میں دشمنان صحابہؓ اور دشمنان قرآن کے ساتھ تشبہ ہے، اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی قوم سے مشابہت اختیار کی وہ انہی میں شمار ہو گا[1] دوسرا گناہ یہ ہے کہ اس سے دشمنان اسلام کی رونق بڑھتی ہے، اور دشمنوں کی رونق بڑھانا بہت بڑا گناہ ہے۔ حدیث شریف میں فرمایا کہ جس نے کسی قوم کی رونق بڑھائی وہ انہیں میں سے ہیں، تیسرا گناہ یہ ہے کہ جس طرح عبادت کو دیکھنا عبادت ہے اسی طرح گناہ کو دیکھنا بھی گناہ ہے، چوتھا گناہ یہ ہے کہ اس مقام پر اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان بری رسم و خرافات سے بچائیں، اور صراط مستقیم پر قائم رکھیں۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

---

[1] من تشبه بقوم فهو منهم۔ [ابو داؤد: كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، عن ابن عمر: ...]

شخصیات

(جن کا اس کتاب میں ذکر آیا ہے)

حوالہ کتب

(اس جلد میں جن کتب حدیث کے حوالے آئے ہیں وہ درج ذیل کتب خانوں کی مطبوعات ہیں)

صحیح بخاری شریف	یاسر ندیم اینڈ کمپنی، دیوبند
صحیح مسلم شریف	اشرفی بک ڈپو، دیوبند
سنن ابوداؤد شریف	سعد بک ڈپو، دیوبند
سنن ترمذی شریف	مکتبہ ملت، دیوبند
سنن نسائی شریف	بنگلہ اسلامک اکیڈمی، دیوبند
سنن ابن ماجہ شریف	یاسر ندیم اینڈ کمپنی، دیوبند
المؤطا للامام مالک	مکتبہ بلال، دیوبند
مشکوۃ شریف	مکتبہ بلال، دیوبند
مجمع الزوائد ومنبع الفوائد	دارالکتاب العربی، لبنان
کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال	ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان